حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

ملفوظات حکیم الامت

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

- اولیاء اللہ کے عجیب وغریب واقعات
- امثال وعبر کا بے مثال خزانہ
- مسائل تصوف۔ مثل وحدۃ الوجود اور اس جیسے زندگی کے سینکڑوں مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حکیمانہ حل

عنوانات

حضرت صوفی محمد اقبال قریشی مدظلہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240

ملفوظات حکیم الامت

تاریخ اشاعت .... ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں
کسی بھی طریقہ سے اس کی اشاعت غیر قانونی ہے

قانونی مشیر

قیصر احمد خان

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ ... چوک فوارہ ... ملتان　مکتبہ رشیدیہ ... راجہ بازار ... راولپنڈی
ادارہ اسلامیات .... انارکلی ...... لاہور　یونیورسٹی بک ایجنسی ... خیبر بازار ...... پشاور
مکتبہ سید احمد شہید ...... اردو بازار ..... لاہور　ادارۃ الانور ... نیوٹاؤن ...... کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ ... اردو بازار ... لاہور　مکتبۃ المنظور الاسلامیہ ... جامعہ حسینیہ ...... علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE　BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

جمعہ ، ۱۲ شوال المکرم

فہرست عنوانات

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ
بوقت صبح پونے ۹ بجے یوم جمعہ

دوسرے شخص کی مشغولیت کا خیال چاہیے

(ملفوظ ۱) حضرت والا اپنے خاص وقت میں اپنے کام میں مشغول تھے چند دیہات کے لوگ آ کر محض مجلس آرائی کے لیے پاس بیٹھ گئے۔ فرمایا کہ خدا معلوم کیا ان گاؤں والوں میں عقل ہی نہیں ہوتی وہاں سے تو چل کر آئے تھے نماز پڑھنے کو اور آ کر بیٹھ گئے میرے پاس اگر کوئی ان کے کھیتی وغیرہ کے کام کے وقت ان کی چھاتی پر جا چڑھے تب حقیقت معلوم ہو جیسے خود فرصت ہے۔ سمجھتے ہیں سب کو فرصت ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ پیروں کو ایسا بے حس سمجھتے ہیں جیسے بت۔ یہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ فنافی اللہ ہوں گے انہیں کچھ نہیں جیسے بت کو چڑھاوے چڑھاؤ جب راضی جوتے لگاؤ جب راضی تسبیح لینا غضب ہے جہاں ہاتھ میں تسبیح لی اور سب باتیں بے حسی کی رجسٹری ہوئیں فرمایا کہ آج مجلس میں خاص کے لیے بیٹھتا مگر اب نہیں بیٹھوں گا' لوگ دق کریں گے وہ آ کر میرے پاس جمع ہوں گے میں بگڑوں گا دق ہوں گا اس لیے آج کا بیٹھنا ہی موقوف کر دیا' یہ فرما کر حضرت والا مکان پر تشریف لے گئے۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

مصافحہ کے آداب اور نظم کی اہمیت

(ملفوظ۲) بعد فراغ نماز جمعہ حضرت والا مسجد کے مصلے سے اُٹھ کر بارادہ سہ دری تشریف لے چلے لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کیا بوجہ کثرت ہجوم حضرت والا نے فرمایا کہ جو صاحب جہاں پر ہیں اطمینان سے کھڑے رہیں اور جو آ گئے ہیں وہ مصافحہ کر کے چلتے رہیں خواہ کتنا ہی وقت صرف ہو میں جب تک سب سے مصافحہ نہ کرلوں گا اس وقت تک سہ دری میں نہ جاؤں گا مگر کسی نے بھی اس پر عمل نہ کیا اور ایک کے اوپر ایک گر رہا تھا اس کشمکش کی وجہ سے حضرت والا کو بھی سخت اذیت پہنچی۔ حضرت والا مصافحہ سے ہاتھ روک کر سہ دری میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ طبائع میں کوئی نظم نہیں انتظام نہیں۔ باوجود کہہ دینے کے بھی پرواہ نہیں کی جاتی' پھر اس پر بدنام کرتے ہیں کہ اخلاق اچھے نہیں ان کی وجہ سے تکلیف اٹھاؤ' مر جاؤ جب اخلاق اچھے ہوں میں نے یہاں تک کہا کہ میں خود آ رہا ہوں چاہے ایک گھنٹہ صرف ہو جائے مگر سب سے مصافحہ کرلوں گا گڑبڑ نہ مچاؤ مگر گنوار ول سنتا کون ہے خدا کی پناہ کسی کے دُکھ آرام کی پرواہ ہی نہیں جو اپنا جی چاہا کرتے ہیں۔ آگے کوئی مرے یا جیئے ان کی کیا خبر ایسی کشمکش میں انسان کا کھڑا رہنا مشکل ہے مجھ کو اندیشہ اپنے گر جانے کا ہو گیا تھا اور اُدھر آنت اُتر آئی جس کے بعد میں ایک منٹ بھی کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ جس قدر بدعتیں ہیں سب میں تکلیف ہے یہ نماز کے بعد کا مصافحہ بدعت ہے اور جس قدر سنتیں ہیں سب میں دنیا کی بھی راحت ہے اور آخرت کی بھی راحت۔ اب جو لوگ نرمی کا مشورہ مجھ کو دیتے ہیں وہ آ کر اس منظر کو دیکھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجھ کو یہ ہنگامہ خیز صورت اچھی بھی نہیں معلوم ہوتی' طبعی نفرت ہے اس میں ایک شان ہے ترفع کی سی ریاست کی۔ نیز اس بات کا ہر شخص کو خیال رکھنا چاہیے کہ دوسرے کو تکلیف نہ ہو اور جناب ایسی کھینچا تانی میں تو بیل بھی گر جائے نہ کہ آدمی سب اپنی اپنی جگہ کھڑے رہتے ہیں خود ہی پہنچ جاتا' اب بیکار کھڑے ہیں' کھڑے ہونے کی تو فرصت ہے اور مصافحہ کرنے میں عجلت کر رہے تھے کہ شاید پیچھے سے غنیم کی فوج آ رہی ہے جہاں حکومت ہے ذرا وہاں تو ایسا کریں البتہ پنجاب کے

پیروں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کریں وہ اس سے خوش ہوتے ہیں مگر ہمیں تو اس سے مناسبت نہیں ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے ایسے رہتے تھے جیسے کوئی ہے ہی نہیں۔ حضرت والا یہ فرما ہی رہے تھے کہ ایک شخص دیہاتی اہل مجلس کے کاندھوں کو پھاندتا ہوا مصافحہ کی غرض سے حضرت والا کی طرف چلا آ رہا تھا' حضرت والا نے دیکھ کر دریافت فرمایا کہ بھائی وہیں سے کہو جو کہنا ہے اتنے مسلمانوں کو کیوں تکلیف دیتے ہوئے چلے آ رہے ہو' عرض کیا مصافحہ کی غرض سے آ رہا ہوں' فرمایا بندہ خدا اسی کا تو ذکر ہو رہا ہے' کیا مصافحہ فرض ہے واجب ہے جس کی وجہ سے اتنے مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی۔ ایک مستحب کے لیے اس قدر اہتمام کیونکہ مصافحہ محض مستحب ہے اور تکلیف نہ پہنچانا فرض ہے اس کا مطلق بھی خیال نہیں۔ لوگ یہ بات ہی بھول گئے کہ کسی مسلمان کو اپنے سے تکلیف نہ پہنچے اور یہ کہ تکلیف کا پہنچانا گناہ ہے کچھ نہیں بدتمیز ہیں کچھ خبر نہیں جائز ناجائز کی پھر اس شخص سے فرمایا جاؤ ہٹو پیچھے وہاں جا کر بیٹھو۔ فقہاء نے یہاں تک کہا ہے کہ کھانا کھانے کے وقت میں سلام نہ کرے میں نے اس میں غور کیا یہ راز معلوم ہوا کہ ممکن ہے اس وقت گلے میں لقمہ ہو اور سلام کا جواب دیتے میں اٹک جائے' پھندا پڑ جائے اور مر جائے جب بے موقع اور بے محل سلام کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تو آج کل کی حالت دیکھ کر تو مصافحہ کو فقہاء حرام ہی کہتے۔ اگر دین کی محبت ہے یا ہم سے محبت ہے تو فرصت میں آ کر مصافحہ کیوں نہیں کرتے اور کیوں نہیں آتے جس کو مصافحہ کرنا ہو وہ گھر سے ملاقات کے قصد سے آ کر کیا کرے یہ کیا کہ آئے تو وہ نماز کو لاؤ یہ بیگار بھی کر چلو مجھ کو اس وقت اس قدر تکلیف ہوئی اور اذیت پہنچی کہ اس وقت تک حواس درست نہیں ہوتے' مسجد ہی میں گھیر لیا۔ ہوا رک رہی ہے روشنی کثرت ہجوم سے بند ہے' آنت اتر آنے کی وجہ سے گرانی ہو رہی ہے' میں کہہ رہا ہوں کہ ارے بھائی ٹھہر جاؤ اور کئی مرتبہ کہہ چکا مگر جب کسی نے نہ سنا مصافحہ سے ہاتھ سمیٹ کر چلا آیا' بے تنخواہ کے نوکر یا نافرمان نوکر جیسے ہوتے ہیں ایسے پیچھے پڑ گئے' اللہ بچائے بے عقلی اور بدفہمی سے اب وہ لوگ آئیں جو مجھے سخت فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر فیصلہ کریں کہ کون بے رحم اور کون سخت ہے گھر بیٹھے فیصلہ کر دینا تو بہت آسان ہے لوگوں کی ان ہی بیہودہ حرکتوں سے حضرت رائے پوری کو سخت اذیت پہنچی' بیماری میں آرام نہ مل سکا۔ آخر میں حضرت نے بھی فرمایا کہ تھانہ بھون کی رائے

صحیح ہے۔ یہاں پر مرحوم مولوی محمد عمر صاحب تھے ان رعایات سے بیمار رہتے تھے ایک شخص نے میری اور ان کی دعوت کی۔ مولوی صاحب کو جگر کا عارضہ تھا اس بھلے مانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں' جب کھانے بیٹھے' میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے' کہا نہیں' میں نے کہا کہ یہ تو کھانے کے قابل نہیں' اب کیا کھائیں اور جب تم کو چاول پکانا نہیں آتا تھا تو کیوں پکایا سیدھی دال روٹی کیوں نہیں پکائی' کہیں سے روٹی لاؤ کہا کہ روٹی تو نہیں پکائی' میں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے' جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ' بھوکے تھوڑا ہی جائیں گے اور کھائیں گے روٹی کہا کہ روٹی کہاں سے لاؤں' میں نے کہا کہ گھر میں نہیں تو محلہ سے مانگ کر لاؤ' گیا مصیبت کا مارا اور دال روٹی لایا' خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی۔ میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے' کہنے لگے اس کی دل شکنی ہوگی میں نے کہا کہ ہماری جو شکم شکنی ہوگی' میں نے تو اس کی تادیب کے لیے یہی انتظام کیا جس سے اس کو ہمیشہ کے لیے سبق مل گیا۔ گو میری پھر اس شخص نے کبھی دعوت نہیں کی' تمیز کی ضرورت ہے' اب یہی مصافحہ کا یہ واقعہ ہو رہا ہے۔ ان گنواروں کو اپنی کوتاہی بالکل نہیں معلوم ہوگی' مجھ کو ہی بدنام کریں گے اور یہ کہیں گے کہ ملنے میں یا مصافحہ میں کیا سو سیکڑے خرچ ہوتے تھے۔

اعتکاف سے متعلق چند فقہی مسائل کا جواب

(ملفوظ ۳۴) اسی ہجوم میں ایک صاحب نے کہا کہ حضرت فلاں صاحب کثرت مجمع کی وجہ سے دور ہیں' ان کو چند مسائل دریافت کرنے ہیں' اگر اجازت ہو تو میں ان مسائل کو حضرت سے دریافت کرلوں' فرمایا ہاں ہاں فرمایئے۔

سوال: معتکف مسجد کے اندر جھاڑو دے سکتا ہے یا نہیں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: دے سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔

سوال: مسجد کے عقب میں بالکل ملا ہوا کنواں ہے اس میں سے پانی بھر کر حمام میں ڈال سکتا ہے یا نہیں؟ دریافت فرمایا کہ مسجد ہی میں رہے گا' عرض کیا جی مسجد ہی میں رہے گا؟

جواب: بھر سکتا ہے۔

سوال: مسجد سے باہر پیر نکال کر وضو کے وقت نالی پر دھوتے ہیں' دریافت فرمایا اس

وقت رہتا مسجد میں ہے' عرض کیا کہ جی رہتا مسجد میں ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: مسجد کے فرش پر رہتے ہوئے مسجد کی نالی دھو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: دھو سکتا ہے۔

دور سے چیخ کر مسئلہ پوچھنا

(ملفوظ ۴) ایک صاحب نے دور بیٹھے ہوئے بلند آواز سے عرض کیا کہ حضرت ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے' فرمایا کہ اتنی دور سے مسئلہ نہیں پوچھا کرتے' کوئی مسئلہ بیکار نہیں تم کو بھی اذان دینی پڑے گی اور مجھ کو بھی جب مجمع کم ہو جائے گا اور قریب آ سکو گے تب پوچھنا اتنے انتظار کرو۔

عربوں کی سادگی

(ملفوظ ۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے یہاں لوگوں میں جاہ کا مرض عالمگیر ہو گیا ہے۔ عرب میں اس وقت تک بے تکلفی اور سادگی ہے اور جاہ کا مرض اس وقت تک ان لوگوں میں کم پایا جاتا ہے۔ ایک بدوی آ کر شریف مکہ کو بے تکلف پکارتا ہے یا حسین یا حسین اگر جاہ کا مرض ہوتا تو لوگ صرف سیدنا کہہ کر پکارتے مگر دونوں طرح کی عادت ہے۔

بلاضرورت وقت صرف نہ کرنا چاہیے

(ملفوظ ۶) مدرسہ دیوبند کے واقعات اختلافات کا اور معترضین کے اس اعتراض کا کہ یہ کیسے مولوی ہیں کہ آپس میں لڑتے ہیں۔ ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس پر میں نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہر نا اتفاقی مذموم نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت اس پر کچھ تقریر فرما دیں' فرمایا کہ رسالہ ہوتے ہوئے تقریر کی کیا ضرورت ہے' رسالہ دیکھ لیا جائے جس قدر اس میں وضاحت سے مضمون ملے گا میں اس وقت اس کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا اور اس میں ایک اور حکمت بھی ہے وہ یہ کہ اس میں بلاضرورت کیوں وقت صرف کیا جائے یہ بھی ایک کام کی بات ہے جو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں یعنی لایعنی بات میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ گو اس وقت اس مضمون میں یعنی بیان سے عذر کر دینے

میں ایک گونہ تلخی معلوم ہوگی مگر مرض کا ازالہ ہمیشہ کے لیے ہو جائے گا بس اہل فہم کے لیے اشارہ کافی ہے (یہ اس لیے فرمایا کہ مولوی صاحب میں بے ضرورت کاوش کا مرض تھا) امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے ان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت بہت بڑا نفع ہوا' حق تعالیٰ حضرت کو جزاء خیر عطا فرمائیں۔ اس اپنے مرض کی طرف مجھ کو التفات بھی نہ تھا' فرمایا کہ میرا بھی جی اس وقت خوش ہوا کہ آپ نے قدر کی اور سمجھ گئے۔

علماء کو لڑانا

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل علماء کو اپنی جنگ کی آڑ بناتے ہیں اور خود الگ رہتے ہیں۔ میں ان کی رگوں سے خوب واقف ہوں' جوابوں میں اس کی رعایت رکھتا ہوں اس لیے یہاں کے جوابوں سے خوش نہیں ہوتے۔ ایک خط میں بطور شکایت لکھا آیا تھا کہ یہاں کی انجمن میں اتنے عرصہ سے مدز کوۃ کا روپیہ جمع ہے اگر لوگ ان سے صرف کرنے کو کہتے ہیں یا حساب مانگتے ہیں کوئی جواب نہیں دیتے ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے' میں سمجھ گیا کہ فتویٰ حاصل کر کے لوگوں کو دکھاتے پھریں گے اور فساد برپا کریں گے' میں نے جواب میں لکھا کہ ان انجمن والوں سے اس کا جواب لے کر کہ ایسا کیوں کرتے ہیں سوال میں درج کرو اور پھر فتویٰ حاصل کرو اس جواب سے بھلا کیا خوش ہوں گے۔ ایک اور خط میں لکھا آیا تھا کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ بھوک کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہے کتب سیر کے بھی حوالے دیئے ہیں۔ پوچھا تھا کہ کیا یہ صحیح ہے' میں نے لکھا کہ اگر صحیح ہوا تو تم کیا کرو گے' مطلب یہ کہ غیر ضروری تحقیق سے کیا فائدہ۔ ایک اور خط آیا تھا جو غیر ضروری مضمون اور تکلف سے بھرا ہوا تھا' دیکھ کر بڑی قلب میں کدورت ہوئی' سب مضمون تو محفوظ نہیں رہا کچھ محفوظ ہے۔ لکھا تھا کہ احقر کو سخت تعجب ہے کہ آپ حضرات سے کوئی تعلق نہ رکھ کر کس طرح زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اسی طرح کا اور بھی مضمون تھا' میں نے جواب میں صرف یہ لکھا کہ اس تمہید سے کیا فائدہ ہوا' یہ کاتب فلاں شاہ صاحب کے سفارشی ہیں ورنہ میں ایسوں کی خوب خبر لیتا ہوں تا کہ دیکھوں کہ کہاں تک اعتقاد ہے۔ اسی سلسلہ

میں فرمایا کہ ان ہی شاہ صاحب نے ایک اور صاحب کو یہاں پر بھیجا ان سے یہاں پر بعض حماقتوں کا صدور ہوا جس سے مجھ کو اذیت پہنچی' اتفاق سے وہ شاہ صاحب بھی بغرض ملاقات یہاں تشریف لائے تو واقعات معلوم کر کے کہنے لگے اس نے یہاں آ کر بڑی حماقت کی جی میں تو آیا کہہ دوں کہ اول حماقت آپ نے کی کہ اس کو خواہ مخواہ یہاں بھیجا۔ اس نے جا کر ان ہی شاہ صاحب سے میری نسبت کہا کہ تم نے مجھے کہاں بھیج دیا وہ تو مجذوب ہیں۔ حضرت والا نے تبسم فرما کر فرمایا کہ غنیمت ہے مجذوب ہی کہا مجنون نہیں کہا۔

شریفوں کا زمانہ

(ملفوظ ۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے کچھ میوہ جات لانے کی اجازت چاہی ہے اور ان کی فہرست لکھ کر بھیجی ہے کتنی راحت کی بات ہے کہ پوچھ لیا پہلے ایک خط ان کا مجمل آیا تھا میں نے اس میں لکھ دیا تھا کہ اگر بنا دریافت کیے ہوئے بھیجو گے' میں نہیں رکھوں گا' واپس کر دوں گا' اس پر یہ خط آیا ہے اب گھر پوچھ کر اور حکیم صاحب سے دریافت کر کے لکھوں گا کہ کون سی چیز کھا سکتا ہوں۔ خواجہ صاحب نے خط دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت شریفہ نہیں لکھا۔ حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ شریفوں کا زمانہ بہت دنوں سے نہیں رہا۔

جن کے دفع میں عامل کی قوت خیالیہ کا اثر

(ملفوظ ۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو عامل جن کو دفع کر دیتے ہیں یہ کس چیز کا اثر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ قوت خیالیہ کا اثر ہوتا ہے۔ اسی کا تصرف ہوتا ہے۔ عرض کیا کہ اگر وہ جن بھی اپنی قوت خیالیہ سے کام لے فرمایا ممکن ہے مگر انسان کی قوت دافعہ کا مقابلہ جن نہیں کر سکتے ان کی قوت دافعہ ایسی قوی نہیں ہوتی۔

جھوٹ سے شدید نفرت

(ملفوظ ۱۰) فرمایا کہ آج صبح جس نالائق کو نکالا ہے اس نے بہت ہی ستایا' ایسے جھوٹے شخص سے کیا خیر کی توقع ہو سکتی ہے۔ ایک چھوٹے سے معاملہ میں اس قدر جھوٹ پھر جھوٹ پر جھوٹ مکان کے دروازہ پر سوتا تھا ایسے مکار شخص کا کیا بھروسہ' ایسا شخص خطرناک ہے اور اگر

دروازہ پر نہ بھی رہے مدرسہ ہی میں رہے تو کیا مدرسہ کے لوگ مفت کے ہیں کہ ان کو دھوکے دیتے رہو ستاتے رہو۔ فرمایا کہ مجھے جھوٹ سے بڑی نفرت ہے اور کاذب سے نفرت ہونا بھی چاہیے اس لیے کہ اس سے تو کچھ امید نہیں نہ معلوم کس وقت کیا دھوکہ دے۔

حزن غیر اختیاری بڑی دولت ہے

(ملفوظ ۱۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو حزن غیر اختیاری ہے وہ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے اختیاری اور غیر اختیاری افعال میں بین فرق ہوتا ہے۔ حقیقت میں بھی اور اثر میں بھی۔ چنانچہ جو چیزیں غیر اختیاری ہیں ان کے صدور سے کبھی قلب پر کدورت نہیں ہوتی۔ گو طبعی اثر ہو مگر وہ کدورت نہیں حزن ان چیزوں سے اختیاری ہو جاتا ہے یعنی اپنے خیال کو اس میں دخل دینا' فکر کرنا' غور کرنا وغیرہ اور حزن اضطرابی تو اتنی بڑی دولت ہے کہ اس سے قلب میں استعداد پیدا ہوتی ہے وصول الی الحق کی کیونکہ اس سے موانع وصول مرتفع ہوتے ہیں۔

خیر القرون ''قرنی'' میں ایک نکتہ

(ملفوظ ۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں ظرافتہً فرمایا کہ شیعہ مجلس تو کرتے ہیں مگر امام کے نام کی ایک بھی نہیں' کہیں شیر مال کی ہوتی ہے کہیں جلیبی کی ہوتی ہے کہیں حلوے کی ہوتی ہے اسی پر شاید خلافت کو خیال کیا ہوگا کہ خلافت بھی پلاؤ قورمہ کی ہوتی ہوگی جس پر جھگڑے فساد کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ ابتداء ہی سے کیوں نہیں ملی مگر وہاں پلاؤ قورمہ کی خلافت نہ تھی مصیبت کی تھی اس لیے ان کو تو احسان ماننا چاہیے کہ حضرات خلفاء ثلثہ نے اتنے دنوں تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوجھ اٹھائے رکھا۔ پھر ایک نکتہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ خیر القرون قرنی ترتیب خلافت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ایک لطیفہ ہے قرنی میں چاروں حضرات کے نام کے آخر حروف کو جمع فرما دیا ہے صدیق کا قاف عمر کی رے عثمان کا نون علی کی ی ہے۔

کم ہدیہ میں ریا نہیں ہوتی

(ملفوظ ۱۳) فرمایا کہ ایک صاحب نے ہدیہ بھیجا مقدار اس کی دو آنہ ہے بھلا اس میں کیا ریا ہو سکتی ہے۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

آج کل کے اخبار فساد کی جڑ ہیں

(ملفوظ ۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اخباروں میں بڑی گڑ بڑ ہے' قریب قریب عدل کا تو نام ہی نہیں ملک میں فساد کا اصل ذریعہ یہ ہی اخبار بنے ہوئے ہیں۔ بلا تحقیق واقعات کا مشتہر کر دینا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ اخبار اگر حدود میں رکھا جائے تو خبریں تو سب حذف ہو جائیں۔ میں نے کہا غلط ہے اگر ہمارے سپرد کر دیا جاوے تو حدود ہی میں رہے گا صرف ایک دو خبر الگ کر دینی پڑیں گی مگر اکثر کو باقی رکھیں گے اس پر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل تو خریدار اسی مذاق کے ہیں۔ اگر حدود کی رعایت کے ساتھ اخباری خبریں شائع ہوں تو غالباً پسند بھی نہ کریں۔ اس پر فرمایا کہ واقعی اکثر خریدار از خر دار بالدال ہو گئے اس ہی لیے خروار بالواو بن گئے۔

جھوٹ بولنے پر پٹائی

(ملفوظ ۱۵) ایک طالب علم نے جن کو قرض ادا کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔ حضرت والا کی خدمت میں ایک رقعہ پیش کیا کہ میرے ذمہ جو فلاں شخص کے چار روپیہ تھے وہ میں نے دیدیئے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ صرف دو روپیہ دیئے ہیں اس جھوٹ بولنے پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ' یہاں ایسے جھوٹوں کا کام نہیں وہ نہیں گیا۔ فرمایا کہ اگر نہ جاؤ گے پٹو گے' کئی مرتبہ فرمایا لیکن وہ نہیں گیا چنانچہ پٹا۔

فرشتوں کو دیکھ کر مرغ کا بولنا ضروری نہیں

(ملفوظ ۱۶) ایک صاحب نے تعجب سے سوال کیا کہ حضرت سنا ہے کہ مرغا فرشتوں کو دیکھ کر بولتا ہے' کیا فرشتے اس کو مکشوف ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں انکشاف کا ہونا کیا بعید ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر بار بولنے کا یہی سبب ہو یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی طبعی طریق پر بولتا ہو۔ اس پر فرمایا کہ یہ تحقیق تو ہو گئی اور وہ مرغا جس وجہ سے بھی بولتا ہو مگر میں پہلے آپ کو اس

بولنے کی وجہ پوچھتا ہوں' آپ کو بیٹھے بٹھلائے کیا نظر آیا جو آپ ایک غیر ضروری سوال لے کر چلے' کیا خاموش بیٹھا رہنا' آپ کے نزدیک گناہ ہے' عرض کیا کہ غلطی ہوئی معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معافی کو تو معاف کر چکا' خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا متنبہ بھی نہ کروں آخر جواب تو ملنا چاہیے۔ آخر اس سوال میں اور اس تحقیق میں حکمت کیا ہے اس کے نہ معلوم ہونے پر کیا نقصان تھا اور معلوم ہونے پر کیا نفع ہوا' ان صاحب نے اس پر کوئی جواب نہ دیا' فرمایا کہ کیا ہوگیا' آپ لوگوں کو خواہ مخواہ بے ضرورت کلام کرنا اس وقت کے اس سوال سے آپ کی بے حد طبیعت منقبض ہوئی اس ہی لیے آنے والوں کے ساتھ شرط لگا دیتا ہوں کہ یہاں پر زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ کی جائے جہاں کسی کے ساتھ رعایت کی وہی سر چڑھ جاتا ہے یہ رعایت کا نتیجہ نکلتا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

پٹھانوں کی شرافت

(ملفوظ ۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں کے اطراف کے پٹھان نہایت خوش اعتقاد اور سب ہی بزرگوں کے خادم رہتے ہیں' ایک شخص نے یہ شرارت کی کہ بہشتی زیور لے کر بستی بستی پھرا' پٹھانوں کو دکھلاتا ہوا کہ دیکھو! اس میں لکھا ہے کہ مغل پٹھان شیخ سید کی ٹکر کے نہیں۔ گویا ان کو اشتعال دلاتا تھا مگر سب نے بالاتفاق یہی جواب دیا کہ وہ اپنے گھر سے نہیں کہتے جو اللہ رسول کا حکم ہے۔ وہ لکھتے ہیں اور بیان کرتے ہیں اس میں کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ واقعی یہ شرافت کی بات ہے غیر شریف تو خدا معلوم کیا سمجھ بیٹھتے۔

علماء کافر بتاتے ہیں' بناتے نہیں ہیں

(ملفوظ ۱۸) آج کل علماء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ علماء لوگوں کو کافر بناتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ایک نقطہ تم نے کم کر دیا ہے۔ اگر ایک نقطہ اور بڑھا دو تو کلام صحیح ہو جائے وہ یہ کہ وہ کافر بتاتے ہیں (بالتاء) بناتے نہیں (بالنون) بنانے کے معنی کی تحقیق کر لو وہ اس طرح آسان ہے کہ یہ دیکھ لو کہ مسلمان بنانا کس کو کہتے ہیں اسی کو تو کہتے ہیں کہ یہ ترغیب دی جائے کہ تو مسلمان ہو جا تو اسی قیاس پر کافر بنانے کے معنی کفر کی تعلیم و ترغیب ہوں گے تو کیا

تم نے کسی مسلمان کو اول دیکھا کہ علماء اس کو یہ کہہ رہے ہوں کہ تو کافر ہو جا۔ البتہ جو شخص خود کفر کرے اس کو علماء کافر بتا دیتے ہیں یعنی یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کافر ہو گیا۔

آج کل کے نصاریٰ کا تکبر

(ملفوظ ۱۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت قصبہ پھول پور ضلع اعظم گڑھ مولوی عبدالغنی صاحب کے مدرسہ میں ایک شخص پانی پینے آیا اس سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کہاں جاؤ گے اس نے کہا کہ فلاں جگہ جلسہ ہے وہاں نصاریٰ ہونے جا رہا ہوں۔ مراد یہ تھی کہ انصاری ہونے جا رہا ہوں مگر غایت جہل سے دونوں لفظوں میں فرق نہیں کر سکا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ٹھیک تو کہا کہ نصاریٰ ہونے جا رہا ہوں یعنی متکبر ہونے جا رہا ہوں' جیسا آج کل مشاہدہ ہے البتہ پہلے نصاریٰ متکبر نہ تھے جن کے متعلق قرآن پاک میں ہے "وانهم لایستکبرون"

ایک مجذوب طالب علم کا واقعہ

(ملفوظ ۲۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اقطاب التکوین مجاذیب زیادہ ہوتے ہیں۔ دیوبند میں ایک ولایتی مجذوب شہاب الدین تھے میری طالب علمی کا زمانہ تھا ہم طالب علم ان کو چھیڑا کرتے تھے کہ دعاء کرو کہ فلاں فلاں جاتے رہیں حالانکہ وہ تکوینا ان کے حامی تھے مگر کبھی برا نہ مانتے اور صرف یہ کہا کرتے تھے کہ خدا خیر کند خدا خیر کند۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے ان کے مرنے پر افسوس ظاہر کیا تو غالباً مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے مرنے پر کیا افسوس وہ تو فلاں فلاں کے موافق اور ہمارے مخالف تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ مجاذیب کے بھی بڑے تھے وہ مجذوب صاحب مولانا کی اجازت ہی سے چھتہ کی مسجد میں مقیم ہوئے تھے۔

ذکر میں پہلا سا مزہ نہ ہونا

(ملفوظ ۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے مجھ سے شکایت کی کہ ذکر میں جو پہلے مزہ آتا تھا اب نہیں آتا' میں نے کہا کہ میاں مزا تو مذی میں ہوتا ہے یہاں کہاں مزا ڈھونڈتے پھرتے ہو جیسے مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ایسی شکایت کے جواب میں فرمایا

تھا کہ تم کو خبر نہیں پرانی جورواماں ہوجاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اول میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور پھر انس کا اور مزہ شوق میں زیادہ ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سنا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی نے ایک مثال فرمائی ہے کورے بدھنے کی کہ اول جس وقت اس میں پانی بھرا جاتا تو بڑا شور سا ہوتا ہے اور بعد میں پرانا پڑنے پر وہ شور نہیں ہوتا بلکہ سکون کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے رگ و ریشے میں پانی سرایت کر چکا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا واقعی عجیب مثال ہے عارفین کو حسن تمثیل کی میراث حضرات انبیاء علیہم السلام سے عطا ہوئی ہے۔ قاضی بیضاوی نے بھی لکھا ہے کہ انبیاء اور حکماء کی باتوں میں مثالیں بہت ہوتی ہیں وہ حقائق کے تطابق پر اور محسوسات سے معانی کی توضیح پر قادر ہوتے ہیں۔ ان کو ایک نور عطا ہوتا ہے جس سے ان کو حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مسئلہ قدر کی تحقیق کے لیے ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ وہ کھڑا تھا آپ نے فرمایا کہ اپنا پیر اُٹھاؤ' اس نے اُٹھالیا' فرمایا کہ اب دوسرا اٹھاؤ' نہیں اُٹھا سکا' فرمایا کہ بس اتنا اختیار ہے اور اتنا جبر دیکھئے حسی مثال سے ایک دقیق معنی کو کیسا واضح فرمادیا۔ سبحان اللہ یہ ہیں علوم۔

حزن سے ترقی باطن ہونے کی تحقیق

(ملفوظ ۴۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حزن سے عبدیت میں شکستگی پیدا ہوتی ہے کہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں یا پگھل رہے ہیں اور یہ خود ایک مستقل مجاہدہ بھی ہے اس لیے کہ تکلیف پر اجر کا وعدہ ہے۔ ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ سفر کی وجہ سے معمولات پورے نہ ہو سکے اور اس پر قلق اور حزن ظاہر کیا تھا میں نے لکھ دیا کہ اصلاح میں جو کمی تھی وہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پوری فرمادی وہ کمی یہ ہے کہ کبھی اس ناغہ نہ ہونے سے اعمال میں عجب پیدا ہوجاتا ہے تو اس ناغہ میں اس عجب سے حفاظت ہوگئی مگر اس سے مراد ہر حزن اور گریہ نہیں بلکہ جس حزن اور گریہ پر اجر ہے وہ وہ ہے جو غیر اختیاری ہو مثلاً کوئی مصیبت آپڑی یا یہ کہ اعمال کے متعلق سعی میں لگا ہوا ہے' کام کر رہا ہے اور پھر اتفاقاً بلا قصد کے اس کے خلاف کا صدور ہوگیا۔ اس پر حزن ہے غم ہے گریہ ہے یہ وہ حزن جو

دس گھنٹہ کا حزن اور گریہ دس برس کے مجاہدہ سے زیادہ کام کا بنانے والا اور فضیلت رکھنے والا ہے ورنہ بجائے سعی اختیاری کے محض گریہ تو اس کا مصداق ہے۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

(عرفی اگر رونے سے محبوب کا وصل میسر ہو جاتا تو وصل کی تمنا میں سو برس رو سکتے ہیں۔)

مگر بیکار یہ بھی نہیں، گو اتنا بیکار بھی نہیں کہ اس پر اکتفا کر کے اعمال سے تساہل اختیار کر لیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ باوجود قصد تکمیل کے اعمال میں نقص رہ جائے اس پر اجر ہوتا ہے اور یہ بھی اس میں ایک رحمت ہے غور سے سن لیجئے۔ وہ یہ کہ اعمال میں جو باوجود قصد تکمیل کے کوتاہی رہ جاتی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اختیاری ہوتی ہے مگر یہ رحمت ہے کہ اس کے ساتھ معاملہ اضطراری کے مثل کیا جاتا ہے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ اختیاری نہیں مگر اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اس کو اس وقت اس لیے بیان کر دیا کہ کبھی اس کو بالکل غیر اختیاری سمجھ کر اعمال میں جو کوتاہی کا صدور ہو چکا ہے اس کا موجب نقص نہ سمجھ کر اعمال کو کامل سمجھے اور بے فکر ہو جائے خسران میں پڑے اور میں جو کچھ اس وقت بیان کر رہا ہوں، یہ سب حضرت حاجی صاحب کا صدقہ ہے۔ حضرت اس آخر زمانہ میں اس فن کے مجدد تھے، امام تھے، مجتہد تھے، ہر چیز کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے اور زمانہ کے لوگوں کی حالت سے بخوبی واقف تھے مگر باوجود اس طریق میں مجتہد ہونے کے حدود کی اتنی رعایت تھی کہ فتاوے میں علماء سے رجوع فرماتے تھے۔ چنانچہ جن لوگوں نے حضرت حاجی صاحبؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ مولانا سے مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اور مولانا بھی اگر کوئی شخص فتاویٰ شرعیہ کی معارضہ میں حضرت حاجی صاحب کا کوئی قول یا فعل پیش کرتا تو صاف صاف فرما دیا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو ان مسائل جزئیہ میں ہمارے فتوے پر عمل کرنا واجب ہے ہم کو ان مسائل جزئیہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کی تقلید جائز نہیں اور ہم ان مسائل کی وجہ سے حضرت حاجی صاحبؒ سے مرید تھوڑا ہی ہوئے ہیں وہ اور ہی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ہم نے حضرت

سے بیعت کی ہے اتنا بڑا شخص اتنا بڑا عالم حضرت کے کمالات باطنی کا اعتراف کررہا ہے۔ آخر حضرت میں کوئی چیز تو تھی ورنہ اگر حضرت میں کوئی چیز نہ ہوتی تو ایسے لوگ جن کی صاف بیانی کی یہ کیفیت ہے وہ کیا معتقد ہو سکتے تھے ہم کو اپنے بزرگوں کی ان ہی باتوں پر فخر ہے کہ ان کے یہاں ہر چیز اپنے مرتبہ پر رہتی ہے کوئی افراط تفریط نہیں۔

دنیا کے جھگڑے اور اہل اللہ کا غم

(ملفوظ ۲۴) فرمایا کہ آج کل یہ نئی نئی چیزیں دنیا میں چل رہی ہیں۔ خصوص ہندوستان میں آئے دن ایک نیا ترانہ لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سب کی ان میں شرکت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ تم کو ملک کی فکر قوم کا غم اور اہل اللہ کو ایک غم ایسا ہے اور ایک ایسی فکر ہے کہ اگر تم کو بھی وہی غم اور فکر لگ جائے تو واللہ سب جھگڑے بھول جاؤ مگر اس کی تو تم کو ہوا تک بھی نہیں لگی اور وہ لگانے سے لگتی ہے بدون لگائے تھوڑا ہی لگ سکتی ہے اور وہ فکر اور غم ایسا ہے کہ جب حضرت ابراہیم ادہمؒ نے سلطنت ترک کر دی تو وزیر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ سب ارکان پریشان ہیں پھر چل کر تاج و تخت کو سنبھالئے۔ فرمایا یہ ظاہر ہے کہ فکر اور غم میں ایسے تعلقات کا حق ادا نہیں کر سکتا اس لیے معذور ہوں۔ وزیر نے عرض کیا وہ ایسا کیا غم ہے کہ جس کا کوئی علاج ہی نہیں وزیر کے اصرار پر فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

فریق فی الجنة و فریق فی السعیر

(یعنی قیامت میں دو گروہ ہوں گے ایک جنتی اور ایک دوزخی)

یہ بتلاؤ میں کون سے گروہ سے ہوں گا یہ ہے وہ غم اس کا دفع کرو؟ وزیر نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کے غم اور فکر کو کیا دفع کرتا مجھے خود اپنی فکر پڑ گئی۔ اسی سلسلہ میں بطور جملہ معترضہ کے فرمایا کہ اس فکر کے اثر پر یاد آ گیا۔ ایک مرتبہ اکبر بادشاہ شب کو محل میں پڑا ہوا تھا' آرام کا وقت تھا کہ دفعتاً عارض کی وجہ سے روشنی گل ہو گئی تو بادشاہ کو قبر کی تاریکی کا خیال آ گیا کہ یہاں پر باوجودیکہ حشم خدم فوج پلٹن سلطنت حکومت سب ہی کچھ ہے مگر روشنی گل ہو جانے سے کوئی اس وحشت کو رفع نہیں کر سکتا تو قبر میں جہاں کچھ بھی نہ ہوگا دو گز گہرا گڑھا اور تنہائی ہوگی وہاں اس اندھیرے میں کیا حشر ہوگا' صبح کو جو اٹھ کر دربار میں آیا' بیربل نے دیکھا کہ بادشاہ کا چہرہ

پژمردہ ہے اور ملال کے آثار ہیں۔ بیربل نے عرض کیا کہ آج حضور کے مزاج کیسے ہیں' فرمایا کہ آج شب کو یہ واقعہ پیش آیا اس سے یہ خیال قلب پر چھا گیا ہے۔ بیربل نے عرض کیا کہ حضور یہ کون سی مشکل بات ہے' میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کتنی ہوئی؟ اکبر نے کہا کہ تریسٹھ سال کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو کتنا عرصہ ہوا' کہا ہزار سال سے زیادہ' بیربل نے عرض کیا کہ جس ذات نے تریسٹھ سال کے اندر تمام عالم کو منور اور روشن کر دیا اس ذات کو زمین کے اندر گئے ہوئے ہزار سال ہو گئے' کیا باطن زمین آپ سے منور اور روشن نہ ہوئی ہو گی اور قبور باطن زمین میں ہیں' ہر اُمتی کو انشاء اللہ قبر روشن ملے گی۔ تھا تو بیربل ہندو مگر حقیقت کو کس عجیب عنوان سے بیان کیا۔ اس قصہ میں دیکھئے اکبر جیسے آزاد شخص کو اس فکر نے کیسا پریشان کر دیا' غرض اس فکر میں یہی خاصیت ہے' میں اسی کو کہہ رہا تھا کہ اہل اللہ کو وہ فکر اور غم ہے کہ اگر اس کی تم کو ہوا بھی لگ جائے تو تمام غم اور فکر اس کے سامنے گرد ہو جائیں' واللہ ثم واللہ ان کے دلوں پر ہر وقت آرے چلتے ہیں جن کی آپ کو خبر بھی نہیں پھر ان کو ان فضول جھگڑوں کی کہاں مہلت کہ وہ ان میں پڑیں ان کو اگر اس غم و فکر سے مہلت ہو یا فرصت ہو تو ان غموں کو لے کر بیٹھیں۔ اسی کو فرماتے ہیں:

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

(تمہارے پیر میں کبھی کانٹا نہیں لگا تو تم ان حضرات کی تکلیف کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو تلواریں کھاتے ہیں۔)

میں اس کا انکار نہیں کرتا کہ آپ کو فکر نہیں آپ کو بھی فکر ہے مگر فرق اتنا ہے کہ آپ کو دشمن کی فکر ہے اور ان کو محبوب کی فکر۔ غرض اہل اللہ بے فکر نہیں ان کے دلوں پر فکر اور غم کا پہاڑ ہے جس نے ان کو تمام غموں اور افکار سے بیکار کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اس قسم کے تعلقات سے گھبراتے ہیں۔ مولانا رومیؒ اسی کو فرماتے ہیں:

خود چہ جائے جنگ و جدل نیک و بد
کایں دلم از صلحہا ہم می رمد

(بھلے برے کے امتیاز میں لڑائی جھگڑے کی یہاں کہاں فرصت ہے کہ یہ دل تو صلح کی باتوں سے بھی بھاگتا ہے یعنی ہر فضول کام سے۔)

اور واقعی اگر آپ کو وہ غم اور فکر جو اہل اللہ پر غالب ہے چھو بھی جائے تو پتا پانی ہو جائے کیا ملک اور قوم قوم کا ترانہ گاتے پھرتے ہو بھول جاؤ ان قصوں کو اور نکل جاؤ جنگلوں کو۔

اہل سماع کی حالت فسق و فجور

(ملفوظ ۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو آج کل اہل سماع ہیں وہ اہل سماء نہیں اہل ارض ہیں کچھ خبر نہیں جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں نہ احکام کی فکر نہ حدود کی پروا کہاں تک ان لوگوں کے افعال کی تاویل کی جائے کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہیں آخرت کی تو ان لوگوں کو فکر ہے ہی نہیں خدا معلوم کیا دماغوں میں بھرا ہے۔

اسرار کے اظہار میں خطرات

(ملفوظ ۲۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اظہار اسرار میں بہت سے خطرات ہیں جو حضرات مغلوب الحال ایسا کر گئے اس سے بہت سے نااہل اور بدفہم گمراہ ہو گئے۔ یہ تو علمی ضرر ہے اور ایک عملی ضرر یہ ہے کہ اس میں لگ جانے سے یہ خود اچھا خاصہ مشغلہ ہو جاتا ہے اور جو کام کرنے کے ہیں وہ رہ جاتے ہیں اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ ان چیزوں کی طرف تو التفات بھی نہ کرنا چاہیے اصل چیز التفات کی احکام کی اتباع ہے یہ بڑی چیز ہے۔

خیر کا مفضی الی الشر ہو جانا

(ملفوظ ۲۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جی ہاں کبھی خیر بھی مفضی الی الشر ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ اس خیر کا کرنے والا حقیقت سے بے خبر ہے مثلاً خرچ کیا اور نیت یہ ہے کہ دوسرے دیکھ کر مجھ کو سخی سمجھیں تو خرچ کرنا خیر تھا مگر نیت کی وجہ سے ریا ہو گیا تو مفضی الی الشر ہو گیا۔ وجہ وہی ہے کہ حقیقت ریا سے بے خبری یا عدم اہلیت اور اگر خرچ کی یہ صورت ہے کہ اظہار کر کے خرچ کیا مگر نیت یہ ہے کہ دوسرے بھی دیکھ کر اللہ کے واسطے خرچ کریں جس کا حاصل یہ ہے کہ اظہار سے ترغیب دینا مقصود ہے تو یہ خیر کا خیر ہی

رہا اس کی وجہ صرف حقیقت سے باخبری البتہ بخل کے علاج کے موقع پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ خرچ کرو چاہے ریا ہی ہو مثلاً ایک شخص ہے بخل کے علاج کے لیے اس کی اجازت دی جائے گی کہ خرچ کرو گو ریا ہی سے ہوتا کہ اس کو عادت تو پڑے پھر اخلاص کی تعلیم کر دی جائے گی۔

آج کل بیعت کا صرف نام ہے

(ملفوظ ۲۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اجی حضرت بیعت کا نام ہی نام ہے سلسلہ و تعلق نہیں اور محبت اور عقیدت یہ بھی سلسلہ ہی کے نام ہیں جو آج کل قریب قریب کالعدم ہیں۔

تصوف کی پہلی منزل شکستگی ہے

(ملفوظ ۲۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر صحبت شیخ سے کسی میں شکستگی پیدا ہو گئی تو سمجھ لو کہ کام چل گیا کیونکہ اس طریق میں پہلی منزل یہ ہے کہ فنا کی شان شکستگی کی شان پیدا ہو جائے اگر شکستگی نہ پیدا ہوئی تو سمجھ لو کہ بالکل محروم ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

سالہا تو سنگ بودی دل خراش — آزموں رایک زمانے خاک باش

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش — ہمچواو باگریہ و آشوب باش

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ — جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ہر کجا پستی است آب آنجا رود — ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجا دردے دوا آنجا رود — ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ایک طالب علم کے اخراج کا واقعہ

(ملفوظ ۲۹) ایک طالب علم کی کسی نالائقی پر آج صبح حضرت والا نے اس کو مدرسہ سے نکل جانے کو فرمایا تھا۔ اب بعد نماز ظہر حافظ اعجاز صاحب سے دریافت فرمایا کہ وہ نالائق دور ہو گیا یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ یہیں پر ہے اور معافی کا خواستگار ہے فرمایا کہ معافی تو ایسی ہو گی کہ

وہ بھی یاد رکھے گا جھوٹ بولتا ہے پھر جھوٹ پر جھوٹ اس کی نالائقیوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ طالب علموں کو مارتے وقت بڑی ظرافت سے کام لیتے تھے' فرمایا کرتے تھے کہ اس عصا میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے مردے زندہ ہوتے ہیں۔ مارنے کے وقت طالب علم کہتے کہ حضرت ہم مر گئے' حضرت فرماتے مارنے ہی کے لیے تو مار رہا ہوں۔ حضرت اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے معاف کر دیجئے' فرماتے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تو حکم دیا ہے کہ ایسے نالائقوں کی خوب خبر لو۔ پھر فرمایا کہ اب جب سے معافی چاہنے کے الفاظ کان میں پڑے ہیں جوش تو جاتا رہا۔ ہاں رنج ہے اور اس کا بھی رنج ہے کہ میں نے اسے کیوں مارا' فرمایا بات یہ ہے کہ ایسوں کو پڑھانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں اگر چہ یہ مقتداء ہو گئے تو آئندہ اور خرابی کا اندیشہ ہے' دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ایک اور ایسا ہی نالائق تھا اس کی بھی حرکات ایسی ہی تھیں اس کو بھی مدرسہ سے نکلوایا تھا' خدا معلوم یہ گاؤں کے رہنے والے جہاں کچھ دو چار حرف پڑھے اپنے کو کیا سمجھنے لگتے ہیں جیسے ایک گاؤں والے نے کہا تھا کہ میاں جی میرے لونڈے کو ڈھیر (زیادہ) نہ پڑھا دیجئے کبھی لوٹ پوٹ پیکمبر (پیغمبر) نہ ہو جائے مزاحاً فرمایا کہ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نالائق کو (ایک کاذب مدعی نبوت کا نام لیا) میاں جی نے ڈھیر پڑھا دیا (زیادہ پڑھا دیا) کہ لوٹ پوٹ پیکمبر (پیغمبر) ہو گیا۔ ایک گاؤں والے سے کسی نے پوچھا تھا کہ تیرا لڑکا انگریزی کس قدر پڑھا ہے' کہا یہ تو خبر نہیں مگر کھڑا ہو کر موتنے لگا ہے (کوئی نصاب خاص ہوگا کہ وہاں پہنچ کر کھڑا ہو کر موتنے لگتا ہے) اب تم معلوم کر لو کتنا پڑھا۔

روحانیت سے لطافت میں ترقی ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۰) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت صاحب روحانیت کے غلبہ سے لطافت بڑھ جاتی ہے' رنج کا بھی احساس زیادہ ہوتا ہوگا' فرمایا کہ کینہ تو نہیں ہوتا' رنج ضرور ہوتا ہے۔ عرض کیا کہ اوروں سے زیادہ فرمایا کہ اوروں سے زیادہ حتیٰ کہ اگر دشمن کو بھی بدحالی میں دیکھ لے گا تو اس کا دل پانی پانی ہو جائے گا۔

قیود لگانے سے شوق ومحبت کا امتحان منظور ہوتا ہے

(ملفوظ ۳۱) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دیوبند سے ایک قاری صاحب (ان سے تعارف نہ تھا) آئے ہیں وہ حضرت والا سے کچھ زبانی عرض کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کی اجازت دینے میں مجھے کلام ہے اس واسطے کو سلیقہ لوگوں میں آج کل ہے نہیں نہ معلوم میں کیا پوچھوں وہ کیا کہیں خواہ مخواہ بے لطفی ہو۔ عرض کیا کہ حالات باطنی کے متعلق کچھ عرض کرنا نہیں' فرمایا کیا کسی اور چیز میں پریشانی نہیں ہوسکتی اور کیا یہ صبح کا معاملہ طالب علم کا حالت باطنی کے متعلق تھا جس کا ابھی ذکر تھا آپ نے تو سارا ہی قصہ سنا ہے۔ لیجئے جب آپ نے یہ بات شروع کرائی اور ذکر کیا تو کہتا ہوں ان کی پہلی کوتاہی سن لیجئے جو بات یہاں پر آ کر پوچھی جاتی ہے یہ بذریعہ خط دیوبند میں رہتے ہوئے پوچھ سکتے تھے۔ بسم اللہ ہی غلط اب فرمائیے آئندہ کیا سلیقہ کی اُمید ہوسکتی ہے اس کے تو یہ معنی ہوتے کہ اپنے تابع بنانا چاہتے ہیں کہ وہ پہنچ جائیں گے تو اجازت ہوجائے گی' میں بے اصول بات کرتا نہیں چاہتا اور میرا تو اس میں کوئی حرج نہیں ان ہی کی مصلحت سے کہہ رہا ہوں۔ خیر اگر زبانی ہی کہنا چاہیں کہیں مگر اس شرط سے کہ اگر اُلجھن کی بات نہ ہوئی تو زبانی گفتگو کرنے کی اجازت دے دوں گا اور اگر اُلجھن کی ہوئی تو اجازت نہیں دوں گا' پھر خط وکتابت سے طے کریں کیونکہ اگر اس میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو ستانے کو سامنے تو نہ ہوں گے اور اسلم صورت تو یہ ہے کہ واپس دیوبند جا کر وہاں سے خط لکھیں۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اگر حوض والی مسجد میں جا کر قیام کریں اور وہاں سے حضرت کی خدمت میں خط بذریعہ ڈاک روانہ کریں اس کی اجازت ہے' فرمایا کہ اجازت ہے حوض والی مسجد ہی سے سہی خوب آپ نے بھی خوض کیا' ایسی قیود سے میرا مطلب تو حاصل ہے تا کہ میں بھی تو دیکھ لوں کہ کس قدر تعلق اور کتنی محبت ہے شوق کا امتحان سوق ہی سے ہوتا ہے۔ تقیید ایک قسم تقیید اور سوق ہی ہے (سوق کہتے ہیں ہنکانے کو)۔

جھوٹ بولنے کا علاج

(ملفوظ ۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو جھوٹ

بولنے کی عادت ہے میں نے لکھا تھا کہ اگر سوچ کر بولو تو کیا اس سے بچنا اختیار میں نہیں کیا تب بھی جھوٹ ہی بولو گے' آج پھر بھی خط آیا ہے لکھا ہے کہ واقعی سوچ کر بولنا جھوٹ کا علاج ہے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ سوچ کر بولا کروں گا' فرمایا کہ حضرت اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ نصف سلوک سے زیادہ ہے اور توسع کر کے کہتا ہوں کہ کل سلوک ہے دعوے سے تو کہتا نہیں مگر اکثر ہے یہی کہ جس کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے اکثر صحیح نکلتا ہے اور اس میں دعوے کی چیز ہی کونسی ہے اللہ تعالیٰ جس سے کام لیتے ہیں اس کی مدد فرماتے ہیں۔

وساوس کا بہترین علاج

(ملفوظ ۳۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بہترین علاج وساوس کا یہی ہے کہ ان کی زیادہ پرواہ کرے اور نہ ان کی طرف التفات کرے اس سے خود بخود دفع ہو جاتے ہیں۔

صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ تہجد میں فرق

(ملفوظ ۳۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ دو نمازیں الگ الگ ہیں ایک صلوٰۃ اللیل اور ایک تہجد تو سونے سے قبل تو صلوٰۃ اللیل ہوگی۔ گو وہ بھی قائم مقام تہجد کے ہو جاتی ہے اور سونے کے بعد تہجد ہوگا جس کے خاص فضائل آئے ہیں لغت میں تہجد کے معنی ہیں: ''القیام من النوم''

یہودیوں کی عداوت

(ملفوظ ۳۵) ایک سلسلہ میں یہودیوں کے متعلق ذکر آ گیا' فرمایا ایک صاحب ہرات کے رہنے والے یہاں آئے تھے بڑے آدمی تھے وہ بیان کرتے تھے کہ وہاں یہ لوگ اسلامی رعایا ہیں اس لیے کوئی حرکت اعلانیہ تو کر نہیں سکتے لیکن مخفی عداوت اسلام سے ان کو اس قدر ہے کہ ایک لڑکا پالتے ہیں اس کا نام محمد رکھتے ہیں بڑا ہو جانے پر اس کو نہایت ذلت سے قتل کرتے ہیں کیا ٹھکانا اس عداوت کا۔

دوسرے کو خط لکھتے ہوئے گھورنا خلاف ادب ہے

(ملفوظ ۳۶) فرمایا لوگ میرے کہنے سننے کو تو دیکھتے ہیں مگر آنے والوں کی حرکات

نہیں دیکھتے۔ اب ان صاحب کی حرکت ملاحظہ ہو جو بیٹھے ہوئے میرے خطوط کو گھور رہے ہیں' سو ان کا فعل تو ایسا ہے کہ عام طور پر اس کی خبر نہیں ہو سکتی اور میں نے جو اقتصایاً بولنا شروع کیا وہ سب نے سن لیا اس پر مجھ پر الزام رکھا جاتا ہے کہ سخت ہے پھر ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اول تو بدون اجازت کسی کے خط کو دیکھنا شرعاً جائز نہیں۔ دوسرے لکھنے کے وقت اس کی طرف متوجہ ہونا کاتب کے قلب کو مشوش کرتا ہے۔ اپنی اس حرکت کا سبب بیان کیجئے' عرض کیا کہ قصور ہوا حضرت معاف فرمائیں۔ فرمایا معافی کو تو معافی ہی ہے میں پھانسی تھوڑا ہی دے رہا ہوں' جاؤ اُٹھو یہاں سے یہ قریب میں بٹھلا لینے کی خرابی ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہاں پر گرمی کے زمانہ میں لوگ چارپائیاں ٹین کے نیچے ٹین سے باہر حوض کے قریب بچھا لیتے ہیں مگر معمول یہ ہے کہ اذان فجر کے وقت چارپائیاں اُٹھالی جائیں تاکہ مسجد میں آنے والوں کو تکلیف نہ ہو اس لیے کہ وہ وقت اندھیرے کا ہوتا ہے ممکن ہے کہ کوئی ٹھوکر کھائے یا اُلجھ کر گر جائے' خطرہ کی بات ہے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ ایک طالب علم نے اپنی چارپائی نہیں اُٹھائی' بعد نماز فجر میں نے اس طالب علم سے مواخذہ کیا' اتفاق سے اس وقت دو شخص امروہہ کے مہمان تھے' ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ تو کوئی ایسی مواخذہ کی بات نہ تھی وہ بے چارے سن کر خاموش ہو گئے۔ جب وہ یہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو سہارن پور کی جامع مسجد میں شب کو ٹھہرے کسی ضرورت کی وجہ سے بعد مغرب ایک برآمدہ میں چلے' کسی قدر اندھیرا تھا اور ایک چارپائی بیچ میں پڑی ہوئی تھی' معترض صاحب اس میں اُلجھ کر گرے' چوٹ آئی' تب کہنے لگے واقعی ضرورت ہے اس انتظام کی۔

ایک سائل کا واقعہ اور مجمل جواب سے تنفر

(ملفوظ ۴۷) ایک سائل نے آ کر حضور والا سے سوال کیا' فرمایا کہ دو چار پیسے تو دے سکتا ہوں اگر منظور ہوں تو صاف کہو روپیہ تو دے نہیں سکتا وہ سائل اس پر خاموش رہا' فرمایا کہ میں تو اپنا کام چھوڑ کر تمہاری طرف متوجہ ہوا اور تم کو اس کی پرواہ ہی نہیں' بولتے ہی نہیں اگر منظور ہو تب کہہ دو نہ منظور ہو تب صاف کہہ دو یہ تو کوئی باریک بات نہیں' عرض کیا کہ مجھ کو تو وہ ہزار روپیہ کے برابر ہیں۔ فرمایا کہ اب بھی ادھوری بات کہی صاف بات کیوں نہیں کہتے' تکلف کی

باتوں سے کلفت ہوتی ہے میں اس سے زائد نہیں دوں گا' اس پر وہ سائل اُٹھ کر چل دیا' فرمایا کہ یا تو ہزار کے برابر تھے یا سو کے برابر بھی نہ رہے' توقع زائد مل جانے کی تھی مگر جب ناامیدی ہوئی چل دیئے' اس واسطے تکلف کے جوابوں سے مجھے قناعت نہیں ہوتی۔

ایک دیہاتی کا گول مول جواب

(ملفوظ ۳۸) ایک دیہاتی شخص آ کر حضرت والا کے قریب بیٹھا' حضرت والا نے دریافت فرمایا کس نے پہچانا نہیں' عرض کیا کہ گاؤں رہوں' کچھ سکوت کے بعد حضرت والا نے فرمایا' بس عرض کیا بس فرمایا کہ اتنا کہہ دینا کہ میں گاؤں رہوں پہچان کے لیے کافی ہے۔ اس پر وہ شخص خاموش رہا' فرمایا بھائی جواب دو عرض کیا کہ میرے نزدیک اتنا ہی کافی ہے' فرمایا کہ خدا تمہارا بھلا کرے' صاف بات کہہ دے' اچھا نماز کا وقت ہے' مسجد میں جا کر نماز پڑھو' عرض کیا کہ مجھ کو کچھ کہنا ہے' فرمایا کہ جب تک پہچان نہ ہوگی میں بات نہ کروں گا اور یہ کہہ دینا کہ میں گاؤں رہوں' تمہارے نزدیک پہچان کے لیے کافی ہے میرے نزدیک کافی نہیں' عرض کیا کہ کافی کسے کہتے ہیں' فرمایا کہ کافی بھی میں ہی بتلاؤں' جاؤ باہر کسی سے پوچھو یہاں کوئی ایسی چیزوں کا مدرسہ ہے کہ تجھ کو سبق پڑھاؤں' پہلے تو ہوشیاری میں قدم رکھا تھا' اب میاں کو اپنے جہل کا پتہ چلا وہ بھی اس طرح کہ اس کو بھی میرے ہی ذمہ سمجھا کہ معنی بھی میں ہی بتلاؤں بھلا ایسے کوڑ مغزوں کی کس طرح اصلاح ہو اور کس کس کا علاج کیا جائے اور جو خود اپنی اصلاح نہ چاہے اس کی تو نبی بھی اصلاح نہیں کر سکتے ہم بے چارے کس شمار میں ہیں۔

غیر مشہور شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کا مشورہ

(ملفوظ ۳۹) ایک صاحب عمائد قصبہ میں سے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت فلاں ہندو عورت مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ فرمایا کہ اس میں مشورہ کی کون سی ضرورت ہے۔ عرض کیا وہ چاہتی ہے کہ یہاں پر حاضر ہو کر مسلمان بنوں' فرمایا کہ تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایسے موقع پر غیر مشہور شخص مسلمان کرے مشہور شخص نہ کرے اس میں یہ مصلحت ہے کہ کوئی پوچھے گا بھی نہیں میری تو ہر حالت میں یہی رائے ہے۔

ایمان کیلئے کلمہ کا تلفظ ضروری نہیں

(ملفوظ ۴۰) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بغیر کلمہ پڑھے ہی نماز فرض ہو جائے گی فرمایا کہ کلمہ پڑھے یا نہ پڑھے جب عزم کر لیا اور اطلاع کر دی کہ مسلمان ہے نماز فرض ہوگئی ہے عرض کیا کہ عزم کر لینے سے مسلمان ہو جاتا ہے فرمایا جی ہاں عزم کر لینے سے مسلمان ہو جاتا ہے۔

عین نماز کے وقت تعویذ مانگنا

(ملفوظ ۴۱) عصر کی اذان ہو چکی تھی نماز کا وقت قریب تھا ایک خاص تعلق والے صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں چیز کے لیے تعویذ کی ضرورت ہے۔ فرمایا آپ جیسے سمجھ دار سے ایسی غلطی ہو قابل افسوس ہے۔ یہ کوئی وقت ہے تعویذ کا آپ تو ظہر کے وقت سے یہاں پر موجود ہیں ایسی خصوصیت کے لوگ اور سمجھ دار ایسی ایسی غلطیاں کریں حد ہوگئی پھر دوسروں ہی کی کیا شکایت ہے۔ عرض کیا کہ واقعی سخت حماقت ہوئی معافی چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ حماقت اس کا سبب نہیں ہے بے فکری سبب ہے آئندہ احتیاط رکھی جائے۔

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یک شنبہ

مصلحت کی وجہ سے اپنے ہاتھ پر مسلمان نہ کرنا

(ملفوظ ۴۲) آج پھر وہی صاحب اہل قصبہ میں سے جن کا قصبہ قریب ہی مذکور ہوا حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت اس کو مسلمان کر لیا جائے فرمایا کہ اس میں شبہ کیا ہے عرض کیا کہ وہ یہاں پر آ کر مسلمان ہونا چاہتی ہے فرمایا کہ اس کے متعلق تو میں کل مصلحت بیان کر چکا ہوں کہ مشاہیر سے ایسے کام نہ لینے چاہئیں اس میں فتنے کا احتمال ہے دشمنی بڑھے گی سوئے ہوئے فتنہ کو جگانا ہے اور غیر مشاہیر میں فتنہ نہیں کسی کو التفات بھی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے لوگوں کو کام کرنے کا طریقہ بھی تو معلوم نہیں۔

ایمانی اور بے ایمانی کا لطیفہ

(ملفوظ ۴۳) ایک تار رنگوں سے جوابی آیا اس کا پتہ حضرت والا نے ایک انگریزی

جاننے والے صاحب سے پڑھوانا چاہا۔انہوں نے دیکھ کر کہا کہ پتہ غلط لکھا ہوا ہے لفظوں میں تقدم تاخر ہوگیا ہے یہ پتہ حاجی داؤد صاحب کا تھا ان کا پتہ تار کا ایمانی ہے۔حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ تار والوں نے بے ایمانی سے غلط لکھ دیا ہے۔

جھوٹ بولنے والے طالب علم کی معافی کا واقعہ

(ملفوظ ۴۴) جس طالب علم کو جھوٹ بولنے کی وجہ سے حضرت والا نے نکل جانے کا حکم دیا تھا جس کا قریب واقعہ گذرا ہے اس کی معافی کی درخواست پر من جملہ اور شرائط کے یہ شرط بھی فرمائی کہ پہننے کے لیے کپڑے ویسے ہوں گے جیسے میں تجویز کروں گا یعنی بدنما آج اس طالب علم کی معافی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ سزا بہت سخت ہے جو اس کے لیے تجویز کی گئی اس کو اچھا کپڑا پہننے کا بہت شوق ہے اب ایک خاص قسم کی وردی اس کے لیے تجویز کروں گا جو نہایت بھدی اور بدنما ہوگی اور اس میں ایک مرض یہ ہے کہ بے پرواہ ہے جو جی چاہا کر لیا یہ سب چیزیں قابل اصلاح ہیں۔ایک مولوی صاحب کے کسی سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت میں تو ایسا ضعیف القلب ہوں کہ ستانے پر بھی بہت جلد متاثر ہو جاتا ہوں اور یہ تکلیف تو محض خیالی ہے لیکن میرے مواخذہ پر دوسرے کو یقینی تکلیف ہوتی ہے اس سے بھی متاثر ہوتا ہوں مگر پھر بھی سزا تجویز کرنے میں طبیعت پر عقل کو غالب رکھتا ہوں اگر ایسا نہ کروں تو اصلاح کس طرح ہو پھر خود اس طالب علم سے فرمایا کہ مجھے تو اس کا بھی قلق اور رنج ہے کہ کم بخت تیری اتنے دنوں تک اصلاح اور تربیت کی گئی مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا سالہا سال سے یہاں کے رہنے والے دیکھ رہے ہیں کہ جھوٹ بولنے پر میں کتنی سختی کرتا ہوں مگر پھر بھی نالائق باز نہیں آتے۔

مسائل کا بتلانا

(ملفوظ ۴۵) ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ کلام عامداً ہو ناسیاً ہو خطیاً ہو کسی صورت پر ہو مفسد صلوٰۃ ہے۔دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بڑا ڈرتا ہوں مسئلہ بتانے سے کانپتا ہوں اس قدر کوئی کام مشکل نہیں معلوم ہوتا جس قدر مسائل کا بتلانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور آج لوگوں کو اس ہی میں زیادہ جرأت ہے۔

محبت کے نہ ہونے پر افسوس ہونا خود محبت ہے

(ملفوظ ۴۶) ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت نہ ہونا مگر اس پر افسوس ہونا کہ محبت نہیں یہ بھی تو محبت ہے اور اسی سلسلہ میں فرمایا کہ محبت طبعی معین ہو جاتی ہے محبت عقلی کی اس پر سوال کیا گیا کہ اگر دونوں جمع ہو جائیں تو کیا زیادہ فضیلت ہوگی' فرمایا کہ ظاہر ہے بلکہ اعمال صالحہ نہایت خوبی اور رغبت سے صادر ہوں گے۔ بس یہ ہے دونوں کے مل جانے کا بڑا فائدہ۔

پروا اور پردا

(ملفوظ ۴۷) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج بعض حضرات اپنے اپنے وطن کو واپس ہو رہے ہیں۔ حضرت والا کی مفارقت کا سب کو رنج ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو تو دیکھئے ایک تو قلب اور اتنے قلوب کی مفارقت کا متحمل ہونا پھر دینی محبت کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو جب سے یہ معلوم ہوا کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی قلب میں جنت کی تمنا ہوگئی۔ حضرت امام جنت کو مقدمہ بتاتے ہیں اور اس کو مقصد بتاتے ہیں پھر مفارقت احباء کے تحمل کے متعلق فرمایا کہ مجھ کو ان دوستوں کی پروا تو ہے مگر پردا نہیں (دا بمعنی کشادہ) کہ اُڑ کر سب کی طرف پہنچ جاؤں۔

پیر مرید کا خیال رکھے یا مرید پیر کا؟

(ملفوظ ۴۸) ایک مولوی صاحب نے بوقت رخصت حضرت والا سے مصافحہ کرتے وقت عرض کیا کہ حضرت والا احقر کا خیال رکھیں' فرمایا کہ آپ اگر میرا خیال رکھیں یہ زیادہ نافع ہوگا۔ ایک مرتبہ میں نے ماموں امداد علی صاحب سے عرض کیا تھا کہ میرا بھی خیال رکھئے' فرمایا کہ میرا خیال رکھنا تم کو اتنا نافع نہیں جتنا تمہارا خیال رکھنا۔

ہاتھ میں ہاتھ دینے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لیں

(ملفوظ ۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ جس سے دین کا تعلق پیدا کیا جائے یا ہاتھ میں ہاتھ دیا جائے پہلے اس کی حالت کو اچھی طرح دیکھ

لیا جائے اس لیے کہ اس راہ میں رہزن بہت پیدا ہو گئے ہیں اور بہت اچھا معیار پہچان کا یہ ہے کہ اس زمانہ کے صلحاء اس سے جو معاملہ کرتے ہوں اس کو دیکھے علماء واہل طریق واہل وجدان کے قلوب کی شہادت اس کا معیار ہے علماء بھی اپنے اجتہاد سے پہچان لیتے ہیں اور یہاں پر علماء خشک مراد نہیں اور صاحب یہ سب کچھ ہے مگر پھر بھی اس میں کاوش گو ضروری ہے مگر کافی نہیں بس جس کو حق تعالیٰ ہدایت فرمائیں وہی راہ پر آ سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

انک لاتھدی من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء

مگر عادۃ اللہ ہے کہ طالب کے ارادہ پر حق تعالیٰ ہدایت نصیب فرما ہی دیتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

من اراد الاخرۃ وسعی لھا سعیھا

بہت سی آیتیں قرآن پاک میں ہیں جن میں ارادہ پر ہدایت کا وعدہ ہے اور ارادہ نہ کرنے پر یا اعراض کی صورت اختیار کرنے پر فرماتے ہیں:

انلزمکموھا وانتم لھا کرھون.

اور ایک بڑا مانع وصول الی اللہ اور قرب مع اللہ میں ستانا ہے مخلوق کا اور اس پر ظلم کرنا اور تکلیف پہنچانا۔

حق تعالیٰ کی وسعت رحمت

(ملفوظ ۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کو بھی اپنے اعمال پر ناز نہ کرنا چاہیے۔ قانون سے کسی کو وہاں نجات حاصل ہونا ذرا مشکل ہی ہے ہاں رحمت اور فضل پر مدار نجات ہے جب رحمت ہوگی تو یہ معاملہ ہوگا کہ فرماتے ہیں:

فاولئک یبدل اللّٰہ سیاٰتھم حسنات

حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ یہ سیئات ہمارے وہ اعمال صالحہ ہیں جن کے حقوق ادا نہیں کر سکے تو وہ ہمارے زعم میں حسنات ہیں اور حقیقت میں سیئات میرا ہی خود واقعہ ہے کہ ایک شخص تھے مجھ کو پنکھا جھل رہے تھے کبھی ٹوپی اُڑا دی' کبھی مار دیا وہ تو خوش تھے کہ میں خدمت کر رہا ہوں سو ان کے نزدیک تو وہ خدمت کامل خدمت تھی مگر میرے دل سے کوئی اس

وقت پوچھتا کہ وہ کیسی خدمت تھی ایسے ہی ہماری نماز ہے روزہ ہے۔اسی کو فرماتے ہیں:

فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات

۲۹ کے چاند کی تمنا کرنا جائز ہے

(ملفوظ ۵۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کی تمنا کرنا کہ ۲۹ تاریخ کا چاند ہو کیسا ہے؟ فرمایا کہ محنت کم ہو اجر پورا ہو تو اس کی تمنا کیا بری ہے' کیا مشقت مقصود بالذات ہے۔

ایک صاحب کی خواہش زیارت پر حضرت کا جواب

(ملفوظ ۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ اللہ جانتا ہے کہ میرا آپ کی زیارت کو کس قدر دل چاہتا ہے میں نے جواب لکھا مگر میرا دل نہیں چاہتا (انہوں نے کوئی بے عنوانی کر کے آنا چاہا ہوگا اور اجازت نہ ملنے پر یہ لکھا ہوگا حالانکہ ضرورت تھی اول اس کا تدارک کرنے کی)۔

ایک صاحب کی گستاخی کا ذکر

(ملفوظ ۵۳) فرمایا کہ آج کل فہم کا تو قحط ہی ہو گیا' بیعت کو تو فرض و واجب سمجھتے ہیں اور جو اصل چیز ہے اتباع اس کا نام نہیں اور عوام کی اس باب میں کیا شکایت کی جائے۔ ایک شخص گنگوہ میں تھے مولوی آدمی مجھ سے مرید ہوگئے جس زمانہ میں ایڈریانوپل عیسائیوں نے فتح کر لیا تھا انہوں نے مجھکو لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تثلیث کا حامی ہے (نعوذ باللہ) مجھ کو ان کی اس حرکت پر بے حد صدمہ ہوا اور میں نے اپنے تعلق کو قطع کر دیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بے ادبی ہے' فرمایا کہ بے ادبی کیا مجھ کو تو اس کے کفر ہونے میں شبہ ہے' کیا اس کو صرف بے ادبی کہیں گے کہ اپنے کو بندہ بھی نہ سمجھے پھر نہ ندامت نہ شرمندگی یہ بے ادبی ہے اور کیا ایسے شخص سے تعلق رکھا جا سکتا ہے اور ایسی بیعت کو کیا چولہے میں ڈالے۔

اعمال صالحہ کے ملکات راسخ ہونے کی ضرورت

(ملفوظ ۵۴) بڑی ضرورت ہے کہ اعمال صالحہ کے ملکات راسخ ہو جائیں جس سے اعمال صالحہ کا بے تکلف صدور ہونے لگے یہ ایک بڑی تدبیر ہے۔

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یک شنبہ

جھوٹ بولنے والے طالبعلم کیلئے سزا کی ضرورت

(ملفوظ ۵۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کل جس طالب علم کو نکل جانے کے لیے فرمایا تھا وہ میرے واسطے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ میرے لیے جو چاہیں حضرت سزا تجویز فرما دیں مجھے منظور ہے۔ فرمایا کہ جو واقعہ اس وقت تک ہوا ہے وہ من وعن لکھے اس میں ذرہ برابر جھوٹ اور تلبیس نہ ہو لکھنے کے بعد پھر اس کو بغور دیکھے اس کے بعد پھر مجھ کو دکھائے اور یہ بتلائے کہ وہ اس واقعہ کو خود کیا سمجھا تاکہ میں پھر اس کے لیے آئندہ تجویز کر سکوں اور فرمایا کہ واقعہ لکھنا بھی تو اچھا خاصا مجاہدہ اور مشغلہ ہے ہفتہ بھر تو اس کے لیے چاہیے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بہت نافع فرمایا کہ نافعہ ہی تو مشکل سے ملتا ہے پھر ان مولوی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس سے یہ کہہ کر پھر کہلوا بھی لیجئے گا کہ خود اس تقریر کو بھی سمجھ گیا یا نہیں کیونکہ آج کل سمجھ اور فہم کا بھی قحط ہے۔

انگریزوں کے یہاں اکلیات ہیں عقلیات نہیں

(ملفوظ ۵۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مولانا دوسرے مذاہب وملل یا قوانین ودستور العمل کے مقاصد عالی نہیں اس لیے ان میں فہم عالی کی بھی ضرورت نہیں اور اسلام کے مقاصد عالی ہیں اس لیے ان میں فہم عالی کی ضرورت ہے چنانچہ آج کل انگریز دانش مندی میں بڑے مشہور ہیں مگر بالکل مادیات میں مبتلا ہیں عقلیات کا ان کے یہاں پتہ بھی نہیں البتہ اکلیات کا ہر جگہ ظہور اور غلبہ ہے۔

مفید باتوں کی کثرت بھی بلاضرورت مضر ہے

(ملفوظ ۵۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مفید باتیں ہوں تو کیا ان کی کثرت سے بھی تکدر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں اگر بلاضرورت ہو حضرت شیخ فرید فرماتے ہیں:

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود در عدن

جوکلام بھی غیر ضروری ہو اس سے قلب میں کدورت ہوتی ہے اور ضروری چیز کا معیار یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو کوئی ضرر مرتب ہو۔

مدارس دینیہ میں صنعت وحرفت

(ملفوظ ۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مدارس دینیہ میں میری رائے ہے کہ صنعت وحرفت ضرور تھوڑی سی ہونی چاہیے تا کہ اہل علم دنیاداروں سے مستغنی رہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت واقعی اس میں بڑی حکمت ہے۔ فرمایا کہ جی ہاں بڑی عمدہ چیز ہے بشرطیکہ تابع کے درجہ میں ہو کیونکہ احتیاج کی حالت میں اکثر اہل علم مالداروں سے مغلوب ہو کر بگڑ جاتے ہیں۔

ہر وقت اور ہر موقع پر تبلیغ مناسب نہیں

(ملفوظ ۵۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین میں تبلیغ اصل ہے اور درس وتدریس اس کے مقدمات مگر یہ شرط ہے کہ بلاضرورت کسی مفسدہ میں ابتلاء نہ ہو جائے ورنہ سکوت ہی بہتر ہے۔ چنانچہ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا ہر موقع پر خیال رہتا تھا کہ لوگوں کو تبلیغ کرنا چاہیے ایک شخص ریل میں تھا اس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچا تھا میں نے اس سے کہا کہ بھائی یہ شریعت کے خلاف ہے اس کو درست کر لینا اس نے چھوٹتے ہی شریعت کو ماں کی گالی دی اس روز سے میں نے بلاضرورت لوگوں کو کہنا چھوڑ دیا کہ ابھی تک تو گناہ ہی تھا اور اس صورت میں کفر تک کی نوبت آ گئی۔

بڑے بدعتی مولوی صاحب کا خواب

(ملفوظ ۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی بھی عجیب چیز ہیں دین تو قلوب میں ہے ہی نہیں قلب مسخ ہو گیا ہے ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں نہ کچھ حدود ہیں نہ کچھ اصول جو جی میں آتا ہے بک دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ بریلی میں ایک بڑے بدعتی مولوی نے خواب میں دیکھا کہ دوزخ کی کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھی گئی ہیں اور تعبیر اس کی یہ سمجھ رکھی تھی کہ وہ جس کو چاہیں کفر کا فتویٰ دے کر دوزخ میں بھیج دیں۔ میں نے کہا کہ یہ تعبیر تو بالکل ہی غلط ہے یہ تو کسی کے قبضہ میں نہیں کہ کسی کو کوئی دوزخ میں بھیج دے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ

کر کے دوزخ میں بھیج رہے ہیں۔ پس وہ کنجی دوزخ کی موافق کیلئے ہے مخالفین کے لیے نہیں۔

مولوی احمد رضا خان کا حضرت کو سلام

(ملفوظ ۶۱) فرمایا کہ ایک مرتبہ ان ہی بدعتی مولوی صاحب کا اتفاق سے بریلی کے سٹیشن پر مقابلہ ہو گیا' دو چار شخص ان کے ساتھ تھے اور دو چار میرے ساتھ اتفاق سے میری نظر تو نہیں پڑی مگر ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے دور سے بہت بڑے جھک کر سلام کیا ہے میں نے کہا میں نے نہیں دیکھا اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص کو میں نے سلام کیا اس قدر جھلائے کہ گاڑی کے آنے میں کچھ دیر تھی پلیٹ فارم پر نہ ٹھہرے پلیٹ فارم چھوڑ کر کرائے کی گاڑی میں آئے تھے اس میں جا بیٹھے تاکہ میری صورت بھی نہ دیکھے۔ اب اس طرف کے لوگوں نے شہر میں اُڑایا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے ایسے دب گئے کہ جھک کر سلام بھی کر لیا' ان کے معتقدین نے اس پر یہ کہا (اور صحیح بھی کہا) کہ پہچانا نہیں تھا عام لوگوں نے کہا کہ جی ہاں پہچانا نہیں تھا ایسے بچے تھے دودھ پیتے تھے کچھ جانتے ہی نہیں۔ یہ عوام الناس کا اُتار چڑھاؤ ہے۔

حضرت حاجی صاحب کا حضرت گنگوہی سے تعلق

(ملفوظ ۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کی بے حد دلجوئی فرمایا کرتے تھے' بہت ہی شفیق تھے۔ میں جب مکہ معظمہ سے واپس ہوا تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے کہہ دینا کہ یہاں پر لوگ آپ کی بہت شکایت کرتے ہیں مگر میں نے آپ کی نسبت ضیاء القلوب میں جو لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے وہ الہام بدلا نہیں اس لیے لوگوں کی شکایت کا مجھ پر کوئی اثر نہیں' آپ اطمینان سے بیٹھے رہو اور یہ بھی فرمایا کہ میری دوستی آپ کے ساتھ اللہ کے واسطے ہے جیسے اللہ کو بقاء ایسے ہی حب فی اللہ کو بھی بقاء ہے۔ میں گنگوہ پہنچا جا کر عرض کیا کہ حضرت کا کچھ پیام لایا ہوں حضرت پر یہ سن کر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گئی جیسے خوف رجاء کے درمیان کی حالت ہوتی ہے۔ یہ خیال ہوا کہ نہ معلوم کیا فرمایا ہوگا' حجرہ میں تشریف لے گئے' میں بھی ہمراہ ہو گیا' میں نے سب عرض کیا کہ حضرت نے یہ فرمایا ہے بس شروع ہی سے شگفتگی حضرت پر آ گئی اور

بہت خوش ہوئے اور فرمایا بھائی ہم تو توکل کیے بیٹھے ہیں لوگ جو چاہیں کریں۔

۳۰ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ایک دن میں ۲۶ استفتاء کے خطوط کا جواب

(ملفوظ ۶۳) فرمایا کہ آج بحمد اللہ تعالیٰ میں فتاویٰ کا جواب لکھ کر فارغ ہو گیا۔ چھبیس خط تھے اور اکثر خط میں قریب قریب چار پانچ سوال اوسط تین رکھ لیجئے گا۔ قریب پچھتر اسی کے سوالات ہوئے' خدا کے فضل سے ڈیڑھ گھنٹے میں جوابات ہو گئے' جی یہ چاہا کہ عید سے پہلے فارغ ہو جانا چاہیے۔ عید کے روز کوئی بار نہ ہو ایک آدھ میں بوجہ زیادہ پیچیدہ ہونے کے یہ بھی لکھنا پڑا کہ اس میں ضرورت ہے روایتوں کی دیکھنے کی اور مجھ کو اس کی فرصت نہیں۔

آج کل کے تکلفات اور بے تکلفی کی راحت

(ملفوظ ۶۴) فرمایا کہ میں تو فتوے لکھنے میں مشغول تھا۔ ایک ضعیف شخص نے آ کر بہت ہی ستایا' مرنے کے قریب ہیں مگر اب تک سلیقہ نہیں' میں نرمی سے اپنی عدیم الفرصتی کا عذر کرتا رہا مگر وہ مرغ کی ایک ہی ٹانگ ہانکے چلے گئے جب میں نے وہی ضابطہ کا طرز اختیار کیا سیدھے ہو گئے اور اُٹھ کر چل دیئے۔ اب بتلائیے مجھ پر لوگ الزام لگاتے ہیں میرے یہاں جس قدر قواعد ہیں وہ ایسے ہی کوڑ مغزوں کے لیے ہیں خود قواعد مقصود نہیں اگر مقصود ہوتے تو کسی شخص کا بھی استثناء نہ ہوتا۔ مقصود تو یہ ہے کہ نہ مجھ کو اذیت ہو نہ ان کو اور میری تو ہر بات کی شکایت ہوتی ہے۔ ذرا دوسرا مشائخ اور پیروں کے یہاں جا کر دیکھو کیسی کیسی خدمتیں لیتے ہیں اور کیسے کیسے ادب و تعظیم کراتے ہیں کئی کئی دن دربار میں باریابی نصیب نہیں ہوتی۔ اگر ہو بھی گئی تو بول نہیں سکتے' دست بستہ کھڑے رہتے ہیں' کہیں دست بوسی ہے کہیں پابوسی ہے کہیں چڑھاوے اور نذرانے ہیں۔ غرضیکہ سر سے پیر تک قیود ہی قیود بس ایسے کوڑ مغز اور بدفہموں کی ایسی ہی جگہ کھپت ہے۔ میں نے حیدر آباد میں دیکھا ہے کہ مشائخ تک میں بڑا تکلف ہے اور ان کے جو حالات سننے میں آئے ان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعضے پیر تو وہاں کے فرعون ہیں۔ ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حیدر آباد کے

امراء تو جنتی اور فقراء دوزخی ہیں کیونکہ امراء تو فقرا سے تعلق رکھتے ہیں اللہ کے واسطے اور طالب حق جنتی اور فقراء تعلق رکھتے ہیں امراء سے دنیا کے واسطے اور طالب دنیا دوزخی ہیں۔
جب حیدر گیا تھا تو واپسی کے روز میں چارپائی پر پیر لٹکائے اسباب بندھوار ہا اور جمع کرا رہا تھا۔ ایک صاحب آئے اور میرے پیروں کی طرف ہاتھ بڑھائے' میں نے کہا ذرا ٹھہریے میں اچھی طرح بیٹھ جاؤں وہ ٹھہر گئے میں نے پہلے پیروں کو اُٹھا کر چارپائی پر اس طرح سمیٹ لیا کہ پاؤں چھپ گئے' بس وہ عاجز رہ گئے۔ وہاں کی تہذیب کی یہ حالت ہے میرے یہاں تو اصلاح کا پہلا قدم یہ ہے کہ بدتہذیب ہو جاؤ یعنی ان کی اصطلاح کی تہذیب کے مقابلہ میں ان خرافات اور تکلفات کو پسند نہیں کرتا نہ اپنے بزرگوں کو ایسی باتیں پسند کرتے دیکھا' میں ایک غریب طالب علم ہوں' محبت کا برتاؤ رکھنا چاہیے۔ ان رسمی حرکات سے مجھ کو سخت نفرت ہے' صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جان دینے کو تیار مگر بے تکلف اس ڈھونگ بنانے میں کیا رکھا ہے' دوستوں میں ملے جلے رہنا چاہیے۔ صاحب آخر میں بھی بشر ہوں یہ کون سی دوستی ہے کہ میرے نفس کو فرعون بنایا جائے کیا مجھ پر ہی آپ لوگوں کا حق ہے میرا حق آپ پر نہیں' نفس پر کسی وقت بھی مطمئن نہیں ہونا چاہیے اس کی ہر وقت حفاظت کی ضرورت ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

نفس از بس مدحہا فرعون شد　　　کن ذلیل النفس ہونا لاتسد

میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو ان بناوٹی باتوں اور تکلفات کی حرکات سے سخت اذیت پہنچتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنا رہے ہیں میں دل چیر کر کس طرح دکھلاؤں اگر ایسی تعظیمات کو گوارا کر لیا جاوے پھر نفس کو یہی عادت ہو جاتی ہے۔ مجھ کو یاد ہے جب میں کان پور سے آیا وہاں کے تکلفات کا یہ اثر تھا کہ تم کا لفظ بھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے پتھر مار دیا اور اب تو کے لفظ میں لذت معلوم ہوتی ہے' بے تکلف باتیں جن میں کوئی تکلف نہ ہو' سادگی ہو' اچھی معلوم ہوتی ہیں اور ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جمعہ کے روز جب حضرت والا لوگوں سے بغیر مصافحہ کیے ہوئے سہ دری میں تشریف لا کر کسی ضرورت سے حجرہ میں تشریف لے گئے تو ایک گاؤں کا شخص اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا ابے چل وہ تو حجرہ میں

بڑ گیا اس پر حضرت والا نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیسی بے تکلف زبان ہے کیا پیارا معلوم ہوتا ہے اور مفہوم کو کتنا صاف ادا کر دیا اور اس متعارف مدح اور تعظیم کیلئے مولانا فرماتے ہیں:

تن قفس شکل ست اما خار جاں   از فریب داخلان و خارجاں
اینت گوید نے منم انباز تو   آنت گوید نے منم ہمراز تو
او چو بیند خلق را سرمست خویش   از تکبر میرود از دست خویش

(انسان کا بدن پنجرے کی طرح ہے (جس میں روح بند ہے) لیکن بعض اوقات اپنوں اور غیروں کے فریب میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے یہ بدن روح کے لیے مثل کانٹے کے ہو جاتا ہے کوئی کہتا ہے کہ بھلا میں آپ کی برابری کہاں کر سکتا ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں آپ کا ہمراز بننے کی کہاں قابلیت رکھتا ہوں (ان لوگوں کی ان خوشامدانہ باتوں اور حرکتوں کو کانوں سے سنتا اور آنکھوں سے دیکھتا ہے اور کان بدن ہی کے اجزاء ہیں) یہ سننے والا اور دیکھنے والا جب مخلوق کو اپنا معتقد دیکھتا ہے تو تکبر کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتا ہے (یہی چیز روح کیلئے کانٹا ہو جاتی ہے)۔

افسوس میں تو تمہیں سنواروں اور تم تعظیم کر کر کے مجھے بگاڑو۔ اسی طرح ہدایہ کے لیے بھی یہ ہی ہونا چاہیے کہ کبھی لے آئے کبھی نہیں مداوت سے طبعاً امید کی نظر ہو جاتی ہے جو ایک قسم کی طمع ہے۔ سو میں تو تمہاری طمع کا علاج کروں اور تم میری طمع کو بڑھاؤ اور حضرت میں اسی اصلاح کے لیے قواعد بنانے پر مجبور ہوا اور بدنامی اصلاح کے لیے لازم ہے جس کو گوارا کرنا چاہیے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں   مانمی خواہیم ننگ و نام را

اور وہ قواعد واقع میں سخت نہیں مگر احتساب کے وقت لہجہ تو تیز ہو ہی جاتا ہے تادیب کے وقت غلامی کا لہجہ تو ہو نہیں سکتا لہجہ سے قواعد کی سختی کا جاہل کو شبہ ہو جاتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ نو وارد قواعد سے بے خبر ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ وہاں کے جو لوگ رہنے والے ہوں ان سے وہاں کے قواعد اور آداب معلوم کر لیے جائیں جیسے کچہری میں جا کر قوانین معلوم کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ایک تو ہے بے فکری اور ایک ہے فکر جو غلطی بے فکری سے ہوتی ہے وہ ناگوار ہوتی ہے۔ اسی پر

مواخذہ ہوتا ہے اور جو فکر سے غلطی ہو وہ ناگوار نہیں ہوتی اس پر مواخذہ بھی نہیں کیا جاتا۔ اب ایک کام کی بات عرض کرتا ہوں کہ نرے قواعد پورے طور پر منضبط نہیں ہو سکتے' بڑی بات انس و محبت ہے یعنی سب سے اول شرط اس طریق میں یہ ہے کہ باہم موانست ہو جب موانست ہوتی ہے تو ہر ضروری بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔

مسلمانوں کی صاف گوئی

(ملفوظ ۶۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپس میں تعلقات صاف ہوں' کسی بات میں اُلجھن نہ ہو نہ ان کو کسی سے تکلیف پہنچے نہ اوروں کو ان سے تکلیف ہو' اگر ملنے کو جی چاہا مل لے نہ جی چاہا نہ ملے' صاف کہہ دیا کہ فرصت نہیں' مسلمان کی تو یہ خوبی ہے کہ ان کی دنیا بھی دین کے رنگ میں ہو۔

عین عتاب کے وقت دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھنا

(ملفوظ ۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کسی سے عین باز پرس کے وقت بھی الحمدللہ اس کا استحضار رکھتا ہوں کہ یہ شخص مجھ سے لاکھوں درجہ افضل ہے اور یہ استحضار کوئی کمال کی بات نہیں اس لیے کہ موٹی بات ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ عنداللہ اس کا کیا درجہ ہے مگر اصلاح کی ضرورت باز پرس پر مجبور کرتی ہے اور بعض اوقات جس بات پر مواخذہ کرتا ہوں وہ بات فی نفسہ اس درجہ کی نہیں ہوتی جس درجہ کا اس پر احتساب ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اس کی منشاء کو دیکھتا ہوں اور بعض جرم منشاء کے اعتبار سے سخت ہوتا ہے اسی لیے ہر جرم میں یہ خیال کرنا چاہیے کہ گو یہ صورت صغیرہ ہے مگر ممکن ہے کہ منشاء کے اعتبار سے یہ کبائر سے بھی بڑھ کر ہو اور اس لیے نہیں اس پر مواخذہ بڑا نہ ہو۔ گو یہ اس کو ہلکا سمجھے ہوئے ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ کئی مرتبہ خیال ہوا کہ اس اصلاح کے کام کو چھوڑ دوں اور یہ چھوڑ دینا آسان ہے لیکن جب تک اس کو چھوڑا نہ جائے اس وقت تک اصلاح کا جو طریق ہے اس کے خلاف کرنے کو جی نہیں چاہتا اور مفید بھی نہیں ہوتا۔ یہ تجربہ ہے کہ اگر نرمی سے بٹھا کر سمجھا دیا جائے اس کا نفع ہونا اس کا معلوم نہیں ہوتا لیکن سیاست ہی کا طریق اختیار کرنا پڑتا ہے۔

۳۰ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

جھوٹ بولنے والے طالبعلم کا اعلان غلطی

(ملفوظ ۶۷) آج بعد نماز ظہر اس طالب علم نے اعلان کیا جس کے جھوٹ بولنے پر حضرت والا نے نکل جانے کا حکم دیا تھا وہ یہ اعلان تھا کہ میں نے جو غلطیاں کی تھیں ان کو عرض کرنا ہے یہ مسجد میں کھڑے ہو کر کہا تھا حضرت والا نے فرمایا کہ مسجد سے باہر جا کر منادی کرو مسجد منادی کی جگہ نہیں' یہ اور الفاظ بھی ساتھ میں کہہ دینا کہ جن صاحب کا جی چاہے وہ صاحب میرا وعظ (اعلان) سنیں اس طالب علم نے بعد انفراغ سنت ظہر ایک تحریر پڑھ کر سنائی جس میں تمام غلطیوں کو تفصیلاً لکھا تھا' سنا لینے کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ اس شخص کو خوش لباسی کا شوق ہے اسی سے اس کو روکا گیا لیکن کل عید ہے جس میں احسن الثیاب کا استعمال مستحب ہے اس لیے اس کے لیے بھی عید بقر کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ کل جس قسم کا چاہے لباس پہنے اجازت ہے کل کے بعد علاج شروع ہوگا۔ ایک خاص قسم کی وردی اس کے لیے تجویز کروں گا میری تعلیم میں الحمدللہ ہر چیز کی رعایت رہتی ہے اور یہ استثناء نماز میں وارد ہوا نماز کی واردات صحیح ہوتی ہے۔ یہ طالب علم ہے' طالب علمی کے زمانہ میں مطیع ہو کر رہنا چاہیے۔

صاحب نفس کیلئے خوش لباسی محرک معصیت ہے

(ملفوظ ۶۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب تجربہ کی باتیں ہیں۔ ایک تجربہ کار کا قول ہے کہ جب کوئی اچھے کپڑے پہنے گا تو یہ خیال ضرور ہوگا کہ کوئی اچھا آدمی مجھے دیکھے' مطلب یہ کہ کوئی حسین عورت یا لڑکا مجھ کو دیکھے تو یہ خوش لباس صاحب نفس کیلئے محرک ہے معصیت کا۔

درخواست بیعت پر حضرتؒ کا جواب

(ملفوظ ۶۹) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ مجھ کو بیعت فرمالیں۔ میں نے لکھا کہ کس فائدہ کے لیے' دیکھئے اب کیا جواب دیتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے اپنے مقصود کی حقیقت

سمجھ لے تب آگے چلے ورنہ پھر ساری عمر پریشانی کا شکار بنا رہے گا اور خاک بھی نفع نہ ہوگا۔

بالواسطہ درخواست معافی کا ایک واقعہ

(ملفوظ ۷۰) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں صاحب میرے واسطے سے اپنا معاملہ پیش کرنا چاہتے ہیں' فرمایا بہت اچھا مگر ان سے پوچھئے کہ صبح یہ کیا حرکت تھی؟ کیوں مجھ کو اس قدر ستایا' دریافت کرنے پر عرض کیا کہ میں معافی چاہتا ہوں اور آئندہ کیلیے احتیاط کا وعدہ کرتا ہوں۔فرمایا: معاف ہے مگر معاملہ تو معاملہ کی طرح ہی طے ہوگا' اب سمجھ لیں کہ جن کا یہ روپیہ ہے ان کو واپس کریں اور یہ لکھ دیں کہ میں نے اس کو ستایا اور یہ برتاؤ کیا' اس کو اس سے تکلیف پہنچی کسی سے بے اصول کچھ رقم وصول کی تھی پھر خواجہ صاحب سے فرمایا کہ ان سے پوچھے کہ یہ لکھیں گے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ لکھوں گا۔فرمایا پوچھئے کہ یہاں سے لکھیں گے یا سہارنپور دیوبند سے جہاں پڑھتے ہیں۔عرض کیا کہ کل لکھ دوں گا' فرمایا کہ یہ میری بات کا جواب ہوگیا' عرض کیا کہ تھانہ بھون سے لکھ دوں گا۔

فرمایا کہ تھانہ بھون کہیں اور ہے میرے تو سوال میں بھی تھانہ بھون سے کا لفظ نہیں یہاں سے کا لفظ ہے عرض کیا کہ یہاں سے فرمایا کہ وہ خط میری ڈاک میں جائے گا۔ یہ منظور ہے عرض کیا کہ منظور ہے' فرمایا کہ خط لکھ کر مجھ کو دیدیں گے' عرض کیا کہ جی فرمایا کہ ان سے یہ کہہ دو کہ کارڈ خراب نہ کریں پہلے مسودہ بنالینا اور وہ مجھ کو دکھلا دینا تب کارڈ پر لکھنا' فرمایا کہ اب ان سے پوچھئے گا کہ سب باتیں سمجھ گئے یا نہیں' کبھی پھر کوئی گڑ بڑ کریں' عرض کیا کہ سمجھ گیا اور کوئی گڑ بڑ نہ ہوگی' فرمایا کہ کہہ دیجئے جائیں۔

آپ کا آنا پائی برابر بھی نہ ہوا

(ملفوظ ۷۱) ایک صاحب نو وارد حیدر آباد دکن سے حاضر ہوئے۔حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ اس سے قبل کبھی آپ کا یہاں پر آنا ہوا یا خط و کتابت ہوئی اور اس وقت کے آنے کی مجھ سے اجازت چاہی یا خبر دی' سب باتوں پر نفی کا جواب دیا فرمایا' اب کے روز قیام کا ارادہ ہے عرض کیا کہ آج ہی واپس ہوجاؤں گا' فرمایا کہ آج کا آنا تو آپ کا آنا تو کیا ہوتا

پائی کی برابر بھی نہیں۔ عرض کیا کہ پھر دوبارہ حاضر ہوں گا اس وقت تو محض زیارت مقصود تھی' بہت ہی جی چاہ رہا تھا کہ کسی طرح ایک نظر دیکھ لوں' فرمایا کہ آپ کی محبت کی بات ہے۔ ان صاحب کا لباس غیر متشرع تھا' مزاحاً حضرت والا نے کہا کہ اب جو آپ آئیں تو تھانوی ہو کر آئے گا' حیدر آبادی بن کر نہ آئے گا' عرض کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ حیدر آباد کے لوگوں میں اطاعت اور ادب کا مادہ بہت ہے وہاں تو لوگوں کو پیروں نے بگاڑا ان کے یہاں اس قدر خرافات ہیں جس کا کوئی حد وحساب نہیں۔

ہندوستان میں نماز' بزرگوں کی صحبت اور گائے کا گوشت

(ملفوظ ۲۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہندو اب وہ ہندو نہیں رہے' اب تو بہت ہی حوصلے بڑھ گئے اور یہ سب مسلمانوں ہی کی بدولت یہ جو کچھ بھی ہوا خلط کی بدولت ہوا۔ ان کے راز اور اسرار ان پر کھل گئے کہ نہ ان میں اتفاق ہے نہ مال ہے اور صاحب ان چیزوں میں سے اگر کچھ بھی نہ ہو پرواہ نہیں اگر ایک چیز ہو وہ دین ہے مسلمان اب بھی دین کے پابند ہوں تو تمام دنیا کی غیر مسلم اقوام ان کا کچھ نہیں بنا سکتیں' نہ کچھ بگاڑ سکتی ہیں' دور کیوں جائیں دین کی محض ایک رسم گائے کا گوشت ہے یہی ایسا ہے کہ وہ سپر بن سکتا ہے اور ہندوستان میں جن لوگوں کا یہ پیشہ ہے یعنی قصاب ان سے کسی وقت میں بھی ہندوؤں کو طمع نہیں ہوئی کہ ہمارا جادو ان پر اثر کر سکتا ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ تین چیزیں اس زمانہ میں مسلمانوں کی وقایہ ہیں ایک نماز' دوسرے بزرگوں کی صحبت' تیسرے گائے کا گوشت۔ ایک مرتبہ میں خورجہ سے واپس ہو کر وطن آ رہا تھا کہ اسٹیشن شاہدرہ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ دہلی کے چند احباب ملاقات کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ ان کے ہمراہ کھانا تھا جو ہم لوگوں کی وجہ سے لائے تھے' من جملہ اور کھانوں کے ایک دیگچی میں قیمہ بھی تھا اور اس میں ایک گائے کی نلی کا ٹکڑا تھا' گاڑی پر ہجوم ہونے کی وجہ سے کشمکش ہو رہی تھی' کثرت ہجوم سے ڈبوں میں جگہ نہ ملتی تھی۔ ایک دوست نے بہت ہی ظرافت سے کام لیا' وہ یہ کہ ایک ڈبہ میں سوار ہو کر کھانے کی دسترخوان بچھا لیا جس میں گائے کا گوشت تھا' ڈبہ کے اندر کے ہندوؤں کا تو یہ معاملہ ہوا کہ جس نے دیکھا وہی رام رام کہہ کر وہاں سے چلتا ہوا اور باہر کی آمد کا یہ انتظام کیا کہ کھڑکی پر بیٹھ کر اور ڈبہ سے سر نکال

دراس ہڈے کو منہ سے لگا کر جیسے بگل ہوتا ہے اس کا روغن کھانا شروع کر دیا اور جو ہندو ڈبہ کی طرف آتا اس کو وہ ہڈا دکھا دیتے اور کہتے کہ یہاں جگہ نہیں آگے جاؤ' اس ہڈے کی صورت دیکھتے ہی ہندو ڈبہ کی طرف نہ آتا۔ میں نے اس مناسبت سے کہ اس ہڈے کی بدولت سفر نہایت ہی آرام سے طے ہو گیا' اس ہڈے کا نام سفری پستول رکھ دیا تھا۔ اس واقعہ کے بیان سے یہ مقصود نہیں کہ ایسا کرنا مناسب ہے یہ محض ایک دل لگی تھی جو مناسب بھی نہ تھی' مقصود میرا یہ ہے کہ گائے کے گوشت کا تلبس اثر کفر کے بعد میں خاص طور پر مؤثر ہے۔

طلب علم کے زمانہ میں بیعت کی درخواست

(ملفوظ ۷۴۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں کسی دوسری طرف متوجہ ہونا تعلیم کو برباد کرنا ہے۔ طالب علم کے لیے جمعیت قلب اور یکسوئی ضروری چیز ہے' اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہوتی ہے' میں نے زمانے طالب علمی میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی تھی اس پر حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ جب تک کتابیں ختم نہ ہو جائیں اس خیال کو شیطانی سمجھنا واقعی یہ حضرات بڑے حکیم ہیں کیسی عجیب بات فرمائی۔ ایک وقت میں قلب دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا' پس ضروری کو غیر ضروری پر ترجیح دینا چاہیے اور طالب علمی ضروری ہے اور بیعت ضروری نہیں اس وقت اس طرف متوجہ ہونے سے نہ تعلیم ہی ہو گی اور نہ یہ ہی ہو گا اس لیے کہ طالب علمی کے زمانہ میں اگر شیخ نے ذکر و شغل کی تعلیم کی تو اس طرف مشغول ہونا بھی ضروری ہو گا اور طالب علمی میں یکسوئی اور جمعیت قلب کی ضرورت ہے۔ پس اس میں دو چیزیں متضاد کا جمع کرنا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ذکر و شغل کا نفع نہ ہو گا اور پھر مایوسی ہو گی اور شیخ سے بیٹھے بٹھلائے بدگمانی پیدا ہو گی۔ سو اچھا خاصہ خلجان مول لینا ہے۔ یہ تو بعد انفراغ تعلیم ہی مناسب ہے اور اگر شیخ سے کچھ تعلیم حاصل نہ کی تو بیعت کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ البتہ اصلاح اخلاق طالب علمی میں بھی ضروری ہے سو اس کے لیے بیعت شرط نہیں اور اس میں کچھ وقت بھی صرف نہیں ہوتا جس سے طالب علمی کے شغل میں مزاحمت ہو۔

یورپی عوام اور عقل

(ملفوظ ۷۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یورپ وغیرہ کی اقوام ہی کون سے بیدار

مغز ہیں۔ یہی مادہ پرست قوم ہے ہاں دنیا کے ملک گیری کے کاموں میں بہت ہوشیار ہیں ان باتوں کو عقل سے کیا واسطہ عقل تو کسی اور چیز کا نام ہے۔

مسلمان لیڈر اور ہندو مسلم اتحاد

(ملفوظ ۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن کے ہاتھ میں مسلمانوں کی باگ ہے اصل ذمہ دار تو ان خرافات تحریکات کے وہ ہیں انہوں نے عوام بیچاروں کے دین وایمان برباد کیے۔ خصوص وہ علماء کہ جنہوں نے لیڈروں کے ہم خیال بن کر جھوٹے جھوٹے فتوے شائع کیے اور ہزاروں مسلمانوں کی ملازمتیں چھڑوا دیں اور ہزاروں کی جانیں ضائع کرادیں' آنکھ بند ہونے پر پتہ چل جائے گا حق تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں اس دین فروشی کی کچھ حد ہے کہ قربانی گاؤ کو کہ جس کو ہزاروں لاکھوں مسلمان اپنی جانیں دے کر ہندوستان میں قائم کر گئے اس کو چھوڑ دینے پر آمادہ ہوگئے (لفظ آمادہ پر) مزاحاً فرمایا کہ مادہ ہی بن گئے جس سے ان کو اس طرح خطاب کیا جاسکے آمادہ نر نہ رہے کسی ایک شعار اسلام کو چھوڑ دینا بھی تمام ہی احکام اسلام کی بیخ کنی کرنا ہے اور دوسری قوموں کو بتلا دینا ہے کہ سب احکام اسلام ایسے ہی ہیں کہ ان کو کسی کی وجہ سے چھوڑ سکتے ہیں یہ ہیں عقلاء جو مسلمانوں کی باگ ہاتھ میں لے کر ان کے سفید وسیاہ کے مالک بنے ہوئے ہیں...... جن کو اتنی تک بھی خبر نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور ان باتوں کا اثر کیا ہے کچھ خبر بھی ہے آج تو وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ گائے کی قربانی بند کرو' کل کو کہیں گے کہ کلمہ چھوڑ دو تو ہم تم میں اتفاق ہو۔ حقیقت میں تو یہ ساری دشمنی کلمہ پڑھنے ہی کی بدولت ہے تو کیا اسلام ہی کو خیر باد کہہ کر اس سے الگ ہوجاؤ گے اس لیے کہ اتفاق کو ضروری اور فرض واجب سمجھتے ہو جیسے ایک نیچری نے ایک ضروری اختلاف پر اعتراض کیا تھا کہ نااتفاقی شرک سے بھی بدتر ہے اور احمق نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال کیا تھا۔ ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے اس سوال کے مامنعک اذ رایتھم ضلوا ان لاتتبعن جواب میں فرمایا تھا: انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل الخ اس کا جواب صحیح تفسیر جاننے سے واضح ہے۔ بیان القرآن میں اس کی بہت صاف تقریر ہے۔ خیر اس بے

ہمارے نیچری نے تو آپس کے یعنی مسلمانوں کے افتراق کو شرک سے بدتر بتلایا تھا اور یہاں پر تو اسلام اور کفر کے افتراق کو کفر سے بدتر سمجھ کر اسلام و کفر کے اتحاد پر اسلام کو اور احکام اسلام کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ حق تعالیٰ رحم فرمائیں اور فہم سلیم اور عقل کامل عطا فرمائیں۔

دُکاندار پیروں کا حال

(ملفوظ ۷۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو دُکاندار پیروں کی من گھڑت ہے کہ بدون بیعت کے خاص اسرار نہ بتائیں گے وہ اسرار ہی کون سے ہیں جس کو وہ نہ بتائیں گے اجی جن اسرار کی ضرورت تھی ان کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑوں پر منبروں پر چڑھ کر علی الاعلان بیان کر دیا' باقی ان سے الگ وہ اسرار ہی کب ہیں جن کو وہ بدون بیعت کے نہیں بتلاتے' ہاں اشرار ہیں جن کی بدولت لوگوں کو جال میں پھنسانا چاہتے ہیں ان کو بے شک نہیں بتلا سکتے مگر وہ ایسی چیزیں ہیں کہ وہ ان کو بعد بیعت بھی نہیں بتلا سکتے کیونکہ اپنے عیوب پر دوسروں کو کون مطلع کیا کرتا ہے تو آج کل کے رسمی پیر اور مشائخ اسی لیے خفا ہیں کہ میں نے ان کے یہ اسرار کھول دیئے کہ یہ لوگ ایسی ہی باتیں بناتے رہتے ہیں باقی کوئی تعلیم نہیں تلقین نہیں اور تعلیم اور تلقین ہو کہاں سے اکثر جاہل ہوتے ہیں' یوں ہی اڑنگ بڑنگ ہانکتے رہتے ہیں۔ بس ان کے یہاں تو داخل سلسلہ ہو جانا کافی ہے آگے بے فکری ہاں لوگوں کو پھندے میں پھانسنے کی تدبیریں بہت خوب یاد ہیں۔ ایک پیر کا واقعہ ہے کہ ایک ریاست میں جا کر یہ حرکت کی کہ اپنے ایجنٹوں کی سازش سے ایک زندہ شخص کا مصنوعی جنازہ بنا کر اور اس کو ایک شاہراہ پر رکھ کر نماز کے بہانہ سے بلوائے گئے جنازہ پر کھڑے ہو کر کہا کہ "قم باذن الله"

وہ کھڑا ہو گیا' بس پھر کیا تھا شہرت ہو گئی' بزرگی کا ڈنکا بج گیا' راجہ اس ریاست کا بڑا ہوشیار تھا' اس نے کہا کہ پیر صاحب کو یہاں پر لاؤ' پیر صاحب سمجھے کہ راجہ بھی معتقد ہو گیا' اس کے لیے تو یہ تدبیر کی ہی تھی' پہنچے خوش ہوتے ہوئے اس نے کہا کہ فوج میں لوگ مرتے ہیں جس کی وجہ سے ریاست کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ پھر ایسے مشاق نہیں ملتے آپ یہیں رہیں ان کو زندہ کیا کریں'

میں آپ کے تمام اخراجات کا کفیل ہوں گا' تب تو پیر صاحب کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

لوگوں کی بیہودگی اور حضرت کا جواب

(ملفوظ ۷۷) فرمایا کہ آج ان صاحب کا خط آیا ہے جو خواجہ صاحب کے ذریعہ سے کچھ کہنا چاہتے تھے' لکھا ہے کہ مجھ کو قرآن شریف حفظ کرنے کا بہت شوق ہے۔ حضرت والا برکت کے لیے شروع کرادیں' جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر محض برکت مقصود ہے تو کیا دعا میں برکت کم ہے دعا کرالیں اور اگر کم بھی ہے تو جب زیادہ آپ کی قدرت سے باہر ہے تو کم ہی پر اکتفا کرلینا چاہیے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ خرچ بھی کیا اور کامیابی بھی نہ ہوئی' فرمایا کہ دعا کرالیں اس سے زیادہ کیا کامیابی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جواب میں ان تمام غیر ضروری خواہشوں کی اصلاح ہے اگر ان کی اس خواہش کو پورا بھی کردیا جائے تو کوئی ایسی مشکل بات نہیں مگر آئندہ کے لیے دروازہ کھلتا ہے فرمائشوں کا' نہ معلوم کیا کیا خواہش قلب میں پیدا ہوں جن میں کبھی تو عذر کرنا پڑے ہی گا سو جو آئندہ چل کر تجویز کروں گا' وہ آج ہی کیوں نہ کردوں تاکہ دروازہ ہی بند ہوجائے اور یہ قواعد اور اصول میں نے تجربہ کے بعد تجویز کیے ہیں جن کو حقیقت کی خبر نہیں ان کو سن کر ضرور وحشت ہوتی ہے۔ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں اس کو سن کر فیصلہ کیجیے گا کہ فرمائشوں کو کہاں تک پورا کیا جاسکتا ہے۔ ایک صاحب یہاں پر آئے اور کہنے لگے کہ تم اپنی جیب یعنی زبان میرے منہ میں دے دو میں چوسوں گا' مجھ کو تو اس تصور ہی سے متلی ہونے لگی' کیا واہیات فرمائش ہے' میں نے نہایت تیزی کے لہجہ میں ڈانٹا' کہنے لگے کہ تو میں جاؤں میں نے کہا کہ چاہے رہو یا منہ کالا کرو نکل جاؤ' یہاں سے اب فرمائیے اس میرے جواب پر کیا اعتراض ہے' حضرت گھر بیٹھے فیصلے کرنا بہت آسان ہے ذرا یہاں رہ کر دیکھیے تب حقیقت کا انکشاف ہو کہ آنے والوں کی زیادتیاں ہیں یا میری۔

اس طریق کا حاصل اپنی تجویز کو فنا کرنا ہے

(ملفوظ ۷۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمام طریق کا حاصل یہ ہے کہ اپنی تجویز کو فنا کردو' دوسرے کی تجویزوں پر عمل کرو' نفع اس وقت ہوگا کہ طالب

میں انقیاد کی شان ہو فناء کی شان ہو اطاعت کی شان ہو اس کے بدون کامیابی مشکل ہے۔

شیخ اور طالب کی فرمائشیں

(ملفوظ ۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کی تعلیم پر تو طالب کو عمل کرنا بے شک ضروری ہے مگر شیخ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اس کی فرمائشوں کو پورا کیا کرے وہ تو اپنی تجویز کردہ تعلیم میں بھی اس کا خیال رکھتا ہے کہ اگر ضروری ہے تعلیم کرتا ہے غیر ضروری کو حذف کر دیتا ہے۔

شیخ اور طالب کی دونوں کا مجاہدہ

(ملفوظ ۸۰) فرمایا کہ تعلیم اور اصلاح کا کام بہت ہی اہم ہے طرفین کو مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ مطلب یہ کہ مجاہدہ ان کا بھی میرا بھی دونوں ہی کا ضروری ہے فرق صرف یہ ہے کہ ان کا مجاہدہ اضطراری ہے میرا مجاہدہ اختیاری ہے۔

بے تکلفی کے بغیر خدمت نہ لینا

(ملفوظ ۸۱) فرمایا کہ بعض امور فطری ہوتے ہیں وہ کسی کی رعایت سے کیسے بدلے جا سکتے ہیں۔ مثلاً مجھ کو کسی ایسے شخص سے کہ جس سے بے تکلفی نہ ہو خدمت لیتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے یہ فطری چیز ہے کسی کی خاطر سے اس کو کیسے بدل دوں۔ ایک مولوی صاحب کے ایک مرید تھے وہ ایک شرعی ضرورت سے ان کو چھوڑ کر یہاں پر آئے' ان کو پہلے پیر کے یہاں عادت تھی ہر طرح کی خدمت کرنے کی اور یہاں ان کو کسی خدمت کی بھی اجازت نہ ہوئی۔ آپ نے ایک رقعہ مجھ کو دیا کہ میں تو سعادت سمجھ کر خدمت کرتا تھا' مجھ کو سعادت سے محروم کیا گیا' میں نے کہا کہ جہاں سعادت تقسیم ہوتی ہے وہاں جاؤ آدمی بے چارے نیک ہیں پھر وہ سمجھ گئے' میں نے ان کی دلجوئی کے لیے دو چار مرتبہ ان سے کچھ کام بھی لے لیا جس سے ان کا وہم رفع ہو گیا۔

حضرت پر خشیت حق

(ملفوظ ۸۲) فرمایا کہ مجھ کو اپنے اصول اور قواعد پر ناز نہیں بلکہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ یہ قواعد ناپسندیدہ نہ ہوں اس لیے یہ عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ گنہگار ہوں نہ میرے پاس

عمل ہیں نہ مجھ کچھ آوے جاوے آپ کے فضل پر نظر ہے آپ معاف فرمادیں۔

زیادہ ناگواری بے فکری سے ہوتی ہے

(ملفوظ ۸۳) فرمایا کہ میں چاہتا یہ ہوں کہ میرے سب دوست صحیح اصول پر ہوں اگر ان کو اہتمام میں لگا دیکھتا ہوں تو معمولی غلطیوں سے درگزر کرتا ہوں' زیادہ ناگواری اس وقت ہوتی ہے جب کسی کو بے فکر دیکھتا ہوں۔

طالب کو شیخ کے تصرف کا انتظار

(ملفوظ ۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو لوگوں کو صاحب تصرف شیخ کی تلاش رہتی ہے اور ایسے شیخ کی تلاش اس لیے کرتے ہیں کہ خود کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ یہ چاہتے ہیں کہ شیخ اپنے تصرف سے سب کچھ کردے' ولایت غوثیت قطبیت سب کچھ حاصل ہوجائے اور کرنا کچھ بھی نہ پڑے' بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ خیال خام ہے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ان کے یہاں ایک مرید کئی سال سے پڑا ہوا تھا اور لوگ آتے تھے کوئی چھ ماہ میں کوئی سال بھر میں اپنا کام کرکے اور خلافت لے کر چل دیتے مگر یہ مرید اسی خبط میں تھا کہ میں از خود کچھ نہ کروں گا' پیر ہی کچھ دیں گے تو لوں گا اور پیر تصرف کے نفع کا ناکافی ہونا سمجھایا کرتے تھے۔ آخر اس کو وسوسہ نے گھیرنا شروع کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ پیر تصرف سے کورے ہیں اس کی اطلاع پیر کو ہوگئی حالانکہ یہ کوئی نقص نہیں مگر چونکہ یہ خیال خلاف واقع تھا اس لیے پیر نے اس وقت تو ضبط کرلیا' یہ بڑے ظرف کے لوگ ہوتے ہیں اس وقت پی گئے' کچھ روز کے بعد اس کو اپنی قوت تصرف دکھلانا چاہی۔ ایک روز فرمایا ایک مٹکے میں پانی بھر کر مسجد کے دروازہ پر رکھو اور ایک موںڈھا وہاں پر رکھو اور پچکاری لا کر رکھو اس نے یہ سب انتظام کرکے شیخ کو اطلاع دی' شیخ مسجد کے دروازہ پر آکر اور پچکاری ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئے اور جو اس طرف سے گزرا خواہ وہ کافر ہی ہو شیخ ایک پچکاری بھر کر اس پر رنگ چھینکتے جس پر اس رنگ کی ایک چھینٹ بھی پڑ جاتی وہی بے اختیار

اشھدان لا الٰہ الاّ اللّٰہ و اشھدان محمدًا عبدہٗ و رسولہ

پڑھنے لگتا۔ ایک ہی تاریخ میں شیخ نے ہزاروں کفار کو مسلمان بنا دیا۔ جب پانی ختم ہوگیا تو شیخ مسند پر پہنچے اور فرمایا کہ بلاؤ اس مرید کو وہ آیا فرمایا کہ تم نے شیخ کا تصرف دیکھا۔ میں نے یہ سب کچھ تیرے ہی دکھلانے کی وجہ سے کیا ہے مگر تجھ کو تو جب ہی کچھ ملے گا جب تو خود چکی پیسے گا اس وقت شیخ کو جوش ہی آ گیا کہ لاؤ آج اس کو دکھا ہی دوں کہ صاحب تصرف کسے کہتے ہیں مگر اس وقت اگر کوئی ایسا بھی کر دکھائے مگر ہو وہ مخالف سنت تو ایسے شخص کے پاس جانے کی اور اس سے بیعت ہونے کی اجازت نہ ہوگی اس لیے کہ ایسی باتیں شعبدہ باز بھی کر سکتے ہیں کیونکہ عوام ان چیزوں میں فرق نہیں کر سکتے اور نہ ان کے پاس معلوم کرنے کا کوئی معیار ہے بس ان کے لیے معیار یہی ہے کہ پیر کے افعال واقوال شریعت اور سنت کے موافق ہوں۔

حضرت کا مزاج اور ناراضگی کی وجہ

(ملفوظ ۸۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض باتیں جو دوسروں کے یہاں استحسان کا درجہ رکھتی ہیں میرے یہاں ان کی کوئی قدر نہیں بلکہ مجھ کو تو ان سے نفرت ہے مثلاً لوگوں کو مانوس کرنا جمع کرنا' یہ سب چیزیں میرے یہاں محل نفرت ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر ایک مجذوب کی نظر کا اثر ہے ان کی دعا سے میرا تکون ہوا ہے اور باوجود ذاتی آزاد مزاجی کے جو تھوڑا بہت ضبط ہے یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت ہے۔ بات یہ ہے کہ ضروری خدمتوں کے لیے تو حاضر ہوں مگر لوگوں کی غیر ضروری خواہشوں کو کہاں تک پورا کروں مگر پھر بھی میرے یہاں باوجود قواعد وضوابط کے جس کو لوگ تنگی سمجھتے ہیں بڑی سہولتیں ہیں' دوسرے مشائخ کے یہاں جا کر دیکھو ہفتوں' عرض حاجت کی نوبت نہیں آتی' اگر آئے بھی تو یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں گرانی نہ ہو اور میں تو روزانہ اس کے لیے تیار رہتا ہوں کہ کسی کا کوئی حرج نہ ہو کسی کی کوئی مصلحت فوت نہ ہو' البتہ اتنا چاہتا ہوں کہ صاف بات ہو جو معاملہ ہو ایک طرف ہو کوئی اُلجھن نہ باقی رہے' میں لوگوں کو ان کی خدمت انجام دے کر فارغ کرنا چاہتا ہوں اور وہ مجھ کو اور میرے قلب کو فضول فرمائشوں میں مشغول کرنا چاہتے ہیں بس یہی سبب ہے لڑائی کا لوگوں سے۔

اصول کی پابندی' بے انتظامی سے اُلجھن

(ملفوظ ۸۶) فرمایا کہ لوگوں کی تو عادت نہیں صفائی اور انتظام کی اُلجھی ہوئی طبیعتیں ہیں میرا تو گھر میں بھی یہی معمول ہے جو چیز جہاں سے اپنے ہاتھ سے لیتا ہوں وہیں رکھتا ہوں' مثلاً قلمدان' دیا سلائی گھر میں جہاں سے اُٹھاتا ہوں وہیں خود رکھتا ہوں دوسرے پر اس کام کو نہیں چھوڑتا۔ جی یہ چاہتا ہے کہ اصول صحیحہ کا میں بھی تابع ہوں اور دوسرے کو بھی ان ہی کا تابع بناؤں' بس اتنی سی بات ہے جو لوگوں پر گراں ہے نہ میں خادم بننا چاہتا ہوں نہ مخدوم نہ تابع نہ متبوع میں جس کام کا ہوں اگر کوئی سلیقہ سے مجھ سے وہ خدمت لینا چاہے جان و دل سے حاضر ہوں اور گڑبڑ کی حالت میں خدمت سے معذور ہوں میں کیا کروں اصول صحیحہ اللہ تعالیٰ نے میری فطرت میں رکھ دیئے ہیں۔ اگر لوگ ان کے اختیار کرنے سے معذور ہیں تو میں ان کے عکس سے معذور ہوں۔

غیر ضروری سوالات پر حضرت کا جواب

(ملفوظ ۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر خطوط میں غیر متعلق اور غیر ضروری سوال آتے ہیں ان میں بعض تو اقارب کے خطوط ہوتے ہیں سو ان سے تو اور معاملہ ہوتا ہے مگر دوست احباب جو ایسی فضولیات پوچھتے ہیں مثلاً طاعون وغیرہ کے متعلق یا اور کوئی غیر ضروری سوال کرتے ہیں یا پوچھتے ہیں میں اکثر یہ شعر لکھ دیتا ہوں:

ماقصہ سکندر دارا نخواندہ ایم ‌ ‌ ‌ از مابجز حکایت مہر و وفا مپرس

اکثر لوگ خواب لکھ کر بھیج دیتے ہیں میں لکھ دیتا ہوں کہ مجھ کو تعبیر سے مناسبت نہیں اور یہ شعر لکھ دیتا ہوں:

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم ‌ ‌ ‌ چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

اگر خواب کے قصہ میں رہوں تو بیداری کا کوئی بھی نہ ہو میں یہ چاہتا ہوں کہ ضروریات میں وقت صرف ہو اور کام کی باتوں میں سب مشغول ہیں' فضولیات کو سب چھوڑ دیں۔

حضرت کے گھر والوں کا واقعہ

(ملفوظ ۸۸) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت گھر میں عورتیں بھی آتی ہوں گی

ان پر بھی بے اصول باتوں پر ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہوگی' فرمایا کہ پرسوں ہی کا واقعہ ہے کہ چند عورتیں گاؤں کی آئی تھیں' وہ کچھ کپڑا ساتھ لائی تھیں' انہوں نے گھر میں دینا چاہا گھر میں سے کہا کہ بدون ان کی اجازت کے میں نہیں لے سکتی' ایک ان میں سے بولی کہ مولوی جی تھوڑا ہی گٹھری کو کھول کر دیکھیں گے انہوں نے ڈانٹا اور کہا کہ کیا واہیات ہے میں بغیر ان کی اجازت کے ایسا کب کر سکتی ہوں۔ خبردار! جو ایسی بیہودہ فرمائش کی سو ان کو بھی ضرورت پڑی ڈانٹنے کی وہ سب عورتوں کی بڑی سفارش کیا کرتی تھیں' جب اپنے پر پڑی تو وہی کیا جو میں کرتا ہوں اور میرا معاملہ تو گھر والوں کے ساتھ بھی ان باتوں میں وہی ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر والوں کو فرمایا تھا کہ پہلے تو تم عمر کے اقارب تھے اور اب امیر المؤمنین کے اقارب ہو' لوگوں کی نظر تمہارے افعال پر ہوگی' اگر تم نے کچھ فروگذاشت کی تو تم کو اوروں سے دگنی سزا دوں گا۔

مخاطب پر حق کا اثر

(ملفوظ ۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مخاطب پر حق کا اثر ہوتا ہی ہے حتیٰ کہ اگر غصہ بھی حق پر ہو اور بالکل حق پر تو مخاطب کو اس میں ندامت ہوتی ہے۔ اگر اس کے خلاف ہو تو گو کلیہ نہیں مگر احتمال غالب یہ ہوتا ہے کہ اس غصہ میں ضرور کچھ آمیزش ہے باطل کی۔ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ مثلاً کسی کو نمازی نماز کی نصیحت کرے تو اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ محض اللہ کے واسطے تبلیغ کی اور اس کی ہمدردی اور خیر خواہی مقصود ہے تو اس کا اثر تو اور ہوگا اور ایک یہ کہ اس کی تحقیر مقصود ہے اور اپنی بڑائی اور اپنے کو نمازی سمجھ کر اس سے افضل سمجھ رہا ہے اس وقت کا کچھ اور اثر ہوگا۔

یکم شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح نماز عید الفطر یوم سہ شنبہ

حضرت کی دارو گیر اور لوگوں کا اعتراض

(ملفوظ ۹۰) فرمایا کہ آج نماز عید میں بدتمیزی کا طوفان نہ تھا' صرف موج تھی کیونکہ تھوڑی سی فوج تھی۔ ۲۷ رمضان المبارک یعنی آخری جمعہ کے روز تو لوگوں نے نہایت ہی گنوار پن سے کام لیا۔ بھلا اگر میرے مزاج میں سختی ہوتی تو آج میں نے سختی کا کیوں نہ برتاؤ

کیا۔ خدانخواستہ کوئی مجھ کو جنون تھوڑا ہی ہے کہ ویسے ہی لوگوں کے سر ہوتا پھروں' جب کوئی
بے اُصولی اور بے ڈھنگا پن اختیار کرتا ہے ایسا برتاؤ کرتا ہے مجھ کو بھی تغیر ہو جاتا ہے اس پر
معترضین اہل الرائے میرے کہنے سننے کو تو دیکھتے ہیں مگر لوگوں کی حرکات کو نہیں دیکھتے کہ آخر
انہوں نے بھی کچھ کیا ہے یا نہیں؟ ان کی نالائق حرکتوں کو نظر انداز کر کے اور میری دار و گیر کو
پیش نظر رکھ کر مجھ پر سختی کا فتویٰ دیتے ہیں یہ انصاف ہے اور یہ ہیں فیصلہ کرنے والے مگر خیر
خوب فتوے دیں اور مجھ کو بدنام کریں مجھ پر بحمد اللہ ان باتوں کا کوئی اثر نہیں اور نہ میں اصول
صحیحہ کو کسی کی وجہ سے چھوڑ سکتا ہوں میں تو اس سے بھی خوش ہوں کہ ان بدفہموں کو تنبیہ سے
تکلیف پہنچی' انہیں معلوم تو ہو کہ کسی بے خطا آدمی کو ستانے پر یہ گت بنا کرتی ہے۔

نماز اور خطبہ میں لوگوں کی راحت کا خیال رکھنا

(ملفوظ ۹۱) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خطبہ نہایت اختصار سے پڑھا گیا
ہے اور دنوں میں جمعہ کا جیسا خطبہ پڑھا جاتا ہے آج بھی اسی قدر پڑھا گیا' زیادہ وقت صرف
نہیں ہوا۔ فرمایا کہ میں نے جو مجموعہ خطب لکھا ہے اس میں کوئی خطبہ سورۂ مرسلت سے بڑا نہیں
اور سنت بھی یہی ہے کہ نماز لمبی ہو اور خطبہ میں اختصار ہو مگر آج کل کے امام کہیں اس کو نہ سن لیں
کہ نماز لمبی ہو جیسے ایک شخص نے امام بن کر روڑکی میں جمعہ کی نماز پڑھائی تھی' گرمی کا زمانہ تھا'
لوئیں چل رہی تھیں' فرش تپ رہا تھا اور امام صاحب نے لمبی سورتیں شروع کر دیں' بعد نماز لوگوں
نے کہا کہ میاں یہ کیا کیا لوگ تو بہت پریشان ہوئے' فرماتے ہیں کہ ذرا سی گرمی میں گھبرا گئے اور
وہاں دوزخ میں کس طرح رہو گے' کم بخت سب کو دوزخ ہی میں بھیجنے کو پھرتا تھا' اللہ بچائے' جہل
سے جہل کی بھی کوئی حد ود نہیں۔ فرمایا ایسا ہی واقعہ کانپور کا ہے' ایک صاحب آ گئے اور یہ کہا کہ آج
جمعہ کی نماز میں پڑھاؤں گا' غرض نماز پڑھائی' لمبا خطبہ' لمبی نماز' لوگ گرمی کی وجہ سے پریشان
ہو گئے حتیٰ کہ ایک شخص کو گرمی سے قے ہو گئی' ایک اور لطیفہ ہوا بلکہ کثیفہ کہنا چاہیے۔ ایک شخص
نے اسی روز نماز شروع کی تھی اور اول جمعہ ہی کی نماز پڑھنے آیا تھا' نیت توڑ کر چل دیا اور یہ کہتا ہوا
کہ اسی واسطے تو میں نماز نہیں پڑھا کرتا۔ اس جمعہ کو تو تمام شہر میں کھلبلی پڑ گئی تھی اور جن حضرت
نے پڑھائی تھی صاحب سلسلہ کے بزرگ تھے' بزرگی اور چیز ہے فہم اور چیز ہے لمبے خطبے پڑھنے کا

سبب یہ ہے کہ ذرا لوگ سمجھیں کہ بڑے کوئی عالم ہیں۔ یہ ایک مرض ہے جس کو وہ حب جاہ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ نماز تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے تھے ایسی ہلکی پھلکی کہ ذرہ برابر مقتدیوں پر گرانی نہ ہو۔ حضرت تو صبح کی نماز میں "اذالشمس" "اذا السماء انفطرت" سورہ بروج پڑھا کرتے تھے ضرورت ہے اس کی کہ لوگوں کی راحت کا خیال رکھا جائے۔

خطبات الاحکام اور غیر مقلدین

(ملفوظ ۹۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے تو خطبے ہی نہایت مختصر تحریر فرمائے ہیں جس سے لوگوں پر ذرا برابر گرانی نہیں ہوتی' فرمایا جی ہاں کوئی خطبہ سورۂ مرسلت سے زیادہ نہیں' فرمایا کہ ایک خطبہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مختصر اور جامع ہے۔ میں پہلے اسی کو پڑھا کرتا تھا' اب اپنے لکھے ہوئے خطبے پڑھتا ہوں' ان میں بحمداللہ ہر باب کے احکام موجود ہیں' نہایت جامع اور مختصر ہیں' اس خطبہ کے متعلق مجھ کو خیال تھا کہ غیر مقلدین زیادہ پسند کریں گے اس لیے کہ ان میں تمام تر آیات اور احادیث ہیں مگر معلوم ہوا کہ محض اس لیے خفا ہیں کہ اردو میں خطبہ پڑھنے کی اس میں ممانعت ہے اس لیے نہیں خریدتے اور نہ پڑھتے ہیں' غیر مقلد بھی عجیب چیز ہیں' بجز دو چار چیزوں کے کسی حدیث کے بھی عامل نہیں مثلاً رفع یدین (رکوع میں جاتے اور اُٹھتے وقت ہاتھ اُٹھانا اور پکار کر آمین کہنا) آمین بالجہر بھلا اردو میں خطبہ پڑھنا کبھی سلف میں اس کا معمول رہا ہے' کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے' صحابہؓ نے پڑھا ہے' کسی کا تو معمول دکھائیں تو کیا ایسی حالت میں یہ اُردو میں خطبہ بدعت نہیں ہوگا' کچھ نہیں غیر مقلدی نام اسی کا ہے' جو اپنے جی میں آئے وہ کریں۔

ترکوں کے زمانہ میں حرمین میں عید کی نماز

(ملفوظ ۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلامی ریاستوں میں پہلے عیدین کی نماز پر بڑے اہتمام ہوتے تھے' اب تو آزادی کا ہر جگہ ایسا غلبہ ہوا ہے' پہلی باتیں رہی ہی نہیں اور عید کی نماز تو صاحب مکہ معظمہ میں ہوتی ہے' اشراق کے وقت تمام حرم شریف بھر جاتا ہے' جگہ نہیں رہتی' شریف اور پاشا سب وقت پر آ جاتے ہیں' امام سب کے بعد میں آتے ہی ان کے

آنے کے بعد کسی کا انتظار نہیں ہوتا۔ اب تو معلوم نہیں کیا ہوتا ہے جس زمانہ میں میں وہاں گیا اس وقت یہ صورت تھی پانچ چھ تو خطیب ہوتے تھے اس لیے کہ اگر کوئی حادثہ ہو جائے تو خطبہ قطع نہ ہو دوسرا فوراً کھڑا ہو جائے جب دوسرے خطبہ میں دعا میں سلطان کا نام آتا تھا تو ایک ترک خلعت لیے امام کی پشت پر تیار رہتا تھا' فوراً امام صاحب کے کندھوں پر ڈال دیتا تھا' اُدھر تو یہ ہوا اور اِدھر جھنڈی کے ذریعہ سے قلعہ میں خبر ہوگئی تو اکیس توپیں سلامی کے لیے چھوڑی جاتی تھیں اس وقت ایک خاص اثر قلب پر ہوتا تھا' اسلامی شان معلوم ہوتی تھی' پانچوں نمازوں کے وقت اذان کے ساتھ توپیں چلتی تھیں' ایک اسلامی شان نظر آتی تھی۔

ایک عرب لڑکے کی ذہانت

(ملفوظ ۹۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عرب کی ذہانت تو مشہور ہے ایک ثقہ نے بیان کیا کہ ایک ترکی ایک دکان پر سودا خریدنے گیا' دُکاندار کی عمر بالکل کم تھی' کچھ نرخ میں اختلاف ہوا' اتفاقاً اس نے کچھ تولنے کے لیے باٹ اُٹھایا وہ ترکی ذرا جھجکا اس لڑکے نے فوراً اُس کا گلا پکڑ لیا اور کہا کہ واللہ نصرانی (خدا کی قسم یہ تو عیسائی ہے) لوگ جمع ہوگئے اور پاجامہ کھول کر دیکھ لیا تو غیر مختون تھا' گرفتار کر کے حمیدیہ میں بھیج دیا' اس لڑکے سے پوچھا گیا تو نے کیسے سمجھا' اس نے کہا کہ ترک فاتح ہیں' ہم مفتوح تو اس کو ہم سے جھجک نہیں ہو سکتی' میں اس سے سمجھا کہ وہ بنا ہوا ترکی ہے۔

ایک عرب بدو کا حیرت انگیز واقعہ

(ملفوظ ۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک حکایت مجھ سے مولوی مجتبیٰ حسن صاحب نے جو مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے بڑے بھائی تھے' بیان کی تھی کہ اور ان سے مولوی عبدالحق صاحب شیخ الدلائل نے بیان کی تھی کہ ایک بوڑھے بدوی نے مدینہ منورہ میں جو کہ مدینہ منورہ میں روضۂ شریف پر بیٹھا رہتا اور روضۂ شریف کو تکا کرتا' میں بھی اس کے پاس محبت سے جا بیٹھتا' ایک دن مجھ سے کہا کہ تمہاری دعوت ہے' رمضان المبارک کا مہینہ تھا' میں نے دو عذر کیے' ایک یہ کہ میں چاول نہ کھا سکتا تھا' پیٹ میں پھوڑا تھا اور بدوی اکثر چاول ہی کھاتے

ہیں' دوسرے یہ کہ نہ معلوم بدوی کا کتنی دور مکان ہو تو بعد نماز مغرب کھانا کھانے جائیں گے پھر مسجد نبویؐ میں نماز عشاء نہ ملے گی اور قرآن شریف کی ترتیب بھی فوت ہو جائے گی اس لیے میں نے عذر کر دیا اور بدوی نے بے حد اصرار کیا' بدوی کے اصرار پر مجبور ہوئے اور دعوت قبول کر لی۔ بعد نماز مغرب ان کو لے چلے اور چلتے چلتے شہر سے باہر ہو گئے' اب جنگل میں چل رہے ہیں اور غصہ میں بھرے ہوئے ہیں کہ آج عشاء کی نماز مسجد نبویؐ میں کسی طرح بھی نہیں مل سکتی۔ غرض بہت دور جا کر کچھ جھونپڑیاں نمودار ہوئیں' ان کے قریب پہنچ کر آواز دی یا ولد یا ولد شیخ کے واسطے کھچڑی پکاؤ' ان کو بہت ناگوار ہوا کہ ابھی تو کھچڑی پکے گی پھر کھائیں گے اس کے بعد پھر اتنی دور کا سفر ہو گا مگر مجبور ہو کر بیٹھ گئے' کھچڑی تیار ہوئی' کھائی اس خیال سے کہ نماز تو جماعت سے عشاء کی ملے ہی گی نہیں بہت ناگواری ہوئی' پھر واپسی ہوئی' بدوی پہنچانے کے لیے ساتھ ہوئے مگر بوڑھے ہونے کی وجہ سے تیز نہیں چل سکتے' مجھ کو اور زیادہ ناگوار ہوا مگر تھوڑی دور چلنے کے بعد بدوی کو ایک اور مہمان مل گیا' وہ عذر کر کے واپس ہو گئے میں نے غنیمت سمجھا اور جلدی جلدی کر کے مسجد نبویؐ میں پہنچے کہ جماعت تو کیا ملتی مگر شاید دروازہ بند نہ ہوا ہو تو مسجد کی فضیلت تو نصیب ہو جائے گی' غرض شہر میں داخل ہو کر سیدھے مسجد نبویؐ پر آئے' اندر جا کر دیکھا کہ ایک شخص مسجد نبویؐ میں ایک طرف بیٹھا ہوا کچھ کھا رہا ہے۔ انہوں نے جا کر اس شخص سے سوال کیا کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہے تو کہتا ہے "انت مجنون" ابھی تو مغرب پڑھی ہے افطاری کھا رہا ہوں' ان کو حیرت ہوئی' غور کر کے دیکھا تو واقعی مغرب کا وقت ہے' اب ان کو یقین ہوا اور اس واقعہ کو ان بدوی کی کرامت سمجھے پھر رات کو جس طرح بھی گزری گزاری اور بعد نماز فجر ان کو تلاش کیا مگر کہیں ان بدوی کا پتہ نہ چلا۔ اب بتلایئے کہ کسی کو کیا کوئی حقیر اور ذلیل سمجھے' خیر اسی میں ہے کہ اپنے کو ذلیل و خوار اور دوسروں کو اپنے سے افضل تصور کرتا رہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ بدوی ابدال ہوں گے' فرمایا کہ جی ہاں وال کھلائی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابدال ہوں گے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی محمد قلندر صاحب جلال آبادی صاحب حضوری تھے' روزانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک سے مشرف ہوا کرتے۔

حضرت حاجی صاحب کے ابتدائی کتابوں کے استاد بھی ہیں' سفر مدینہ میں ان کے جمال سے جو کہ ایک لڑکا تھا غلطی ہوگئی انہوں نے اس کے ایک تھپڑ مار دیا بس حضوری بند ہوگئی' پریشان ہوگئے' مدینہ پہنچ کر مشائخ سے ذکر کیا' انہوں نے کہا کہ ایک عورت ہے مجذوب اس سے اُمید ہے کہ گرہ کھلے گی اس مجذوب عورت کو تلاش کیا' معلوم ہوا کہ وہ روضۂ مبارک پر حاضر ہوا کرتی ہے۔ انہوں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ان کو جوش آیا اور روضۂ شریف کی طرف اشارہ کر کے کہا ''کشف'' یعنی دیکھ انہوں نے جو اُدھر دیکھا تو بیداری میں زیارت ہوئی ایسے ہی ان بدوی کا واقعہ ہے' کسی کو ظاہری حالت سے حقیر نہ سمجھے کسی نے خوب کہا ہے:

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اور ایسے ہی حالات کے متعلق مولانا فرماتے ہیں:

مابروں رانتگریم و قال را   مادرون رابنگریم و حال را

نماز استسقاء سے متعلق دو واقعے

(ملفوظ ۹۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس راہ میں محض باتیں بنانے اور تحقیقات علمی سے کچھ کام نہیں چلتا' یہاں پر تو کام کرنے سے کام چلتا ہے اور حضرت حق تو بدون کیے ہوئے بہت سی رحمتیں فرماتے رہتے ہیں پس جبکہ باوجود ہماری کوتاہیوں کے یہ رحمت ہے تو اگر ہم پوری طرح سے اس طرف اپنی قوت اور وسعت کے موافق متوجہ ہو جائیں اور اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائیں۔ گزشتہ گناہوں سے رجوع اور آئندہ کے لیے عزم اعمال صالحہ کا کرلیں تو پھر کیسے رحمت نہ ہوگی۔ خوب فرماتے ہیں:

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد   اے خواجہ درد نیست دگرنہ طبیب ہست

سندیلہ لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے وہاں پر ایک مرتبہ بارش نہ ہوئی۔ اس کی وجہ سے مخلوق سخت پریشان تھی' کئی روز تک لوگوں نے جنگل میں جا جا کر نماز استسقاء کی پڑھی مگر بارش ہی نہ ہوئی اب اس نماز میں آپ خیال کر سکتے ہیں کہ بڑے بڑے نمازی اور ملا سب ہی شریک ہوتے تھے مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ بالآخر وہاں کی بازاری عورتیں وہاں کے رؤسا کے

پاس آئیں اور یہ کہا کہ یہ سب کچھ ہماری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کا نتیجہ ہے۔ ہماری نحوست کی بدولت اور سب بھی پریشان ہیں اگر ہمارے لیے آپ ایک خاص انتظام کر دیں تو ہم بھی جنگل میں جمع ہوکر اپنے افعال بد سے توبہ کریں وہ انتظام یہ کہ وہاں کوئی مرد نہ جانے پائے تاکہ بدنظری کا موقع نہ ملے ورنہ بجائے رحمت کے کہیں قہر خداوندی نازل نہ ہو۔ غرض وہاں کے رؤسا نے اس کا معقول انتظام کر دیا وہ بازاری عورتیں سب ایک جگہ جنگل میں جمع ہوکر سجدے میں گر گئیں اور رونا شروع کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ! اے رحیم اے کریم ہماری بداعمالیوں سے درگزر فرما ہم گنہگار ہیں روسیاہ ہیں ہماری نحوست کی وجہ سے آپ کی بہت سی مخلوق پریشان ہے اور جو کچھ اس حال میں حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کر سکیں خوب عرض کیا' حق تعالیٰ کے دربار میں عاجزی سے بڑھ کر کوئی چیز پسندیدہ نہیں جنہوں نے اس واقعہ کو مجھ سے روایت کیا' وہ یہ کہتے تھے کہ ان عورتوں نے ابھی سر نہ اُٹھایا تھا کہ موسلا دھار پانی پڑنا شروع ہو گیا' بڑے زور سے بارش ہوئی' ایسی کہ کوئی حد نہ رہی تمام جنگل و تالاب پُر ہو گئے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

ما بروں را ننگریم و قال را ما دروں را بنگریم و حال را

یعنی ہم ظاہر کو اور الفاظ کو نہیں دیکھتے اس کو دیکھتے ہیں جس میں خشوع اور خضوع ہو محض چکنے چپڑے اور لمبے چوڑے الفاظ کی وہاں قدر نہیں۔ دوسرا واقعہ موضع لوہاری میں ہوا بوجہ امساک باراں (بارش کا رُک جانا) مسلمانوں نے نماز استسقاء کی تیاری کی۔ وہاں کے ہندو کہنے لگے کہ فضول مسلمان اس اُمید میں کہ بارش ہوگی' کوشش کر رہے ہیں امسال تو بارش ہے ہی نہیں' مسلمانوں نے نماز استسقاء ادا کی اور یہ دُعا کی کہ اے اللہ! ہم کو ان کفار کے سامنے ذلیل و خوار نہ کیجئے' آپ کو بڑی قوت اور قدرت ہے' آپ بڑے ہی غفور و رحیم ہیں' ابھی مسلمان دعا کو ختم بھی نہ کرنے پائے تھے کہ باران رحمت کا نزول ہو گیا۔ اب سنئے وہی ہندو کہتے ہیں کہ یہ مسلے (مسلمان) ہیں پرمیشور کو بڑی ہی جلدی راجی (راضی) کر لیتے ہیں۔ دیکھئے باوجود ہماری اس حالت کے کہ ہمارا کوئی کام بھی ڈھنگ کا نہیں اور ہم سراسر خطاؤں اور لغزشوں سے بھرے ہوئے ہیں مگر اس پر بھی تھوڑی سی توجہ کر لینے پر ان کی رحمت

اور فضل شامل حال ہو جاتا ہے تو اعمال کی اصلاح پر کیسے رحمت سے نا اُمیدی اور مایوسی ہو سکتی ہے۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم خطاؤن و خیر الخطائین التوابون

(تم سب خطاوار ہو اور تم میں بہتر خطاوار توبہ کرنے والے ہیں)

مصائب کے اصل سبب معصیت کا بیان

(ملفوظ ۹۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل سبب مصائب کا معصیت ہے اب یہ شبہ ہوتا ہے کہ جو معصیت سے اجتناب رکھنے والے ہیں وہ بھی تو مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے مصائب میں اور ان کے مصائب میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ ان مصائب سے پریشان نہیں ہوتے اس لیے وہ حقیقی مصائب نہیں محض صورتاً مصائب ہیں اور وجہ پریشان نہ ہونے کی یہ ہے کہ ان کو حق تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اور محبت اور عشق وہ چیز ہے کہ تمام تلخیوں کو شیریں بنا دیتی ہے۔ میں اس پر ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ ایک عاشق مدت سے محبوب کی تلاش میں تھے کہ کہیں ملے تو دل ٹھنڈا ہو اس تمنا اور آرزو میں سالہا سال سے گرد چھانتا پھر رہا تھا کہ دفعتاً پشت کی طرف سے ایک شخص نے آ کر اور آغوش میں لے کر اس طرح دبایا کہ ہڈی پسلی ایک ہونے لگی اور آنکھیں تک باہر نکل آئیں مگر جب پیچھے نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہی محبوب ہے جس کی ملاقات کی تمنا میں برسوں گلیوں اور جنگلوں کی خاک چھان ماری۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ محبوب اس سے کہے کہ اگر تجھ کو میرے دبانے سے تکلیف یا ناگواری ہو تو میں تجھ کو چھوڑ کر کسی اور کو جو تیرا رقیب ہے جا دباؤں۔ صاحبو! اس وقت یہ بجز اس کے اور کیا کہے گا کہ یہ تکلیف نہیں، یہ تو ہزاروں راحتوں سے بڑھ کر راحت ہے۔ گو بظاہر جسم کو تکلیف ہوگی مگر قلب کی یہ کیفیت ہوگی اور بزبان حال یہ کہے گا:

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر ست

اور یہ کہے گا:

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہے گا:

ناخوش تو خوش بود برجان من　　دل فدائے یار دل رنجان من

اس بیان کے وقت حضرت والا پر ایک خاص حالت طاری تھی جس کا لطف اہل مجلس ہی اُٹھا رہے تھے اور قریب قریب اہل مجلس پر گریہ طاری تھا۔ (احقر جامع)

پھر دوبارہ حالت جوش میں حضرت والا نے فرمایا کہ خوب ہی فرمایا:

ناخوش تو خوش بود برجان من　　دل فدائے یار دل رنجان من

پھر اسی معاصی کے اثر کے سلسلہ میں فرمایا کہ بعض لوگ وہ ہیں جو بظاہر خود تو اعمال صالحہ کرتے ہیں اور معاصی سے بچتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کے افعال غیر مشروع ومعاصی میں بھی شریک رہتے ہیں جو خدا کے نافرمان ہیں۔ محض اس خیال سے کہ یہ دنیا ہے اس میں رہتے ہوئے برادری کنبہ کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے اور یہ مقولہ زبان زد ہے کہ میاں دین سے دنیا تھامنا بھاری ہے اور بعض وہ ہیں کہ شریک تو نہیں ہوتے مگر ہوتے ہوئے دیکھ کر ان منکرات کرنے والوں کے افعال سے نفرت بھی نہیں ہوتی انہیں شیر وشکر کی طرح ملے چلے رہتے ہیں۔ یعنی روزانہ کھانے پینے میں ان سے کوئی پرہیز نہیں کرتے۔ حاصل یہ ہے کہ اپنے کسی برتاؤ سے ان پر اظہار نفرت نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کے اعتبار سے اس شبہ مذکورہ کا جواب یہ ہے کہ یہ شرکت یا سکوت خود معصیت ہے تو ان کا ابتلاء بھی معصیت کے سبب ہوگا اور یہ سوال نہ ہوسکے گا کہ غیر عاصی پر بھی مصائب آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں امم سابقہ کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فلاں بستی کو الٹ دو۔ عرض کیا کہ اے اللہ! فلاں شخص اس بستی میں ایسا ہے کہ اس نے کبھی آپ کی کوئی نافرمانی نہیں کی۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مع اس کے الٹ دو وہ بھی ان ہی میں سے ہے اس لیے کہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اس کے تیور میں بھی بل نہ پڑتا تھا اور اس کی مثال تو دنیا میں موجود ہے جو شخص حکومت اور سلطنت کے باغیوں سے میل رکھتا ہے یا ان کو مدد دیتا ہے وہ شخص بھی باغیوں ہی میں شمار کیا جاتا ہے [illegible] وفادار ہیں وفاداری اسی وقت تک ہے کہ ہم ان [illegible] دشمنوں سے نہ ملیں ورنہ ایسے [illegible] داری نہ کہیں گے جو دشمنوں سے ملے یہ تو اجتماع ضدین ہے دونوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں:

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں　　ایں خیال ست ومحال ست وجنوں

محبت کی شان ہی جدا ہے

(ملفوظ ۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی ادا محبوب معلوم ہوتی ہے۔ محبّ کی نظر میں محبوب کی شان بچے جیسی ہوتی ہے کہ وہ نوچے کھونچے سب ادا پیاری معلوم ہوتی ہیں اور اگر یہی حرکت کوئی بڑا کرے ناگوار ہوں گی۔ میں خود اپنا حال بیان کرتا ہوں کہ ایک شخص ایک بات کرتا ہے ناگوار معلوم ہوتی ہے دوسرا وہی بات کرتا ہے اچھی تو کیا مگر ہاں ناگواری نہیں ہوتی۔ بجز محبت کے اس کا کوئی ضابطہ نہیں حدود نہیں واللہ العظیم محبت وہ چیز ہے کہ عتاب اور غصہ پر بھی پیار معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ　　ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

محبت کے معاملات کی اور ہی شان ہوتی ہے اور اس پر قانون سے کوئی ملامت بھی نہیں ہوسکتی۔ گو خشک علماء نے اہل محبت پر بہت کچھ طعن وتشنیع کیے ہیں مگر ان کے ایسا کرنے کا سبب محبت کی حقیقت سے بے خبری ہے ان کو اس کوچہ کی ہوا ہی نہیں لگی۔

اس طریق میں راہبر کامل کے بغیر قدم نہ رکھے

(ملفوظ ۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ طریق اصلاح بہت ہی نازک چیز ہے ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتا جیسے طبیب جسمانی کا علاج ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس وقت کتابوں کے مطالعہ کر لینے کو لوگ بڑا کمال اور انتہائے معراج سمجھتے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو طب کے اندر بھی تو کتابیں مدون ہیں ان کو دیکھ کر امراض جسمانی کا علاج کیوں نہیں کر لیتے۔ سو جیسے وہاں خود علاج نہیں کر سکتے یہاں بھی نہیں کر سکتے جیسے وہاں طبیب جسمانی کی ضرورت ہے ایسے ہی یہاں طبیب روحانی کی ضرورت ہے۔ آخر دونوں میں فرق کیا ہے ذرا میں بھی سننے کا مشتاق ہوں۔ میں اس وقت ان لوگوں کے متعلق بیان کر رہا ہوں جو اس راہ میں قدم رکھنا چاہتے ہیں وہ ذرا کان کھول کر سن لیں میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ کمال کبھی بدون ماہر سے حاصل کیے نہیں پیدا ہوسکتا خود بخود اس راہ کو طے کرنا چاہتے ہیں سخت

دھوکہ میں ہیں سخت غلطی میں ہیں اور اس غلطی کی بدولت ہزاروں اپنی جانیں دے بیٹھے۔
اس راہ میں راہبر کی ضرورت ہے اور راہبر بھی کامل راہبر خاص ریاست رام پور کا ایک قصہ
ایک میرے ہم سبق مولوی مظہر نے حضرت استاذی مولانا محمد یعقوب صاحب کے حضور
میں بیان کیا کہ وہاں ایک درویش پر ایک حال طاری ہوا۔ بے چارے فن سے ناواقف تھے
اس لیے وارد کی حقیقت نہ معلوم کر سکے۔ فلاں مولوی صاحب جو شیخ بھی مشہور تھے اس
وقت زندہ تھے یہ درویش اس کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ مولوی صاحب اس وقت
درس میں تھے اور طلباء مثنوی شریف کا سبق پڑھ رہے تھے۔ یہ درویش اس وقت ایسی حالت
میں تھا کہ جس میں انسان اپنے کو زندیق اور ملحد بلکہ کتے اور سور سے برا سمجھتا ہے۔ مولوی
صاحب نے اس سے پوچھا کہ بھائی تم کون ہو اور کیسے آئے' عرض کیا کہ میں شیطان ہوں'
مولوی صاحب نے کہا کہ اگر شیطان ہو تو "لاحول و لا قوۃ الاّ باللّٰہ"

وہ شخص وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا اور یہ سمجھا کہ جب واقف راز
شخص نے بھی مجھ کو ایسا ہی سمجھا تو میں واقع میں ایسا ہی ہوں جب یہ ہے تو ایسے مردود سے دنیا کا
پاک ہو جانا ہی بہتر ہے۔ اپنے ایک مرید سے کہا کہ میں اپنا گلا کاٹوں گا' اگر کچھ کھال باقی رہ
جائے تو جدا کر دینا' اس نے وعدہ کر لیا اس شخص نے حجرہ میں پہنچ کر چاقو سے اپنی گردن جدا
کر دی' مرید نے حجرہ کھول کر دیکھا تو پیر کا کام تمام ہو چکا تھا کچھ کھال الجھی ہوئی تھی اس کو
حسب وصیت اس نے جدا کر دیا۔ اس حالت میں مرید کو پولیس نے گرفتار کر لیا چونکہ معاملہ
سنگین تھا اس لیے خاص نواب صاحب کے دربار میں مقدمہ پیش ہوا مرید کے بیان ہوئے ان
مولوی صاحب کو بھی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے بھی اپنی معلومات کے موافق شہادت دی کہ
واقعی یہ شخص درس کے وقت میرے پاس آیا تھا اور یہ کہا تھا قرائن سے مرید کے بیان کا صحیح ہونا
معلوم ہو گیا' تب بے چارہ مرید کی جان بچی اور واقعہ کی حقیقت کا انکشاف ہوا حضرت مولانا محمد
یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا کہ ان مولوی صاحب نے کچھ غور نہ فرمایا اس کا
جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ اگر تو شیطان بھی ہو تو کیا ہوا شیطان بھی تو انہیں کا ہے نسبت تو پھر بھی
باقی ہے۔ اس سے اس شخص کی تسلی ہو جاتی اور یہ جواب علمی تو نہ تھا کیونکہ ایسی نسبت مطلوب

تھوڑا ہی ہے لیکن یہ جواب حالی تھا یعنی خاص اس کی حالت کے مناسب تھا جیسے طبیب بعض اوقات خلاف قواعد کسی خاص مزاج کے اعتبار سے کچھ علاج کرتا ہے اسی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ اس راہ میں ایسے شخص کی ضرورت ہے جو جامع بین الاضداد ہو جو سب کی رعایت کر سکے اور وہ اضداد محض صورتاً ہوتے ہیں حقیقتاً نہیں ہوتے اور ایسا جمع سخت نازک کام ہے۔

علماء ظاہر کے لیے تو یہ آسانی ہے کہ وہ ظاہر پر اور قاعدہ پر فتویٰ دے کر الگ ہو جاتے ہیں اور غیر عالم کو یہ آسانی ہے کہ اس کو حدود پر نظر ہی نہیں اپنے ذوق پر حکم لگایا' مشکل غریب جامع ظاہر و باطن کی ہے کہ اس کو دونوں متضاد کو جمع کر کے فتویٰ دینا پڑتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بدون رہبر کامل کے اس طریق میں قدم نہ رکھنا چاہیے اور اگر اس پر کسی کو شبہ ہو کہ ہم نے تو اس قسم کی بہت حکایت سنی ہیں کہ بہت لوگ بدون رہبر کے اس راہ کو طے کر گئے اور منزل مقصود پر پہنچ گئے تو صاحبو! ایسا اول تو نادر ہے اور نادر قابل اعتبار نہیں پھر وہ نادر بھی کسی راہبر کی عنایت اور توجہ ہی کا ثمرہ ہوتا ہے اس لیے کہ وہ غیبت میں مخلوق کے لیے دعا کیا کرتے ہیں جس کی اس شخص کو خبر بھی نہیں تو اب بتلایئے اہل اللہ کی عنایت سے کوئی مستغنی کب ہوا اور میں تو اس باب میں ایسے محقق مسلم شخص کا فیصلہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس کے سن لینے کے بعد آپ کو کوئی شبہ ہی نہیں رہ سکتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں:

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اور تنہا راہ کو طے کرنے کے متعلق بھی انہیں کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

یار باید راہ را تنہا مرو بے قلاوز اندریں صحرا مرو

کہ اس بیابان میں بدون رہبر کامل کے قدم نہ رکھو جس طرح بھی ممکن ہو ضرور کسی کو ساتھ لے لو اس لیے کہ وہ تم کو اس راہ پر خطرے اور دشوار گھاٹی سے حفاظت کے ساتھ نکال دے گا اور یہ سب ہائیکورٹ کے نظائر ہیں جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہ سکتا۔ فرماتے ہیں:

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید ہم بعون ہمت مرداں رسید

اور ایک دوسرے اہل تجربہ حضرت شیخ فرید شکر گنج فرماتے ہیں:

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق عمر بگذاشت و نشد آگاہ عشق

گر ہوائے ایں سفر داری دلا دامن رہبر بگیر وپس بیا
در ارادت باش صادق اے فرید تابیابی گنج عرفاں را کلید

خلاصہ یہ ہے کہ نہ بدون کام کیے کچھ ہوتا ہے اور نہ بدون رہبر کے یہ راہ طے ہوتی ہے اور اس کا دامن پکڑ کر بھی کام جب بنے گا کہ جب اس کے سامنے اپنے کو اور اپنی رائے کو فنا کر دو مٹا دو اور اس راہ میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی اس کی ضرورت ہے اور پہلی منزل اور شرط اعظم ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

بندہ کی ہمت اور حق تعالیٰ کا جذب

(ملفوظ ۱۰۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ کام سب کچھ ہو سکتا ہے ہمت کی ضرورت ہے بندہ کا فرض کام شروع کر دینا ہے اس میں لگ جانا ہے اور وہ صرف اسی کا مکلف ہے پھر چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ہو رہے گا' ہمت تو وہ چیز ہے کہ پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے اہل تواریخ نے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی ہمت کی ایک حکایت لکھی ہے جس وقت زلیخا نے مکان میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو بلایا ہے تو اس مکان کے یکے بعد دیگرے سات درجے تھے اور ساتوں مقفل کر دیئے گئے تھے اور قفل بھی نہایت مضبوط تھے مکان کو اس قدر محفوظ کر کے تب زلیخا نے اپنی خواہش کا اظہار کیا مگر قوت کے سامنے ایک بھی زلیخا کی نہ چلی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ قوت نبوت ہی تھی جو سیدنا یوسف علیہ السلام کا اتنا قوی توکل رہا ورنہ دوسرا تو سر کے بل آ کر گر جاتا۔ غرض مکان سب مقفل اس میں سے نکل جانے کے لیے کوئی راستہ بظاہر نظر نہیں آتا تھا مگر اللہ رے ہمت اور بھروسہ اس وقت آپ پر یہ حال غالب ہوا کہ مجھ کو اپنا کام کرنا چاہیے' آگے ان کا کام ہے ضرور مدد فرمائیں گے۔ غرض یہ کہ سیدنا یوسف علیہ السلام وہاں سے توکل پر بھاگے اور زلیخا پیچھے دوڑیں جس دروازہ پر آپ علیہ السلام پہنچتے تھے پہنچنے سے قبل اس کا قفل ٹوٹ کر کواڑ کھل جاتے تھے' ساتوں دروازوں کو اسی طرح طے کر گئے اور عفت اور عصمت کے

ساتھ باہر نکل آئے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید خیرہ یوسف وارے باید دوید

اور مشکل کام ہم کو ہی مشکل معلوم ہوتا ہے باقی ان کے نزدیک تو سب آسان ہے البتہ وہ طلب کو دیکھتے ہیں پھر تو سب کچھ اُدھر ہی سے ہو جاتا ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست باکریماں کارہا دشوار نیست

اور جو لوگ بیٹھے ہوئے نری آرزو اور تمنائیں پکاتے رہتے ہیں وہ اکثر محروم رہتے ہیں۔ غرض ان کی طرف سے کچھ بھی کمی نہیں مگر آپ بھی تو کچھ کیجئے ذرا حرکت کر کے دیکھئے پھر دیکھئے برکت ہوتی ہے یا نہیں، بندہ ذرا بھی حرکت کرتا ہے تو اُدھر سے جذب ہوتا ہے رحمت اور فضل متوجہ ہو جاتے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو کوئی بڑے سے بڑا بھی واصل نہ ہو سکتا کیونکہ بدون اس طرف سے جذب ہوئے یہ مسافت طے ہونا محال ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

نہ گردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدن ہا کہ می بالدبہ خود ایں راہ چوں تاک از بریدن ہا

پھر اگر اب بھی کوئی محروم رہے تو بجز اس کے کیا کہیں گے کہ اس شخص نے اپنے ہاتھوں اپنی استعداد خراب کر لی جس کی وجہ سے یہ محروم ہے اور خسران اس کی گلوگیر ہے۔ خوب فرماتے ہیں:

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر (یعنی اختیار امنہ)
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا (یعنی اختیار امنک)

بے فکری جرم عظیم ہے

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری جو لوگوں سے لڑائی ہوتی ہے کہ کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ مہذب فوجداری نہ ہو تو اس کی اصلی وجہ صرف یہی ہے کہ میری نظر کوتاہی کی اصل منشاء پر پہنچ جاتی ہے اور منشاء سخت ہوتا ہے پس مجھ پر زیادہ تر اثر ان مناشی کا ہوتا ہے ناشی کا نہیں ہوتا جس پر دوسروں کی نظر پڑتی ہے اور وہ خفیف چیز ہوتی ہے مثلاً ناشی کیا ہے کہ ناتمام یا بے تحقیق بات کہہ دی جس سے دوسرے کو غلط فہمی اور اذیت ہوئی تو یہ اپنی ذات میں معمولی بات ہے لیکن اس کا منشاء ہے بے فکری اور وہ جرم عظیم ہے اس لیے لوگ تو سمجھتے ہیں

کہ ذرا سی بات پر غصہ آ گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت بڑی بات پر غصہ آیا پھر باوجود اس کے جرم عظیم ہونے کے اگر کسی کا فہم صحیح ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ قصد اصلاح کے بعد اصلاح کر سکے گا تب تو اس کی اصلاحی خدمت کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ گو اس میں بے فکری ہے لیکن چونکہ فہم درست ہے اس لیے اس کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ ذرا توجہ کرے گا تو یہ مرض بے فکری کا جاتا رہے گا اور اگر بے فکری کے ساتھ بدفہمی بھی ہے تو اس کا علاج میری طبیعت پر بوجہ عدم مناسبت بہت گراں ہے میں ایسے شخص کو کہہ دیتا ہوں کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہ ہوگی کسی دوسرے سے رجوع کرو اگر تم چاہو گے تو کسی مصلح کا پتہ بتلا دوں گا کیونکہ اس طریق میں بڑی شرط نفع کی مناسبت ہے جب یہ نہیں تو لوگوں کو جمع کرنے سے کیا فائدہ مجھ کو کوئی فوج تھوڑی ہی بھرتی کرنا ہے اور بعض مصلحین ایسے مزاج کے ہوتے ہیں کہ ان کو ایسے امور سے تنگی نہیں ہوتی وہ اس کی اصلاح کر سکتے ہیں کہ وہاں مانع نہیں یعنی عدم مناسبت۔

ہم تو عاشق احسانی ہیں

(ملفوظ ۱۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عاشق کی دو قسمیں ہیں عاشق ذاتی اور عاشق احسانی تو ہم عاشق احسانی ہیں (عاشق ذاتی یعنی ذات حق کا عاشق اور عاشق احسانی یعنی جو انعامات الٰہیہ کی وجہ سے عاشق ہو) سبحان اللہ کیا ٹھیک بات فرمائی اگر ہم کو کوئی تکلیف نہ ہو اور نعمتیں فائض ہوتی رہیں تو زہد بھی ہے اور توکل بھی ہے تہجد بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ المشائخ ہیں اور جہاں کوئی تکلیف یا راحت میں کمی ہوئی سب ختم جیسے ایک ظریف شاعر نے ایک طوطے کی تاریخ موت لکھی ہے:

میاں مٹھو جو ذاکر حق تھے رات دن ذکر حق رٹا کرتے
گربہ موت نے جو آدابا کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے ٹے

پس ہم اطمینان میں ذاکر اور مصیبت میں اصلی بولی پر آ جاتے ہیں۔ اسی طوطے کے مشابہ ہیں۔

علماء کی کم ہمتی کی وجہ

(ملفوظ ۱۰۳) بعض مفاسد کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے

فرمایا کہ یہ سب کچھ خرابی نااہلوں کے علم پڑھ لینے کی بدولت ہو رہی ہے۔ ان میں اکثر طماع (لالچی) ہیں اور بعض جگہ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ امراء نے اپنے بچوں کو علم دین پڑھانا چھوڑ دیا' غرباء علم دین پڑھتے ہیں تو وہ کہاں سے بلند حوصلہ لائیں' سو یہ انتخاب کی غلطی ہے جس کی ذمہ دار قوم ہے اہل علم کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنی فاقہ مستی پر نازاں ہوں اور خوش رہیں اور کسی اہل دنیا کی طرف ہاتھ نہ پھیلائیں بلکہ منہ بھی نہ لگائیں علماء کو تو اس کا مصداق بننا چاہیے۔

ایدل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی　　بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

یہ تو مال کے ساتھ انکا معاملہ ہوا اور جاہ کے ساتھ یہ ہو کہ

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں　　شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

غرض ان اہل علم کو تو دنیا اور دنیا والوں پر نظر بھی نہ کرنا چاہیے بلکہ یہ کہہ دینا چاہیے:

ما اگر قلاش دگر دیوانہ ایم　　مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ گنگوہیؒ کی یہ حالت تھی کہ کثرت سے آپ کے گھر فاقے رہتے تھے۔ حضرت میں زہد کی شان کا بہت ہی غلبہ تھا حالانکہ ابراہیم لودھی بادشاہ کی بہن آپ کی مرید تھیں مگر ان سے کوئی ہدیہ وغیرہ قبول نہیں کیا جاتا تھا جس کا سبب ان کا کوئی نقص نہ تھا' ان کی تو یہ حالت تھی کہ حضرت یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بزرگوں کے طریقہ کے خلاف نہ ہوتا تو میں اس عورت کو خلافت دیتا۔ غرض آپ کے یہاں فاقوں کی یہاں تک نوبت پہنچ جاتی کہ گھر میں سے گھبرا جاتیں تو فرمایا کرتے کہ گھبراؤ نہیں ہماری راحت کا سامان ہو رہا ہے' وہ پوچھتیں کہاں' فرماتے جنت میں سامان ہو رہا ہے۔ وہ بھی ایسی تھیں کہ اس پر قانع ہو جاتیں گھر میں ان کے پاس ایک چاندی کا ہار تھا۔ جب شیخ گھر میں آتے تو فرماتے کہ دنیا کی بو آتی ہے' اتفاق سے ایک بزرگ حضرت کے گھر مہمان ہو کر تشریف لائے' ان سے حضرت کے گھر میں سے شکایت کی کہ رکن الدین کی شادی کی ضرورت سے میرے پاس چاندی کا ایک ہار ہے مگر اس کے متعلق بھی جب گھر میں تشریف لاتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ دنیا کی بو آتی ہے تب ان بزرگ نے شیخ سے فرمایا کہ میاں اس بیچاری کے کیوں پیچھے پڑے' تم کو سب کی دنیا سے کیا بحث' پھر کبھی کچھ نہیں فرمایا اور ان

بیچاری کی جان بچی اور وہ بار محفوظ رہا ورنہ گھر میں سے اس کے نکال دینے کیلئے بھی سر تھے۔ یہ شان اہل علم کی ہونا چاہیے اس پر خواہ کوئی اعتراض کرے خواہ دیوانہ سمجھے' یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آج کل ترقی کا زمانہ ہے ایسے لوگوں کو جو کہ دنیا کو ترک کرتے ہیں اور توکل یا زہد اختیار کرتے ہیں بیوقوف اور دیوانہ سمجھتے ہیں۔ بس اس کا یہ جواب دینا چاہیے:

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد مرعسس رادید و درخانہ نشد

شیخ کامل اور قلب کی صفائی

(ملفوظ ۱۰۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کی مثال بالکل طبیب کی سی ہے اگر طبیب اناڑی ہے تو پھر جان کی خیر نہیں۔ جیسا کہ مقولہ مشہور ہے کہ (نیم حکیم خطرہ جان نیم ملا خطرہ ایمان) بعض اناڑی شیخ سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکتے ہیں۔ اسی سبب سے لوگوں کی تربیت اور اصلاح نہیں ہوتی جیسے ایک طبیب کا قصہ ہے کہ کسی مریض کا علاج کیلئے بلائے گئے مریض کی چارپائی کے نیچے نارنگی کے چھلکے پڑے ہوئے تھے' حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے اس مریض نے اقرار کیا کہ بیشک کھائی ہے۔ حکیم صاحب کے صاحبزادے بھی ساتھ رہتے تھے' مکان پر آ کر حکیم صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیسے معلوم کر لیا تھا کہ اس مریض نے نارنگی کھائی ہے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ بیٹا اس کی چارپائی کے نیچے نارنگی کے چھلکے پڑے ہوئے تھے بس اب کیا تھا صاحبزادے کے ہاتھ ایک قاعدہ کلیہ آ گیا۔ گو وہ ایک واقعہ جزئیہ تھا اب حکیم صاحب کے بعد صاحبزادہ کا زمانہ آیا۔ ایک مریض کو دیکھنے کے لیے بلائے ہوئے گئے' اتفاق سے اس مریض کی چارپائی کے نیچے نمدہ پڑا ہوا تھا' آپ نبض دیکھ کر فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نمدہ کھایا ہے' لوگوں نے اس کو وہاں سے یہ کہہ کر نکال دیا کہ تمہاری دم میں نمدہ یہ تو ایک حکایت ہے جو میں نے توضیح کے لیے اس وقت بیان کی مگر آج کل حالت مشائخ کی یہ ہی ہو رہی ہے کہ سب کو ایک ہی وظیفہ ایک ہی ورد یہ سب باتیں فن سے واقف نہ ہونے کی بدولت ہو رہی ہیں۔ تصوف کو ان لوگوں نے بدنام کر دیا' تصوف کی جو حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں

تھی اس کو تو لوگوں نے مستور بلکہ مقصود ہی کر دیا۔ شیخ کو تو ایسا حکیم ہونا چاہیے جیسے ایک بزرگ کے پاس ایک شخص مرید ہونے گئے' بزرگ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مال سے محبت ہوگی' عرض کیا کہ سو روپیہ ہیں' فرمایا ان کو علیحدہ کر کے آؤ' عرض کیا بہت اچھا' دریافت فرمایا کہ کس طرح کرو گے' عرض کیا کہ مسکین کو دیدونگا' فرمایا کہ اس میں تو حظ ہوگا نفس کو کہ ہم نے بڑی سخاوت کی' دریا میں پھینک کر آؤ' عرض کیا کہ بہت اچھا دریافت فرمایا کہ دریا میں کس طرح پھینکو گے' عرض کیا کہ ایک دم سب کو لیجا کر پھینک آؤں گا' فرمایا کہ نہیں ایک روپیہ روز پھینک کر آؤ تا کہ نفس پر روزانہ آرا چلا کرے۔ یہ ہے شیخ ہونے کی شان' امراض کا علاج مثل طبیب کے کرتے ہیں' سب کو ایک ہی لکڑی نہیں ہانکتے' بعض سے مال کو جدا کراتے ہیں اور بعض کو مال جمع کرنے کو کہتے ہیں بعض مشائخ نے تو سلطنت تک ترک کرادی جس کو آج انتہائی معراج کا زینہ لوگ سمجھتے ہیں اور جس کے پیچھے دین ایمان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ معلوم بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اصل راز یہ ہے کہ وہ دنیا کو قلب سے نکالیں' گو ہاتھ میں بقدر ضرورت رہے قلب تو بس حق تعالیٰ ہی کے رہنے کی جگہ ہے۔ صاحبو! قلب کو صاف رکھو نہ معلوم کس وقت نور حق اور رحمت حق قلب پر جلوہ گر ہو جائے اس لیے ہر وقت اس کے مصداق بنے رہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(اس بادشاہ کی طرف ایک لحہ کو بھی غافل نہ ہو ممکن ہے کہ وہ توجہ فرمادے اور تجھے خبر بھی نہ ہو)

ان فضولیات کو چھوڑ و کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو مسلمانوں اور کافروں میں تو یہی فرق ہے کہ مسلمان عاقبت کی فکر میں لگے ہیں اور دنیا کو چھوڑے ہوئے ہیں اور کفار عاقبت کو چھوڑے ہوئے ہیں اور دنیا کی فکر میں لگے ہیں ان کفار کی انہاک کی بالکل یہ حالت ہے:

عاقبت سازد ترا ازدیں بری ایں تن آرائی و ایں تن پروری

(یہ بدن کے بناؤ سنگھار میں لگا رہنا انجام کار تیرے دین ہی کو برباد نہ کردے۔)

اور اسی مضمون کو فرماتے ہیں جس میں مسلمانوں اور کافروں کے مقصود کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

انبیاء در کار دنیا جبری اند کافراں درکار عقبےٰ جبری اند

(انبیاء علیہم السلام تو دنیا کے کاموں میں جبری ہیں کہ جب کوئی کام اپنی مرضی کے خلاف دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ کی یہی مرضی تھی ہمارا اس میں کیا اختیار ہے اور کفار آخرت کے کاموں میں جبری ہیں کہ نماز نہ پڑھیں اور جب کوئی باز پرس کرے تو کہیں کہ بھائی اللہ کا حکم ہوگا جب ہی پڑھیں گے ورنہ ہمارے اختیار میں کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام آخرت کے کاموں میں اپنے کو مختار سمجھ کر ان کے کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور کافر لوگ دنیا کے کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور ان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہیں ۔۱۲)

مسلمانو! تمہاری فلاح اور بہبود اسی میں ہے کہ تم خداوند جل جلالہ کے راضی کرنے کی فکر کرو، پھر تو دین کے ساتھ دنیا بھی تمہاری جوتیوں سے لگی پھرے گی، تم دین اختیار کرو پھر دنیا تو تمہاری لونڈی غلام ہے تم سے پہلے بھی کر کے دکھلا گئے باوجود سلف کے نظائر کے تم ان واقعات کو نظر انداز کر رہے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تم مصائب و آلام کا شکار بنے ہوئے ہو کس طرح دل میں دل ڈال دوں اور کس طرح اطمینان دلاؤں، قسم سے زائد اور کوئی ذریعہ اطمینان کا اس وقت میرے پاس نہیں، میں خدا کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں، واللہ ثم واللہ ثم واللہ اگر تم خدا کے دین کی رسی کو مضبوط پکڑ لو جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً و لا تفرقوا

تو پھر تم سلف کی طرح تمام دنیا کے مالک بن جاؤ مگر مشکل تو یہ ہے کہ آج کل مسلمانوں کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اپنے سے بے خبر ہیں اس ہی لیے مسلمان تباہ حال ہیں ایسوں ہی کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند　　ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

(بلی کو صدر اعظم کتے کو وزیر اعظم اور چوہے کو وزیر مملکت بنالیں تو یہ ارکان سلطنت ملک کو ویران ہی کریں گے۔)

چھوڑ ان فضولیات کو مسلمانوں کا مذاق تو قرآن و حدیث کے مطابق یہ ہونا چاہیے جس کو فرماتے ہیں:

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم　　از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(ہم نے سکندر دارا کے قصے نہیں پڑھے ہم سے حق تعالیٰ کے عشق اور ان سے وفاداری کی باتوں کے سوا کچھ مت پوچھو۔۱۲)

اس ملفوظ اور ایسے ہی اور ملفوظات سے کسی کو یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ حضرتؒ مسلمانوں کو دنیا کے تمام کاموں کو ترک کر کے خانقاہ کے کونہ میں بیٹھنے کی تعلیم فرمار ہے ہیں کیونکہ یہ تعلیم تو اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیخلاف ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس عالم میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے تو اس عالم کے تمام انتظامات کرنا عین مرضی حق کے مطابق ہے تو اس کی تعلیم کیسے دی جاسکتی ہے۔ حضرتؒ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو دست بکار دل بیار ہونا چاہیے جس طرح مسلمانوں نے حق تعالیٰ سے بالکل تعلق قطع کر لیا ہے اور سراپا دنیا میں منہمک ہو گئے ہیں اس کی اصلاح مقصود ہے اس کو یوں سمجھ لو کہ اگر کسی کو کوئی غم پیش آ جائے یا کوئی اور فکر مقدمہ فوجداری کی لگ جائے تو یہ شخص کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے دنیا کے سارے کام کرتا ہے۔ مگر دل میں ہر وقت وہی غم اور فکر سوار ہے اور ایسا کوئی نہ کوئی واقعہ ہر شخص کو پیش آ ہی جاتا ہے تو جو کیفیت اس غم اور فکر کے وقت قلب اور ظاہری اعضاء کی ہوتی ہے وہی کیفیت مسلمان کی ہونا چاہیے کہ دل میں اللہ بسا ہوا ہو اور ہاتھ پیروں سے امور سلطنت انجام دیا جاتا ہو جس کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین برسوں تک کر کے دکھا گئے ہیں۔ نوکری کرو تجارت کرو زراعت کرو سلطنت کرو مگر دل میں تعلق مع اللہ ہو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس طرح آج ہم اپنے حاکم یا امریکہ اور لندن والوں کی رضا جوئی کے لیے اپنی مصلحتوں تک کو فوت کر دیتے ہیں دل میں اللہ سے تعلق ہونے پر ان کی مرضی کے آگے اپنی مصلحتوں اور خواہشوں کو نہایت خوشی سے چھوڑ کر حق تعالیٰ کی مرضی پر چلیں گے اور بہت سہولت سے چلیں گے۔ خوب سمجھ لو

شیخ وہ ہے جس میں دین انبیاء علیہم السلام کا سا ہو

(ملفوظ ۱۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت شیخ اکبر کا قول نقل فرمایا کہ شیخ وہ ہے جس میں دین انبیاء علیہم السلام کا سا ہو تدبیر اور تجویز طبیب کی سی ہو سیاست و دار و گیر محاسبہ ومعاقبہ بادشاہوں کا سا ہو۔

اصلاح کے طریقہ میں شیخ اکبرؒ کیساتھ شرکت

(ملفوظ ۱۰۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اصلاح کے اس خاص طریق کے متعلق جو میرا معمول ہے یعنی دار وگیر بعض اوقات خود مجھ کو شبہ ہوتا تھا کہ اپنے بزرگوں کے خلاف نہ ہو گو اصلاح تو اپنے بزرگ بھی فرماتے ہی تھے مگر وہاں یہ خاص صورت یعنی روک ٹوک دار وگیر محاسبہ نہ تھی مگر آداب الشیخ رسالہ دیکھ کر بڑی قوت ہوئی کہ میں اس طرز میں تنہا نہیں ہوں بلکہ اتنا بڑا شیخ بھی میرے ساتھ ہے بلکہ جو آداب شیخ اور مرید کے اور طریق تربیت وتعلیم کے اس میں شیخ نے لکھے ہیں اور قیود پابندیاں عائد کی ہیں اس قدر تو اب تک بھی میرے یہاں نہیں۔ پس میرا وہ شبہ کہ یہ میرا طرز بدعت نہ ہو شیخ امام محی الدین ابن عربی کا رسالہ آداب الشیخ دیکھ کر جاتا رہا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میرے سامنے ایک صاحب حکیم عبدالمجید خاں صاحب دہلوی کے پاس مرض جذام کے علاج کو آئے حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر اور حالات معلوم کر کے فرمایا کہ کچھ قیام کی ضرورت ہے اس پر مریض صاحب نے کچھ مشغولی کاروبار ریاست کے سبب عذر کیا اور عرض کیا کہ نسخہ لکھ دیجئے گا اور وہ نسخہ تھا خاندانی اور من جملہ اسرار۔ اس پر حکیم صاحب بگڑ گئے فرمایا کہ کل کو کہنا کہ اپنی بیٹی دے دو اور بہت سخت سست کہا' بیچارا بہت ہی ذلیل وخوار کی طرح کھڑا رہ گیا' بہت ہی شرمندہ ہوا اور حکیم صاحب ہیں کہ برس رہے ہیں واقعی اہل کمال میں استغنا ہوتا ہے۔

مرید کا شیخ سے مزاحمت کرنا

(ملفوظ ۱۰۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مرید کا شیخ کے ساتھ طریق میں مزاحمت کرنا ایسا ہے جیسے بیٹا باپ کے ساتھ مزاحمت کرے اور شاگرد استاد کے ساتھ مزاحمت کرے اور کوئی نوکر اپنے آقا یا افسر کے ساتھ مزاحمت کرے' چاہے مرید کی کوئی خاص رائے مفید ہی ہو مگر آئندہ کے لیے دروازہ کھلتا ہے اور اس کی عادت پڑتی ہے اس لیے شیخ اس کو مٹا دیتا ہے۔ اب یہ چیزیں مدون تھوڑا ہی ہیں یہ اجتہادی اور ظنی باتیں ہیں

اہل فن سمجھ سکتے ہیں۔ غیر اہل فن کے بس کا کام نہیں جیسے طبیب حاذق سمجھتا ہے امراض کو اور غیر حاذق تو گڑبڑ ہی کرے گا سمجھے گا خاک بھی نہیں۔

قواعد یاد ہو جانے سے بے فکری

(ملفوظ ۱۰۸) فرمایا ایک روز ڈاک میں خطوط زائد آئے تو ایک صاحب کہنے لگے کہ آج تو خط بہت ہیں' میں نے کہا کہ جب تک ضابطے یاد ہیں کیا فکر ہے بالکل ایسا ہی قصہ ہے کہ ایک مکان میں ایک سخی رہتا تھا سائلوں کو بہت دیتا تھا' اتفاق سے سخی نے اس مکان کو چھوڑ دیا اور ایک بخیل صاحب آ کر رہے' عادت کے موافق سائلوں کا ہجوم رہتا تھا مگر یہ سب کو اللہ کریم کر کے رخصت کر دیتا' عرب میں دستور ہے کہ جہاں سائل سے اللہ کریم کہا سائل فوراً واپس ہو جاتا ہے۔ ایک روز بخیل بہت پریشان ہو کر گھر میں گیا اس کی لڑکی نے پریشانی کا سبب دریافت کیا اس نے کہا یہاں کس کثرت سے سائل آتے ہیں' لڑکی نے کہا کہ جب تک اللہ کریم یاد ہے اس وقت تک کیا پریشانی تو ایسے ہی جب تک ضابطے یاد ہیں کیا فکر جیسا چاہا جواب لکھ دیا' مثلاً یہ ہی لکھ دیا کہ یہ مضمون غیر ضروری ہے تو جب تک مثلاً یہ یاد ہے کیا فکر۔

کون سے امراء کو مرید کرے؟

(ملفوظ ۱۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں امراء کو مرید نہیں کرتا اس لیے کہ ان کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ تربیت کے لیے ضرورت ہے کہ ڈانٹ ڈپٹ بھی ہو اور نواب یا بادشاہ اس کو کب برداشت کر سکتے ہیں۔ مرید ایسے ہی کو کرے کہ جن کو کم از کم گدھا تو کہہ سکے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ پھر وہ اس نعمت سے محروم ہی رہیں۔ فرمایا کہ اگر چاہیں تو محروم نہیں رہ سکتے اس کا بھی ایک طریقہ ہے ہر ایک عذر کا جواب اللہ نے دل میں پیدا فرما دیا ہے وہ یہ ہے کہ قبل از بیعت اس درجہ کی بے تکلفی پیدا کر لیں پھر بیعت ہوں دیکھو کیسے اصلاح کی جاتی ہے جس سے حکومت اور ریاست سب کو بھول جائیں مگر اکثر وہاں ان چیزوں کی ضرورت بھی کم ہوتی ہے اس لیے کہ امراء میں سے اکثر فقیروں کے پاس وہی امراء آتے ہیں جو واقع میں اپنی طبیعت سے فقراء ہی ہوتے ہیں اور یہ ان کی فہم سلیم ہونے

کی پہلی دلیل ہے پھر فہم سلیم کے ہوتے ہوئے وہ ایسی بیہودگی اور بے تمیزگی کیوں کریں گے جس سے ایسی سیاست کی ضرورت واقع ہو۔

ڈانٹ ڈپٹ کے بعد نہ پچھتانا

(ملفوظ ۱۱۰) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ میں باستثناء بعض مواقع کے کہ احتمال لغزش کا ہو جاتا ہے اکثر اوقات الحمدللہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بعد بھی نہیں پچھتاتا بلکہ کہتا ہوں کہ اچھا ہوا جو کہا سنا کہنا ہی چاہیے تھا جیسے باپ اگر بیٹے کو ضرورت اور حدود کے اندر ڈانٹ ڈپٹ کرے اور اس سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو باپ خوش ہوگا یا پچھتائے گا ظاہر ہے کہ خوش ہوگا۔

نواب حیدرآباد سے ملاقات نہ کرنا

(ملفوظ ۱۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حیدرآباد دکن گیا تھا' بعض مخلص احباب نے مجھ سے اجازت لی کہ ہم نواب صاحب سے ملاقات کرانے کی کوشش کریں مگر میں نے یہ سمجھ کر کہ چونکہ سلاطین میں سے ہیں اس لیے ان کو تو کوئی نفع نہ ہوگا اور جو ہم کو ان سے نفع ہو سکتا ہے وہ بقدر ضرورت اللہ نے ہم کو بھی دے رکھا ہے اس ملاقات کو پسند نہیں کیا اس لیے میں احتیاط کرتا ہوں کہ بڑے دنیا داروں کو میں مرید نہیں کرتا۔ ایک ہندی مقولہ مشہور ہے کہ حاکم کی اگاڑی اور گھوڑے کی پچھاڑی سے الگ ہی رہنا بہتر ہے۔ گھوڑا پیچھے سے لات مارتا ہے بادشاہ آگے سے ہاتھ مارتا ہے۔

حاکم نہ ڈھیلا ہو نہ ڈھیلا

(ملفوظ ۱۱۲) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ میں کب کہتا ہوں کہ بادشاہ کو ڈھیلا یعنی حد سے زیادہ نرم ہونا چاہیے' میں تو یہ کہتا ہوں کہ ڈھیلا بمعنی کلوخ یعنی زیادہ سخت نہ ہونا چاہیے بادشاہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بن کر رہنا چاہیے۔ حق تعالیٰ سے ہیبت کرنے میں خاص اثر ہوتا ہے کہ اس کی ہیبت دوسروں کے قلب میں ہوتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسد ازوے جن و انساں ہر کہ دید

اور فرماتے ہیں:

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت آں مرد صاحب دلق نیست

(جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اللہ سے ڈرتا رہا اس کی ہیبت جن انسان بلکہ جو اس کو دیکھتا ہے سب پر ہوتی ہے' یہ ہیبت حقیقت میں حق تعالیٰ کی ہوتی ہے اس مخلوق کی یا اس گدڑی والے کی نہیں ہوتی۔۱۲)

ہر چیز کا اپنی حد پر ہونا

(ملفوظ ۱۱۳) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جن صاحب کو حکیم صاحب کے سپرد کیا گیا تھا انہوں نے حکیم صاحب سے رجوع کر لیا ہے وہ یہاں پر آئے ہوئے ہیں' آج وہ وطن واپس جا رہے ہیں۔ حضرت سے معلوم یہ کرنا ہے کہ جن لوگوں کو مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں وہ جانے کے وقت حضرت سے مصافحہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا کہ علت تو اذیت ہے مصافحہ میں کون سی اذیت ہے ہاتھ ملایا چل دیئے مکاتبت مخاطبت میں گڑبڑ کرتے ہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے میرے یہاں الحمدللہ ہر چیز حد پر ہے۔

میں تو کہا کرتا ہوں کہ جو لوگ مجھ کو سختی میں بدنام کرتے ہیں وہ خدا کو تو کیا پہچانیں گے جب بندوں ہی کو نہیں پہچانتے ان کو یہی خبر نہیں سختی کیا چیز ہے فرمایا کہ قدسی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے وہ اس وقت مریض تھے میں ایک شخص کو ان کے سامنے ڈانٹ رہا تھا' فوراً ان کی حالت کی طرف ذہن منتقل ہوا' میں نے ان سے پوچھا کہ اس سے آپ کو تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی' کہا کہ مرعوب ہو رہا ہوں' میں نے کہا آپ تو مرغوب ہیں مرغوب کو مرعوب نہ ہونا چاہیے بس خوش ہو گئے' میں نے کہا کہ آئندہ انشاءاللہ آپ کے سامنے کبھی کسی کو کچھ نہ کہوں گا۔

مسخرے کو مس ہو گیا ہو گا کسی خر سے

(ملفوظ ۱۱۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص باوجود دیندار ہونے کے مسخرے ہیں اور ان کی بعض باتیں مسخرے پن کی بیان کیں' حضرت والا نے سن کر مزاحاً فرمایا کہ ان کو مس ہو گیا ہو گا' کسی خر سے یہ اس کا اثر ہے۔

ہر زمانے کے انوار جدا ہونا

(ملفوظ ۱۱۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو تو یہاں تک صحیح ادراک ہوتا ہے کہ رمضان کے قبل اور بعد میں فرق معلوم ہو جاتا ہے قبل کا اور رنگ ہوتا اور بعد کا اور رنگ اور رمضان شریف کے ایام میں اور رنگ

نفس، دیندار کو دینی رنگ سے مارتا ہے

(ملفوظ ۱۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر وقت آدمی کو اپنے نفس کی دیکھ بھال اور نگرانی میں لگا رہنا چاہیے یہ نفس کم بخت ہر رنگ میں مارتا ہے حتیٰ کہ دیندار کو دنیا میں دین کا رنگ دکھا کر مبتلا کر دیتا ہے خیر جو کچھ بھی ہو اجس وجہ سے بھی ہو سخت ضرورت ہے نگرانی کی کسی کو بھی بے فکر نہ ہونا چاہیے اس پر تفریعاً ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کو ایک غریب آدمی نے ایک دھیلا بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے یہ عذر کیا کہ تم غریب آدمی ہو تم سے کیا لیں گے، وہ بیچارا خاموش ہو گیا مگر حق تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب کے فتوحات بند ہو گئے فکر ہوئی غور کیا دعاء کی قلب پر وارد ہوا کہ اس دھیلے کے لوٹانے سے ایسا ہوا اس شخص سے وہ دھیلا مانگو چنانچہ مانگا جب فتوحات کا دروازہ کھلا، بعض لوگ فخر کرتے ہیں کہ معاصی پر بھی ہماری نسبت باطنی باقی رہتی ہے وہ آنکھیں کھولیں کہ کیسی بات پر عتاب ہو گیا جس میں معصیت کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا لیکن واقع میں عتاب کی بات ضرور ہو گی۔ شاید یہ وجہ ہو کہ اصل سبب رد کا نفس کا ترفع ہو جس کا عنوان نفس نے مہدی کی مصلحت تراش لیا ہو اس لیے کہتا ہوں کہ نفس کی نگرانی کی سخت ضرورت ہے۔

حضرت حاجی صاحب کا مقام

(ملفوظ ۱۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کوئی کیا زہد اور تقویٰ کا دعویٰ کر سکتا ہے کیا کوئی علم پر ناز کر سکتا ہے وہاں ناز سے کچھ کام نہیں چل سکتا، نیاز کی ضرورت ہے، دیکھئے اوپر کی حکایت میں کتنے بڑے شخص کی نظر سے ایک دقیقہ مخفی رہ گیا۔ یہ مسئلہ حضرت شاہ حاجی صاحب کے یہاں حل ہوا کہ نفس کی تلبیس سے بعض اوقات ضروری پہلو تک بھی نظر نہیں

پہنچتی۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب سے جب کوئی عرض کرتا کہ حضرت نوکری چھوڑ دوں اس پر حضرت فرماتے کہ نوکری مت چھوڑو کام میں لگو جب کام کرو گے خود بخود نوکری چھوڑ دو گے اور وہ وقت ہوگا کہ اس چھوڑنے کا تحمل ہوگا اور بدون کام کیے ہوئے قوت تحمل کی نہ ہوگی تو ممکن ہے کہ اس چھوڑنے سے ایسی پریشانی ہو جو دین میں مضر ہو۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت میرا ایک جگہ نوکری کا تعلق ہے اگر حضرت اجازت فرمائیں تو چھوڑ دوں۔

حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مولوی صاحب ابھی تک تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں یہ پوچھنا خود دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ملازمت کا تعلق چھوڑنا موجب تشویش قلب ہوگا اور جس وقت قلب میں قوت پیدا ہو جائے گی اس وقت خود بخود چھوڑ دو گے۔ اگر کوئی روکے گا بھی نہ مانو گے۔ یہ ہے حضرت کی شان مشیخت اور فن کی مہارت کی اور یہ سب حضرت ہی کا صدقہ ہے جس کو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں۔ حضرت اس فن کے امام تھے' مجتہد تھے' مجدد تھے' حضرت پیدا ہوئے اس زمانہ میں مگر ان میں روح تھی پہلوؤں کی کیسی پاکیزہ اور پر مغز تعلیم فرمائی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج رازی اور غزالی نہیں پیدا ہوتے وہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ان ملفوظات کو دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ غزالی رازی اب بھی ہوتے ہیں یا نہیں' یہ شان تھی حضرت کی:

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق   ہر ہوسنا کے نداند جام وسنداں باختن

یکم شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

وقار کب اچھا اور کب برا؟

(ملفوظ ۱۱۸) فرمایا کہ آج کل لوگوں میں وقار عرفی کا مرض پیدا ہو گیا ہے جو حقیقت میں کبر ہے اور کبر بڑی ہی مضر چیز ہے اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔ حق تعالیٰ جس پر اپنا فضل فرمائیں' وہی بچ سکتا ہے۔ البتہ جہاں اس میں شرعی مصلحت ہو وہاں اس کی صورت بھی مطلوب ہے اس کے متعلق ایک حکایت امیر شاہ خاں صاحب نے بیان کی۔

عجیب حکایت ہے نواب ٹونک وزیر الدولہ حضرت سید صاحبؒ کے مرید تھے۔ ایک خان صاحب ان کے پیر بھائی تھے وہ اکثر ان سے لوگوں کی سفارش کیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک شخص کی دربار میں سفارش کی' نواب صاحب نے قبول نہ کی' پیر بھائی صاحب نے نواب صاحب کے سر دربار ایک دھول رسید کی اس وقت تو نواب صاحب کچھ نہ بولے جس وقت کچہری ختم ہوچکی تنہائی میں پیر بھائی کو لیجا کر عرض کیا کہ اگر سر بازار آپ میرے جوتے لگائیں میرے لیے عین فخر کی بات ہے میرے دل میں آپ کی ایسی ہی وقعت و عظمت ہے لیکن سر دربار ایسا کرنا مناسب نہیں وہ بھی اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خدمت خلق کے سپرد کی ہے اس کے لیے ضرورت ہے کسی قدر رعب کی اور اس سے رعب نہیں رہتا تو خدمت میں خلل پڑے گا اس لیے دربار میں ایسا نہ کیا کریں' دیکھو ایسوں کو ضرورت تھی وقار کی باقی وہ خود مقصود بالذات نہیں اور کبر تو خود ہی قبیح ہے۔

لکھتے وقت مضامین کی آمد

(ملفوظ ۱۱۹) مولوی اسعد اللہ صاحب کو تلخیص البدایہ کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک مقام پر عمل کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میری یہ حالت ہے اگر خود لکھتا ہوں تو آمد مضامین کی اور کیفیت ہوتی ہے مشورہ کے وقت وہ بات نہیں ہوتی۔

مصافحہ میں دوسرے کی راحت کا خیال

(ملفوظ ۱۲۰) آج ۳ بجے والی گاڑی سے بعض حضرات رخصت ہونے والوں سے حضرت والا نے مصافحہ فرما کر فرمایا کہ بعض لوگ ادب کی وجہ سے مصافحہ کے لیے تازہ وضو کر کے آتے ہیں میرے ہاتھ میں سن چڑھ گیا' ان میں سے بعض کے ہاتھ مانند برف کے ٹھنڈے تھے' معلوم نہیں ظہر کا وضو اس قدر جلد کیوں توڑ دیا گیا' بڑا ادب تو یہ ہے کہ اس کا اہتمام کرے کہ دوسروں کو راحت پہنچے۔

اندر کی رونق

(ملفوظ ۱۲۱) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج بہت لوگ رخصت ہو رہے

ہیں، بڑی ہی رونق تھی، فرمایا اجی حضرت اندر رونق چاہیے اگر اندر رونق ہے تو باہر بھی معنیٰ رونق ہے اگرچہ صورت نہ ہو۔

دانت گرنے کی تعبیریں

(ملفوظ ۱۲۲) مولوی عبدالمجید صاحب نے عرض کیا کہ میں اکثر خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے تمام دانت داڑھ نکل کر گر پڑے، فرمایا ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب فرمایا کرتے تھے کہ دانت سخت چیز ہے اس سے سختی دور ہونا ہے ایک اور بھی اس کی تعبیر ہوسکتی ہے کہا کرتے ہیں کہ دندان آز تیز ہوگیا پس اس خواب سے مراد ہے کہ حرص جاتی رہی۔ ایک اور تعبیر ہے جو بعض دانتوں کے ساتھ خاص ہے یعنی سامنے کے دانتوں کے ساتھ۔ پس اس سے مراد نمائش اور ریاء کی اصلاح ہے کیونکہ یہ سامنے کے دانت زینت اور نمائش ہی کے لیے ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ سامنے کے دانت حضرت مخارج کی ادا کے لیے بھی تو ہوسکتے ہیں۔ فرمایا کہ مخارج تو مسوڑھوں سے بھی ادا ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دانت نہ رہے تھے مگر قرآن شریف پڑھنے کے وقت یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے دانت نہیں ہیں۔ احقر جامع نے دریافت کیا کہ حضرت گنگوہیؒ کی عمر کیا تھی؟ فرمایا تقریباً اسی سال کی تھی۔ ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوا لیجئے، فرمایا کیا ہوگا دانت بنوا کر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی اب تو دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے، حضرت بڑے ہی ظریف تھے۔

تعلقات کم کرنے کی نصیحت خاص

(ملفوظ ۱۲۳) فرمایا کہ مولوی صاحب نے بذریعہ پرچہ آج صبح اپنے حالات سے اطلاع دی تھی میں نے ان کے جواب دیدیئے۔ ایک یہ بات دریافت کی تھی کہ مجھ کو کوئی خاص وصیت فرمادی جائے۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ جہاں تک ممکن ہو تعلقات کم کرنے چاہئیں۔ خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ تعلقات سے حضرت کی کیا مراد ہے؟ فرمایا ان مولوی صاحب کو دوسروں کے معاملات میں گھسنے کا اور مشوروں میں پڑنے کا بہت

شوق ہے آدمی کو آزاد ہو کے رہنا چاہیے۔ عرض کیا کہ اگر کوئی مشورہ لے یا کوئی بات پوچھے تو کیا بتلا دے، فرمایا کہ آج کل تو یہ بھی مناسب نہیں۔ یہ باتیں تجربہ سے تعلق رکھتی ہیں، اسی میں راحت ہے کہ دوسروں کے قصہ جھگڑوں میں نہ پڑے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

ہیچ کنجے بے دود بے دام نیست جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

(دنیا کا کوئی کونہ درندوں اور کشمکشوں سے خالی نہیں ہے، بجز خلوت حق کے کہیں حقیقی راحت نہیں)

نری تحقیقات بیکار ہیں

(ملفوظ ۱۲۴) فرمایا کہ بعض لوگوں کو تحقیقات کا بہت شوق ہوتا ہے، وقت بیکار کھوتے ہیں کام میں لگنا چاہیے، محض تحقیقات سے کیا ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ تحقیقات سے فن کی تدوین ہو جائے گی مگر نتیجہ کچھ نہ ہوگا۔ اگر آدمی کام کرے تو تحقیق بھی خود ہو جاتی ہے بلکہ ایک خاص بات یہ مشاہد ہے کہ جو شخص کام نہ کرے وہ سوال بھی نہیں کر سکتا ہے۔ سوال بھی کام کرنے والا ہی کر سکتا ہے تو وہ تحقیقات ہی کرے گا۔ دوسری بات یہ ہے، کہ کام کرنے والے کے سوال پر جو جواب ہوگا پھر اس کو اس پر شکوک وارد ہوں گے پھر ان شکوک کے جواب کی ضرورت ہوگی۔ بس وہ اسی کام کا ہو رہے گا اور کام کرنے والے کو جواب دے گا اس میں شبہ اس واسطے نہیں ہو سکتا کہ اس کو حالت مشاہد ہوگی وہ تکذیب کر نہیں سکتا بخلاف کام نہ کرنے والے کے صرف قال ہی قال ہے حال نہیں اس لیے اس کو شکوک پیش آئیں گے غرض بغیر کام کیے ہوئے تحقیق سے اور خلجان بڑھتا ہے۔

حاکم کی عقلمندی اور لطیف تدابیر

(ملفوظ ۱۲۵) فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم فرمایا تھا کہ بازار میں تجارت کے لیے وہ بیٹھے جو فقیہ ہو، مطلب یہ تھا کہ جتنے آ کر اس سے خریدیں گے چونکہ ان سب کو خرید و فروخت کے معاملات ایسے لوگوں سے پڑیں گے تو وہ سب کے سب بھی فقیہ ہو جائیں گے۔ اس تدبیر سے سارے ملک کو درسگاہ اور خانقاہ بنا دیا تھا۔ بڑی لطیف تدبیر تھی حکومت سے سب کام سہولت سے بن سکتے ہیں اس کی تائید میں حکایت بیان فرمائی

کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کو پریشان دیکھ کر قصد کیا کہ ان کا کہیں ٹھکانا کریں اور بیت المال پر بار نہ ہو۔ ایک روز بیٹھے ہوئے حوض پر وضو کر رہے تھے ایک رئیس بھی وہاں پر موجود تھے ان سے امتحاناً ایک مسئلہ دریافت کیا' وہ بیچارے مسئلہ کیا بتلا سکتے وہ کیا جانیں کہ مسئلہ کیا چیز ہے نہ بتا سکے۔ عالمگیر بہت خفا ہوئے کہ شہر میں اس قدر اہل علم اور طلباء موجود ہیں تم سے یہ نہیں ہوتا کہ ان سے مسائل پوچھ پوچھ کر یاد کر لیا کرو۔ اسی روز تمام امراء میں کھلبلی مچ گئی۔ اہل علم اور طلباء کی قدر ہو گئی' ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایک ایک کو اپنے یہاں رکھ لیا' حکومت کا یہ اثر ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا یہ جو مشہور ہے کہ وزیر عاقل ہونا چاہیے گو بادشاہ بے وقوف ہو۔ محض غلط ہے' بادشاہ ہی کا عاقل ہونا ضروری ہے ورنہ بادشاہ کو وزیر کا تابع ہو کر رہنا پڑے گا تو اس صورت میں وزیر بادشاہ اور بادشاہ وزیر ہوگا۔ فرمایا کہ بادشاہ کے بیوقوف اور وزیر کے عاقل ہونے پر مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی کا لطیفہ یاد آیا۔ ایک مرتبہ کہا کہ اگر مجھ کو سلطنت مل جائے تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو وزیر بناؤں اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی نسبت کہا کہ ان کو جرنیل بناؤں غرضیکہ سب کے عہدے تجویز کرنے کے بعد کہا کہ میں بادشاہ بنوں۔ ایک صاحب نے کہا کہ یہ کیا کہ حضرت مولانا کو تو وزیر اور خود کو بادشاہ تجویز کیا' کہا کہ میاں بادشاہ تو بیوقوف ہوتا ہے اور وزیر عاقل اس لیے بادشاہ ہونا میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور مولانا کو وزیر تجویز کیا ہے۔

پہلے کے مجانین اور اب کے مجازین

(ملفوظ ۱۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی سالار بخش صاحب گو صحیح الادراک نہ تھے مگر ذہین بڑے تھے' ان کی باتیں عجیب وغریب ہوتی تھیں' باہر جب نکلتے تھے تو منہ پر نقاب ہوتا تھا کہ کہیں کافر کو ان کا چہرہ نظر نہ آ جائے۔ ایک شخص تھا قمر الدین نام کا اس سے کچھ خفا ہو گئی تھی تو ایک روز وعظ میں بیان کیا کہ اس کو بعضے لوگ کہتے ہیں کمرو یعنی بھونڈا منہ بعضے کہتے ہیں خمرو یعنی ٹیڑھا بعضے کہتے ہیں قمرو یہ اصل میں ہے قم رو یعنی اُٹھ چلا جا عالم کی مجلس میں سے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ مولوی صاحب سالار بخش کیا نام ہے جس کے معنی ہیں

سالار کا بخشا ہوا یہ تو شرک ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا نام ہے۔ یہ اصل میں ہے سال آر یعنی سال کا لانے والا تو وہ کون ہوا بجز اللہ تعالیٰ کے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی طرف سے خیال تھا کہ یہ میرے بتلائے مسائل پر ناحق کے اعتراضات کیا کریں گے بس یہ تدبیر کی کہ ایک مرتبہ مولوی سالار بخش صاحب گنگوہ آئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا' حضرت نے فرمایا کہ آج کل مولوی سالار بخش صاحب آئے ہوئے ہیں وہ ہم سب کے بڑے ہیں' ہم ان کے ہوتے ہوئے مسئلہ کیا بتائیں انہیں سے جا کر دریافت کرو' یہ شخص وہاں پہنچا اور جا کر مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا اور حضرت کا یہ مقولہ بھی نقل کر دیا۔ مولوی صاحب اس کو سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ وہ بھی بڑے عالم ہیں بس انہیں سے جا کر دریافت کرو ہم نے یہ کام ان ہی کے سپرد کر دیا ہے۔ اب یہ ہی سلسلہ ہو گیا کہ جو مولوی صاحب کے پاس مسئلہ پوچھنے آتا حضرت کا نام بتلا دیتے۔ یہ حضرت کی فراست تھی کس لطیف تدبیر سے کام نکال لیا۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانے کے مجانین بھی اچھے ہی تھے آج کل کے تو مجازین بھی شاید ایسے نہ ہوں۔ ایسا کوئی کر کے تو دکھلائے اور ہمیشہ حضرت کے ثناء خواں رہے۔

۴ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بوقت ۹ بجے صبح یوم چہار شنبہ

کافروں کا مسجد کی تعمیر میں چندہ دینا

(ملفوظ ۱۲۷) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر کوئی ہندو مسجد میں بطور امداد رقم دے لے لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس رقم کو مسجد کی تعمیر میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب فرمایا جائز ہے پھر دریافت فرمایا کیا کوئی ہندو ایسا ہے جو مسجد میں چندہ دینا چاہتا ہے؟ عرض کیا کئی شخصوں نے خواہش ظاہر کی مگر بغیر مسئلہ پوچھے لینا مناسب نہیں' سمجھا فرمایا اگر لیا جائے تو دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ایک تو یہ کہ وہ دینے والے ایسے نہ ہوں کہ دے کر احسان جتلائیں۔ دوسرے یہ کہ اس سے مسلمان متاثر ہو کر ان کے مذہبی چندہ میں شریک نہ ہونے لگیں۔ اس خیال سے کہ انہوں نے ہمارے یہاں چندہ دیا تھا ہم کو بھی دینا

چاہیے۔ ممکن ہے کہ وہ مندر بنانے لگیں تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے مسجد میں دیا تھا تم مندر میں دو۔ سو ایسی جگہ چندہ لینا بھی جائز نہیں اور اگر ان باتوں کا اندیشہ نہ ہو تو لے لیا جائے کوئی حرج نہیں اور یہ قرائن سے معلوم ہو سکتا ہے۔ عرض کیا گیا اس کا تو احتمال ہے کہ شاید ایسا ہو کہ وہ اپنے مذہبی چندہ میں شریک کریں' فرمایا تو ایسی صورت میں لینا جائز نہیں۔

حرام مال مسجد کی تعمیر میں لگانا

(ملفوظ ۱۲۸) احقر جامع نے دریافت کیا کہ رنڈی کی آمدنی جو بالیقین حرام ہے اور اس کا صرف کرنا جائز نہیں ہے اگر وہ اس آمدنی سے کسی مسکین فقیر وغیرہ پر صدقہ یا خیرات کر دے اور پھر وہ مسکین مالک ہونے کے بعد کسی مسجد یا مدرسہ میں دے دے تو جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں اور یہ قاعدہ جو مشہور ہے کہ شرعاً تبدل ملک سے تبدل عین ہو جاتا ہے یہ مطلق و عام نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شے ایسی ہے کہ حلال تو ہے مگر کسی عارض کے سبب ایک شخص کو دی جائے جس کے لیے جائز ہے اور پھر وہ شخص اس دوسرے کو دے دے جس کے لیے اس عارض سے حرام تھا' مثلاً زکوۃ ہاشمی اور غنی کو حرام ہے فقیر مسکین کو جائز ہے۔ اب اگر زکوۃ کسی فقیر مسکین غیر ہاشمی کو دیدی جائے اور وہ مالک ہو کر ہاشمی یا غنی کو دے دے تو جائز ہے۔ حدیث بریرہ میں آیا ہے:

لک صدقه ولنا هدیة

اور جو شے اپنی ذات میں حرام ہے وہ سب کے لیے حرام ہے اس میں تبدل ملک کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کتنی ہی ملکیں بدلیں وہ حرام کی حرام ہی ہے جیسے چوری کا مال غصب کا مال زنا کی اجرت البتہ اس صورت میں فقہاء نے ایک حیلہ لکھا ہے وہ یہ کہ رنڈی کسی حلال مال سے قرض لے کر مسجد میں دے یہ جائز ہے اس لیے کہ قرض لینا جائز ہے اور اس کو پھر جہاں سے چاہے ادا کر دے اس صورت میں مسجد وغیرہ میں لگا سکتے ہیں مگر چونکہ اس رقم سے قرض ادا کرنا ناجائز ہے اس لیے کسی مہاجن سے قرض لے کر دے دے کسی مسلمان سے قرض لے کر نہ دینا چاہیے تاکہ وہ مسلمان حرام سے محفوظ رہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی قابل ہے اور ایسا بھی جب کرے جب کوئی مجبوری ہو ورنہ بچنا ہی مناسب ہے۔ مولوی بیچارے ان ہی باتوں سے عوام میں بدنام ہو جاتے ہیں کہ ہیر پھیر خوب جانتے ہیں حالانکہ ان ہی

عوام کے واسطے یہ صورتیں نکالیں، اس کا یہ صلہ ملا۔

معاشرت دین کا جزو ہے

(ملفوظ ۱۲۹) فرمایا کہ لوگ اہل وعیال کے حقوق کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے، حکومت کرنا جانتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ جن پر حکومت کرتے ہیں ان محکوموں کا بھی کوئی حق ہمارے ذمہ ہے یا نہیں، معاشرت کو تو دین کی فہرست سے نکال کر ہی رکھا ہے، اس باب میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے اور ان سب گڑبڑوں کا سبب دین سے غفلت ہے۔

مجلس کا بعذر ملتوی فرمانا

(ملفوظ ۱۳۰) فرمایا ارادہ تھا کہ سویرے کھانا کھاؤں اور تھوڑی دیر آ کر بیٹھوں مگر دیر ہوگئی، کام بہت ہی ہے اس وجہ سے اس وقت بیٹھنا نہ ہوگا، فرمایا کہ حضرت والا مکان پر تشریف لے گئے اور مجلس خاص بوقت صبح موتوف رہی۔

۲ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

حضرت کی ایک عبارت کی روایت بالمعنی و بے معنی

(ملفوظ ۱۳۱) قبل از نماز ظہر مصلے پر تشریف لے جاتے ہوئے فرمایا کہ آج ایک صاحب کا خط آیا ہے جس میں مجھ پر اعتراض کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ کلید مثنوی میں تم نے یہ فلاں بات اس طرح لکھ دی ہے۔ میں مضمون خط کو دیکھ کر حیرت میں رہ ہی گیا کہ اللہ یہ تو میرے عقیدہ کے خلاف ہے میں ایسا مضمون کیسے لکھ سکتا ہوں، پھر غضب یہ کہ پورا پتہ لکھا ہے کہ جلد فلاں مقام فلاں صفحہ فلاں پر یہ مضمون ہے۔ میں نے کلید مثنوی دیکھی تب معلوم ہوا کہ حضرت نے اس میں تحریف کی ہے میری عبارت ہی نہیں۔ میری عبارت سے جو خود سمجھے ہیں اس کو لکھا ہے کہ تو نے یہ لکھا ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ممکن ہے کہ کاتب سے غلطی ہوئی ہو، فرمایا کاتب سے اتنی بڑی غلطی نہیں ہوسکتی کہ صفحہ کا صفحہ بدل ڈالے یہ تو ان حضرت کی بدفہمی کا ثمرہ ہے میری عبارت اور مضمون سے جو مفہوم خود سمجھے اس کو میری طرف

منسوب کر دیا کہ تم نے یہ لکھا ہے۔ فرمایا کہ امانت دیانت لوگوں سے اُٹھ ہی گئی' خط کے جواب میں ان کی خبر لوں گا۔ پھر سوال جو آگے کیا ہے وہ نہایت معقول مگر عبارت کے سمجھنے میں نامعقول رہے۔ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم ہیں خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ کون صاحب ہیں' فرمایا ایسے سینکڑوں ہیں میں کیا جانوں کون بلا ہیں۔

فرمایا یہ چاہیے تھا کہ میری عبارت بجنسہ نقل کر کے یہ لکھتے کہ میں اس کا مفہوم یہ سمجھا ہوں کیا یہ صحیح ہے باقی میری عبارت کا وہ مفہوم ہی نہیں جو وہ سمجھے' اب اس بدفہمی کا کیا علاج افسوس اہل علم سے بھی امانت' دیانت اُٹھ ہی گئی۔ تماشا ہے عبارت اپنی لکھی ہوئی اور منسوب میری طرف میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ میرے عقیدہ کے خلاف اور میں ایسی بات لکھوں۔ میری عبارت ہی کو نہیں سمجھے میری عبارت کا مطلب ہی نہیں ایسے بدفہموں کا کیا کوئی علاج کر سکتا ہے؟ یہ فرما کر نماز ظہر پڑھانے کے لیے مصلے پر تشریف لے گئے۔ بعد نماز ظہر فرمایا کہ جواب نرم لکھوں گا' شرارت نہیں کی بلکہ سمجھے نہیں' بیچارے معذور ہیں' کم فہمی کا کیا علاج ہے' شکایت صرف یہ ہے کہ سمجھ سے کام نہیں لیا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ کیا ایسی غلطی بھی ہو سکتی ہے کہ اتنا تغیر تبدل کر دیا؟ فرمایا کہ فہم کی غلطی ایسی ہی ہوتی ہے۔ میں جواب لکھ کر ابھی مضمون سناتا ہوں' آپ مجھ کو یہ بھی لکھتے ہیں کہ جواب مشرح اور مفصل دیجیے' مغلق اور اجمالی نہ ہو۔ فرمایا آج کل اگر ہر نقل پر اعتماد کرے اچھی خاصی گمراہی پھیل جائے' اس شخص نے تو بالکل تحریف ہی کر دی' پھر جواب تحریر فرمایا کہ میں نے ان کو ابھی دوسری دفعہ سوال کرنے کا محتاج ہی رکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے کلید مثنوی لے کر اس مقام کو پڑھ کر سنایا کہ یہ ہے وہ مضمون جس پر ان کو شبہ ہوا اور وہ سمجھے نہیں حالانکہ بالکل بے غبار ہے میری عبارت کو روایت بالمعنی بنا کر اس پر شبہ کیا ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ نقل بالمعنی کر دی' فرمایا بے معنی کر دی' ہاں بالمعنی کہنا اس معنی کو صحیح ہے کہ معنی کو بل میں کر دیا۔ اس لطیفہ میں بالمعنی کی رسم خط سے قطع نظر کر کے تلفظ کا اعتبار کیا کہ بالمعنی کے اول لفظ بل بولا جاتا ہے اور بے معنی کر دی میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کو لکھنا آئے اور سمجھ نہ ہو یہ بھی خدا کا قہر ہے نہ معلوم کیا لکھ رہا ہے کسی کو جیسے ان بزرگ نے میرے مضمون کا ناس کر دیا

اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک منہیار چوڑیوں کی گٹھڑی لیے جا رہا تھا ایک گنوار لٹھ لیے راستہ میں ملا اس کی گٹھڑی پر ایک لٹھ مار کر پوچھا ابے اس میں کیا ہے اس نے کہا میاں ایک اور مار دو تو کچھ بھی نہیں۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ عجیب جواب دیا' فرمایا کہ آپ جواب کو عجیب لیے پھرتے ہیں اس کی تمام چوڑیوں ہی کا چورا ہو گیا' ایسے ہی ان صاحب نے میرے مضمون کے ساتھ معاملہ کیا۔ فرمایا جواب دیکھ کر خوش نہ ہوں گے کہیں گے کہ سوال کا پھر محتاج رکھا جواب نہ دیا۔ دیکھئے میرے لکھنے سے مقام کو سمجھ جائیں گے یا نہیں' مشکل ہے ایسے کم فہم کی سمجھ میں کیا آئے گا۔

بچوں کو بھی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے

(ملفوظ ۱۳۲) مولوی عبدالمجید صاحب نے سوال کیا کہ حضرت والا کی خدمت میں بچے آ کر بیٹھتے ہیں ان کو کوئی نفع ہوتا ہے' فرمایا کہ برابر ہوتا ہے صحبت میں بیٹھنے سے انس ہوتا ہے اور انس پر موقوف ہے نفع کا ہونا' فرمایا کہ انس کے نافع ہونے پر ایک قصہ یاد آ گیا' ضلع مظفر نگر کا رہنے والا ایک ہندو ایک مسلمان کی صحبت میں رہ کر مسلمان ہو گیا اور وطن سے جلا وطن ہو کر کان پور پہنچ گیا۔ اہل باطل کو فکر رہتی ہی ہے تکثیر کی اس بیچارے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا ایسے ہی پھر رہا تھا ایک شیعی صاحب مل گئے وہ اس کو اپنے گھر لے گئے' بڑی خاطر کی اس کے بعد اپنی نماز سکھانی چاہی' اس نے کہا کہ یہ تو اور طرح کی نماز ہے میں نہیں پڑھوں گا' میرا دوست تو اور طرح کی نماز پڑھتا تھا' وہی مجھ کو سکھائی ہے وہی پڑھتا ہوں اور پڑھوں گا یہ جواب دے کر میرے پاس آ گیا' میں اس وقت کان پور میں مقیم تھا اور آ کر یہ سب واقعہ بیان کیا۔ یہ حفاظت انس ہی کی بدولت ہوئی اور کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گیا' یہ سب انس ہی کے کرشمے ہیں۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی

(ملفوظ ۱۳۳) ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا آپ تو اسی پر تعجب کر رہے ہیں' میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ سے خود اس سے زیادہ عجیب ایک حکایت سنی ہے جس میں توجیہ کی بھی ضرورت ہے اور کوئی بیان کرتا تو شاید

یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سن کر رد کر دیتا وہ یہ کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا' جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آ کر سوال کیا: "من ربک مادینک من ھذالرجل"

وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں جو ان کا خدا' وہ میرا خدا جو ان کا دین وہ میرا دین اسی پر اس کی نجات ہو گئی۔ باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ایمان بھی اجمال ہی تھا محض تعبیر اجمالی تھی۔

ترکی ٹوپی

(ملفوظ ۱۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل گو ترکی کی ٹوپی عام ہو گئی ہے مگر کم از کم مقتداء لوگ تو اس کو استعمال نہ کریں اور جو کر رہے ہیں وہ ترک کر دیں یہ کوئی اسلامی لباس نہیں اور میں فتویٰ میں آ گئے تو نہیں بڑھتا مگر مجھ کو تو ایسے لباس کو دیکھ کر انقباض ہوتا ہے۔

حضرت کا دوسروں کی بے حد رعایت فرمانا

(ملفوظ ۱۳۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں پر رہ کر تو اگر کسی کتاب کا ترجمہ وغیرہ کرنا چاہتا ہوں تو سب کام بسہولت ہو جاتے ہیں اور دوسری جگہ جا کر ایسی گڑ بڑ ہوتی ہے کہ کچھ کام نہیں ہوتا' فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں پر ہر شخص بے فکر ہے جس طرح جس کا جی چاہے اوقات منضبط کر سکتا ہے اور دوسری جگہ اپنے متعلقین پر خوب حکومت چلاتے ہیں اس لیے اکثر اوقات پریشان رہتے ہیں۔ یہاں پر بحمد اللہ سب کی راحت کا خیال رکھا جاتا ہے حتیٰ کہ کسی کو میری نسبت یہ شبہ تک بھی تو نہیں ہوتا کہ نہ معلوم کس وقت بلا بھیجے مجھ کو اگر مولوی شبیر علی سے کچھ کہنا ہوتا ہے تو خود جا کر کہتا ہوں ان کو نہیں بلاتا۔ اسی طرح آ کر کبھی حکیم صاحب سے اپنی کسی حالت کے بیان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو خود ان کے پاس جاتا ہوں اور جانے سے پہلے حکیم صاحب کو اطلاع کر دیتا ہوں کہ بشرط آپ کی فرصت کے میں فلاں وقت آؤں گا۔ ایک مرتبہ میں نے اسی طرح کہلا کر بھیجا تو حکیم صاحب نے کہا کہ میں خود آؤں گا' میں نے منع

کرا کر بھیج دیا کہ ان کا بلانا اصول کے خلاف ہے محتاج کو محتاج الیہ کے پاس جانا چاہیے' بدنام کرنے والے ان امور کو نہیں دیکھتے کہ میں اصول صحیح کو اپنے اوپر بھی جاری کرتا ہوں اور جن چیزوں میں بدنام کرتے ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ آنے والے خود مجھے چھیڑتے ہیں پھر میں ان کے چھیڑنے کے حقوق ادا کرتا ہوں۔

انہماک فی الدنیا کا علاج

(ملفوظ ۱۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انہماک فی الدنیا نہایت ہی مبغوض چیز ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

یایھا الذین امنوا لاتلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللّٰہ

ترجمہ یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کو تمہارا مال اور تمہاری اولاد خدا کے ذکر سے غافل نہ کردے اور بعض بزرگوں نے یہاں تک بیان کیا ہے کہ نفرت عن الدنیا کی غرض سے بھی کبھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے اس میں تو کدورات ہی کدورات ہیں اس کی طرف جس غرض سے بھی توجہ کی جائے ظلمات سے خالی نہیں' بس سب میں بہتر نسخہ یہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے کام میں لگا رہے انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن ایسا آئے گا کہ قلب سے یہ چیزیں خود بخود کافور ہو جائیں گی اور حق ہی حق جلوہ گر رہ جائے گا البتہ اگر کسی کی خصوصیت طبیعت کی وجہ سے شیخ قبائح کا مراقبہ تجویز کرے وہ ضرورت کا موقع اور اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔

فراغت کا انتظار شیطان کا دھوکہ ہے

(ملفوظ ۱۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کی بھی عجیب حالت ہے چاہتے یہ ہیں کہ کرنا تو کچھ پڑے نہیں اور کام سب ہو جائیں اور بعض شب و روز اس انتظار میں رہتے ہیں کہ فلاں کام سے فراغت ہو جائے' فلاں مقدمے سے نمٹ لیں' فلاں کی شادی سے فارغ ہو جائیں' تب خدا کی یاد لگیں چونکہ ایسی فراغت میسر نہیں ہوتی اس لیے ایسا شخص کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا' محروم ہی رہتا ہے اور ایک دن موت آ کر کام تمام کر دیتی ہے' یاس اور حسرت کی حالت میں خسران کی گٹھڑی سر پر رکھے ہوئے اس عالم سے رخصت ہو جاتا ہے'

کام کرنے کی صورت تو یہ ہی ہے کہ اس آلودگی کی حالت میں خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس کی برکت سے فراغ بھی میسر ہو جائے گا' تمہارا آج کل کرنا ایسا ہے جس کو فرماتے ہیں:

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم   باز چوں فردا شودا امروزرا فردا کنم

(ہر رات یہ ارادہ کرتا ہوں کہ کل کو اس گناہ کو چھوڑ دوں گا' پھر جب کل کا دن ہوتا ہے تو پھر کل ہی کا ارادہ کرتا ہوں)

کس کا فراغ اور کس کا انتظار اور دنیا میں رہتے ہوئے کہاں فراغ یہ نفس وشیطان کا ایک بڑا زبردست کید ہے لوگ رسائی کی تو تمنا کرتے ہیں مگر معلوم بھی ہے کہ رسائی کے لیے کچھ شرائط بھی ہیں جن میں پہلی شرط یہ ہے تم برے ہو یا بھلے اس طرف متوجہ ہو جاؤ۔ پھر رحمت حق تم کو خود بخود جذب کرے گی۔ طالب کی شان تو یہ ہونا چاہیے جیسے مولانا فرماتے ہیں:

اندریں رہ می تراش و می خراش   تادم آخر دمے فارغ مباش

تادم آخر دمے آخر بود   کہ عنایت باتو صاحب سر بود

(راہ سلوک میں نشیب وفراز بہت ہیں۔ لہٰذا آخر دم تک ایک لمحہ کیلئے بھی غافل مت ہو۔ آخر وقت تک آخر کار ایک لمحہ ایسا ہوگا کہ تم پر حق تعالیٰ کی عنایت ہو ہی جائے گی۔)

ذرا کام میں تو لگ کر دیکھو تمہاری اس ٹوٹی پھوٹی ہوئی متاع کو کیسے قبول فرماتے ہیں۔ اس کو بھی مولانا فرماتے ہیں:

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را   کہ بیک گل می خری گلزار را

(ایسا بازار جہاں ایک پھول کے بدلہ میں پورا کا پورا باغ مل جاتا ہو' ہر کسی کو نہیں ملتا)

صاحبو! جو لوگ اس آرزو میں بیٹھے ہیں کہ فراغ میسر ہو تو خدا کی یاد میں لگیں بے فکری ہو تو اس طرف متوجہ ہوں یہ غیر ممکن ہے بدون تعلق بحق کے بے فکری غیر ممکن ہونے پر ایک قصہ یاد آ گیا۔ ایک شخص تھا اس کو خضر علیہ السلام سے ملنے کی بے حد تمنا تھی' ایک بار ملاقات ہو گئی' فرمایا ملاقات سے تیری کیا غرض ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دعا کر دیجئے کہ میں دنیا میں بے فکر ہو کر زندگی بسر کروں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کو منتخب کر کے دعا کرا لے کہ تو ایسا ہو جائے جیسا فلاں

شخص اس نے منظور کیا اور مدت کے بعد ایک جوہری کو منتخب کیا جس کو ظاہراً کوئی فکر اور غم نہ تھا اور تمام سامان عیش اس کو میسر تھا ارادہ کیا اس کی سی حالت کی دعا کرالوں۔ پھر خیال کیا کہ خود اس سے تو پوچھ لوں کبھی ایسا نہ ہو کہ کسی مخفی مصیبت میں مبتلا ہو اور میں بھی اسی میں مبتلا ہو جاؤں۔ آخر اس سے مل کر پوچھا کہ یہ واقعہ ہے اور میں خضر علیہ السلام سے یہ دعا کرانا چاہتا ہوں اس لیے تمہاری حالت تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے ایک آہ بھری اور کہا کیا پوچھتے ہو جائیداد بھی ہے' مال بھی ہے' جاہ بھی ہے' عزت بھی ہے مگر ایک ایسی مصیبت میں گرفتار ہوں کہ خدا دشمن کو بھی نہ دے اور قصہ بیان کیا کہ مجھ کو اپنی بیوی سے محبت بدرجہ عشق تھی وہ بیمار ہو گئی میں رونے لگا' اس نے کہا کہ تم خواہ مخواہ روتے ہو میرے بعد دوسری شادی کرلو گے' میں نے یقین دلایا کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا' اس نے کہا سب باتیں ہی ہیں' میں نے اس کو یقین دلانے کیلئے اپنا عضو مخصوص کاٹ کر اس کے سامنے رکھ دیا' کہ لے اب تو یقین آ گیا پھر وہ اچھی ہو گئی' اب جو غم مجھ کو ہے بیان نہیں ہو سکتا' اتفاق سے پھر خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اس نے عرض کیا کہ حضرت واقعی دنیوی زندگی بے فکری کی نہیں ہو سکتی۔ اب دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ آخرت درست کر دے۔

مسلمان خود خرابیوں کے ذمہ دار ہیں

(ملفوظ ۱۳۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعضے ہمارے بھائی دوسروں پر الزام رکھتے ہیں کہ فلاں قانون تکلیف کا ہے فلاں آئین سے نماز کی فرصت نہیں ملتی لیکن اصل یہ ہے کہ سب خرابیوں کے ذمہ دار خود مسلمان ہی ہیں یہ خود ہی احکام سے اعراض کیے ہوئے ہیں پھر جب خود ہی ان کے قلوب میں احکام شرعیہ کی وقعت و عظمت نہیں اور خود ہی ان کی پابندی و احترام نہیں کرتے تو دوسری قومیں کیا احترام کریں گی اور ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے مثلاً نماز کی پابندی مسلمانوں میں نہیں' داڑھی منڈانا ان کا شعار ہو گیا' دوسری قومیں بعض ایسی چیزوں کی پابند ہیں جو بظاہر نہایت دشوار ہیں مگر چونکہ ایک قوم کی قوم اس کی عامل اور پابند ہے اس میں کوئی بھی مداخلت نہیں کرتا حتیٰ کہ حکومت بھی کسی قسم کی دست اندازی نہیں کرتی۔ دیکھ لیجئے سکھوں کی قوم کو وہ داڑھی رکھنے کے پابند ہیں ان پر نہ پولیس میں نہ فوج میں کوئی بھی اعتراض نہیں کرتا' حضرت ہماری شکایت واقع میں اپنا قصور دوسروں کے سر منڈھنا

ہے اگر مسلمان فی الحقیقت مسلمان بن جائیں تو پھر آپ دیکھیں کہ ایک دم کایا پلٹ ہو جائے اور سب ان کے سامنے سر جھکا دیں۔ ایک سیاح انگریز کا واقعہ ہے اس نے ایک رسالہ فضائل اسلام پر لکھا ہے یہ رسالہ ترجمہ ہو کر ندوہ کے ایک پرچہ میں نکلا تھا۔ اس انگریز نے عرب کی بھی سیر کی ہے۔ یہ جب عرب پہنچا ہے تو اس نے چند بدوی ملازم رکھے جو سفر میں اس کے ہمراہ بطور رہنما کے چلتے تھے آگے آگے یہ انگریز ہوتا تھا پیچھے پیچھے بدوی سب گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے ایک مرتبہ سب سوار گھوڑوں پر چلے جارہے تھے کہ ایک مقام پر پہنچ کر نماز کا وقت ہو گیا ان بدوؤں نے بدون اس انگریز کی اطلاع یا اجازت کے دفعۃً گھوڑے روک لیے اور اتر کر وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ انگریز نے پشت کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ گھوڑے کھڑے ہیں اور بدوی صف باندھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس انگریز کے سامنے نماز پڑھنے کا یہ پہلا موقع تھا وہ اس رسالہ میں لکھتا ہے کہ میں اس وقت ان کی صف سے الگ کھڑا ہوا خود اپنی نظر میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اپنے آقا کا سرکش غلام ہوں اور یہ فرمانبردار غلام ہیں یہ شریف ہیں اور میں ذلیل ہوں اس وقت ایک کتے سے بدتر میں اپنی حالت کو پاتا تھا اور بے اختیار دل چاہتا تھا کہ میں بھی ان کی صف میں داخل ہو جاؤں۔ پھر لکھتا ہے کہ اس ہی روز سے اسلام کی محبت میرے دل میں جگہ کر گئی اور فضائل اسلام پر یہ کتاب تصنیف کی۔ اس واقعہ سے سبق مسلمانوں کو حاصل کرنا چاہیئے اگر یہ خود احکام اسلام اور شعائر اسلام کے پابند ہو جائیں دوسروں پر خود بخود اثر ہو یہ بھی ایک نہایت زبردست تبلیغ ہے اسلام کی۔ ایک پادری نے لکھا ہے مسلمانوں میں بڑا امتیاز یہ ہے کہ اپنے مالک کے سامنے شرمندہ نہیں سرخرو ہیں بخلاف دوسری قوموں کے غرض دوسروں کو بھی اسلام کی خوبیوں کا اقرار ہے مگر آج کل خود مسلمانوں ہی نے تعلیم اسلام کو بدنام کیا ہے۔ اسلام مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر بزبان حال یوں کہتا ہے:

خندۂ اہل جہاں کی مجھے پروا کیا تھی ۔۔۔ تم بھی ہنستے ہو مرے حال پہ رونا ہے یہی

۳ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنج شنبہ

بے اصول کوئی کام نہ کرنا

(ملفوظ ۱۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں صرف دوسروں ہی کو اصول پر مجبور نہیں

کرتا خود بھی الحمدللہ کوئی بے اصول کام نہیں کرتا بعض لوگ آج کل کھانسی کی شکایت کی وجہ سے کوئی چیز بتلاتے ہیں حتیٰ کہ بعض طبیب بھی یہاں پر آتے رہتے ہیں۔ وہ بعض مرکبات استعمال کے لیے بتاتے ہیں' میں کہتا ہوں کہ نسخہ لکھ دو تا کہ اس کی تمام اجزاء معلوم ہو جائیں اور پھر اس کو اپنے معالج کو دکھلا لوں اس وقت تک مرکبات استعمال نہیں کرتا بے قاعدہ اور بے اصول کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ جی چاہتا ہے کہ سب کام اصول سے ہوں اس کی بدولت بدنام ہوں' لوگوں کو اصولی باتوں سے وحشت ہوتی ہے' اصول کے خوگر نہیں رہے بے ڈھنگا پن برتتے ہیں اس پر متنبہ کرتا ہوں بس یہی لڑائی ہے۔

ایک صاحب کی عدم مناسبت کی بناء پر خدمت کرنے سے انکار

(ملفوظ ۱۴۰) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں صاحب میرے توسط سے معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ کل حضرت والا نے ان کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب براہ راست مکاتبت مخاطبت نہ ہو کسی کے واسطہ سے کہنا جو کچھ کہنا ہو' فرمایا کہ دل وجان سے معاف کرتا ہوں' انہوں نے میرا کوئی ضرر نہیں کیا لیکن تعلق رکھنا نہیں چاہتا اس لیے یہ موقوف ہے مناسبت پر اور اس حرکت سے معلوم ہو گیا کہ ان میں مجھ میں مناسبت نہیں' لہٰذا خدمت سے معافی چاہتا ہوں۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ میں اپنی غلطی سمجھ چکا ہوں اور اچھی طرح محسوس کر چکا ہوں۔ فرمایا کہ مجھ کو کیسے اطمینان ہو کہ جو شخص ایک ہفتہ تک اپنی غلطی کو محسوس نہ کر سکا وہ ایک دن میں کیسے محسوس کر سکتا ہے۔ عرض کیا کہ مجھ میں بے فکری کا مرض ہے اب میں اپنی بے فکری کا علاج کروں گا' فرمایا کہ کیوں خود بھی گڑ بڑ میں پڑتے ہو اور کیوں دوسرے کو بھی پریشان کرتے ہو' آج دو طریق ہیں ایک بے خطر اور ایک خطرناک تو بے خطر طریق کو چھوڑ کر خطرناک کو اختیار کرنا اس کی ضرورت ہی کیا ہے وہ بے خطر یہ ہے کہ اصلاح کا تعلق مجھ سے رکھا ہی نہ جائے ایسے دوستانہ تعلق جیسا اور مسلمانوں سے ہے مجھ سے بھی رکھیں۔ خدانخواستہ مجھ کو کوئی عداوت تھوڑا ہی ہے ہاں بوجہ عدم مناسبت خدمت سے معذور ہوں' جب عدم مناسبت کی بناء پر کوئی نفع نہ ہوا تو کیا نام کرنا ہے کہ ہمارا تعلق بھی فلاں شخص سے ہے۔ یہ باتیں تو دکاندار پیروں کے یہاں ہوتی ہیں کہ ان کو ضرورت ہے فوج جمع

کرنے کی مجھ کو تو ایسی باتوں سے نفرت ہے اگر تم چاہو گے تو کسی اور مصلح کا نام بتلا دوں گا۔ عرض کیا کہ میں تو حضرت ہی سے تعلق رکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ ہاں نہ ہاں میں تیرا مہمان یہ وہی قصہ ہے کہ ایک شخص سے اس کے دوست نے پوچھا کہ آج کل کیا شغل ہے، کہنے لگا کہ شہزادی سے نکاح کا انتظام کر رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا کچھ سامان ہو گیا' کہنے لگا کہ آدھا سامان ہو گیا' آدھا باقی ہے اس نے پوچھا آدھا کیسے کہنے لگا کہ میں تو راضی ہوں وہ راضی نہیں' عرض کیا کہ حضرت ہی مشورہ فرمادیں کہ مجھ کو اپنی اصلاح کا طریقہ کیا اختیار کرنا چاہیے اور مناسبت کس طرح پیدا ہو' فرمایا کہ جس طرح آپ نے اپنی اصلاح کی فکر کی ہے اور سوچا ہے اسی طرح اس کے طریقہ کو بھی سوچئے اور یہ تو بالکل ہی خلاف اصول ہے کہ مجھ سے ہی مناسبت پیدا کرنا چاہتے ہو اور مجھ سے ہی اس کا طریقہ پوچھتے ہو' اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص ایک عورت سے محبت کرنا چاہتا ہے اور اسی سے اس کا طریقہ پوچھتا ہے وہ کہے گی کہ کسی اور سے پوچھو اس کا خود بتانا بالکل غیرت کے خلاف ہے تو کیا یہ بھی میں ہی بتاؤں یہ کسی اور سے پوچھئے اور حضرت محبت وعقیدت میں بے فکری کہاں جس کا آپ نے ابھی اقرار کیا ہے اہل محبت کی تو حالت ہی دوسری ہوتی ہے۔ جس کو سعدیؒ فرماتے ہیں۔

دمادم شراب الم درکشند وگر تلخ بینند دم درکشند

اور جو لوگ محبت سے خالی یا غافل ہیں ان کی نسبت کہا گیا ہے:

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

اہل محبت پر تو ہر وقت آرے اور بھالے چلتے ہیں ایک لمحہ اور ایک سیکنڈ بھی ان کو چین نصیب نہیں بلکہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے:

جس کا دل دلبر میں ہو کب اس کو بس آتی ہے نیند کروٹیں ہی لیتے صاف اُڑ جاتی ہے نیند

اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے:

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

پرانے تعلق والوں کی غلطی پر مواخذہ

(ملفوظ ۱۴۱) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا اور فرمایا کہ اس کا

جواب دو۔ وہ خاموش رہے' فرمایا کہ ارے ظالمو! اتنی اصلاح کے بعد بھی تم کو کوئی نفع نہ ہوا اب کہاں تک تمہارے افعال اقوال کی تاویلیں کیا کروں۔ اب بتلایئے کہ میں ایک بات دریافت کر رہا ہوں' جواب ندارد اب طبیعت میں تغیر نہ ہوتو کیا ہو کیا جواب لینے کے لیے ان کے سامنے ہاتھ جوڑوں' خوشامد کروں' نالائق اپنی غلطی کو تو دیکھتے نہیں' میرے تشدد کو دیکھتے ہیں۔ بس باب اصلاح مسدود بلکہ مفقود ہو گیا۔ ایک صاحب کا آج منی آرڈر آیا تھا' کوپن میں کچھ نہیں لکھا اور یہ وہ ہیں جو یہاں پر رہ بھی چکے ہیں اور برابر آتے جاتے رہتے ہیں' مزاج سے واقف ہیں' پرانا تعلق ہے اور پھر یہ غلطی بے حس بے فکر اور کیا کہوں تیلی کے بیل بنے ہوئے ہیں سارے دن چلتا ہے مگر وہیں رہتا ہے جب تک انسان کو خود فکر نہ ہو' خیال نہ ہو' اصلاح ہو نہیں سکتی اور یہ تو ان غرباء کی حالت ہے امراء کا تو کچھ کہنا ہی نہیں وہ تو سمجھتے ہیں جہاں ملانوں کو رشوت دی اور سب خفگی ختم مجھ کو امراء پر جو جلد تغیر ہوتا ہے اس کا اصلی راز یہی ہے کہ ان کے دلوں میں ملانوں کی تحقیر ہے' میں کہا کرتا ہوں کہ ہم تو جب جانیں کہ کلکٹر کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے' آخر وہاں ایسا نہیں کرتے کون چیز مانع ہے اس کا سبب صرف ان کی وقعت و عظمت اور ملانوں کی بے وقعتی ہے۔

بلا ضرورت کلام کی ظلمت

(ملفوظ ۱۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بلا ضرورت کلام کرنے سے قلب پر ظلمت ہوتی ہے اور ضرورت سے اگر کلام ہو گو کتنا ہی زیادہ ہو اس سے ظلمت نہیں ہوتی' مثلاً ایک کنجڑہ تمام دن یہ کہتا پھرے کہ لے لو خربوزے اس سے رائی برابر بھی ظلمت نہ ہوگی اور بلا ضرورت اگر یہ بھی پوچھ لے کہ کب جاؤ گے تو اس سے بھی ظلمت ہوتی ہے۔

خلوت کا خیال اور حضرت گنگوہی کی رائے

(ملفوظ ۱۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ کو خیال ہوا کہ تنہائی ہو اور اللہ اللہ ہو اور اس کے لیے جنگل تجویز کیا گیا کہ ایک جھونپڑی بنا کر اس میں رہوں گا اس لیے کہ بستی میں رہنے سے ہجوم کے سبب دل گھبراتا تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال ہوا کہ بدون

بزرگوں سے پوچھے کوئی بات کرنا اچھا نہیں' میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے دریافت کیا حضرت نے اجازت نہ فرمائی' دو وجہ سے ایک تو یہ کہ اس میں شہرت زیادہ ہوگی' دوسرے یہ کہ اپنے بزرگوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نقصان یہ ہے کہ آنے والے دق کرتے ہیں کام نہیں کرنے دیتے اب اس کی دو صورتیں ہیں اگر ان کی طرف التفات کیا تو اپنا حرج ہوتا ہے اور اگر التفات نہ کیا جائے تو ان کی دل شکنی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ سب کو جھاڑ و مارو اپنے کام میں لگے رہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی دل شکنی کو دیکھیں یا اپنی دین شکنی کو' بزرگوں کے مشورہ میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

ملفوظات میں زیادہ نفع ہے

(ملفوظ ۱۴۴) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وعظ زیادہ نافع ہے یا ملفوظ؟ فرمایا کہ ملفوظ زیادہ نافع ہوتے ہیں اس لیے کہ ملفوظ میں خاص حالت پر گفتگو ہوتی ہے۔ البتہ وعظوں میں سے اگر اپنے حسب حال انتخاب کر لیا جائے اس سے بھی انشاء اللہ بہت نفع ہوگا۔

کبر اور خجلت میں فرق اور ایک مثال سے اس کی تشریح

(ملفوظ ۱۴۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک تو ہوتا ہے کبر اور ایک ہوتی ہے خجلت یعنی خلاف عادت ہونے پر جو انقباض ہو اس کو خجلت کہتے ہیں تکبر نہیں۔ مثلاً ایک حالت اس کی عادت سے ارفع ہے جیسے اس شخص کا جلوس نکالیں تو اگر اس سے اس کو نفرت ہے تو اس کو تکبر نہ کہیں گے خجلت کہیں گے اور اگر اس کا عکس ہو کہ بازار میں سر پر گٹھا رکھ کر چلنے میں تو شرماتا ہے اور جلوس نکالنے سے نہیں شرماتا۔ گو یہ بھی خلاف عادت ہو تو اس کو تکبر کہیں گے اور اگر دونوں میں شرمائے تو تکبر نہیں خجلت ہے۔ فرمایا کہ آج کل امراض روحانی کو تو لوگ امراض ہی نہیں سمجھتے' میں نے ایک صاحب سے کہا تھا کہ تم میں کبر کا مرض ہے اپنی خبر لو' نہیں مانا' پانچ برس کے بعد اقرار کیا کہ آپ سچ کہتے تھے مجھ میں واقعی کبر کا مرض ہے میں نے کہا کہ بندہ خدا اگر اس وقت مان لیتے تو جب سے تو کیا سے کیا ہو جاتا مگر اتنے زمانہ تک اینٹھ مروڑ ہی میں رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگوں

کو شیوخ کی تقلید سے عار آتی ہے' طریقت کے غیر مقلد ہو جاتے ہیں مگر اس طریق میں تمام تر مدار اعتماد پر ہے مگر بعض کو نہیں ہوتا حالانکہ اعتماد بڑی چیز ہے یہی حاصل ہے تقلید شیوخ کا۔

علماء کیلئے شہادت اور دعوت میں شرکت نہ کرنا

(ملفوظ ۱۴۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علامہ شامی نے تو یہاں تک نقل کیا ہے کہ فقہاء اور علماء کو کسی کی شہادت بھی نہ دینی چاہیے اس کا راز یہ ہے کہ ان کو سب مسلمانوں سے یکساں تعلق رکھنا چاہیے اور شہادت میں ایک فریق میں شمار کیا جائے گا اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ کسی کی دعوت نہ کھائیں' اس کا راز یہ ہے کہ آج کل اس میں ذلت ہے۔ واقعی یہ حضرات فقہاء حقیقت کو سمجھتے ہیں' حکیم ہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ والد صاحب کے لیے دل سے دُعا نکلتی ہے ایسی تعلیمات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ تھے جب کبھی کہیں دعوت ہوتی تو ہم کو ساتھ نہ لے جاتے تھے۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ چھوٹے بچوں کو ساتھ لے لیتے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ ان کو عادت ہو جائے گی۔ لال کرتی میرٹھ میں پانچ مسجدیں تھیں' رمضان المبارک میں پانچوں مسجدوں میں ختم کے روز بڑے پیمانے پر مٹھائی تقسیم ہوتی تھی تو جس روز ختم ہوتا تھا والد صاحب ہم لوگوں کو یا تو مٹھائی یا روپیہ دے دیتے اور فرماتے اگر وہاں جاتے دھکے مکے کھاتے اور پھر بھی اتنی مٹھائی نہ ملتی اب وافر مٹھائی منگا کر جی بھر کر کھالو۔ ان کی تربیت کی بدولت ایسی چیزوں میں آج تک جھجک ہے گو اللہ واسطہ کا کھاتے کھاتے ساری عمر گزر گئی مگر جو اس وقت جھجک تھی وہ اب تک باقی ہے واقعی بچپن کی عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ دعوت میں بچوں کے ساتھ لے جانے پر ایک ولایتی کی بیان کی ہوئی حکایت یاد آئی کہ ولایت میں جب کسی تقریب میں دعوت ہوتی تو سب لوگ اپنے اپنے بچوں کو ساتھ لے جاتے۔ ایک ولایتی نے تماشا کیا کہ اس کا ایک بچھڑا تھا اس کو اپنے ہمراہ لے گیا اور مجمع میں کہا کہ ہمارا کوئی بچہ تو ہے نہیں ہمارا یہی بچہ ہے اس کو بھی سب کے ساتھ کھانا کھلائیں گے' لوگوں کو بے حد شرمندگی ہوئی اور اس رسم کو چھوڑ دیا۔

لوگوں میں انتظام کا قحط

(ملفوظ ۱۴۷) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگوں میں تو انتظام کا قحط ہے اور مجھ کو انتظام کا ہیضہ تو ہیضہ زدہ اور قحط زدہ جمع نہیں ہو سکتے اور انتظام کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں سوچ اور فکر نہیں اور انتظام بدون سوچ اور فکر کے ہو نہیں سکتا۔

امور طبعیہ کے تقاضے پر ملامت نہیں

(ملفوظ ۱۴۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حرص وغیرہ امور طبعیہ ہیں امور طبعیہ کے تقاضا پر ملامت نہ ہوگی ہاں اس کے اقتضاء پر اگر عمل کرے گا تو ملامت ہوگی اور ایسے امور میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں جو چیز متوسط توجہ سے یا شیخ کی تنبیہ سے سمجھ میں آ جائے اس کا علاج کر لے باقی جو چیز اصل ہے یعنی توجہ الی اللہ اس میں لگنا چاہیے۔

آج کل کی اولوالعزمی تکبر ہے

(ملفوظ ۱۴۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل جس کا نام اولوالعزمی رکھا ہے وہ فی الواقع ناشی ہے' تکبر سے انسان کو اپنی ترفع کی فکر واہتمام نہ چاہیے مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ذلت سے بھی بچنا چاہیے ایسی اولوالعزمی کے بارے میں یہ کلام حق تعالیٰ کا سن لیں۔ فرماتے ہیں:

تلک الدار الآخرۃ نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا

اور اسی طرح ان متکبرین کا غرباء پر ہنسنا یا ان کو دیوانہ بتانا اس آیت میں مذکور ہے کہ

قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون

اور سچی اولوالعزمی کے بارے فرماتے ہیں کہ:

موحد چہ برپائے ریزی زرش   چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس   ہمیں است بنیاد توحید بس

حکام سے مقابلہ میں نفع کم ہو جاتا ہے

(ملفوظ ۱۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں تحریکات کے متعلق فرمایا کہ حکام سے تو مقابلہ نہیں کرنا

چاہیے اس لیے کہ وہ ضرر پہنچا سکتے ہیں لیکن اور جگہ کسی کی رضا عدم رضا کی پرواہ نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اپنی مقاصد کی تحریکات میں سب سے بہتر اور نافع تدبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کو قاعدہ میں کارروائی کرنا چاہیے اور جو واقعہ پیش آئے' حکام کو اس کی اطلاع کی جائے اور وہ جو اس پر تجویز کریں اس پر کاربند ہو اگر پھر کوئی واقعہ خلاف واقع ہو تو حکام بالا کو اطلاع دیں اگر وہاں سے بھی ناکامی ہو صبر کریں ایسی شورش نہ کریں کہ نفع سے زیادہ نقصان ہو جائے۔

۴ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنج شنبہ

سرحد کے ایک نواب صاحب کا خط

(ملفوظ ۱۵۱) فرمایا کہ ایک ریاست ہے وہاں سے کئی روز ہوئے ایک صاحب کا خط آیا تھا جواب کے لیے نہ ٹکٹ تھا نہ کارڈ اس میں لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عامل ہیں' میرا ایک کام ہے وہ آپ کر دیں اور میں اپنے آدمی کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ میں نے اس خیال سے کہ کارڈ پر جواب دینے میں میرے تو تین ہی پیسے خرچ ہوں گے ان کا اگر آدمی آیا تو نہ معلوم کس قدر روپیہ صرف ہو جائے گا اس لیے کارڈ لکھ دیا کہ آپ آدمی بھیجنے کی ہرگز تکلیف نہ فرمائیں اور نہ کوئی خط اس سلسلہ میں روانہ کریں مجھ کو عملیات نہیں آتے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ مقام سرحد پر ہے اور یہ نواب ہیں جن کا خط ہے فرمایا کہ واقعی نواب ہیں اور ہیں بھی بے تکلف' جی میں آ گیا تو گالیاں ہی دے دیں۔ چنانچہ آج پھر ان کا خط آیا ہے سلسلہ قطع نہیں کیا وہی اصرار ہے کہ ہمارا کام کرو اگر ہمارا کام کر دیتے تو کیا جہنم میں چلے جاتے۔ اب بتلائیے میں نے اس میں کون سا زہر ملا دیا تھا' تین پیسے خرچ کیے اور گالیاں کھائیں۔ میں نے جب کبھی بھی اپنے اصول کے خلاف کیا جبھی تکلیف پہنچی؛ میں نے تو یہ خیال کیا کہ بے چاروں کا نقصان نہ ہو بلاوجہ روپیہ صرف ہو جائے گا لفافہ پر پتہ میں میرے نام پر لکھا ہے کہ فلاں (یعنی اشرف علی) عامل بھلا میرے کون سے اشتہار شائع ہو رہے ہیں' بدتہذیب آدمی کو ڑمغز بس اب جواب نہ دوں گا' کیوں اپنے پیسے خراب کیے اور ماشاء اللہ اب کی مرتبہ بھی ٹکٹ ندارد بہت ہی اچھا ہو جو آ جائیں اور میں یوں کہوں دور ہو

نالائق سرائے میں جا کر ٹھہر مگر بحمداللہ اس واقعہ سے عقلاً کوئی ناگواری نہیں' گو طبعاً ناگواری ضرور ہے اور عقلاً اس لیے نہیں کہ اس سے کوئی تعلق نہیں جس سے رعایت کی توقع ہوتی ایک اجنبی شخص ہے اس لیے کچھ بھی گرانی نہیں یہ بھی لکھا ہے کہ کب تم نے اپنے آپ کو ولی مشہور کیا ہے بڑا ہی کوئی بدفہم اور کوڑ مغز معلوم ہوتا ہے بھلا میں نے کب اپنے کو ولی مشہور کیا ہوگا۔ اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ لکھے ہیں اگر میں سچی بات بتلا دیتا ہوں جیسا اب بتلا دیا تھا کہ میں عامل نہیں تو لوگ یہ معاملہ کرتے ہیں' میں نے تو نقصان سے بچانا چاہا کہ آنے میں بہت روپیہ برباد ہوگا' وہاں سے یہ تبرکات ملے' اللہ بچائے بدفہمی سے اگر ان سے کچھ اینٹھ لینا چاہے پھر کام بھی نہ ہوتا درست ہو جاتے اور خوش اور معتقد رہتے بلکہ اس وقت کام نہ ہونے پر بھی کہتے کہ جی ہماری قسمت کام نہ ہوا ان کے عامل ولی ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارا کام کرنا پڑے گا تم کو تکبر ہے فرمایا کہ ایسے بدفہموں کو کسی کو دق کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ ان لوگوں میں بدتمیزی بہت ہی بڑھ گئی ہے' نالائق نے لکھا ہے کہ رجسٹری کیوں نہیں پہنچی' میں امراء کی خاطر تو کرتا ہوں مگر وقعت نہیں کرتا' میرے قلب میں ان کی عظمت ہی نہیں ہاں دل آزاری یا تحقیر بھی نہیں کرتا۔ اب بھلا ایسے بدفہموں کا کیا کوئی علاج کرے اور کیا ایسے لوگوں کی کوئی اصلاح کر سکتا ہے' ایک سیدھی اور سچی بات پر کس قدر طیش میں ہے' کوئی اس نالائق سے پوچھے کہ کام بھی کرانا چاہتا ہے' غرض مند بھی ہے اور اس قدر نخرے جیسے کوئی اس کے باوا کا نوکر ہے' آ جائے ذرا جب بتلاؤں گا چھٹی کا کھایا پیا سب ہی اُگل کر نہ جائے۔

ایک صاحب پر مواخذہ' بے فکری یا بدفہمی

(ملفوظ ۱۵۲) ایک دیہاتی شخص نے آ کر عرض کیا کہ تعویذ دے دو اور یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ' اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ میں سمجھا نہیں پوری بات کہو' اس نے پھر بھی یہی کہا کہ تعویذ دے دو' فرمایا کہ میں اتنا ذہین نہیں ہوں کہ بدون پوری بات کہے سمجھ سکوں۔ ایک صاحب نے جو مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اس شخص سے کہا یہ بتلا دے کہ کس کام کے لیے تعویذ کی ضرورت ہے۔ حضرت والا نے ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم یہاں اپنی کسی مصلحت یا غرض سے آئے ہو یا یہاں پر منیجری کرنے بیٹھے ہو' آپ کو دخل دینے کے لیے کس

نے کہا جو بات تم نے اس شخص کو بتلائی میں نہیں بتلا سکتا تھا آخر کوئی تو میری مصلحت ہوگی کہ جو میں نے نہیں بتلائی' کیا اتنی بھی آپ کو سمجھ نہیں' آپ تو اس سے بھی زیادہ کوڑ مغز ثابت ہوئے' یہ طریق کہ دوسرے لوگ میری بات میں جوڑ لگایا کریں اس میں میری مصلحتوں کو پامال کرنا ہے یہاں بیٹھے تو ہیں اپنی مصلحت سے اور دخل دینا شروع کر دیا دوسرے کی مصلحتوں میں جن باتوں کا مجھ سے تعلق ہے اس میں کسی کو دخل نہ دینا چاہیے سب کان کھول کر سن لیں آخر بیٹھے ہوئے آپ کو کیوں جوش اُٹھا اور بدون سوچے سمجھے یہ حرکت کیوں کی اور کیوں مجھ کمبخت کو پریشان کیا۔ یہ سن کر وہ خاموش رہے۔ تب فرمایا کہ میری بات کا جواب تو ہونا چاہیے عرض کیا کہ غلطی ہوئی' فرمایا کہ یہ خوب سبق یاد کر لیا ہے کہ غلطی ہوئی بہت اچھا غلطی ہوئی اب میں پوچھتا ہوں کہ غلطی کا منشاء بدفہمی یا بے فکری' عرض کیا کہ بدفہمی' فرمایا تو چلو یہاں سے نکلو دور ہو کیونکہ بے فکری کا علاج تو ہو سکتا تھا فکر تو اختیاری چیز ہے مگر بدفہمی کا کوئی علاج نہیں' فطری اور قدرتی چیز کو کون بدل سکتا ہے۔ عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معاف ہے مگر کیا معافی کے یہ معنی بھی ہیں کہ نالائقیوں پر متنبہ بھی نہ کروں' کیا تمہارا غلام بن کر رہوں کہ جو جی میں آیا کر بیٹھے' ایسوں کی کہاں تک اصلاح کروں' آخری فیصلہ یہی ہے کہ میں بدفہموں سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا' فرمایا کہ میں جو یہ سوال کرتا ہوں کہ اس غلطی کا منشاء بے فکری ہے یا بدفہمی تو میرا خیال تو یہ ہوتا ہے کہ اگر بے فکری سبب ہے تب تو امید اصلاح کی ہے اور اگر بدفہمی سبب ہے تو امید اصلاح کی نہیں اور یہ جو لوگ جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ بدفہمی اس غلطی کا سبب ہے سو یہ واقع میں غلط بات ہوتی ہے زیادہ تر سبب بے فکری ہی ہوتی ہے مگر ان کے اندر ایک چور ہے جس کو اللہ نے میرے دل میں ڈال دیا ہے وہ یہ کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا کہ بے فکری سبب ہے تو اس پر تو جرم ثابت ہو جائے گا اس لیے کہ فکر کرنا اختیاری چیز ہے اور اگر ہم بدفہمی سبب بتلائیں گے تو چونکہ وہ غیر اختیاری چیز ہے اس پر معذور سمجھے جائیں گے اور جرم میں تخفیف ہو جائے گی اور یہاں اس کا عکس اثر ہوتا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جو چیز اختیاری ہے مثلاً بے فکری ہو تو اس کا علاج بھی ہے یعنی فکر تو اس میں تعلق رکھنے کی گنجائش ہے اور جو چیز غیر اختیاری ہے مثلاً بدفہمی تو اس کا علاج بھی غیر اختیاری ہے اس میں تعلق رکھنے

کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ میں کہہ دیتا ہوں کہ بدفہموں کی اصلاح کی امید نہیں لہٰذا میں خدمت سے معذور ہوں تب آنکھیں کھل جاتی ہیں' فرمایا کہ معترضین اور سب کو معذور سمجھتے ہیں ان کی غلطیوں کی تاویلیں کرتے ہیں اور میری اصلاح کی کوئی توجیہ نہیں کرتے۔

اجتماع سے طبعی تنفر

(ملفوظ ۱۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کا مذاق ہے کہ جماعت کے لوگ جمع رہیں باہم ارتباط رہے مگر چونکہ اس اجتماع کے اغراض فاسد ہوتے ہیں اس لیے مجھ کو اس سے نفرت ہے بلکہ اگر اغراض فاسد بھی نہ ہوں مگر کوئی مصلحت بھی نہ ہو تب بھی انقباض ہوتا ہے جیسے گھر میں آج اوجھڑی پکی تھی سب نے کھائی مگر میں نے نہیں کھائی۔ جب یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ وہی ہے جس میں گوبر تھا جی ہٹ جاتا تھا' گو جائز ہے بس اسی طرح بدفہموں کے اجتماع سے گو مباح ہی ہو جی گھبراتا ہے ایک دو دوست سمجھدار فہیم ہوں دل بہلانے کو وہی کافی ہیں ایسے ہی بہت سے افعال مباح ہوتے ہیں مگر مجھ کو ان سے طبعاً انقباض ہوتا ہے اور اس کے متعلق ایک حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک مولوی صاحب نے جن کو معتقدین کے ہجوم سے حظ ہوتا تھا میرے اس بیان پر ایک آیت پڑھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے:

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم الخ

میں نے کہا کہ اول تو مع الذی یدعون ربھم سے اس مجمع میں خاص قیود معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے خود اصبر سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماع آپ کو طبعاً گراں تھا کیونکہ صبر کی حقیقت ہے: حبس النفس علی ماتکرہ تو واصبر خود دلالت کر رہا ہے گرانی پر۔ اجی صاحب آزاد ہی رہنا اچھا ہے دوسرے ہم لوگوں کے نفس کا کیا اعتبار اس کے تو پر قینچ ہی ہوتے رہیں تو سلامتی ہے ایسے سامان کو جمع ہی نہ ہونے دیں جس سے اسے موقع ملے ہاتھ پیر نکالنے کا۔ اسی کو فرماتے ہیں:

نفس اژدہا ست او کے مردہ است　　از غم بے آلتی افسردہ است

اگر ایسے ہی اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور اس کی قوت کے سامان جمع ہوئے ہیں جن میں سے معتقدین کا ہجوم بھی ایک بڑا سبب ہے تو چند روز میں انسان فرعون بن جائے۔ اس کو فرماتے ہیں:

نفس از بس مدحہا فرعون شد کن ذلیل النفس ہونا لاتسد

اس لیے طبیعت آزادی کو پسند کرتی ہے ہاں جن کو دُکانداری کو ترقی دینا ہے وہاں ضرورت ہے اس سامان کی اور ڈھونگ بنانے کی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ جو جامع تھے ظاہر اور باطن کے وہ ان چیزوں کو پسند نہ فرماتے تھے۔ صاحبو! ہماری عزت سامان سے نہیں اگر عزت ہے تو بے سروسامانی ہی میں ہے اس بے سروسامانی کے باب میں خوب کہا ہے:

زیر بارند درختاں کہ ثمرہا دارند اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

دل فریبان نباتی ہمہ زیور بستند دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

اور اسی کو فرماتے ہیں:

نباشد اہل باطن درپے آرائش ظاہر بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را

بس وہ دولت حاصل کرنا چاہیے جس کے ہوتے ہوئے ان اسباب کی حاجت ہی نہ ہو۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو دیکھ لیجئے کہ اصطلاحی عالم نہ تھے جو رفعت کا ایک بڑا ذریعہ ہے مگر ہزاروں لکھوں پڑھوں کو ان کے سامنے جھکا دیا گیا۔ اسی چیز کو عارف شیرازی فرماتے ہیں:

شاہد آں نیست کہ موئے دمیانے دارد بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد

اس دولت کا خاصہ ایسا استغناء ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے:

از بہر خورش ہر آں کہ نانے دارد وز بہر نشست آستانے دارد

نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

دیہاتی کے ایک زائد لفظ پر حضرت کی گرفت

(ملفوظ ۱۵۴) ایک دیہاتی شخص نے آ کر عرض کیا کہ اجی بخار کا ایک اور تعویذ دے دو جس سے مفہوم ہوتا تھا کہ ایک تو مل چکا ہے دوسرا اور چاہیے' فرمایا کہ دودھ تو دیا مگر مینگنیوں بھرا یعنی درخواست تو صاف لفظوں میں کی مگر اس میں ایک لفظ اور ملا دیا جس سے پریشانی ہوئی۔ غرض یہ ہے کہ سیدھی بات نہ ہو افراط تفریط کلام میں ضرور ہو۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ اور سے کیا مراد ہے اس پر تاویلیں کرنے لگا' کلام کو کچھ بدلنے لگا' فرمایا کہ بندہ خدا چپ رہ

تو مت بول میں نے تو اپنے کانوں سے سنا ہے۔ عرض کیا ہے کہ میں نے تو یہ ہی کہا تھا کہ بخار کا ایک اور تعویذ دے دو فرمایا بس اس اور ہی کا تو مطلب پوچھ رہا ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ عرض کیا کہ خطا ہوئی خطا کو معاف بھی تو کر دیا کرتے ہیں' فرمایا کہ معاف کرتا ہوں انتقام نہ لوں گا بددعا نہ کروں گا' لوگوں میں تمہاری بدگوئی برائی نہ کروں گا مگر دل کو تو رنج ہو گیا اور رنج میں کام نہیں ہوا کرتا اور اگر دل کے رنج کے ساتھ کام کر بھی دیا تو اثر نہ ہوگا کیونکہ تعویذ وغیرہ کے اثر میں زیادہ تر دخل توجہ اور نشاط کو ہے۔ پھر فرمایا معافی کے معنی یہ ہیں کہ انتقام نہ لے یہ معنی تھوڑا ہی ہیں کہ کام بھی کر دے اب دل سے جب اس رنج کا اثر جاتا رہے گا اس وقت کہنا تب کام ہوگا۔ عرض کیا کہ اب کبھی ایسی بات نہ کہوں گا دریافت فرمایا اور کس طرح کہے گا عرض کیا کہ یوں کہوں گا کہ بخار کے لیے تعویذ دے دو۔ فرمایا اچھا اس وقت یوں کیوں نہیں کہا تھا۔

عرض کیا کہ اس وقت طبیعت نے یوں ہی کہا کہ یوں کہنا چاہیے' فرمایا اب میری طبیعت یوں کہتی ہے کہ جو شخص پریشان کرے' اس کا کام مت کر جب تو نے اپنی طبیعت کا چاہا کیا اب میری طبیعت کا چاہا ہو لینے دے جا' ایک گھنٹہ کے بعد آنا اور ٹھیک بات کہنا' اس وقت کی گفتگو کے بھروسہ نہ رہنا مجھے اس وقت کی بات یاد نہ رہے گی اور یہ بھی کہہ دینا کہ مجھ سے فلاں غلطی ہو گئی تھی اب گھنٹہ کے بعد آیا ہوں وہ شخص چلا گیا۔ فرمایا کہ یوں ان لوگوں کے دماغ درست ہوتے ہیں اب انشاء اللہ کبھی ساری عمر بھی مہمل الفاظ نہ بولے گا' اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص آیا آ کر کہا کہ مولوی جی میرا بھی ارادہ تھا مرید ہونے کا' میں نے کہا تھا یا ہے غرضیکہ وہ الٹ پلٹ ہو کر چل دیا' بھائی اکبر علی مرحوم سے ملا' انہوں نے پوچھا کیا ہوا کہا کہ جی کیا بتلاؤں تھا اور ہے میں پکڑا گیا۔

حضرت کو قریب سے دیکھ کر لوگوں کا گرویدہ ہو جانا

(ملفوظ ۱۵۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ دور سے تو لوگ حضرت کو سخت خیال کرتے ہیں اور پاس آ کر رعایتیں دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے ہیں' فرمایا کہ جی ہاں واقعی میں تو اتنی رعایتیں کرتا ہوں کہ ان پر نظر کر کے یوں کہا کرتا ہوں کہ مجھ کو لوگ اگر مداہن کہیں تو ایک درجہ میں تو صحیح ہے مگر متشدد کہنا تو بالکل ہی صحیح نہیں۔ یہاں پر ایک مرتبہ آ جائیں اور کچھ رہیں اور

معاملات دیکھیں پھر تو یقیناً مانوس ہو جاتے ہیں' بھلا تشدد سے بھی کوئی مانوس ہوا کرتا ہے۔

چشتی اور نقشبندی مزاج کا فرق

(ملفوظ ۱۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لیا کہ میں چشتی سلسلہ میں بیعت کروں یا نقشبندی سلسلہ میں' حضرت نے فرمایا کہ اچھا پہلے ایک بات بتلاؤ کہ ایک زمین میں تخم پاشی کرنا ہے اور اس میں جھاڑ جھونڈ بہت ہیں تو کس طریق سے تخم پاشی کرنا مناسب ہے آیا اول تخم پاشی کر دے پھر تدریجاً زمین کو صاف کرتا رہے یا اول اس جگہ کو صاف کر کے پھر تخم پاشی کرے' عرض کیا کہ حضرت میری رائے میں تو اول تخم پاشی کر دینی چاہیے پھر زمین کو صاف کرتا رہے۔ فرمایا جاؤ نقشبندیوں میں جا کر بیعت ہو جاؤ ہمارے یہاں یعنی چشتیوں میں تمہارا کچھ کام نہیں کیونکہ نقشبندیہ میں اول تحلیہ بالحاء المہملہ ہے پھر تخلیہ بالخاء المعجمہ اور چشتیہ میں بالعکس پھر فرمایا کہ مذاق کا دریافت کرنا بڑے حکیم کا کام ہے پھر ایسی سہولت سے کیا ٹھکانا تھا' حضرت کی فراست کا معقولات کو محسوسات کی صورت میں دکھلا دیا۔

دیہاتی سے دوسرا مواخذہ

(ملفوظ ۱۵۷) سلسلہ کے لیے اس سے دو ملفوظ چھوڑ کر تیسرا پہلا ملفوظ دیکھو اسی دیہاتی شخص نے ایک گھنٹہ کے بعد آ کر عرض کیا کہ بخار کے لیے تعویذ دے دو' یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تم نے اس دوسری مرتبہ دھوکہ دیا اور اول مرتبہ کی بات باوجود کہہ دینے کے یاد نہیں دلائی' میں یوں سمجھا کہ کوئی اور شخص ہے تو تم نے مخالفت کیوں کی' اب اس مخالفت کی سزا یہ ہے کہ اگر تعویذ لینا ہے تو ایک لفافہ خرید کر اور اس پر اپنا پتہ لکھ کر اور اس میں یادداشت کا ایک پرچہ لکھ کر میرے پاس رکھ دو کہ مجھ کو فلاں چیز کے تعویذ کی ضرورت ہے مجھ کو دے دو' میں ڈاک سے تعویذ بھیج دوں گا' میں نے تدبیر بتلا دی' یہ بھی میرا احسان ہے نہیں تو ناراضگی میں آدمی تدبیر بھی نہیں بتلایا کرتا تم نے کتنی مرتبہ ستایا اور کئی طرح کی تکلیف دی۔

۴ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ
یعنی نظم اوقات کیلئے دلیل

(ملفوظ ۱۵۸) ملقب بہ اجمع الکلام فی انفع النظام. ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو اکثر اہل علم سے بھی امید بہت کم ہوگئی کہ آئندہ ایسے امور کی اصلاح کریں جن میں عام ابتلا ہے کیونکہ یہ لوگ خود ہی قابل تربیت ہیں۔ ایک طالب علم آئے تھے مراد آباد سے انہوں نے یہاں سے جا کر اعتراض کے طور پر لکھا کہ تم نے جو اوقات کا انضباط کیا ہے خیر القرون میں یہ انضباط نہ تھا اس لیے بس یہ سب بدعت ہے مگر جواب کے لیے نہ ٹکٹ تھا نہ کارڈ' اگر ہوتا تو میں جواب لکھتا کہ تم نے جو مراد آباد کے مدرسہ میں پڑھا ہے وہاں پر بھی اسباق کے لیے اوقات کا انضباط تھا کہ ۸ بجے تک فلاں سبق اور ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک فلاں سبق اور ۲ بجے سے ۴ بجے تک فلاں سبق یہ بھی خیر القرون میں نہ تھا۔ لہذا یہ بھی بدعت ہوا' سو اس بناء پر آپ کا سارا علم جو بدعتی طریق پر حاصل کیا گیا ہے نامبارک اور ظلماتی ہوا بلکہ اگر بدعت کے یہ معنی ہیں جو ان حضرت نے سمجھے ہیں کہ جو چیز خیر القرون میں نہ ہو تو خیر القرون میں تو ان کا بھی وجود نہ تھا پس یہ بھی مجسم بدعت ہوئے کیا خرافات ہے۔ تحصیل علم کرنے والوں کے فہم کی حالت ہے عوام بے چاروں کی تو کیا شکایت کی جائے جب کہ لکھے پڑھے علم کے مدعی اس زمانہ میں بکثرت اس قدر بدفہم اور کم عقل پیدا ہو رہے ہیں ان بزرگ کو بدعت کی تعریف بھی معلوم نہیں یہ انضباط کسی کے اعتقاد میں عبادت تو نہیں اس لیے ان کا خیر القرون میں نہ ہونا اور اب ہونا بدعت کو مستلزم نہیں' میں نے حیات المسلمین روح ہشتم (نمبر ۳) میں ایسے انتظامات کے متعلق لکھ دیا ہے چنانچہ ایک آیت میں ہے کہ اس بات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اُٹھ کر چلے جاؤ) اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے (کسی کا لحاظ نہیں کرتے (سورۂ احزاب) اسی واسطے خود فرما دیا:

اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا الآیہ

اور اس مقام میں جس طرح شان انتظامی کی تعلیم ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کے اخلاق پر دلالت ہے جیسا کہ یستحیی سے معلوم ہوتا ہے اللہ اکبر کیا انتہا ہے آپ کی مروت کی کہ اپنے غلاموں کو بھی یہ فرماتے ہوئے شرماتے تھے کہ اب اپنے کاموں میں لگو مگر یہ لحاظ اپنے ذاتی معاملات میں تھا' احکام کی تبلیغ میں نہ تھا اور اس باب میں بہت نصوص ہیں۔ اب یہاں کے قواعد اور ان ضوابط کے متعلق ایک غیبی لطیفہ سنئے۔ ایک صاحب مخلص اور دوست یہاں پر مہمان ہوئے ان کے ساتھ ان کا ملازم ایک بے ریش لڑکا تھا' قانون یہاں پر یہ ہے کہ شب کو بے ریش لڑکا خانقاہ میں نہیں رہ سکتا مگر چونکہ ان سے بہت خصوصیت کا تعلق تھا اور ان کی نگرانی پر اعتماد بھی تھا اس لیے ان سے کچھ نہیں کہا گیا بلکہ کہتے ہوئے شرمایا۔ غرض یہ کہ وہ شب کو مع اپنے اس ملازم کے خانقاہ میں مقیم رہے۔ صبح کو بعد نماز فجر کہنے لگے کہ رات بڑی ہی طبیعت کو انتشار رہا وہ یہ کہ میں نے رات کو خواب میں حضرت حافظ ضامن صاحب کو دیکھا کہ بہت خفا ہوئے ہیں کہ بے ریش لڑکے کو لے کر خانقاہ میں کیوں قیام کیا' میں نے کہا کہ قانون تو یہاں کا یہی ہے مگر محض آپ کے لحاظ سے اس کا اظہار نہیں کیا گیا مگر آج معلوم ہوا کہ یہاں زندہ ہی منتظم نہیں مردے بھی منتظم ہیں (یہ مزاحاً کہا گیا) پھر میں نے کہا کہ اب سے امرد کو ساتھ مت لانا اور مجھ کو بھی اس خواب پر بڑا تعجب ہوا اس لیے کہ ان کو خبر بھی نہ تھی کہ یہ معمول ہے اس لیے قوت متخیلہ کا بھی احتمال نہ تھا۔

ہر غصہ تکبر کی وجہ سے نہیں ہوتا

(ملفوظ ۱۵۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا غصہ تکبر کی وجہ سے آتا ہے؟ فرمایا نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غصہ آتا تھا تو کیا (نعوذ باللہ) وہاں بھی یہی منشاء تھا کبھی غیرت اس کا منشاء ہوتا ہے دینی یا دنیوی کبھی طبعاً ضعف تحمل اس کا سبب ہوتا ہے ان دونوں میں کبر کا کوئی دخل نہیں البتہ اگر اس غصہ کے اقتضاء پر اس طرح پر عمل کیا جائے کہ وہ حد شرعی سے گزر جائے وہ تکبر ہے باقی امور طبعیہ میں انسان معذور ہے۔

ایک مولوی صاحب کو ترک لایعنی کا مشورہ

(ملفوظ ۱۶۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر قرآن

وحدیث میں یا فقہ میں یا آئمہ مجتہدین کے اقوال میں شبہ ہو اس کو پوچھ سکتے ہیں باقی دنیا بھر کے اقوال کی کہاں تک کوئی ذمہ داری کر سکتا ہے اور میں آپ کو خیر خواہی سے مشورہ دیتا ہوں کہ جو حالت واقعی پیش آجائے اور اس کے متعلق ضرورت ایسی ہو کہ بدون سوال کیے ضرر کا اندیشہ ہو صرف اس کو پوچھنا چاہیے ایک اور بات بھی کام کی بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ جو شاگرد پڑھ رہا ہو یا مطب کر رہا ہو اس کو تو حق ہے سوال کا لیکن مریض کو فن کے متعلق سوال کرنے کا حق نہیں اس کو تو اپنی حالت بیان کر دینے کا حق ہے اس کے بعد طبیب کا اتباع کرے جس زمانہ میں کوے کے مسئلہ کا شور وغل ہوا بہت لوگ مجھ سے پوچھتے تھے میں ان سے پوچھتا کہ کیا کھاؤ گے' کہتے نہیں میں کہتا تو نہ بتاؤں گا نہ تم پر پوچھنا فرض نہ مجھ پر بتانا فرض اور عقیدہ کا مسئلہ نہیں اور یہ عادت کہ غیر ضروری چیزوں سے جن میں غیر ضروری سوال بھی آ گیا' اجتناب رکھو' اسلام کی خوبی میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ

اس پر میرا ایک مستقل وعظ بھی ہے اس کا نام ہے ترک مالا یعنی اس میں بالتفصیل اس پر بحث ہے جس میں الحمد للہ مفید اور مضر کی تقسیم پوری طرح کر دی گئی ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

اجزائے دین کی حفاظت کا اہتمام

(ملفوظ ۱۶۱) **"ملقب به النجاح فی الاصلاح"** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضولیات میں لوگ بکثرت مبتلا ہیں۔ ایک صاحب نے لکھا کہ کیا مولوی ابوالخیر صاحب سے تمہاری کوئی گفتگو ہوئی جس میں وہ عاجز ہو گئے' اس کو ضرور تحریر فرمائیں' میں نے لکھا اگر تم کو وہ گفتگو نہ معلوم ہو تو کیا کچھ ضرر ہے اس پر جواب میں لکھتے ہیں کہ اس سوال میں میرے نزدیک اہمیت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے' میں نے جواب میں اس پر یہ اضافہ لکھا کہ ہاں اس لیے کہ تمہاری ایسی بیہودہ درخواست پر نکیر کرتا رہوں۔ اگر میں وہ گفتگو لکھ دیتا خدا جانے اس سے کیا نتائج نکلتے۔ اسی طرح ایک شخص نے سوال کیا بے لکھا پڑھا آدمی تھا کہ اگر طالب اپنے شیخ کی صورت کا تصور کیا کرے تو یہ کیسا

ہے؟ میں نے لکھا کہ یہ مشغلہ مقصود بالذات ہے بلکہ جس طرح جہلاء میں متعارف ہے وہ تو مقصود بالذات ہے نہ معلوم لوگوں کو ان فضولیات اور خرافات میں کیا لطف آتا ہے یونہی بیہودہ بے کار وقت کھوتے ہیں کام کی ایک بات نہیں۔ ایک بزرگ نے بلاضرورت کسی سے کوئی سوال کرلیا تھا اس پر تنبیہ ہوئی تیس برس تک روتے رہے کہ میں نے کیوں فضول سوال کیا بڑی ضرورت ہے صحبت کامل کی بدون اس کے دین کی حفاظت مشکل ہے۔ بزرگوں نے حفاظت دین کا بڑا اہتمام کیا ہے خود حضرات صحابہؓ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس حفاظت کا کس قدر اہتمام تھا۔ حضرت علیؓ نے جمعہ کے روز نیا کرتہ پہنا پھر قینچی لے کر کلائی پر سے آستین کاٹ ڈالی کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ محض اس لیے کاٹ دی کہ میں اس کو پہن کر اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ مشک لیے ہوئے گھروں میں پانی بھرتے پھر رہے ہیں وجہ پوچھنے پر فرمایا کہ رومی قاصد نے میرے عدل کی مدح کی تھی اس کا علاج کر رہا ہوں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زبان ہاتھ میں لیے اور مارتے دیکھا اور پوچھنے پر فرمایا:

ھذا اوردنی الموارد آخر یہ کیا چیز ہیں؟ اگر صحابہ سے یہ چیزیں منقول نہ ہوتیں تو خشک لوگ یہ کہتے کہ ان صوفیوں کو جنون ہو گیا ہے اور ان کو تو اب بھی کہتے ہیں اتنا اہتمام تھا حضرات صحابہ کو جب کامیابی ہو سکی اب اس کی وجہ ذرا وہ لوگ بتلائیں جو اس طریق کو بدعت کہتے ہیں۔ بات اصل یہ ہے کہ ہم نے امراض نفسانی کو پہچانا ہی نہیں اگر پہچانتے تو کچھ تو اہتمام کرتے۔

اہل حق سے عناد نہ ہونا غنیمت ہے

(ملفوظ ۱۶۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی نفع سے خالی نہیں کہ اگر انسار بھی نہ کرے تو کم از کم اس کو اہل حق سے عناد تو نہ ہو۔ یہ عناد بہت ہی خطرناک چیز ہے۔

محبت پیدا کرنے کا سہل طریقہ

(ملفوظ ۱۶۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت پیدا کرنے کا بہت ہی سہل طریق ہے میں نے ایک ای بزرگ سے بھی پوچھا تھا کہ خدا سے محبت کس طرح

پیدا ہو فرمایا کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کو آپس میں ملا کر رگڑو میں نے ایسا ہی کیا' دریافت فرمایا کہ کچھ گرمی معلوم ہوئی' میں نے عرض کیا کہ جی ہاں گرمی معلوم ہوئی' فرمایا بس یہی طریقہ ہے محبت پیدا کرنے کا کثرت سے اللہ اللہ کر کے قلب کو رگڑا کرو' محبت پیدا ہو جائے گی۔

بعض بزرگ بھولے ہوتے ہیں مگر بیوقوف نہیں

(ملفوظ ۱۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض بزرگ بھولے ہوتے ہیں مگر بے وقوف نہیں ہوتے بھلا جس نے اپنے مالک کو راضی کر لیا یا راضی کرنے کے اہتمام میں لگ گیا اس سے زیادہ کون عاقل ہوگا اور جو شب و روز اپنے مالک کی نافرمانی اور گستاخیوں میں لگا ہو اس سے زیادہ کون بے وقوف ہوگا' غرض نہ وہ بیوقوف ہوتے ہیں نہ دیوانے ہوتے ہیں ہاں ایک کے دیوانہ ہیں اس دیوانگی کی نسبت یوں فرماتے ہیں:

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد　　مرعسس رادید و درخانہ نشد

اور جن کو تم عاقل سمجھتے ہو اس عقل کے اس راہ میں پرخچے ہیں عقل وہی ہے جس سے مالک کی پہچان ہو سکے اور وہی عاقل ہیں جو اپنے مالک کو پہچان لیں۔ اگر یہ نہیں تو ایسی عقل کی نسبت فرماتے ہیں:

آزمودم عقل دور اندیش را　　بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

فرمایا کہ بھولے پن پر یاد آیا ایک مرتبہ وہی امی بزرگ جن کا ذکر اوپر کے ملفوظ میں ہے مدرسہ کان پور میں تشریف لائے۔ مدرسہ کا کام محض توکل پر تھا' میں نے کہا کہ حضرت اس مدرسہ کی کوئی مستحکم بنیاد نہیں' دعا کیجئے۔ فرمایا کہ تم تو مولوی آدمی ہو' جانتے ہو کہ یہ تمام عالم کا کارخانہ حق تعالیٰ کی قدرت سے چل رہا ہے قدرت ہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام عالم کو سنبھالے ہوئے ہے تو کیا قدرت اتنے بڑے عالم کے کارخانہ کو تو سنبھالے ہوئے ہے تمہارے مدرسہ کو نہ سنبھال سکے گی' اللہ پر نظر رکھو' یہ فرما کر دعا فرمائی کیا ٹھکانہ ہے اس عقل کا۔

مختلف بزرگوں سے ملنے میں اندیشہ

(ملفوظ ۱۶۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مختلف بزرگوں سے ملنے میں آج کل اندیشہ ہے اول تو بہت سوں کی بزرگی ہی میں کلام ہے محض رسم ہی رسم

ہے نام کے بزرگ اس زمانہ میں بہت ہیں کام کے بہت کم ہیں ہاں اگر خود فہیم ہو کہ اندیشہ نہ ہو اپنے پھسلنے کا اور دوسروں کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو تو مضائقہ نہیں عرض کیا کہ دوسروں کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو یہ تو مشکل معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اس کا بھی فہم سے تعلق ہے اب اس کو آپ خود سمجھ لیں' میں نے تو ایک کلیہ بیان کر دیا جزئیات کو آپ خود منطبق کر لیں۔

اس راہ میں تنہا قدم رکھنا خطرناک ہے

(ملفوظ ۱۶۶) ایک صاحب نے سوال کیا کہ کبھی حضرت حاجی شاہ سے بھی ملے ہیں (یہ ایک تارک الصلوٰۃ درویش تھے) فرمایا کہ ایک مرتبہ کان پور آئے تھے' میں نے ملنا چاہا تھا مگر عوام کے اندیشہ سے نہیں ملا کہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں' پھر فرمایا کہ کان پور میں ایک شخص آگرہ کے تھے' پوسٹ ماسٹر ان کے والد کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے' باقر علی نام تھا' یہ بزرگ حضرت نواب قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مرید تھے' خوش عقیدہ آدمی تھے اور حاجی وارث علی شاہ کے لنگوٹیا یار تھے' انہوں نے ان کا واقعہ مجھے بیان کیا کہ حج کے جانے سے قبل تو یہ نماز روزہ کے پابند تھے مگر حج سے آ کر نماز روزہ چھوڑ دیا' میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ میں نے ایک عمل پڑھا ہے' اگر نماز پڑھوں اس کا اثر جاتا رہے گا۔ ایک اور فہیم اور منصف مزاج جو پہلے ان سے بیعت بھی تھے پھر تعلق قطع کر دیا تھا' بیان کرتے تھے کہ ان پر ایک ربودگی کی سی کیفیت رہتی تھی۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ربودگی کبھی شیطانی اثر سے بھی ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا ممکن ہے کہ یہ اثر درجہ مغلوبیت تک پہنچ کر عذر میں شمار ہو اور حق تعالیٰ معاف فرمائیں' فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو کسی سے کوئی ضد ہے کہ وہ بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر عذاب فرماتے ہیں؟

مایفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم و کان اللّٰہ شاکراً علیماo

ترجمہ: ''یعنی حق تعالیٰ تم کو عذاب کر کے کیا کریں گے اگر تم خدا کا شکر کرو۔'' (مراد اس سے یہ ہے) کہ ایمان (کامل) اختیار کرو۔ سبحان اللہ کیسی رحمت سے بھرا ہوا کلام ہے ... بندوں کے ساتھ شفقت ان جملوں سے معلوم ہوتی ہے۔

مایفعل اللّٰہ بعذابکم فرماتے ہیں ہم کوتمہارے عذاب کرنے میں کیا نفع ہم تو تم پر رحمت ہی کرنا چاہتے ہیں مگر تم نافرمانی کر کے خود ہی عذاب مول لیتے ہو۔اسی کو فرماتے ہیں:

من نکردم خلق تا سودے کنم بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

پھر فرمایا کہ حالتیں ہر قسم کی سب کو پیش آتی ہیں مگر ضرورت اس میں شیخ کامل کی ہے۔ اس راہ میں تنہا قدم رکھنا نہایت خطرناک ہے جیسے بدون طبیب حاذق کے امراض جسمانی میں جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے ایسے ہی بدون طبیب کامل روحانی کے اس راہ میں امراض باطنی سے ایمان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔اسی کو فرماتے ہیں:

یار باید راہ را تنہا مرد بے قلاؤز اندریں صحرا مرد

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید ہم بعون ہمت مرداں رسید

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

(ملفوظ ۱۶۷) ایک مولوی صاحب کے سوال جواب میں فرمایا کہ حالت منکر پر بااختیار اصرار کرنا سبب ہلاکت ہے اور اگر غیر اختیاری حالت ہو تو اس میں وہ معذور ہوگا مگر دوسروں کو اس کے فعل سے استدلال نہیں کرنا چاہیے۔اگر ایسا کوئی کرے گا تو اس کا یہ فعل بااختیار خود ہوگا اس لیے پہلے شخص کے لیے مضر نہیں مگر دوسرے شخص کے لیے مضر ہے جیسے آج کل یہ مرض عام ہوگیا ہے کہ صاحب حال لوگوں کے افعال واقوال کو حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور خود بھی بااختیار ان چیزوں کے عامل بنتے ہیں۔ایسی صورت میں ایک ہی چیز ایک کے لیے مفید ہوتی ہے اور ایک کے لیے مضر۔مثال سے سمجھ لیجئے۔ایک شخص تندرست ہے اس کے لیے دودھ گھی مفید ہے اور ایک شخص بیمار ہے اس کو بخار آتا ہے اس کے لیے یہی چیز مضر ہوگی۔اسی کو فرماتے ہیں:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اور فرماتے ہیں:

گفت فرعونے انا الحق گشت پست گفت منصورے انا الحق گشت مست

رحمۃ اللّٰہ ایں انار اور وفا لعنۃ اللّٰہ آں انار اور قفا

دو بیویوں میں مساوات

(ملفوظ ۱۶۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں دو نکاحوں میں بڑا لطف ہے مگر وہ لطف ایسا ہے جیسے جنت تو ہے مگر بیچ میں پل صراط بھی ہے جو طے کرنا ہوگا۔ جب میں نے یہ عقد ثانی کیا تو بڑے گھر میں سے کہنے لگیں کہ تم نے مردوں کے لیے دوسرا نکاح کرنے کا رستہ کھول دیا میں نے کہا کہ کھولا نہیں بند کر دیا اب جو کوئی دیکھے گا نام بھی نہ لے گا بلکہ یہ کہے گا و لا تقربا هذه الشجرة دیکھئے یہاں پر یہ ترازو کھڑی ہے جس سے چیزیں برابر تقسیم کی جاتی ہیں اس کا نام میں نے میزان عدل رکھا ہے خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے بعض دفعہ مشقت بھی ہوتی ہے مگر اس سے تسلی ہے کہ ہر مصیبت پر ثواب ہو رہا ہے۔ گو دونوں گھروں سے میں نے ایک روپیہ کا تفاوت معاف کرا رکھا ہے لیکن پھر بھی مساوات کا اہتمام رکھتا ہوں مگر یہ تکلیف سب خیالی ہے باقی جب آدمی کسی کام یا بات کا ارادہ کرتا ہے پھولوں سے ہلکا رہ کر گزرتا ہے۔

اپنے کو راحت پہنچانا معصیت نہیں

(ملفوظ ۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے بے تکلفی سے مجھ کو کہا کہ تم میں نفس پروری بہت ہے میں نے سن کر کہا کہ یہ تو صغریٰ ہوا اور کبریٰ کیا ہوا ہر نفس پروری معصیت ہے اگر کوئی اپنے آپ کو راحت پہنچائے اور دوسرے کو تکلیف نہ دے تو کیا یہ مذموم نفس پروری ہے۔ ایک صاحب نے جو یہاں نقشہ نظام الاوقات کا دیکھ کر گئے تھے لکھا کہ تمہارا انضباط اوقات بدعت ہے اس لیے کہ خیر القرون میں نہیں پایا جاتا۔ جواب یہ ہے کہ خیر القرون میں ہونے کی ضرورت اس وقت ہے جبکہ اس فعل کو من حیث العبادۃ کیا جائے اور اگر من حیث الانتظام کیا جائے وہ بدعت نہیں ایک حدیث حیات المسلمین میں شمائل ترمذی سے درج کی گئی ہے اس سے نقلاً بھی انتظام معمول نبویؐ معلوم ہوتا ہے۔ یہ حدیث روح ہشتم حیات المسلمین مطبوعہ پرنٹنگ ورکس دہلی صفحہ نمبر ۵۳ پر ہے۔

غصہ ہمیشہ تکبر کی وجہ سے نہیں ہوتا

(ملفوظ ۱۷۰) مقارب ملفوظ ۱۵۶ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ

کبھی غصہ ضعف تحمل سے بھی ہوتا ہے ہمیشہ تکبر ہی سبب نہیں ہوتا جیسے چمار کبھی اپنے سے بڑے پر بھی غصہ کرتا ہے حالانکہ وہاں تکبر کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تو اس کا وہ غصہ بے حد اذیت پہنچنے کے بعد ہوتا ہے۔ البتہ اگر غصہ میں انتقام حد سے گزر جائے تو نا جائز ہے اور وہ اکثر تکبر سے ہوتا ہے۔

سوال میں دوسروں کے اقوال نقل نہ کرے

(ملفوظ ۱۷۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سوال کا طریقہ یہ ہے کہ جو کہنا ہو اپنی طرف منسوب کر کے پوچھے' دوسرے کے اقوال نقل کر کے تصویب و تخطیہ نہ کرائے اس سے طبیعت پر بار ہوتا ہے۔ امید ہے کہ آپ سارے مطلب کو سمجھ گئے ہوں گے۔ عرض کیا سمجھ گیا فرمایا بات صرف اتنی ہے کہ جو شبہ اپنے کو پیش آئے اس کا خود سوال کیجئے' دوسرے اقوال اس سوال کے وقت نقل نہ کیجئے۔

فن میں مناسبت ماہر کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے

(ملفوظ ۱۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محض اصطلاحی الفاظ جان لینے سے یا رٹ لینے سے فن سے مہارت یا مناسبت تھوڑا ہی ہو سکتی ہے یہ مناسبت بھی کسی کی صحبت ہی سے پیدا ہو سکتی ہے اسی کو فرماتے ہیں:

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند — نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتہ باریک تر زمو اینجاست — نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اور اس کے لیے بڑی نظر اور تجربہ شرط ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

صوفی نشود صافی تا درکشد جامے — بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

۴ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

انتقال ہوتے ہی مال ورثاء کی ملکیت میں آجاتا ہے

(ملفوظ ۱۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل احکام شریعت کی پابندی تو اکثر مشائخ تک میں بھی نہیں پائی جاتی عوام بیچارے تو کس شمار میں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بکثرت جاہل پیر بنے

ہوئے ہیں پھر وہ کیا پابندی کرتے۔ ایک پیر صاحب یہاں پر آئے ہوئے تھے ایک صاحب کی رقم مد ختم میں دعاء صحت کے لیے آئی ہوئی تھی ان کے انتقال کی خبر پا کر میں نے رقم واپس کی اس پر پیر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تو مد ختم کی رقم ہے اس کو واپس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بقیہ رقم میں ان کے لیے دعائے مغفرت کرادی جایا کرے بیچاروں کو یہ بھی خبر نہیں کہ اب وہ رقم ان کے ورثاء کی ہوگئی اس میں تصرف کیسے جائز ہے۔ دوسرے مغفرت محض دینی مقصد ہے اس پر اجرت لینا کہاں جائز ہے اور یہاں مالک رقم کا پورا پتہ اس ہی وجہ سے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ایسے موقع پر رقم واپس کرنے میں دقت نہ پیش آئے۔ نیز اگر رقم داخل کرنے والا کسی وجہ سے خود بھی واپس کرانا چاہے تو واپس ہو سکے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ کیا یہ مراد ہے کہ وہ دعاء منقطع کرنا چاہے فرمایا کہ ہاں یہ بھی اور اس کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں مثلاً کام ہوگیا اور کوئی وجہ ہو تو اس صورت میں جو کچھ رقم صرف سے باقی رہی ہوگی واپس کردی جائے گی۔

لوگوں نے ملانوں کو غلام سمجھ رکھا ہے

(ملفوظ ۱۷۴) ایک دیہاتی شخص نے آ کر ناتمام بات کہی اور کچھ پہلے کہے ہوئے کا مجمل حوالہ دیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ پوری بات کہو۔ گزشتہ بات مجھ کو بالکل یاد نہیں۔ اس طرح واقعہ بیان کرو کہ جیسے ابھی پہلے پہلے کہہ رہا ہوں گزشتہ بات کے بھروسہ اختصار مت کرو یہ سمجھ کر کہو کہ یہ کہنا اور ہی بار ہے اس پر بھی اس شخص نے ادھوری ہی بات کہی۔ فرمایا کہ اگر خود سمجھ نہ ہو تو آدمی سمجھ لے جو میں کہہ رہا ہوں اس کو بندۂ خدا سنتا ہی نہیں اپنی ہی ہانکے چلا جاتا ہے اب میں دوسری طرح کہوں گا کہ عقل درست ہو جائے گی اب جو میں نرمی سے کہہ رہا ہوں اس کی نہ کچھ قدر ہے اور نہ پرواہ ہے کہ دوسرا کیا کہہ رہا ہے وہ اس پر بھی کچھ نہ بولا۔ فرمایا کہ اب خاموش بیٹھا ہے جیسا بت ہو اچھا جاؤ چلو یہاں سے مہمل آدمی آتے ہیں پریشان کرنے کو اس پر وہ شخص کچھ کہنا چاہتا تھا فرمایا کہ اب کچھ نہ سنوں گا دس منٹ ہوئے سانپ کی طرح کھلاتے ہوئے تو اب بنا بیٹھا رہا خبردار جو کبھی یہاں آیا ان لوگوں نے ملانوں کو تو غلام سمجھ رکھا ہے کہ ہر اداء میں ان کے تابع رہیں۔

خودکشی کی دھمکی پر حضرت کا جواب

(ملفوظ ۱۷۵) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں خودکشی کرنے کو تیار ہوں اور اب تک کر بھی لیتا اگر حرام نہ ہوتی اگر گھر کو میرے آگ لگ جاتی اولاد مر جاتی تو اتنا رنج نہ ہوتا ان کو کچھ تنبیہ کی گئی تھی یہ اس پر رنج تھا' میں نے لکھا کہ یہ تو ہتلایا ہوتا کہ میں نے کیا لکھا تھا اور تمہاری وہ کیا بات تھی جس پر میں نے یہ لکھا تھا کیونکہ مجھ کو بالکل یاد نہیں' لوگ متحمل نہیں تربیت کے محض وظیفوں کو کافی سمجھتے ہیں اور میرے نزدیک وظیفے کافی نہیں' میری بات کا جواب دینا چاہیے تھا یہ خودکشی کی دھمکی دینا کون سی انسانیت ہے پھر فرمایا کہ اسی پر لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہم اصلاح چاہتے ہیں' معلوم بھی ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے کی اول شرط یہ ہے کہ

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اور اسی کو فرماتے ہیں:

تو بیک زخم گریزانی زعشق تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

ارے اس خودکشی سے کیا ہوتا ہے یہ تو میدان سے بھاگنے والے کی علامت ہے جو دال ہے بزدلی پر' مرد میدان بن کر آؤ اور نفس کشی کرو اور پھر دیکھو کہ کیا سے کیا ہو گیا اور کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

گالیوں سے رنج تو ہوتا ہی ہے

(ملفوظ ۱۷۶) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے ان صاحب نے پہلے تو گالیاں دے لیں' اب بہلا پھسلا کر فیض حاصل کرنا چاہتے ہیں' میں انتقام نہیں لیتا مگر رنج کی بات سے رنج تو ہوتا ہی ہے اور ہم لوگوں کی تو حقیقت ہی کیا ہے کہ رنج نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشیؓ کے ساتھ کیا معاملہ کیا یہ فرمایا کہ ساری عمر صورت نہ دکھانا مگر ہم کو کہا جاتا ہے کہ صاحب معاف کر دینا چاہیے۔ ان کے باوا کے غلام ہیں کہ گالیاں بھی کھائیں اور چاپلوسی بھی کریں' ہاں اس حالت میں بھی اس کی ضرورت کا انتظام کر سکتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سے ناراضگی ہو گئی اور اس سے کہہ دیا کہ صورت مت دکھانا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے فلاں جگہ یا فلاں شخص سے اپنی اصلاح کراؤ۔

گھر بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہوتا

(ملفوظ ۱۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں راہ پر لاتا ہوں اس لیے کبھی طالب سے تنقیحی سوالات کی حاجت ہوتی ہے اس پر کہتے ہیں کہ سوال پر سوال کیے جاتے ہیں اگر کوئی سمجھ دار ہو وہ تو آ کر میرے پیر دھو دھو کر پیئے' گو میں پینے نہ دوں مگر ان کو تو تیار ہو جانا چاہیے' فرمایا کہ گھر بیٹھے سب کچھ بننا چاہتے ہیں شان بھی باقی رہے اور سب کچھ ہو بھی جائے' کیسے ممکن ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

چوں نہ داری طاقت سوزن زدن　　　　از چنیں شیر ژیاں بس دم مزن
در بہر زخمے تو پر کینہ شوی　　　　پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

اس زمانہ میں لٹھ پیر کی ضرورت

(ملفوظ ۱۷۸) فرمایا کہ چودھویں صدی کا پیر ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جیسا کہ میں لٹھ۔

ضلع جہلم یا ضلع علم

(ملفوظ ۱۷۹) فرمایا کہ ضلع جہلم سے ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ مجھے ۲۵ برس سے خدا کی محبت کا سودا ہے اسی نیت سے بغداد و مکہ معظمہ' مدینہ طیبہ کا سفر کیا کہ کوئی اہل حق ملے مگر میں ناکامیاب ہوں۔ فرمایا کہ ضلع علم کے ہوتے تو کچھ ہوگا مگر وہ تو ضلع جہلم کے ہیں طریق کی حقیقت معلوم نہ ہونے سے یہ سب پریشانیاں ہوتی ہیں اسی لیے تو میں کھود کرید کرتا ہوں کہ اول ہی میں اپنے مقصود کو اچھی طرح سمجھ لے پھر ساری عمر کے لیے راحت ہی راحت ہے لوگ اسی سے گھبراتے ہیں۔

نہ آنے سے خوشی نہ جانے سے رنج

(ملفوظ ۱۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھے نہ کسی کے آنے سے خوشی ہوتی ہے نہ جانے سے رنج ہوتا ہے الحمدللہ یہ حالت ہے جس کو حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برد　　　　دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

قواعد کا خلاصہ راحت رسانی ہے

(ملفوظ ۱۸۱) فرمایا کہ میرے جو قواعد اور اوقات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی اور دوسروں کی راحت رسانی کے واسطے ہیں۔ خدانخواستہ مجھ کو حکومت تھوڑا ہی مقصود ہے۔

اولیاء اللہ کی کتب کا مطالعہ

(ملفوظ ۱۸۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اولیاء اللہ کی کتابیں ضرور مطالعہ میں رکھنا چاہیے۔ اس سے بڑا نفع ہوتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر جو نفع کی چیز ہے وہ کسی زندہ کی صحبت ہے اس میں وہ اثر ہے جس کو فرماتے ہیں:

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی

(ملفوظ ۱۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اول تو لوگوں کو اصلاح کی فکر ہی نہیں اور اگر ہوتی ہے تو اصول نہ جاننے سے دق کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اہل اللہ کا کوئی کام نفس کیلئے نہیں ہوتا

(ملفوظ ۱۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی شان ہی جدا ہوتی ہے۔ ان کا کوئی کام بھی نفس کے واسطے نہیں ہوتا' ہاں نفس کے کچلنے اور پیسنے کے واسطے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ایک بزرگ کی ایک شخص نے دعوت کی بُلا کر لے گیا اور گھر جا کر کہا کہ آپ خواہ مخواہ چلے پھرتے ہیں کس نے آپ کی دعوت کی' وہ بزرگ چل دیئے' پھر وہ آ کر کہتا ہے کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں میں نے دعوت کی تھی یہ کھانا پکا ہوا رکھا ہے' آپ چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں

اس کو کون کھائے گا' آپ پھر چلے آئے' کئی مرتبہ اس شخص نے ایسی ہی حرکت کی وہ شخص قدموں پر گر پڑا کہ واقعی آپ بزرگ ہیں۔ سن کر فرماتے ہیں کہ یہ تو کوئی بزرگی نہیں یہ تو کتے کی بھی خاصیت ہے ٹکڑا دکھلا دیا آ گیا' ڈنڈا دکھلا دیا بھاگ گیا مگر اس قسم کی حرکات بزرگوں کے ساتھ کرنا سخت خطرناک بات ہے۔ مگر ان کے یہاں رعایت کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں:

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نکروند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف است جنگ

طلب صادق کی ضرورت

(ملفوظ ۱۸۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق میں طلب صادق کی ضرورت ہے بدون سچی طلب کے کامیابی مشکل ہے جیسے دوا وہیں اثر کرتی ہے جہاں بیماری ہو پانی وہیں جا کر ٹھہرتا ہے جہاں نشیب ہو اونچے پر پانی نہیں چڑھا کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ طلب صادق کی بدولت سب شرائط اور آداب طریق کے آسانی سے پورے ہو جاتے ہیں پھر منزل مقصود قریب ہے بس پستی اور شکستگی کی ضرورت ہے اور یہ ایسی ضروری چیز ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اس کو پیدا کر لینا چاہیے۔ اب رہی یہ بات کہ وہ کس طرح پیدا ہو تو اس کا یہی طریقہ ہے کہ کسی کی جوتیاں سیدھی کرے اور اپنی رائے کو اس کی رائے کے سامنے فنا کر دے اپنی عقل کو اس کے سامنے مٹا دے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اور پستی اور شکستگی کی نسبت فرماتے ہیں:

ہر کجا پستی آب آں جارود ہر کجا مشکل جواب آں جارود
ہر کجا دردے دوا آں جارود ہر کجا رنجے شفا آں جارود

۱۱ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

شرط الطلب یعنی طلب صادق کی شرط

(ملفوظ ۱۸۶) (ملقب بہ شرط الطلب) ایک صاحب نے بیعت ہونے کی درخواست

کی۔ حضرت والا نے فرمایا اس میں جلدی نہ کرنا چاہیے اس میں طرفین کی مصلحتیں ہیں۔ آپ مجھے اچھی طرح دیکھ لیں میں آپ کو دیکھ لوں کبھی آپ کو یا مجھے بعد میں پچھتانا پڑے میں یہ دیکھ لوں کہ تمہاری طلب کیسی ہے شوق دین کا کیا ہے سمجھ اور فہم کیسی ہے پیشتر کبھی ملے ہو۔ عرض کیا کہ کئی مرتبہ یہاں پر جمعہ پڑھا ہے فرمایا کہ اس کو تو ملاقات نہیں کہتے ابھی تک تو مجھ کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ آپ کہاں سے آئے ہو کیا نام ہے کیا کام کرتے ہو ابھی تو کئی منزلیں درمیان میں ہیں ان کو طے کرنے کے بعد بیعت ہونے کی درخواست کرنا چاہیے۔ دوسرے بیعت خود ایسی ضروری چیز نہیں جس کے بدون کام ہی نہ چل سکے پہلے کام شروع کیجئے اگر نفع ہو اور مناسبت بھی پیدا ہو جائے تو اس کو بیعت کی روح اور مغز سمجھنا چاہیے۔ اصل چیز تو اس طریق میں مناسبت اور اعتقاد ہے جس پر نفع کا مدار ہے اس کی کوشش اور سعی کیجئے۔ مذکورہ بالا گفتگو ہو جانے کے بعد ان صاحب نے ایک خط حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا۔ ملاحظہ فرما کر فرمایا لیجئے اگر میں کہتے ہی بیعت کر لیتا تو گڑبڑ ہوتی یا نہیں؟ آتے ہی یہ خط کیوں نہیں دیا میں نے اس میں صاف لکھا ہے کہ آتے ہی یہ خط دکھلا دینا' عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا غلطی ہوئی تو اب میں خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں۔ واقعہ کی حقیقت ظاہر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ نے خلاف تو کیا میرے لکھنے کے جس سے محبت کا دعویٰ ہے اور اس سے دین کا نفع بھی حاصل کرنا ہے اس کی مخالفت یہ تو آپ نے کیا دھرا سب برباد کر دیا۔ یہ مصلحتیں ہیں کہ میں فوراً بیعت نہیں کرتا' عرض کیا کہ واقعی مجھ سے سخت غلطی ہوئی اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوں۔ فرمایا کہ معاف بھی کرتا ہوں مگر مخالفت کا جو نقصان ہے وہ تو ہوگا اس وقت آپ کا آنا نہ آنا برابر ہو گیا' مزاحاً فرمایا کہ آپ کا آنا تو پائی بھی نہ رہا۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اس غلطی کا منشا بد فہمی ہے یا بے فکری؟ عرض کیا کہ بے فکری' فرمایا کہ میں زور تو دیتا نہیں اور نہ مجھ کو جواب کا انتظار ہوگا لیکن اگر جی چاہے اور ذہن میں بھی بسہولت آ جائے تو کیا اس بے فکری کا سبب بتلا سکتے ہو اس پر وہ صاحب خاموش رہے۔ حضرت والا نے بھی دوبارہ اس پر مطالبہ نہیں فرمایا اور فرمایا کہ خیر جو کچھ بھی ہوا مگر میں اس کی قدر کرتا ہوں کہ ہر ہر

بات کا اقرار تو کرلیا' کوئی تاویل یا گڑ بڑنہیں کی۔ (جن حضرات کی یہ رائے ہے کہ حضرت والا کے مزاج میں درشتی یا سختی ہے وہ اس کو ملاحظہ فرما کر اپنی رائے کے صائب ہونے نہ ہونے پر غور فرمائیں کہ کیا اس کو سختی کہتے ہیں (احقر جامع) اسی سلسلہ میں فرمایا کہ نہ معلوم کس طرح تم لوگ دل میں حساب لگالیتے ہو ایک صاف بات اور کھلی ہوئی بات کو اُلجھا دیتے ہو چاہیے تو یہ کہ اگر اُلجھی ہوئی بھی بات ہو تو اس کو بھی صاف کریں' آج کل اس کا عکس کرتے ہیں اس قدر خود رائی کی ترقی ہوئی ہے کہ ہر شخص کو اس میں ابتلا ہے' آتے ہیں معتقد ہو کر اور کرتے ہیں مخالفت ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ نہیں صاحب یہ وجہ نہیں بلکہ طبیعت میں اطاعت نہیں خود رائی ہے' اپنی رائے کو ترجیح دینا چاہتے ہیں' دوسرے کو اس کے تابع بنانا چاہتے ہیں اس راہ میں اپنی رائے سے کوئی کام ہی نہیں کرنا چاہیے یہ اس راہ میں کم بخت سم قاتل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل مضر چیز اس طریق میں خود رائی ہے مگر سب باتیں فکر سے ہوتی ہیں سارا مرض بے فکری کا ہے سوچتے ہی نہیں جو جی میں آیا کرلیا۔

دین کے نادان دوست

(ملفوظ ۱۸۷) (ملقب بہ شکوی المحبین) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فہم کا آج کل اس قدر قحط ہوگیا ہے شاید ہی الا ماشاء اللہ کوئی اس نعمت سے بہرہ ور ہو ورنہ بڑے بڑے لکھے پڑھے اور تعلیم یافتہ اس سے کورے ہیں جتنی حرکات ہیں سب بدفہمی کی یہ لوگ دین کو تو کیا سمجھتے' دنیا کی بھی سمجھ نہیں ویسے خطابات بڑے بڑے کوئی عقلاء کہتے ہیں کوئی ریفارمر کوئی لیڈر لفافہ پر پتہ تو بڑے جلی قلم سے لکھا ہوا ہے مگر جب کھول کر دیکھو تو معقول مضمون ندارد ان کی بیہودگیوں اور کم عقلی کی باتوں نے مسلمانوں کو تباہ اور برباد کیا' ملک میں ہر روز ایک ڈھونگ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں مگر دین کے پکے دشمن ہیں دوستی کے پردہ میں دشمنی کر رہے ہیں۔ احکام اسلام کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں' کوئی کہتا ہے کہ حرمت سود کا مسئلہ مانع ترقی ہے کوئی کہتا ہے کہ پردہ مسلمانوں کی ترقی کو مانع ہے کوئی کہتا ہے کہ صرف توحید خداوندی کی ضرورت ہے اعتقاد و رسالت مانع ترقی ہے۔ غرض یہ کہ ہاتھ دھو کر اسلام کے پیچھے پڑے

ہوئے ہیں اور پھر مسلمان کے مسلمان قوم کے خیر خواہ راہبر مقتداء بنے ہوئے ہیں' خیر لگالیں زور ایڑی سے چوٹی تک انشاء اللہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' انشاء اللہ وہ اپنی جگہ پر ہے اور اس کے احکام اور تعلیم کی خوبیاں تو غیر مسلم اقوام کے بڑے بڑے حکماء اور فلاسفروں کو تعلیم ہے واقعی حق تعالیٰ ہی اپنے دین کے محافظ ہیں ورنہ اس سے پہلے بھی لوگ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں اپنی تمام قوتیں صرف کر گئے مگر کچھ نہیں ہوا۔ ارشاد فرماتے ہیں:

انا نحن نزلنا الذکر و انا لهٗ لحفظون.

ترجمہ: ''ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ اور نگہبان ہیں۔''

اور فرماتے ہیں: **یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون. (سورہ صف)**

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور یعنی دین اسلام کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا' گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔۱۲''

اسی کو فرماتے ہیں:

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد
اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

(جس چراغ کو اللہ تعالیٰ نے روشن کیا ہو اس کو گل کرنے کیلئے جو پھونک مارے گا اس کی داڑھی جل جائے گی اگر ساری زمین میں آندھیاں آجائیں تو بھی اہل اللہ کا چراغ گل نہیں ہوسکتا)

اور اسلام کی تو وہ شان ہے جس کو فرماتے ہیں:

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست خم و خم خانہ با مہر و نشان ست

(آج بھی وہ ابر رحمت موتی برسا رہا ہے اور خم اور خم خانہ سب سربمہر موجود ہے۔۱۲)

اگر اس کے ساتھ حق تعالیٰ کی محافظت نہ ہوتی اور اس کی حمایت کے لیے حق تعالیٰ وہ جماعت پیدا نہ فرماتے جس کی خبر مخبر صادق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں:

لایزال طائفة من اُمتی منصورین علی الحق لایضرھم من خذلھم

''میری اُمت میں ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو حق پر ہوگا اور حق تعالیٰ کی طرف سے

اس کی امداد ہوتی رہے گی' کسی کی مخالفت اس کو ضرر نہ پہنچائے گی۔۱۲"

توان آج کل کے ریفارمر اور عقلاء کی سازش اور شر کچھ کم نہ تھا۔فرماتے ہیں کہ:

وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال

"واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔۱۲"

ان سازشوں کو دیکھ کر اسلام بزبان حال کہتا ہے:

قتل ایں خستہ بہ شمشیر تو تقدیر نبود   ورنہ ہیچ ازدل بیرحم تو تقصیر نبود

(اس بیچارہ کا قتل تیری تلوار سے مقدر ہی نہ تھا ورنہ تیرے دل بے رحم نے تو کوئی کسر چھوڑی نہ تھی۔۱۲)

اسلام کو غیروں کی شکایت نہیں اس کو تو مسلمانوں ہی سے شکایت ہے۔اسلام بزبان حال کہتا ہے:

من از بیگان گاں ہرگز نہ نالم   کہ بامن آنچہ کرد آں آشنا کرد

(میں غیروں کا شاکی نہیں کیونکہ میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ اپنوں نے کیا ہے۔۱۲)

طعنۂ اہل جہاں کی مجھے پرواہ کیا تھی   تم بھی ہنستے ہو مرے حال پر رونا ہے یہی

اس تحریک حاضر کے زمانہ میں احکام شرع میں اس قدر تحریف ہوئی ہے کہ زمانہ سابق سے اب تک کبھی بھی اس قدر تحریف نہ ہوئی تھی اور زیادہ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان بدخواہوں کے ساتھ بعض اہل علم پھسل گئے' پھر خیر کہاں مگر ہوتا کیا ہے۔

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

ایسے ہی عقلاء اور ریفارمروں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند   ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

حضرت کا طریق اصلاح اور بزرگوں کی رائے

(ملفوظ ۱۸۸)(ملقب بہ الخشونۃ لعلاج الرعونۃ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کی کسی بات میں بھی تو ڈھنگ نہیں اور نہ سلیقہ مجھ کو اس وقت بڑی اذیت پہنچتی ہے جب کوئی بات بے اصول یا بے ڈھنگے پن کی ہوتی ہے اور یہ میرے اُمور طبعیہ میں سے ہے اس لیے میں مجبور ہوں شب ہی کا واقعہ ہے۔ایک صاحب نے عین نماز شروع کرنے کے وقت میرے پاس

آ کر مصافحہ کرنا چاہا، میں نے کہا بندہ خدا نماز مقدم تھی یا مصافحہ، کچھ نہیں کوئی اصول ہی نہیں اس پر مجھ کو بدخلق اور سخت کہا جاتا ہے اس کے تو یہ معنی ہوتے کہ ہم جس طرح چاہیں اس طرح رہو ہم جو کچھ چاہیں اس کے تابع رہوں تا ان کا غلام یا نوکر کہ ان کی اطاعت مجھ پر واجب ہے۔ حضرت بدون روک ٹوک کے اصلاح قطعاً غیر ممکن ہے یوں شاذ ونادر اگر کوئی شخص فہیم ہو یا سلیم الطبع ہو وہ اور بات ہے مگر وہ اس حکم میں ہوگا النادر کالمعدوم لیکن آج کل طبائع میں اکثر تو کجی ہی ہے اس لیے ضرورت ہے دار و گیر محاسبہ بلکہ معاقبہ کی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا پیر ترانہ ہو اس مرید کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ حضرت مولانا نے ایک لفظ میں حقیقت کو ظاہر فرمادیا' ان بزرگ کی رائے ہے جو مجسم اخلاق تھے۔ حضرت مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب مرض میں بھی لوگوں نے چین نہ دی اور راحت نہ میسر ہوئی تب فرمایا کہ تھانہ بھون کے طرز کی ضرورت ہے بدون اس کے راحت نہیں ملے گی۔ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ آتے جو متکبر ہوتا فرماتے کہ اس کا علاج تھانہ بھون میں ہوگا ایسوں کو وہیں پہنچانا چاہیے یہ تو زندوں کے فیصلے ہیں اور سنئے مولوی ظفر احمد نے حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں دیکھا' عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دُعا فرمادیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں' حضرت کے جواب میں یہ الفاظ ہیں کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور اصلاح کراؤ اپنے ماموں سے' میں مراد ہوں۔ مولوی ظفر احمد صاحب' مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت ہیں اس کے بعد تعلیم کے لیے مجھ سے رجوع کیا۔ اب فرمائیے اتنے فیصلے سن لینے کے بعد اہل الرائے کی کیا رائے ہے اور اگر کچھ شبہ تھا بھی مجھ کو اپنے اس طریق اصلاح پر وہ رسالہ آداب الشیخ والمرید مصنف امام محی الدین ابن عربیؒ کو دیکھ کر جاتا رہا جس قدر اس میں شیخ اور مرید کے اصول اور قواعد لکھے ہیں اتنے تو میرے ہاں بھی نہیں۔ یہ رسالہ دیکھنے کے بعد پھر میرے طریق اصلاح پر انشاء اللہ کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔

ساری خرابی بے فکری سے ہوتی ہے

(ملفوظ ۱۸۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریقہ سے ہر

کام ہو جاتا ہے اور کوئی گرانی نہیں ہوتی نہ کوئی حرج ہوتا ہے یہ ہے اصول اور قواعد کی برکت اور ضرورت مگر یہ سب باتیں فکر سے ہوتی ہیں ساری خرابی بے فکری سے ہوتی ہے۔ میں لوگوں میں فکر کی عادت پیدا کرنا چاہتا ہوں' لوگ بھاگتے ہیں' گھبراتے ہیں مگر کام تو کام ہی کے طریقہ سے ہوتا ہے۔ اب تو عام طور پر حالت اس مقولہ کے مصداق ہو رہی ہے کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے۔ اس مقولہ کا واقعہ یہ ہے کہ غدر کے ہنگامہ میں ایک سپاہی میدان جنگ میں زخمی پڑا تھا' چل نہیں سکتا تھا' شب کا وقت قریب آ رہا تھا' سپاہی کو فکر تھی کہ دن تو خیر جوں توں ہو کر گزر جائے گا مگر شب کا تنہائی میں گزرنا بڑا مشکل ہوگا۔ یہ سوچ ہی رہا تھا دیکھا کہ سامنے سے ایک لالہ صاحب دھوتی باندھے چھپے چھپے جا رہے ہیں۔ اس سپاہی نے آواز دی کہ لالہ صاحب میری بات سن لیجئے وہ یہ سن کر گھبرایا' سپاہی نے کہا کہ ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں' مردہ یا بھوت نہیں ہوں جنگ میں زخمی ہو گیا ہوں' میرا بچنا اب محال ہے اور میری کمر سے روپیہ کی ہمیانی بندھی ہے اب میرے تو کام آنے سے رہی تم ہی کھول کر لے جاؤ یہ سن کر لالہ جی کے منہ میں پانی بھر آیا' فوراً اس سپاہی کے قریب پہنچ گئے' قریب پہنچنا تھا کہ سپاہی نے برابر میں سے تلوار اٹھا کر لالہ جی کے پیروں پر رسید کی' پیر کٹ گیا اور چلنے کے قابل نہ رہا اور ہمیانی تلاش کی تو وہ بھی ندارد۔ لالہ جی سپاہی سے کہتے ہیں کہ یہ کیا کیا' اس نے کہا کہ میاں کیسا روپیہ اور کہاں روپیہ بھلا کوئی میدان جنگ میں روپیہ لے کر آیا کرتا ہے' میاں تنہا شب گزارنا مشکل ہوتا' اب دونوں پڑے ہوئے باتیں کریں گے' شب کٹ جائے گی۔ لالہ جی کہتے ہیں کہ مکار میں نے کہا اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے۔ یہی حالت ہو رہی ہے کہ نہ آپ کام کریں اور نہ دوسروں کو کرنے دیں' کوئی کرے تو اس پر طعن کریں۔

دنیا کی خاطر اپنا مسلک بدلنا

(ملفوظ ۱۹۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ محض دنیا کے واسطے اپنے فروع مذہب کو چھوڑ دے' مثلاً شافعی ہے محض دنیاوی

غرض سے حنفی ہو جائے یا اگر حنفی ہے تو شافعی ہو جائے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ سے ذکر کیا گیا کہ ایک شخص جو اپنے مذہب کے فروع کو حق سمجھتا تھا اس کو کسی حنبلی کی بیٹی لینے کے لیے چھوڑ دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ اخیر وقت میں اس کا ایمان نہ سلب ہو جائے کیونکہ ایک مردار دنیا کے واسطے دین کو نثار کیا۔

لوگوں کو تکلیف دے کر مصافحہ کرنا

(ملفوظ ۱۹۱) ایک دیہاتی شخص اہل مجلس کے کاندھوں پر سے پھاندتا ہوا حضرت والا کی طرف بغرض مصافحہ آ رہا تھا' حضرت والا نے دیکھ کر دریافت فرمایا کہ بندہ خدا کہاں چلا آ رہا ہے' منہ میں زبان نہ تھی' وہیں سے بیٹھے بیٹھے کہہ دیا ہوتا جو کہنا تھا عرض کیا کہ مصافحہ کی غرض سے آ رہا ہوں' فرمایا کہ کیا مصافحہ فرض ہے واجب ہے اور کیا اسی وقت کرنا سنت ہے اتنے مسلمانوں کو تیری اس حرکت سے تکلیف پہنچی اس پر جو گناہ ہوا اس کی کچھ بھی فکر نہیں' مصافحہ کا ثواب ڈھونڈتا پھرتا ہے چل یہاں سے کیوں کھڑا ہے سب میں پیچھے جا کر بیٹھ اور پھر تو ایسی غلطی نہ کرے گا۔ عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ گنواروں کے یہاں مصافحہ فرض ہے۔ جی چاہتا تھا کہ تجھ کو سیدھا اُلٹا کر کے لوگوں کو تیرے اوپر چلاتا مگر دونوں آدمی قبول نہ کریں گے اور اگر کر بھی لیا تو کمر اور پیٹ کی خیر نہیں' خبردار پھر کبھی ایسی حرکت نہ ہو۔

اصلاح نہ کرنا خیانت ہے

(ملفوظ ۱۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں نہ مجھ سے کسی کو تکلیف پہنچے اور نہ اوروں سے مجھے اور ایک یہ چاہتا ہوں کہ جب دعوٰی محبت کا لے کر آتے ہیں اس کا حق ادا کریں میرے بدنام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اور مشائخ اور پیروں نے تو قسم کھائی ہے کہ کچھ نہ کہا جائے اور میں کہتا ہوں ان کے کانوں کے کیڑے یہیں آ کر جھڑتے ہیں' ان بیچاروں کو کسی نے نہیں بتلایا اس لیے بیہودہ رسمیں عام ہو گئی ہیں اور میں بھی کچھ نہ کہتا مگر دو وجہ سے کہنا پڑتا ہے ایک تو میں اپنی وجہ سے کہتا ہوں کہ مجھ کو پریشان نہ کریں اور دوسرے ان کے دین کی وجہ سے کہتا ہوں کہ اگر ایسا نہ کیا تو اصلاح کیسے ہو گی' نہ کہنے اور خاموش رہنے کو میں خیانت سمجھتا

ہوں آخر کیا وجہ کہ نہ کہا جائے آخر ہم ہیں کس مرض کی دوا۔ اسی کو فرماتے ہیں:

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است　　اگر خاموش بنشینم گناہ است

(اگر میں دیکھوں کہ ایک اندھا ہے اور سامنے کنواں ہے تو اگر میں خاموش بیٹھا رہوں تو گناہ ہے۔۱۲)

اسلام میں انتظام اور راحت رسانی کی اہمیت

(ملفوظ ۱۹۳) (حسن الانتظام فی الاسلام مشتمل بر دو ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جمعہ کے روز باہر کے لوگ آتے ہیں مصافحہ کی بھرمار ہوتی ہے مجھے بڑی کلفت ہوتی ہے بڑے بے ڈھنگے پن سے لوگ مصافحہ کرتے ہیں۔ میں نے یہ انتظام سوچا ہے کہ اس موجودہ صورت میں تو تکلیف ہوتی ہے حوض کے کنارے پر جا کر بیٹھ جایا کروں گا اور پھر چاہے ایک گھنٹہ مصافحہ میں صرف ہو رنگون میں انتظام ٹھیک ہوا تھا بعد وعظ دو شخصوں نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال لیئے ہاتھ خالی ہی نہ تھے جو کوئی مصافحہ کرے لیجا کر موٹر میں بٹھلا دیا اس پر ایک حاکم انگریز نے جو مجلس میں موجود تھا لکھا تھا کہ ایسا شخص کیا فساد کر سکتا ہے جو اس قدر کمزور ہے کہ دو شخصوں نے ہاتھ پکڑ کر موٹر میں بٹھلایا۔ صاحب بہادر تھے بڑے محقق یہ استدلال ایسا ہی ہے جیسے آج کل ان کے مقلد عقلاء قرآن وحدیث سے کیا کرتے ہیں۔ فساد کا قصہ یہ ہے کہ مخالفین نے ایک درخواست حاکم کے یہاں دیدی تھی کہ یہ شخص اگر وعظ کہے گا تو اندیشہ فساد کا ہے اس انگریز نے کہا تھا وعظ سننے کے بعد کہ جو لوگ ایسے وعظ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بدقسمت ہیں۔ فرمایا کہ یہ بات جو اس نے کہی کچھ سمجھتا ہوگا اس انگریز کی ظاہری تہذیب سنئے کہ مہتمم وعظ سے اجازت لے کر مجلس میں آیا کہ اگر اجازت ہو تو ہم اندر مجمع کے جا کر بیٹھ جائیں۔ گو یہ حقیقی تہذیب نہیں محض نقل تہذیب ہے مگر یہ سب اسلام اور مسلمانوں سے سیکھی ہیں۔ اصل چیز تو ہمارے یہاں کی ہے مگر افسوس ہے کہ ہم کو اس سے محض اجنبیت ہوگئی حتیٰ کہ ایک صاحب نے میرے متعلق کہا تھا کہ اس کے مزاج میں تو انگریزوں جیسا انتظام ہے میں نے سن کر کہا کہ غلط ہے یہ تو ہمارے گھر کی چیز ہے یوں کہو انگریزوں میں ہمارا جیسا انتظام ہے اور پھر بھی حقیقت ان کے پاس نہیں وہ اس طرح سے

کہ ان کا انتظام دنیوی مصلحت کے لیے ہے جو بدلتی بھی ہے اور ہمارا انتظام حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے جو کبھی نہیں بدلتا۔ پھر اس انتظام پر ایک قصہ فرمایا کہ حضرت مقداد ایک صحابی ہیں وہ مع بارہ تیرہ آدمیوں کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے۔ آپ نے ان کو بکریاں بتلادی تھیں کہ دودھ نکال کر پی لیا کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ رکھ دیا کریں۔ اکثر حضور عشاء کے بعد ایسے وقت تشریف لاتے کہ یہ حضرات سونے کے لیے لیٹ جاتے مگر آپ تشریف لاکر جو سلام کرتے تو ایسی آواز سے کہ اگر یہ جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو نیند خراب نہ ہو۔ کیا ٹھکانہ ہے اس رعایت کا ورنہ اگر آپ ان کو جگا کر دوڑاتے بھی تو صحابی کیا عذر کر سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ اب بتلائیے یہ تعلیم کس کی ہے اور کس کے گھر کی ہے مگر افسوس اس تعلیم سے مسلمانوں کی اجنبیت کا یہاں تک درجہ پہنچ چکا ہے کہ اس کو دوسروں کی چیز بتلانے لگے۔ افسوس صد افسوس اور محض عدم علم ہی تک بس نہیں اس تعلیم کی ضد کو عملی جامہ پہنا کر دکھا دیا۔ میں سیوہارہ میں ٹھہرا ہوا تھا شب کو ذرا بے آرام رہا تھا' صبح کے وقت ذرا لیٹ گیا۔ ایک صاحب حج کو جارہے تھے غالباً سات آٹھ بجے صبح کا وقت ہوگا کہ وہ صاحب مصافحہ کی غرض سے آئے' اول تو آکر بڑے زور سے سلام کیا آنکھ تو ان کے سلام ہی سے کھل گئی تھی مگر میں نے کہا کہ بچہ جی میں بھی ہرگز مصافحہ نہ کروں گا۔ غرضیکہ میں نہیں اُٹھا' جب ان کو مایوسی ہوگئی بس اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لے کر اور کچھ گھس گھسا کر چلتے ہوئے یہ حالت تو ان کی ہے جو دیندار کہلاتے ہیں دنیا داروں کا اس سے خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دین و دنیا سب کچھ سکھا دیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب کو قبرستان میں تشریف لے جانے کے لیے آہستہ سے اُٹھے' آہستہ نعلین پہنے' آہستہ سے کواڑ کھولے' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال پر فرمایا کہ یہ میں نے اس لیے کیا کہ تم جاگ جاؤ اور تنہا گھبراؤ۔ لیجئے بیوی کا اس قدر خیال ہے جو ہر طرح تابع ہے اب باوا کا بھی وہ خیال نہیں جو ہر طرح متبوع ہے غرض یہ کہ کسی میں بھی یہ فکر نہیں کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

فضول خرچی بخل سے بری ہے

(ملفوظ ۱۹۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر آدمی فضول خرچی سے بچے تو بڑی برکت ہوتی ہے، فضول خرچی بڑی ہی مضر چیز ہے اس کی بدولت مسلمانوں کی جڑیں کھوکھلی ہوگئی ہیں۔ میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام نہیں ہوسکتا اور وہ صورتاً بخل ہے حقیقی بخل نہیں اور اگر حقیقی بھی ہو وہ بھی اسراف کی طرح برا ہے مگر اسراف اس سے زیادہ برا ہے جس چیز کا انجام پریشانی ہو وہ اس سے بری ہے جس سے پریشانی نہ ہو جیسے ہی دونوں چیزیں ہیں بخل اور اسراف کہ ایک سے پریشانی ہوتی ہے ایک سے نہیں ہوتی اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ بخیل آدمی زیادہ حریص نہیں ہوتا اس پر ممکن ہے کہ کوئی صاحب شبہ کریں کہ حریص تو ہوتا ہے اور میں بھی مانتا ہوں کہ ہوتا ہے مگر ایسا حریص نہیں ہوتا کہ اپنے دین کو نثار کردے اور مسرف سے اندیشہ ہے کہ کہیں دین نہ کھو بیٹھے ایسے واقعات کثرت سے موجود ہیں کہ اسراف کا نتیجہ کفر ہوگیا۔ وجہ یہ کہ مسرف کو حاجات میں اضطرار ہوتا ہے اور مال ہوتا نہیں اس لیے دین فروشی بھی کر لیتا ہے اور بخیل کو یہ اضطرار نہیں ہوتا اس کے ہاتھ میں ہر وقت پیسہ ہے گو وہ خرچ نہ کرے اور بڑا فرق ہے اضطرار اور عدم اضطرار میں۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے حق دار خاں صاحب کو الٰہ آباد میں ایک تدبیران کی شکایت تنگی پر بتلائی تھی کہ ایک صندوقچی میں کچھ ڈال دیا کرو اور اس کو بوقت ضرورت شدید کھولا کرو اس تدبیر کی بدولت وہ حج بھی کر آئے، فرمایا جی ہاں انتظام ہے ہی عجب برکت کی چیز اس سے بڑی برکت ہوتی ہے۔ تمت کراستہ حسن الانتظام۔

عین چلتے وقت تعویذ مانگنا

(ملفوظ ۱۹۵) ایک صاحب نے جو کئی روز سے ٹھہرے ہوئے تھے عین چلنے کے وقت تعویذ مانگا، گاڑی کا وقت بھی قریب تھا، فرمایا کہ کئی روز سے قیام تھا جب سے کہاں چلے گئے تھے جو عین چلنے کے وقت تعویذ کی ضرورت ظاہر کی، لوگوں میں سلیقہ ہی نہیں رہا جس سے کام لینا ہو اس کی سہولت کی فکر کرنی چاہیے۔

آج کل تہذیب نہیں تعذیب ہے

(ملفوظ ۱۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اکثر اہل تکلف میں تہذیب تو کہاں البتہ تعذیب ہے میرے نزدیک تو تہذیب اور ادب یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے تعظیم کا نام ادب نہیں۔

ایک عالم کا حضرت کو گھورنا

(ملفوظ ۱۹۷) فرمایا کہ ایک شخص جن کا نام نہیں بتلایا کئی روز ہوئے بعد نماز مغرب میرے پیچھے دیوار سے لگے کھڑے ہیں مجھ کو دیکھ کر سخت گرانی ہوئی پڑھنا مشکل ہو گیا' وہ خود عالم بھی شیخ بھی بڑے بزرگوں کی صحبت میں رہے ہوئے بھی اتفاق سے نیاز آ گئے میں نے پوچھا یہ کون کھڑا ہے تب معلوم ہوا کہ فلاں صاحب ہیں۔ میں نے ادب سے کہا کہ دوسروں کی تکلیف کا تو احساس ہونا چاہیے مجھے آپ کی اس بات سے تکلیف ہوئی ہر وقت کسی پر ہجوم کرنا یہ ادب کے خلاف ہے۔ میں کہنے کو کہہ تو گیا مگر ہوئی بہت ہی ندامت عالم فاضل شیخ وقت ان کی یہ حرکت۔

قصائی یا بیل

(ملفوظ ۱۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ مجھ کو یوں کہتے ہوں گے کہ اچھا قصائی سے پالا پڑا اور میں یہ کہتا ہوں کہ اچھا بیلوں سے پالا پڑا کوئی کھر مارتا ہے کوئی سینگ مارتا ہے اگر ڈنڈا نہ چلاؤں تو اور کیا کروں۔

خودرائی' رائی کے برابر بھی مضر ہے

(ملفوظ ۱۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خودرائی اگر رائی کے برابر بھی ہو اس کو بھی چھوڑ دینا چاہیے یہ بڑی ہی مضر چیز ہے۔ اگر شیخ عبادت مستحبہ سے بھی منع کرے اس کو چھوڑ دینا چاہیے اس کے نافع ہونے کے بھی شرائط ہیں اس کو مبصر سمجھتا ہے کہ اس کے لیے نافع ہے یا نہیں مثلاً مستحب میں مشغول ہونے سے کوئی واجب فوت ہوتا ہو جس کو بعض اوقات شیخ جانتا ہے طالب نہیں جانتا۔

ہندوستان میں بزرگوں کا وجود غنیمت ہے

(ملفوظ ۲۰۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہندوستان کا حال

بہت تباہ ہے اس لیے بعض بزرگوں کا ضرور جی گھبراتا ہوگا مگر بزرگوں کو یہیں رہنا چاہیے تاکہ لوگوں کو تسلی تو رہے دوسرے اگر دین معلوم کرنا چاہیں تو ان بزرگوں سے معلوم تو ہو سکے۔

ایک واعظ کو وعظ کہنے کی ممانعت

(ملفوظ ۲۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں ایک واعظ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ان کو وعظ کہنے سے جو بوجہ عدم اہلیت کے منع کیا اسی پر انہوں نے کہا کہ اگر میرا وعظ سن لیں تو اجازت دیدیں' میں نے کہا کہ اگر سن لوں تو اور زیادہ ممانعت کروں' ابھی تو علم الیقین ہے اور پھر عین الیقین ہو جائے گا تمہارے جہل کا۔

شعر' اور شیر

(ملفوظ ۲۰۲) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اب مجھ کو بھی شعروں سے مناسبت نہیں رہی' مزاحاً فرمایا کہ اچھا ہے شیروں سے مناسبت نہ رہی ورنہ درندگی پیدا ہوتی درندہ کی کھال پر بیٹھنے تک کی حدیث میں ممانعت آئی ہے اس سے شان سبعیت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی شان عشق

(ملفوظ ۲۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ سے بڑی ہی محبت تھی مگر عام لوگوں کو خبر نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ مولانا کو کسی نے پہچانا نہیں۔ مولانا کی شان انتظامی کو تو دیکھا اور شان عشقی کو نہیں دیکھا یہ تو اور بھی بڑے کمال کی بات تھی کہ شان عشق کے ساتھ انتظام تھا۔

آج کل کے اہل سماع اہل ارض ہیں

(ملفوظ ۲۰۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل کے اہل سماع اکثر محض حظ نفسانی میں مبتلا ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ آج کل اہل سماع اہل ارض ہیں اہل سماء نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو نماز میں قرآن میں روزہ میں وہ لطف میسر نہیں جو سماع میں ہے حالانکہ اگر کوئی قرآن شریف اچھا پڑھنے والا ہو اور سماع میں استعداد بھی ہو

تو سماع وغیرہ سب ایک طرف رکھے رہ جاویں اس میں جو لطف ہے وہ اس میں کہاں۔

ذکر خفی اور ذکر بالجہر میں ریاء

(ملفوظ ۲۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک نقشبندی نے چشتی سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر جہر کرتے ہو؟ یہ اشارہ تھا ذکر جہر میں شائبہ ریاء کا ہے حتیٰ کہ ہم تک بھی اس کی خبر پہنچ گئی۔ چشتی نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر خفی کرتے ہو۔ عجیب جواب دیا مطلب یہ کہ اظہار ذکر میں ہم تم دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ تمہارے ذکر کی ہم کو خبر پہنچ گئی پس اگر اس میں ریاء ہے تو اس میں بھی ریاء ہے اور حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ذاکر کے اس شبہ پر کہ اس میں ریاء ہے یہ جواب فرمایا تھا کہ ذکر جہر میں تو سب دیکھ رہے ہیں کہ اللہ اللہ کر رہے ہیں اور ذکر خفی میں گردن جھکائے بیٹھے ہیں دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ نہ معلوم لوح وقلم عرش کرسی کی سیر کر رہے ہیں تو اس حساب سے ذکر خفی میں ذکر جہر سے زیادہ ریاء ہے۔

۱۲ / شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

عورتوں میں حیاء کا تحفظ

(ملفوظ ۲۰۶) فرمایا کہ یہاں پر میں نے سب رسموں کے چھڑانے کی کوشش کی۔ گو وہ فی نفسہ مباح ہی ہوں کیونکہ اس میں عارضی مفاسد تھے مگر دو رسموں کے چھڑانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ ان میں مصالح تھے ایک تو لڑکی کو ہفتہ دو ہفتہ کے لیے مائیوں بٹھانے کی رسم ہے مائیوں کے رسم کی حقیقت یہ ہے کہ چند مائیں یعنی گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں جمع ہو کر مکان کے ایک گوشہ میں لڑکی کو لے کر بٹھلا دیتی ہیں اس وجہ سے اس کو مائیوں کہتے ہیں۔ میں نے اس کو نہیں چھڑایا اس میں حیاء کا تحفظ ہے اور ایک منہ پر ہاتھ رکھنے کی رسم ہے۔ اس میں بھی تحفظ ہے حیاء کا اس سلسلہ میں فرمایا کہ عرب کے اندر رسم ہے کہ شوہر جب اول شب میں دلہن کے پاس آتا ہے تو دلہن شوہر کے آتے وقت تعظیم کے لیے کھڑی ہوتی ہے اور سلام کرتی ہے اور شوہر اپنے زائد کپڑے جو اتارتا ہے ان کو لے کر سلیقہ سے موقع پر رکھتی ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو بہت اچھی بات فرمایا کہ واقعی اچھی بات ہے مگر ہندوستان کے لیے اس کو پسند نہیں کرتا

اس لیے کہ وہاں پر تو یہ رسم بے تکلفی کے درجہ میں ہے اور یہاں پر کج طبعی کے سبب اس کا نتیجہ آزادی و بے حیائی ہو جائے گا جو چیز حیاء کا سبب ہو اس کو باقی رکھنے کو جی چاہتا ہے مگر یہاں حیاء اور بے حیائی کا امتحان بھی عورتیں بے اصولی کے ساتھ کرتی ہیں۔ چنانچہ لڑکی کے گدگدی اُٹھاتی ہیں اگر وہ ہنس پڑی تو بے حیاء اور نہ ہنسی تو حیاء دار اور ایک حرکت اس امتحان کے لیے اور کرتی ہیں کہ اول شب میں جب دلہا اور دلہن تنہائی میں ہوتے ہیں تو عورتیں کان لگاتی پھرتی ہیں کیونکہ یہاں پر یہ بھی رسم ہے کہ اول شب میں دلہن دلہا سے بھی نہیں بولتی۔ اگر کوئی بولی تو صبح کو چرچا ہوتا ہے کہ ایسی بے شرم ہے کہ ساری رات میاں سے پڑ پڑ بولتی رہی یہ عورتوں کا ایسا کرنا تانک جھانک لگانا خود بے شرمی پر مبنی ہے بڑی واہیات بات ہے۔

محبت‘ حسن اور جمال کا معیار

(ملفوظ ۲۰۷) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت محبت کا کوئی معیار ہی نہیں‘ فرمایا کیا معیار ہو سکتا ہے؟ عرض کیا ایسا ہی حسن ہے نہ اس کا کوئی معیار فرمایا یہ بھی ایسی ہی چیز ہے اس کا بھی معیار مشکل ہے ہاں جمال کا معیار تو ہو سکتا ہے اس لیے کہ جمال تو تناسب اعضاء کو کہتے ہیں جس کا ضابطہ ہے مگر حسن اور محبت کا کوئی معیار نہیں۔ عرض کیا کہ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے کہا تھا اگر حسین چیز کو دیکھو تو اس میں کون سی مضرت ہے‘ ایک چیز خوب صورت ہے مثلاً لوٹا ہے جو خوبصورت اور حسین بنا ہوا ہے اس کے دیکھنے میں کیا مضرت اور کون سا گناہ ہے ایسا ہی حسین آدمی کو دیکھنا میں نے اس کا جواب دیا جو حضرت ہی کی فیضان صحبت ہی کی برکت سے ذہن میں آیا وہ یہ کہ لوٹا جو خوبصورت ہے اس کے دیکھنے پر اس لیے گناہ نہیں کہ اس سے آگے کسی ناجائز تمتع کی ہوس نہیں ہوتی کیونکہ یہ محل شہوت نہیں ہو سکتا جو سبب بنے مضرت اور گناہ کا مگر دوسری چیز جس سے آگے چل کر تمتع ناجائز حاصل شہوت نہیں ہو سکتا جو سبب بنے مضرت اور گناہ کا مگر دوسری چیز جس سے آگے چل کر تمتع ناجائز حاصل ہو سکتا ہو اس وجہ سے کہ وہ محل شہوت ہے اس کے دیکھنے سے گناہ ہوگا اس لیے ایسی چیز کو لوٹا سے مثال دینا صحیح نہیں ہو سکتی۔ حضرت والا نے سن کر فرمایا کہ بالکل ٹھیک جواب ہے ماشاءاللہ۔

اہل محبت کی بے قراری

(ملفوظ ۲۰۸) فرمایا کہ اہل محبت کے باب میں میری طبیعت حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ جیسی ہے کسی اہل محبت کی بے چینی اور بے قراری برداشت نہیں ہوتی یہ ہی حضرت کی حالت تھی کہ کسی اہل محبت کی بے چینی برداشت نہ فرما سکتے تھے۔ بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہو اور اگر خلاف شریعت ہو تو ایسی تیسی میں جائیں محبت بھی اور اہل محبت بھی۔

طالب کی دلجوئی اور تسلی کرنی چاہیے

(ملفوظ ۲۰۹) فرمایا کہ شیخ کامل وہ ہے جو طالب کی دلجوئی اور تسلی کرتا رہے اور اس کی مایوس سے مایوس حالت کو سنبھالتا رہے اس کے دل کو بڑھاتا رہے اس میں تو ہم نے اپنے حضرت حاجی صاحبؒ کو دیکھا کہ کیسا ہی کوئی روتا ہوا گیا ہنستا ہوا آیا۔ اسی کو حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دایم است   زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

یہ واقعہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب اپنے زمانہ میں اس فن کے امام تھے مجدد تھے مجتہد تھے۔

لوگوں کے بے ڈھنگے پن سے نیند اُڑ جانا

(ملفوظ ۲۱۰) فرمایا کہ میرے دماغ پر جو تعب ہوتا ہے اس کے مختلف اسباب ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ بے ڈھنگا پن کرتے ہیں اس پر روک ٹوک کرتا ہوں اس کی وجہ سے دماغ پر اثر ہوتا ہے نیند نہیں آتی راحت نہیں ملتی طبیعت پریشان رہتی ہے۔

ایک صاحب کے بلا اجازت آنے پر نکیر

(ملفوظ ۲۱۱) ایک صاحب بلا اجازت چپکے سے آ کر مجلس میں بیٹھ گئے۔ حضرت والا نے دیکھ کر دریافت فرمایا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں' عرض کیا کہ میں فلاں جگہ سے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ اس سے قبل کبھی ملاقات ہوئی ہے عرض کیا کہ نہیں' پوچھا کوئی خط آنے کے متعلق لکھا تھا؟ عرض کیا کہ لکھا تھا پوچھا پھر آ کر دکھایا تھا؟ عرض کیا کہ نہیں' فرمایا پھر میں کیسے پہچانتا کیا مجھ کو علم غیب ہے آپ لوگ کیوں ستاتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں' پوری بات آتے

ہی کیوں نہیں بیان کر دی گئی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ صاحب تو وہ ہیں جن سے آتے ہی خط نہ دکھلانے پر کل مواخذہ ہو چکا ہے فرمایا کہ اتنی کھود کرید پر بھی انہوں نے ظاہر نہیں کیا یہ ہی کہنا چاہیے تھا کہ میں کل آیا ہوں اور یہ گفتگو آ چکی ہے یہ کون سی ایسی باریک بات تھی جو سمجھ میں نہیں آئی نہ معلوم ایچ پیچ میں لوگوں کو کیا مزہ آتا ہے۔ فرمایا کہ آئندہ ایسی بات سے احتیاط رکھئے گا جہاں پر جاؤ پوری اور صاف بات کہہ دو تا کہ دوسروں کو تکلیف اور اُلجھن نہ ہو تو بڑی اصلاح اس کو ہی میں سمجھتا ہوں کہ اپنے سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو لوگوں کی اس کی قطعاً فکر نہیں کہاں تک اصلاح کی جائے عجب ہڑبونگ مچی ہوتی ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اختیاری وغیر اختیاری کا فرق اور تقدیر کا حیلہ

(ملفوظ ۲۱۲) (ملقب به اعتمال الافکار فی الاحتیال بالاقدار) ایک پرچہ کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ بہت احتیاط کر کے عرض کرتا ہوں کہ نصف سلوک ہے ورنہ کل ہی سلوک ہے اس مسئلہ کے نہ جاننے سے ایک عالم پریشانی میں ہے۔ اس کو میں نے ایک مولوی صاحب کے جواب میں ایک خاص عنوان سے لکھا تھا وہ عنوان یہ تھا کہ اس طریق میں افعال مقصود ہیں جو کہ اختیاری ہیں انفعالات مقصود نہیں جو کہ غیر اختیاری ہیں اور یہ سمجھ کر لکھا تھا کہ عالم ہیں جواب کی قدر کریں گے۔ انہوں نے قدر کی یہ لکھا کہ معلوم ہوا کہ یہ طریق بہت مشکل ہے حالانکہ اس خلاصہ سے زیادہ کیا آسان ہوگا مگر انہوں نے اس آسان کو مشکل سمجھا' اصل یہ کہ بہت سے لوگ اس کے منتظر ہیں کہ اول دلچسپی پیدا ہو تو کام شروع کریں اور کام اس کا منتظر ہے کہ مجھ کو شروع کریں تو میں دلچسپی کے آثار پیدا کروں' غرض اول دلچسپی پیدا ہو تو کام شروع ہو اور اول کام شروع ہو تو دلچسپی پیدا ہو یہ اس کا منتظر وہ اس کا منتظر۔ یہ تو ایک اچھا خاصہ دور ہو گیا جو کبھی ختم ہونے والا نظر نہیں آتا اس غلطی میں ایک عالم مبتلا ہے۔ یوں چاہتے ہیں کہ خود داعی ہی کی جانب سے فعل کو اضطراری ترجیح ہو جائے۔ سو اگر یہ عقیدہ ہے کہ داعیہ پیدا کرنے والا بھی چونکہ خدا تعالیٰ ہی ہے وہ اگر چاہیں گے داعیہ پیدا کر دیں گے نہ چاہیں گے نہیں پیدا کریں گے اس

لیے خود کچھ ارادہ ہی نہیں کرتے سو یہ عقیدہ جبری ہوگا اس کا علاج وہی ہے جو ایک حکایت میں مولانا رومیؒ نے جبری عقیدہ کے مقابلہ میں نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص کسی باغ میں پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر اس باغ سے پھل توڑ کر کھانے شروع کر دیئے' اتفاق سے مالک باغ بھی آ پہنچا اس نے دریافت کیا کہ کیوں صاحب اس باغ کا کوئی مالک بھی ہے اور آپ نے اس سے اجازت بھی لی ہے اس شخص نے کہا کہ باوا باغ کا مالک کون ہوتا خدا مالک ہے زمین خدا کی' درخت خدا کے' پانی خدا کا' ہوا خدا کی' پھل خدا کے' میں خدا کا' منہ خدا کا' بھوک خدا کی' پیٹ خدا کا............ **لافاعل الا اللّٰه** اور **لا موجود الا اللّٰه**

مالک نے کسی کو حکم دیا کہ ہمارا ڈنڈا اور رسی لاؤ اور ان صاحب کے ہاتھ پیر بندھوا کر دہ ڈنڈا' دہ ڈنڈا' اب میاں صاحب نے غل مچانا شروع کیا' ہائے رے مرا مالک نے کہا کہ ہائے وائے کیا کرتا ہے میں خدا کا' تم خدا کے' رسی خدا کی' ڈنڈا خدا کا یہ مار پیٹ بھی خدا کی۔ (**لافاعل الا اللّٰه لا موجود الا اللّٰه**)

دو ڈنڈے اور رسید کیے تب تو میاں صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اور اس جبری عقیدہ سے توبہ کی۔ مولانا فرماتے ہیں:

گفت توبہ کردم از جبرائے عیار اختیار است اختیار است اختیار

(سوائے خدا کے کوئی کرنے والا نہیں اور سوائے خدا کے کوئی موجود نہیں۔)

(کہنے لگا کہ عقیدہ جبر سے توبہ کرتا ہوں بے شک بندہ کو اختیار ہے۔)

کچھ نہیں یہ سب کم سمجھی اور بدفہمی کی باتیں ہیں۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اختیار ہے جب اثبات اختیار میں نفس کی غرض ہو اور ایک طرف اختیار کی نفی کرتے ہیں جب نفی میں غرض ہو اس کا علمی جواب تو ہے مگر جہلی جواب زیادہ مناسب ہے جو حکایت بالا میں مذکور ہے اس میں کوئی حرج شبہ ہی نہیں رہتا' اول ہی بار میں صبح ہو جاتی ہے اور آدمی روشنی میں آ جاتا ہے۔ شیطان نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ میری تقدیر میں سجدہ تھا یا نہیں اگر ہوتا تو میں ضرور کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تھا تو پھر میں کیوں قصوروار ٹھہرا' جواب ملا کہ اب باتیں بناتا ہے اس وقت تیری یہ نیت کب تھی کہ تقدیر کی موافقت کر رہا تھا اس وقت تو تکبر اور شرارت سبب تھا

یہ تو اب معلوم ہوا کہ تقدیر میں تھا یا نہیں۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ جو طرز آج کل ہے کہ شبہات کا جواب دیا جاتا ہے اس سے شبہات کا اسقاط نہیں ہوتا گو اسکات ہو جاتا ہے۔ معترض ساکت ہو جاتا ہے البتہ محبت ایک ایسی چیز ہے جو کافی طور پر کارآمد ہو سکتی ہے۔ اب صرف یہ سوال رہ گیا کہ محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ کیا ہے سو وہ یہ ہے کہ جو اپنے اندر محبت پیدا کر چکے ہیں ان کی جوتیوں میں جا پڑے۔ جس کو مولانا فرماتے ہیں:

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

(قال کو چھوڑ اور حال پیدا کر اور کسی کامل کے آگے اپنے کو پامال کر دے۔)

اگر ان کی صحبت میسر آ جائے بڑی دولت ہے اس لیے کہ عشاق کے مجمع میں جا کر عاشق ہو جاتا ہے' نمازیوں کے مجمع میں جا کر خود بخود نمازی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح محبین کے مجمع میں جا کر محب ہو جاتا ہے اور اگر کسی عارض سے محبت پیدا نہ ہو تو ایک اور دوسرا طریق بھی ہے وہ خوف ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر حاکم سے محبت نہ ہو تو خوف کے سبب اس کے احکام کے خلاف نہیں کر سکتا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ خوف کس طرح پیدا کیا جائے؟ فرمایا یہ بھی کوئی مشکل بات نہیں جہاں مضرتوں کا مراقبہ کیا خوف پیدا ہو گیا وہ مضرتیں یہ ہیں مثلاً جہنم ہے قبر ہے محشر ہے موت ہے ان کے استحضار اور مراقبہ سے خوف پیدا ہو سکتا ہے بس اس کے لیے دو ہی طریقے ہوئے ایک محبت اور ایک خوف ایک کا حاصل ترغیب ہے اور ایک کا حاصل ترہیب۔

ایک صاحب کو دس روز قیام کی اجازت

(ملفوظ ۲۱۳) ایک ضعیف العمر شخص حاضر ہوئے' حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو' عرض کیا کہ ایک موضع ہے ماہی ضلع سہارن پور میں وہاں سے آیا ہوں' دریافت فرمایا کہ کس غرض سے آئے ہو' عرض کیا کہ مرید ہونے آیا ہوں' فرمایا کہ کس قدر قیام رہے گا۔ عرض کیا کہ ساری عمر بھی اگر صرف ہو جائے تو رہوں گا' فرمایا کھانے کا کیا انتظام ہوگا' کہاں سے کھاؤ گے' عرض کیا اللہ دے گا' فرمایا کہ تو میرا سوال ہی بیکار رہا' یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اللہ دیتا ہے مگر کوئی ظاہری سامان بھی ہے؟ عرض کیا کہ ظاہر میں تو کوئی سامان اس وقت نہیں دریافت کیا' کیا کام کرتے تھے عرض کیا کہ لوہار ہوں لوہے کا کام کرتا تھا' فرمایا دیکھو

تم کہتے تھے کہ اللہ دے گا مگر ظاہری اسباب میں لوہے کا کام بھی تو کرتے تھے' کیا کوئی بیٹا وغیرہ ایسا نہیں کہ تم کو مہینہ میں دو چار روپے دیدیا کرے' عرض کیا کہ ابھی تو کوئی صورت نہیں ہاں اس کا انتظام ہوسکتا ہے' فرمایا کہ جب تک وہ انتظام نہ ہو اس وقت تک کے لیے کیا انتظام ہے اور کس قدر قیام ہوگا' عرض کیا کہ دس روز ٹھہروں گا' دریافت فرمایا کہ دس روز کا خرچ پاس ہے عرض کیا ہے فرمایا چلو قصہ ختم ہوا اور دس روز کے لیے قیام کی اجازت دے دی۔

بزرگوں کی تعظیم وتکریم

(ملفوظ ۲۱۴) **ملقب به الاعظام للکرام.** ایک شخص آئے اور کھڑے رہے نہ کچھ بولے اور نہ بیٹھے' حضرت والا نے اس کی وجہ دریافت فرمائی کہ نہ تو تم کچھ بولے اور نہ بیٹھے اس میں کیا مصلحت تھی اور کیوں کھڑے رہے جس سے مجھ کو گرانی ہوئی' عرض کیا کہ مصافحہ کی غرض سے کھڑا تھا' فرمایا مجھ کو بغیر تمہارے کہے ہوئے کیسے معلوم ہوتا کہ تم کس غرض سے کھڑے ہو' عرض کیا اس ہی وجہ سے کھڑا تھا' فرمایا جو میں نے کہا ہے اس کو سمجھے نہیں سیدھی بات کو اُلجھاتے کیوں ہو' میری بات کو سمجھ کر جواب دینا سوال یہ ہے کہ بغیر تمہارے زبان سے کہے ہوئے مجھ کو کیسے معلوم ہوتا کہ تم کس غرض سے کھڑے ہو' عرض کیا غلطی ہوئی' فرمایا کہ یہ تو میری بات کا جواب نہ ہوا اور دوسرے تمہاری اس غلطی سے میں تو پریشان ہوا' عرض کیا کہ میں خود ہی پریشان ہوگیا۔ حضرت والا نے ان کے اس جواب پر کچھ تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ پھر میں نے تم کو پریشان کیا یا تم نے مجھ کو پریشان کیا' حرکت تو اپنی اور الزام مجھ پر فرمایا کہ خدا بھلا کرے ان رسمی پیروں کا انہوں نے ایسی تعظیم وتکریم کا مرض چلایا ہے کہ جس سے لوگوں کی عادتیں ہی خراب ہوگئیں' فرمایا یہاں تو ادب ہے عربی اور دوسرے پیروں کے یہاں ادب ہے ایشیائی عربی ادب سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب مراد ہے جو صحابہ کو تعلیم فرمایا گیا تھا اس میں رسمی تعظیم وتکریم تو ہے نہیں مگر دوسروں کی راحت کا پورا سامان ہے یہ ہے ادب عربی اول مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں نزول فرمایا ہے' لوگ خبر پاکر حضرت کی زیارت کے لیے اطراف سے آنے شروع ہوگئے اور چونکہ کبھی زیارت نہیں ہوئی

تھی حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو بوجہ اس کے کہ وہ دیکھنے میں زیادہ عمر کے معلوم ہوتے تھے حضور سمجھ کر لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سمجھ کر کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دے دیا تو اس ہجوم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوگی' خود برابر مصافحہ کرتے رہے۔ دیکھئے یہ ہے ادب کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقایہ بن گئے پھر جب آپ پر دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چادر سے آپ پر سایہ کر کے کھڑے ہوگئے۔ جب پتہ لگا کہ مخدوم کون ہیں اور خادم کون اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آتی تھی اور یہ جو مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر سر مبارک پر ابر رہتا تھا۔ یہ وجہ تھی سایہ نہ ہونے کی مگر وہ بھی دواماً نہ تھا۔

غرضیکہ اب تو صرف تعظیم کا نام ادب ہے راحت کی پرواہ ہی نہیں' میں تو کہا کرتا ہوں کہ آج کل جو تہذیب ہے محض تعذیب ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب درس کے لیے تشریف لاتے ہم لوگ حضرت کو آتے دیکھ کر کھڑے ہوجاتے۔ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے اس کے بعد سے ہم لوگ کبھی کھڑے نہیں ہوئے اور یہی خیال کیا کہ نہ کھڑے ہونے میں تو ہم کو تکلیف ہوگی اور کھڑے ہونے میں مولانا کو تکلیف ہوگی لہٰذا اپنی تکلیف کو برداشت کیا اور مولانا کی تکلیف کو برداشت نہیں کیا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو صحابہؓ کے کھڑے ہونے کو منع فرمایا ہے' فرمایا کہ وہ اس وجہ سے بھی تھا کہ ملوک عجم کے دربار میں یہ دستور تھا کہ سب لوگ ہاتھ باندھے دست بستہ کھڑے رہتے تھے باقی قدوم کے وقت کھڑا ہوجانا اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ ایک صاحب نے جن کی رائے قیام قدوم کی بھی ممانعت کی تھی مجھ کو لکھا تھا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا ہونے کو منع کیا ہے اور بھی اس میں چند سوالات علمی تھے' میں نے لکھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائیں تو کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بیٹھے رہیں گے۔ اس پر انہوں نے بہت ہی اچھا

جواب دیا کہ اس کو نہ پوچھو اس وقت تو شاید میں سجدہ میں گر جاؤں مگر کیا سجدہ میں گر جانا جائز ہو جائے گا۔ یہ عشق کے کرشمے ہیں یہاں پر ضابطہ سے کام نہیں چلتا' پھر آثار عشق کے سلسلہ میں ایک قصہ بیان فرمایا کہ حضرت سید احمد رفائی معاصر ہیں حضرت جیلانیؒ کے بہت بڑے اولیاء کبار سے گزرے ہیں۔ ایک مرتبہ روضۂ مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیکم یا جدی جواب مسموع ہوا وعلیک السلام یا ولدی' اس پر ان کو وجد ہو گیا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہو گئے:

فی حالته البعد روحی کنت ارسلها تقبلاً لارض عنی وھی نائبتی
فھذہ ذولة الا شباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بھاشفتی

ترجمہ: میں حالت بعد میں اپنی روح کو (روضہ شریف پر) بھیجا کرتا تھا کہ وہ میری طرف سے نائب بن کر زمین بوسی کیا کرتی تھی اور اب جسم کی باری ہے جو خود حاضر ہے سو اپنا ہاتھ بڑھا دیجئے تاکہ میرا لب اس سے بہرہ ور ہو جائے' فوراً ہی روضۂ مبارک سے ایک نہایت منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا ظاہر ہوا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہیں گر گئے۔ ایک بزرگ جو اس واقعہ میں موجود تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اس وقت کچھ رشک ہوا تھا' فرمایا کہ ہم تو کیا چیز تھے اس وقت ملائکہ کو رشک تھا۔ جب حضرت رفائیؒ نے دیکھا کہ لوگ مجھ کو نظر قبول و جاہ سے دیکھ رہے ہیں دروازہ پر جا لیٹے اور حاضرین سے کہا کہ سب آدمی میرے اوپر سے جائیں علاج تھا۔ سیوطی نے یہ حکایت لکھی ہے اس وقت نوے ہزار کا مجمع تھا لوگوں کا۔ تم ملفوظ الاعظام للمکرام

۱۴ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

مزاح علامت ہے عدم تکبر کی

فرمایا کہ متکبر آدمی مزاح کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور بھائی منشی اکبر علی مولانا والی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھنے گئے۔ ایک شخص بعد نماز کے برتن میں نمازیوں سے پانی دم کر رہا تھا' میں اور بھائی صاحب جب مسجد

سے نکلے اس شخص نے زبان سے تو کچھ نہ کہا بھائی کے سامنے بھی وہ برتن کر دیا' بھائی نے اس کو ہاتھ میں اُٹھالیا وہ سمجھا کہ اور لوگ تو ویسے ہی چھو چھا کر گئے یہ اہتمام کے ساتھ دم کریں گے۔ بھائی صاحب نے یہ کیا کہ سب ایک دم پی گئے وہ شخص بڑا جھلایا' بھائی نے کہا کہ تم نے زبان سے کچھ کہا تھا کہا نہیں' پھر میں کس طرح سمجھتا کہ تم نے کیوں دیا ہے میں یہی سمجھا کہ محبت سے پینے کو دے رہے ہو ایسا متبرک پانی کہاں میسر ہوتا جس پر پچاسوں مسلمانوں کی دعائیں دم ہوئی ہیں' میں پی گیا۔ فرمایا جتلانا مقصود تھا کہ زبان سے کہنا چاہیے تھا گو قرینہ کافی تھا اور قرینہ سے سمجھ کر ایسا تصرف اور ایسا طریقہ تنبیہ جائز نہ تھا لیکن احوط پھر بھی قرینہ پر اکتفا نہ کرنا اور زبان ہی سے کہنا ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ ہر شخص سے کہاں تک کہتا' پھر فرمایا اس کی ضرورت ہی کیا ہے ایک مرتبہ بلند آواز سے پکار کر کہہ دے تا کہ سب سن لیں۔ عرض کیا کہ ممکن ہے کہ کوئی نہ بھی سنے' فرمایا اگر ایسا احتمال ہو تو فرداً فرداً کہنا چاہیے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مزاح کی شوخی دلیل ہے روح کے زندہ اور نفس کے مردہ ہونے کی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح فرمایا کرتے تھے' فرمایا ہاں مگر ایک خاص حد تک زیادہ نہیں' بہت کم وہ بھی دوسروں کی تطییب قلب کی مصلحت سے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اونٹ مانگا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ کو اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچہ کیا کروں گا' فرمایا کہ اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

حج کے جوش میں کمی اور حضرت گنگوہی

(ملفوظ ۲۱۶) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت لوگ حج کو جا رہے ہیں ان کو دیکھ کر جوش اٹھتا ہے' فرمایا کہ مجھ میں تو یہ بات نہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر حضرت بیت اللہ تشریف لے جائیں تو سفر خرچ کے لیے کل روپیہ میں دوں گا۔ سن کر فرمایا دیکھو تو کیسی اچھی بات ہے ایک تو بیت اللہ کی زیارت اور دوسرے حضرت حاجی صاحب سے ملاقات مگر کچھ حالت ایسی ہوگئی ہے کہ طبیعت میں جانا

نہ جانا دونوں برابر سے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر اپنی نسبت فرمایا کہ اب بوڑھے ہو گئے حرارت غریزی جس قدر کم ہوتی جاتی ہے اُمنگیں بھی کم ہوتی جاتی ہیں۔

سلطنت مقصود بالذات نہیں

(ملفوظ ۲۱۷) فرمایا کہ ایک صاحب مجھے کہتے تھے کہ آج کل گنی کی قیمت تاجروں کے یہاں ۱۸ روپیہ دو آنے ہے اور ڈاک خانہ سے آج پونڈ کے کہ وہ بھی ایک گنی کا ہوتا ہے تیرہ روپے ۱۵ آنے ملے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ تو محض خیال ہی خیال ہے مسلمانوں کا کہ حکومت ان کے مصالح کی رعایت کرے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس قوم کی بھی حکومت ہوگی وہ ہمیشہ اپنے مصالح کو مقدم رکھے گی۔ اگر فرق ہے تو صرف اتنا ہے کہ کسی کے یہاں اپنے مصالح غالب ہیں رعایا کے مغلوب اور کسی کے یہاں رعایا کے غالب ہیں اپنے مغلوب۔ پھر فرمایا کہ حکومت سے حاصل یہ ہے کہ مخلوق خدا کو راحت ملے کسی پر ظلم نہ ہو مگر آجکل جو حکومت کی ہوس کر رہے ہیں ان کو اس کی فکر ہی نہیں بس سوراج سوراج پکار رہے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ ہی دیکھ لیجئے اگر دو چار کرسیوں پر بیٹھ کر اینڈ گئے تو کیا ہوا جن محکومین کو ان سے سابقہ پڑتا ہے ان سے پوچھئے کہ ان غریبوں کی کیا گت بن رہی ہے بزعم خود ان لوگوں کو اب تو کرسی ملی ہے تھوڑے دنوں میں سمجھتے ہیں کہ عرش مل جائے گا۔ پھر اگر خود حکومت ہی مقصود بالذات ہے اور سلطنت کی کامیابی مطلوب کی دلیل ہے تو فرعون، نمرود، شداد، قارون یہ سب بھی کامیاب تھے۔ سلطنت ان کو حاصل تھی مگر حقیقت میں نری حکومت اور سلطنت سے کیا حاصل، دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ مخلوق کو بھی راحت ملی یا نہیں سو اس کا مدت سے کہیں نام ونشان بھی نہیں۔ چنانچہ حضرات صحابہ نے جس وقت تلوار اُٹھا کر قیصر اور کسریٰ کے ملک کو فتح کیا جہاں جہاں پہنچے لوگ دعائیں دیتے تھے کیونکہ سابق سلاطین کے ظلم سے لوگ عاجز آ گئے تھے سو جیسی سلطنت حضرات صحابہ نے کی کوئی بھی نہیں کر سکا۔

کھیت میں چوہا لگنے کے پانچ تعویذ

(ملفوظ ۲۱۸) ایک صاحب نے پرچہ پیش کیا جس میں کھیت کو چوہا لگنے کے تعویذ کی

درخواست تھی۔ حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ اس کام کا تعویذ تو ہے مگر پانچ تعویذ لکھے جاتے ہیں مجھ کو اتنے تعویذ ایک دم سے لکھنے کی فرصت نہیں اگر روزانہ ایک تعویذ لکھوالیا جایا کرے تو میں لکھ سکتا ہوں کیا کوئی آدمی ایسا ہے جو مجھ سے ایک تعویذ روزانہ لے لیا کرے۔ عرض کیا کہ میں تو کام کی وجہ سے آ نہیں سکتا ایک اور شخص ہے وہ روزانہ آ جایا کرے گا' فرمایا کہ پانچ تعویذ ہوں گے اگر پانچ دن تک وہ شخص آ دے تو ایک تعویذ روز لکھ دیا کروں گا اس پر اس شخص نے جواب میں بہت ہی پست آواز سے کچھ کہا جس کو حضرت والا سن نہ سکے' فرمایا کہ منہ کھول کر بولا کرتے ہیں کہ دوسرا سن سکے یہ طریقہ کہاں سے سیکھا ہے عورتوں کی طرح بولنا کہ کوئی سنے ہی نہیں' نہ معلوم لوگوں میں یہ مرض کہاں سے پیدا ہوا' پریشان کرتے ہیں۔ عرض کیا غلطی ہوئی آئندہ زور سے بولا کروں گا۔ فرمایا دیکھو اب بھی تو بولے بس اس طرح بولنا چاہیے۔ اب ٹھکانے پر آ گئے فرمایا کہ مجھ میں تو ثقل سماعت نہیں مگر بعض حضرات کو ثقل تکلم ہوتا ہے اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت حاکم علی تعویذ لینے آیا کرے گا بطور مزاح فرمایا کہ آویں حاکم علی مگر آویں محکوم علی بن کر اور لیکن پرچہ لکھوالینا جو ہم کو روزانہ دکھا دیا جایا کرے جس کے ذریعے سے تعویذوں کی یاد رہے کہ کتنے لکھے گئے اور اس پر یہ بھی لکھوالینا کہ فلاں ضرورت کے لیے تعویذ کی ضرورت ہے اس وقت کی بات کے بھروسہ نہ رہنا کہ یاد رہے گا۔ اگر سیدھا سیدھا معاملہ رکھا تو تعویذ دوں گا ورنہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا سب سمجھ گئے' عرض کیا کہ سمجھ گیا' فرمایا جاؤ جہاں پہلے سے بیٹھے تھے وہاں جا کر بیٹھو۔

تربیت میں مربی کو رائے دینا مناسب نہیں

(ملفوظ ۲۱۹) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ سہل طریق کی تعلیم دی جائے۔ فرمایا یہ تو ہمارا کام ہے کہ جب ہم ضرورت سمجھیں سہل تعلیم کریں مگر تم کو اس کہنے کا حق نہیں یہ مرض ایسا چلا ہے کہ قریب قریب اس میں عام ابتلاء ہے کہ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں کہ جو ہم چاہیں اور جس طرح چاہیں اس طرح کام ہو محکوم بن کر کام لینے میں عار آتی ہے ان اصلاحات کے بعد فرمایا کہ تربیت نازک کام ہے مربا بنانا پڑتا ہے اسی وجہ سے اس کو

کو چاجاتا ہے کہ اندر تک شیرینی پہنچ جائے اور قوام خوب پختہ ہوتا کہ اندر تک کی مائیت جاتی رہے تاکہ بہت دنوں تک رہ سکے۔ اس لیے مربی کو چاہیے کہ خوب اچھی طرح مربا بنائے۔

رانڈ ہو جائیں گے قانون شفا میرے بعد

(ملفوظ ۲۲۰) فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی نے ایک قصیدہ لکھا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ

رنڈا ہوجائیں گی قانون شفا میرے بعد

یہ شیخ بوعلی کی تصنیف سے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں جیسا پڑھاتا ہوں میرے بعد کوئی نہ پڑھا سکے گا۔ اس کے بعد تمثیلاً فرمایا کہ اسی طرح طرز تربیت کا جو اس کے قبل کے ملفوظ میں مذکور ہے اللہ ہی حافظ ہے جو بعد کو بھی چلے ظاہر چلتا نظر نہیں آتا۔

قوت متخیلہ کے حیرت انگیز واقعات

(ملفوظ ۲۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض مرتبہ سالک کو کسی کیفیت کے پیدا ہو جانے پر خیال ہوتا ہے کہ یہ حالت میری راسخ ہو چکی حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ قوت متخیلہ کا تصرف ہوتا جس کو دوام نہیں ہوتا پھر اس کے زوال پر افسوس کرتا ہے۔ ایک مولوی صاحب کے سوال پر فرمایا کہ قوت متخیلہ بڑی عجیب چیز ہے بعض واقعات حیرت انگیز ہیں۔ ایک پٹواری کی حکایت ہے جو ایک ثقہ عالم سے سنی ہے کہ وہ کاندھلہ سے تحصیل بوڑھانہ کو چلا' گھر سے بستہ بغل میں لیا اور دوات کا محض خیال ہو گیا کہ ہاتھ میں ہے تو جس طرح ہاتھ میں دوات ہوتی اسی طرح ہاتھ کو کیے ہوئے بوڑھانہ تک چلا گیا' پھر وہاں پہنچ کر اپنے خیال میں سرائے کی ایک کوٹھری کے طاق میں بھی رکھ دی۔ پھر جب لکھنے کی ضرورت ہوئی تو ڈھونڈنا شروع کیا' وہاں تھی کہاں بھٹیاری پر خفا ہوئے کہ تیری غفلت سے میری دوات کوئی لے گیا پھر گھر آ کر معلوم ہوا کہ دوات گھر ہی رہی' محض خیال ہی خیال تھا کہ دوات ہاتھ میں ہے۔ بعض واقعات میں تخیلات کو اتنا بڑا دخل ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک حکایت خواجہ صاحب نے مجھ سے بیان کی تھی۔ عجیب حکایت ہے کہ ایک شخص باہر سے گھر آئے' چھڑی ہاتھ میں تھی اس وقت ان پر نیند کا غلبہ تھا' سیدھے پلنگ کی طرف پہنچے اور چاہا کہ

چھڑی کونہ میں رکھ دیں اور خود چارپائی پر لیٹ جائیں مگر خیال کے تصرف سے چھڑی کو تو پلنگ پر لٹا دیا اور خود مکان کے کونہ سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک شخص نے صاحب واقعہ کا نام بھی بتلایا جو بڑے فلسفی اور ڈاکٹر ہیں۔ یہ عجیب حکایت ہے واقعی کسی غلبہ کے وقت ایسی ہی باتوں کا صدور ہو جاتا ہے جو لوگ اہل حال پر معترض ہیں وہ ان باتوں کو دیکھیں اور ایسی حالتیں کم و بیش سب کو پیش آتی ہیں۔ سو حالت و غلبہ کی وجہ سے اس وقت معذور ہوتا ہے کبھی اس قوت کا کسی ضرورت سے قصداً بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ جاڑا بخار چڑھا ہوا تھا' نماز کا وقت آ گیا' اپنی لکڑی پر نظر کی وہ بخار اس پر منتقل ہو گیا۔ لکڑی کھڑی کانپ رہی تھی اور آپ نے نماز پڑھ کر پھر دوسری نظر کر کے بخار کو اپنے اوپر لے لیا' ایک فعل تصرف تھا ایک فعل عبدیت۔

کان کا میل نکالنے سے متعلق ایک لطیفہ اور ایک مسئلہ

(ملفوظ ۲۲۲) فرمایا کہ آج کان کا میل نکلوایا ہے کیونکہ کئی دن سے خفیف درد تھا۔ گو کان کے اندر کوئی سلائی وغیرہ ڈالنا اس مقولہ کے خلاف ہے کہ ناک میں انگلی' کان میں تنکا مت کر مت کر آنکھ میں انجن دانت میں منجن مت کر مت کر جو شخص کان کا میل نکالنے آئے تھے ان کے والد کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے مجھے ایک فتویٰ لکھوا کر اپنی ایک بیاض میں رکھ لیا تھا وہ میل نکلوانے والوں کو دکھلا دیتے تھے کیونکہ عموماً یہ خیال ہے کہ کان کا میل نکلوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ نہیں ٹوٹتا اس لیے میں نے لکھ کر انہیں دیدیا تھا۔

عرفی خوش اخلاقی مضر ہے

(ملفوظ ۲۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عرفی خوش اخلاقی نہایت مضر چیز ہے اس سے دوسرا شخص ہمیشہ جہل میں مبتلا رہتا ہے۔ خصوص اہل علم اور مشائخ سے جن کا منصب اصلاح ہو ایسا ہونا بہت برا ہے۔

عقل و فہم کی کمی کا کوئی علاج نہیں

(ملفوظ ۲۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج صبح کا قصہ ہے ایک صاحب نے بوقت

رخصت تمام اہل مجلس سے فرداً فرداً مصافحہ کیا اور سب سے دعا کے لیے کہا جس سے بہت دیر
تک جب تک یہ شغل ختم نہ ہوا سب مشوش رہے۔ ہتلایئے رسمیں ایسی جم گئیں کہ باوجود سعی
اور کوشش کے ہلائی نہیں ہلتیں۔ واقعی بات وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ جو جی میں آیا کرلیا'
سوچتے ہی نہیں اگر سوچ اور فکر ہو تو عقل پیدا ہو مگر سوچنے کے لیے بھی سوچ کی ضرورت ہے
کہ یہ سوچنے کا موقع ہے یا نہیں۔ میں نے ایک شخص کو اس بناء پر کہ ہر کام ہر بات اس کی بے
فکری سے ہوا کرتی تھیں یہ تدبیر ہتلادی تھی کہ ہر کام یا بات کرنے سے قبل سوچ لیا کرو کہ یہ
کرنے یا کہنے کی ہے یا نہیں' اس پر ان کا عمل شروع ہوگیا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ
سفر میں جارہے تھے ریل کا سفر تھا بیوی ریل میں سوار ہوگئی۔ اسباب ریل میں رکھا گیا آپ کا
جی چاہا کہ ایک پیسے کے چنے خریدیں ریل سے اتر کر چنے خریدنے لگے اب اس نصیحت کے
موافق کھڑے سوچ رہے ہیں کہ خریدوں یا نہیں' وہاں ریل چھوٹنے کے لیے سیٹی دے رہی
ہے مگر آپ کا مراقبہ ہی ختم نہ ہوا حتیٰ کہ ریل چل دی' اب اس کا کس کے پاس علاج ہے کہ ہر
نصیحت میں دور دور کی قیدیں لگایا کرے۔ بات یہ ہے کہ جب تک گھر کی عقل نہ ہو مشکل ہے
مطلق ٹھیلنے سے کیا کام چلتا ہے آخر کہاں تک کوئی ٹھیلے گا۔ اسی واسطے ایسے بدفہموں و کم
عقلوں کو میں کہہ دیتا ہوں کہ مجھ کو تم سے اور تم کو مجھ سے مناسبت نہ ہوگی۔ لہٰذا کسی دوسرے
مصلح سے اپنی اصلاح کراؤ اگر چاہو گے تو پتہ میں ہتلادوں گا اور تعلیمی اصول تو غلط نہیں مگر
استعمال کا موقع تو معلوم کرنے کے لیے عقل کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس واقعہ میں سوچنے کی
صورت یہ تھی کہ خرید کر ریل میں جا بیٹھتے اور وہاں سوچتے کہ نفس کو کھانے کو دوں یا نہ دوں اگر
دینا مناسب ہوتا کھالیتے نہ مناسب سمجھتے کسی حاجت مند کو دے دیتے۔ دوسرے یہ مراقبہ تو تم
ہی تک محدود تھا بیوی کو دے دیتے وہ بیچاری کھالیتی۔ حاصل یہ ہے کہ سلیقہ کی بھی ضرورت
ہے جن لوگوں میں خداداد سلیقہ ہوتا ہے اور فکر سے بھی کام لیتے ہیں غلطیوں کا صدور ان سے
بھی ہوتا ہے مگر امید اصلاح کی ہوتی ہے نیز غلطیوں کا صدور ہونا بھی کم ہے کماً بھی کیفاً بھی۔
دوسری بات یہ ہے کہ اگر صاحب معاملہ کو معلوم ہو جائے کہ اس شخص میں فکر ہے سوچ ہے تو
پھر اس کو رنج بھی نہیں ہوتا بشریت سے معذور سمجھتا ہے درگزر کرتا ہے باقی جب یہ معلوم ہوا

کہ یہ شخص قوت فکریہ سے کام نہیں لیتا تو بے شک رنج ہوتا ہے لیکن آج کل تو فکر ہی نہیں میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ بزرگوں کے صحبت یافتہ پرانے نمٹے ہوئے اور خود بھی مقتداء مگر نہایت آزاد بے فکر جو زبان پر آیا کہہ دیا جو جی میں آیا کر لیا۔ افسوس بعض کفار کو تو ایسی چیزوں کا اہتمام ہے اور بعض مسلمانوں کو اہتمام نہیں' کافروں کی مدح کرنا تو نہ چاہیے اور میرا مقصود بھی مدح نہیں تھا' غیرت دلاتا ہوں مسلمانوں کو بعض کافروں کی تو سلیقہ میں یہاں تک حالت پہنچی ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ شاہ ایران ولایت گئے شاہی خاندان میں دعوت ہوئی' بعد کھانا کھا لینے کے نہایت خوش نما پیالیوں میں صابن گھلا ہوا ہاتھ صاف کرنے کے لیے جدا جدا سب کے سامنے لایا گیا' شاہ ایران سمجھے کہ کوئی پینے کی چیز ہے صابن کی پیالی پی گئے۔ اب یہ بات سوچنے کی ہے کہ سب اہل مجلس نے وہ پیالیاں پی لیں' کیا ٹھکانا ہے اس رعایت کا اور ذرا کسی کے بشرے وغیرہ سے تمسخر آمیز ہنسی ظاہر نہیں ہوئی۔

ابتدائی اصلاح جو کر سکو کر لو پھر آ ؤ

(ملفوظ ۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابتدائی اصلاح جس کو خود تم کر سکتے ہو اس سے فارغ ہو کر یہاں آنا چاہیے درس نظامی کے مدرسہ میں الف' ب' ت سے فارغ ہو کر آنا چاہیے۔

طالبین اور بزرگان سلف کے امتحانات

(ملفوظ ۲۲۶) مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو پھر بھی طالبین کی بہت رعایت کرتا ہوں بزرگان سلف نے تو بڑے بڑے سخت امتحان طالبوں کے لیے ہیں اگر مناسبت دیکھی تو تعلیم کی ورنہ نکال باہر کیا۔ حضرت سلطان جی کی خدمت میں دو شخص مرید ہونے کے لیے حاضر ہوئے' سامنے کوئی حوض تھا کہنے لگے کہ ہمارے یہاں کا حوض اس سے بہت بڑا ہے۔ حضرت سلطان جی نے سن لیا' فرمایا کہ ناپ کر آ ؤ جا کر پیمائش کی تو ایک بالشت بڑا نکلا' بہت خوش خوش آئے' عرض کیا کہ ایک بالشت بڑا ہے' فرمایا کہ ایک بالشت کو بہت بڑا نہیں کہتے' معلوم ہوتا ہے تمہارے مزاج میں کلام کی احتیاط نہیں' نکلو یہاں سے۔ ایک بزرگ جب نئے طالب کے لیے کھانا بھیجتے تو اس کے کھانے کے بعد بچے ہوئے کھانے کو دیکھتے کہ

روٹی سالن تناسب سے بچایا نہیں اگر گڑ بڑ ہوتی ہے تو فرماتے انتظام نہیں تمہارے مزاج میں اس واسطے تم کو ہم سے مناسبت نہیں ہوگی کیونکہ جب اتنی چھوٹی سی بات میں انتظام نہیں تو آئندہ تم سے کیا اُمید ہو سکتی ہے' چلو چلتے بنو ہم سے تمہاری خدمت نہیں ہوگی۔

فکر ہو تو غلطیاں کم ہوتی ہیں

(ملفوظ ۲۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فکر انسان کی اختیاری چیز ہے اگر فکر ہو غلطیاں کم اور ہلکی ہوتی ہیں۔ مربی قرائن سے یا نور بصیرت سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس نے اہتمام کیا تھا پھر غلطی ہوگئی مگر اب بے فکری ہے اس پر چشم پوشی نہیں ہوتی۔ ایک مولوی صاحب مدرس اول متقی یہاں آئے تھے کھانا آیا' انہوں نے ایک اور شخص کو کھانے کے لیے بٹھالیا' پروا نہیں حالانکہ شریعت کے خلاف تھا عرف کا اتنا غلبہ ہوگیا ہے۔ عبدالستار نے کہا کہ مولانا یہ تو جائز نہیں کیونکہ کھانا آپ کی ملک نہیں صرف آپ کے لیے بھیجا گیا ہے اور زیادہ بھیجا گیا ہے تاکہ مہمان کو کمی نہ ہو' یہ سن کر بھی اس شخص کو نہیں اُٹھایا' صرف یہ کہا اچھا ہم پوچھ لیں گے' مجھے اطلاع بھی ہوئی میں ان کے پوچھنے کا منتظر رہا مگر انہوں نے نہیں پوچھا' آخر مجھ کو ہی کہنا پڑا۔ یہ حالت لکھے پڑھوں کی ہے دوسروں کی اصلاح کی کیا اُمید کی جاسکتی ہے۔

آج کل کے مشائخ کی مخلوق پر نظر

(ملفوظ ۲۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ساری خرابیاں اس وجہ سے ہو رہی ہیں کہ جو مصلح اور مشائخ کہلاتے ہیں ان کو بھی طالبوں کے حال پر توجہ نہیں چاہتے ہیں کہ لوگوں کی نظر میں کمالات میں کوئی کمی نہ آجائے' میرے نزدیک وہ شیخ خائن ہے رہزن ہے جو اللہ کی مخلوق کی راہ مارے اور اپنے اغراض اور مصالح کی بناء پر طالبین کی اصلاح و تربیت نہ کرے ان لوگوں نے دکانیں جمار کھی ہیں' ہر وقت اس کی فکر ہے کہ کوئی ہم کو برا نہ کہے کوئی غیر معتقد نہ ہو جائے' اچھی خاصی دین فروشی اور مخلوق پرستی ہے سو ایسے لوگ خود ہی گمراہ ہیں' دوسروں کو کیا راہ بتائیں گے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب آنے والوں کی بری عادت پر روک ٹوک نہ کرو گے ان کی اصلاح نہ کرو گے تو پھر تم ہو کس مرض کی دوا' غرض بے فکری کے مرض سے اس وقت مشائخ

بھی خالی نہیں۔ الا ماشاء اللہ یہ سب فساد بے فکری کی بدولت ہورہا ہے۔ اگر اپنی عاقبت کی اور دین کی فکر ہوتو ایسا ہرگز نہ کریں اور اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر خلاف شرع بکواس لگاتے ہیں بڑیں ہانکتے ہیں اور وہ رموز واسرار سمجھے جاتے ہیں اشرار کا نام اسرار رکھا ہے۔ احکام شرعیہ میں تحریف کرتے ہیں اور فن تصوف کی تو وہ گت بنائی ہے کہ الامان والحفیظ مگر اب تو کچھ آنکھیں کھل گئیں' اللہ کا شکر ہے اب بہت کم لوگ ان کے جال میں پھنستے ہیں۔

طریق کی وضاحت

(ملفوظ ۲۲۹)(ملقب به الانضباط سواء الصراط) ایک صاحب نو وارد آئے حضرت والا سے مصافحہ کر کے بیٹھے گئے' حضرت نے دریافت فرمایا کہ کچھ کہنا ہے عرض کیا کہ کہنا نہیں محض زیارت کے لیے آیا ہوں' فرمایا کہ اتنی دور سے آئے ہو خرچ کیا سفر کیا زحمت گوارا کی اور کچھ کہنا نہیں' یہ کیا بات ہوئی' عرض کیا کہنا تو ہے پھر کہوں گا فرمایا پہلے ہی یہ بات کیوں نہیں کہہ دی تھی کہ پھر کہوں گا اس کے چھپانے میں کیا راز تھا اس پر وہ صاحب خاموش رہے' فرمایا جواب دیجئے کیوں ستاتے ہو' عرض کیا کہ یہ خیال کیا تھا کہ اطمینان سے دوسرے وقت کہوں گا جو کہنا ہے فرمایا اپنی راحت کا تو انتظام سوچا اور مجھ کو جو اس وقت آپ کی بے اصول گفتگو سے اذیت اور تکلیف ہوئی آپ کو فکر نہ ہوئی۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ محض آپ کے اس کہنے سے میری تکلیف اور اذیت کا تو تدارک نہ ہوا پھر فرمایا خیر اس کو چھوڑیئے مگر میں پوچھتا ہوں کہ اول ہی میں میرے سوال پر جو آپ نے کہا تھا کہ مجھ کو کچھ کہنا نہیں اور پھر میرے کھود کرید کرنے پر کہا کچھ کہنا ہے اس میں سے کس بات کو سچ سمجھا جائے اور کس کو جھوٹ۔ عرض کیا آئندہ ایسا نہ کروں گا' فرمایا کہ اس وقت جو ہوا اس کا جواب دیجئے۔ عرض کیا کہ کوئی جواب سمجھ میں نہیں آتا' فرمایا کون سی ایسی باریک بات ہے جو سمجھ میں نہیں آتی اچھا یہ بتایئے کہ اس غلطی کا سبب بے فکری ہے یا کم فہمی ہے۔ عرض کیا کہ کم فہمی فرمایا کہ کم فہمی کی حالت میں کیسے خدمت کر سکتا ہوں جو کام آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں اس کے لیے ضرورت ہے فہم کی اور فہم آپ اپنے اندر بتلاتے نہیں تو پھر کیسے خدمت

کر سکتا ہوں اور کام کس طرح چلے گا جب فہم ہی نہیں تو کم فہم کو فہیم کیسے بنا دوں' عرض کیا کہ میں مجبور ہوں' فرمایا اس مجبوری کا علاج بھی اگر آپ کہیں تو عرض کروں' عرض کیا کہ ضرور فرمائیں' فرمایا کہ کسی دوسرے سے تعلق پیدا کر لیجئے' مجھ سے آپ کو نفع نہ ہوگا عرض کیا کہ کیا دوسرے سے میرا مطلب حاصل ہو جائے گا' فرمایا کہ یہ احتمال تو میری نسبت بھی ہے آپ کے پاس کیا ذریعہ ہے اس یقین کا کہ مجھ سے آپ کو ضرور نفع ہوگا اس میں تو میں اور وہ برابر ہیں میری ہی نسبت کیا معلوم ہے کہ مجھ سے ضرور ہی نفع ہوگا۔

عرض کیا کہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ آپ سے مطلب حاصل ہوگا یا دوسرے سے' فرمایا کیسی باتیں کرتے ہیں عقل سے بالکل ہی کورے معلوم ہوتے ہیں' سوال کیا جواب کیا' پھر فرمایا یہاں جب محض زیارت ہی کو آئے تھے جیسا شروع ملفوظ میں مذکور ہے تو جائیے قرآن شریف کی زیارت کیجئے' مسجد میں رکھا ہے پھر فرمایا کہ اب بتلایئے ایسی موٹی موٹی باتوں میں اُلجھتے ہیں' میں نے ایسی کون سی باریک بات پوچھی تھی بہت ہی سیدھی بات تھی مگر اس میں اینچ پینچ لگا کر یہاں تک نوبت پہنچا دی' کوئی دقیق بات نہ تھی جس کو سمجھنے سے عاجز ہو گئے کوئی علمی مضامین نہیں تھے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ آخر میں یہ کہہ رہے تھے کہ معاف فرما دیجئے' فرمایا کہ معافی کی کیا بات ہے میں کوئی انتقامی مواخذہ تو نہیں کرتا مگر معاملہ کی حقیقت تو سمجھ لوں اور سمجھا دوں تب ہی تو آگے کو کام چلے گا اور حضرت مجھ کو اپنے اس طرز پر ناز نہیں' میں خود شرمندہ ہوں مگر کیا کروں' اگر اس طرز کو بدلوں تو پھر اصلاح کس طرح ہو۔ دیکھئے طب کی کتابوں میں سب کچھ موجود ہے پھر بھی طبیب کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابوں میں تطبیق کی کوئی تدبیر نہیں جس سے مریض اپنی حالت کو کتاب پر منطبق کر سکے ان کو اہل فن ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت حالت کیا ہے اور کس نسخہ کی ضرورت ہے اسی طرح کسی زندہ طبیب روحانی سے تعلق پیدا کرنے میں بھی یہی حکمت ہے کہ وہ جزئی حالات پر احتساب کرے اور ان کی اصلاح کرے یہ طریق اعمال کی اصلاح کے لیے ہے اور اعمال ظاہرہ و باطنہ کی اصلاح ہی کا نام طریق ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے صحیح تعلق بندہ کا پیدا ہو جائے۔ آج کل لوگ طریق تو سمجھتے ہیں اوراد و وظائف کو اور

مقصود سمجھتے ہیں کیفیات واحوال کو حالانکہ طریق ہے اصلاح اعمال اور مقصود ہے تصحیح تعلق مع اللہ جس کی دوسری تعبیر رضائے حق ہے خلاصہ یہ ہے کہ اوراد ووظائف نہ مقصود ہیں نہ طریق ہیں بلکہ مقصود تعلق مع اللہ ہے اور وہ اس صورت سے حاصل ہوسکتا ہے کہ اگر کسی محقق اہل باطن معلم طریق کی جوتیاں سیدھی کی جائیں' بس یہی ایک راستہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مردے کاملے پامال شو

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت سے بھی اس طریق کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے روز نیا کرتہ پہنا پھر قینچی لے کر آدھی آدھی آستینیں کاٹ ڈالیں کسی نے دریافت کیا' فرمایا کہ میں کرتہ پہن کر اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوا' اس لیے اس کا علاج کیا ہے ایک مرتبہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ زبان کو ہاتھ میں لیے ہوئے اس کو مار رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ **ھذا اوردنی الموارد**

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ مشک سے پانی مسلمانوں کے گھروں میں بھر رہے ہیں' کسی قاصد نے مدح کردی تھی یہ اس کا علاج تھا' یہ طرق ہیں اصلاح کے باقی ذکر وہ صرف معین ہے مقصود کا خود مقصود بالذات نہیں جیسے اصل تو سہل ہے اور عرق بادیان اس کا معین ہے۔ (تم الملفوظ الملقب بالانضباط لسواء الصراط)

ذکر کی برکات کیلئے منکرات سے اجتناب ضروری ہے

(ملفوظ ۲۳۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ذکر بڑی برکت کی چیز ہے مگر اس کی برکت وہیں تک ہے کہ منکرات سے اجتناب رہے۔ اگر ایک شخص فرض نماز نہ پڑھے اور نفلیں پڑھے تو ثواب تو ہوگا مگر فرض نہ پڑھنے کا جو گناہ ہے وہ ضعیف کردے گا' کوئی نفع ان نفلوں سے ظاہر نہ ہوگا' یعنی یہ کہ اس سے آئندہ اعمال میں قوت نہ ہوگی۔

مربی کی تعلیم کے خلاف نہ کرے

(ملفوظ ۲۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مربی کی تعلیم کے کبھی خلاف نہ کرنا چاہیے ویسے تو اس کی مخالفت سے موقت (وقتی) نقصان ہوہی گا مگر اس سے جو عادت خلاف کرنے کی

پیدا ہوگی۔ یہ آئندہ ہمیشہ کے لیے قوت استعداد کو فنا کردے گی پھر مصلح کی موافقت کی نظیر میں فرمایا کہ کل ہی کا میرا واقعہ ہے کہ حکیم صاحب نے مجھ کو ایک رقعہ لکھا کہ کل دوائیں چھوڑ دو میں نے ایک دم چھوڑ دیں' قلب میں اس کا وسوسہ بھی نہیں آیا کہ ایک دم کیوں سب چھڑا دیں۔

امر بالمعروف ہر ایک کیلئے جائز ہے

(ملفوظ ۲۳۲) فرمایا کہ آج کل غیر اہل فن بھی تو فن میں دخل دیتے ہیں' میں نے ایک صاحب سے ان کے بے محل دوسرے شخص کو نصیحت کرنے پر باز پرس کی تھی تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ امر بالمعروف بھی تو عبادت ہے اور عبادت ہی کے واسطے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں' میں نے کہا کہ عبادت کے کچھ شرائط اور حدود بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ مثلاً نماز بھی تو عبادت ہے اگر کوئی بے وضو پڑھانے لگے تو کیا صحیح ہو جائے گی۔ اسی طرح امر بالمعروف کی بھی شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عین امر بالمعروف کے وقت ناصح اپنے کو مخاطب سے کمتر اور بدتر سمجھے' ایسا شخص امر بالمعروف کرسکتا ہے کیا تمہاری اس وقت یہ حالت تھی' کہنے لگے نہیں میں نے کہا کہ جب شرط نہ پائی گئی تو پھر عبادت کہاں ہوئی۔

بعض مرتبہ گردن جھکا کر بیٹھنے سے عجب ہو جاتا ہے

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض مرتبہ گردن جھکا کر بیٹھنے سے اور ذکر کرنے سے عجب کا اندیشہ ہوتا ہے اس کو شیخ ہی سمجھتا ہے وہ ایسے وقت ذاکر سے کہے گا کہ چلتے پھرتے اللہ اللہ کرو گردن جھکا کر نہ بیٹھو' اس سے شہرت ہوگی' نفس میں عجب پیدا ہوگا' آج کل ان تعلیمات کا اکثر مشائخ کے یہاں نام و نشان نہیں۔

حضرت کے ملفوظات و مواعظ اور تجدید تصوف و سلوک

(ملفوظ ۲۳۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے مواعظ کثرت سے دیکھا کریں اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوگا اور جلد ہوگا' وعظوں میں خدا کے فضل سے سب کچھ ہے اور ملفوظات مواعظ سے بھی زیادہ نافع ہیں اس لیے کہ ان میں خاص حالت پر گفتگو ہوتی ہے جو طالب کے لیے بے حد مفید ہے اور وعظوں میں سے بھی

ایسے مضامین جو کہ طالبین کے حالات کے موافق ہوں طالبین انتخاب کر سکتے ہیں پھر وعظوں کے متعلق فرمایا کہ مجھے جب کوئی شخص بیعت کی درخواست کرتا ہے تو میں اول اس کو یہ ہی لکھتا ہوں کہ میرے مواعظ کو دیکھو اور اس سے جو حالت میں تغیر ہو اس سے اطلاع دو اس طرح پر وہ نفع ہوتا ہے کہ دس برس کے مجاہدہ پر بھی نہیں ہوتا میں نے تو ایک مرتبہ خواجہ صاحب سے کہا تھا کہ میں تو اول ہی دفعہ میں طالب کو خدا تک پہنچا دیتا ہوں' مراد اس سے یہ ہے کہ اول ہی روز طالب کے سر پر فکر سوار کر دیتا ہوں کہ جب فکر ہوتی ہے تو خود راستہ تلاش کرتا ہے اس جویائی اور فکر کی بدولت فضل خداوندی دستگیری کرتا ہے راہ پر لگ جاتا ہے۔ یہی حقیقت ہے اس طریق کی جس کی بدولت بندہ کو تعلق مع اللہ صحیح معنوں میں حاصل ہو جاتا ہے اور یہ سب تدابیر کا درجہ ہے جس سے مقصود تک رسائی ہوتی ہے باقی اوراد وہ اصلی تدابیر بھی نہیں' صرف معین مقصود ہیں۔ یہ جہلا نے خلط کر رکھا ہے کہ مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود سمجھنے لگے بحمد اللہ اب فن تصوف صدیوں کے لیے صاف ہو گیا۔

۱۳ اشوال المکرّم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یک شنبہ

آہستہ بات کرنے پر مواخذہ

(ملفوظ ۲۳۵) ایک صاحب نے تعویذ مانگا مگر نہایت آہستہ آواز سے اور یہ بھی نہیں کہا کہ کس ضرورت کے لیے تعویذ چاہیے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کیا تم عورت ہو عورت کی آواز تو بے شک عورت ہوتی ہے اس کو آہستہ بولنا چاہیے کوئی کبھی آواز سن کر عاشق نہ ہو جائے اس کے زور سے بولنے میں فتنہ ہے اس لیے زور سے نہ بولنا چاہیے مگر تم کو کیا ہوا' کیا عادتیں خراب ہو گئی ہیں میاں زور سے بولو کیا سب نے قسم ہی کھا رکھی ہے کہ ضرور دق کریں گے اگر آدمیوں کی طرح خدمت لی جائے میں خدمت کو حاضر ہوں' پریشان کر کے کام لینا یہ کون سا طریقہ ہے پریشان کرنا اور خدمت لینا یہ آدمیت نہیں یہ تو حیوانیت ہے پھر ذرا آواز سے عرض کیا کہ تعویذ دے دو' فرمایا کہ خیر بولے تو مگر بات پھر بھی ناتمام ہی کہی اس لیے جو کچھ تم نے کہا میں سمجھا نہیں جب وہ بتلانے پر بھی نہ سمجھے اس پر حضرت والا نے

فرمایا کہ جاؤ ہٹو پیچھے بیٹھو۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر لکھ کر دے دیا کریں' یہ اچھا ہے زبانی کہنے سے فرمایا کہ بات تو اچھی ہے مگر جب سلیقہ نہیں لکھنے میں بھی گڑبڑ ہی کریں گے۔

عین مواخذہ کے وقت اپنے کو بدتر سمجھنا

(ملفوظ ۲۳۶) ایک صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں پرچہ پیش کیا۔ ان صاحب کی صورت دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو سب بات ہو چکی تھی۔ اب نئی بات کون سی پیش آ ئی جس کے لیے پرچہ کی ضرورت ہوئی' اُٹھاؤ پرچہ کو زبان سے کہو جو کہنا ہے کوئی راز کی بات نہیں اس پر وہ صاحب خاموش رہے' فرمایا کہ پھر بیہودگی شروع کی' میں تو اپنے کاموں کو چھوڑ کر تمہاری طرف متوجہ ہوں اور تم خاموش ہو گیا سب نے مل کر قسم کھالی ہے کہ خوب دق کریں گے' سیدھی بات کا بھی جواب نہیں اور کس طرح پوچھوں' صاف بات کہہ رہا ہوں اس پر وہ صاحب نہایت دبی ہوئی آواز سے بولے جس کو کوئی بھی نہ سن سکا نہ حضرت والا ہی نہ اہل مجلس ہی حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ کسی صاحب نے کچھ سنا کہ انہوں نے کیا کہا سب نے عرض کیا کہ کوئی کچھ نہیں سن سکا' حضرت والا نے ان صاحب سے فرمایا کہ اور چپکے چپکے بولو میں سن نہ لوں' بڑا گناہ ہے زور سے بولنا' ارے بھائی تنگ نہ کرو' دق نہ کرو' پریشان نہ کرو' ابھی دیکھ رہے ہو کہ آہستہ بات کرنے کو منع کیا ہے (کیونکہ ایک صاحب کو منع کر چکے تھے) اس سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے مگر تم نے بھی وہی صورت اختیار کی یہ نزاکت کہاں سے نکالی' سب اودھ کے نواب زادے ہی بن گئے یہ اچھا ادب نکالا جس سے دوسرے کو تکلیف ہو جائے' چلو اُٹھو جسے بات کرنا ہی نہ آئے اس کا کام کیسے ہو' آتے ہیں' اپنی غرض لے کر اور دوسروں کو پریشان کرتے ہیں' آخر کہاں تک دوسرے کو تغیر نہ ہو' پھر مجھ کو کہتے ہیں بداخلاق ہے اپنے حسن اخلاق کو بھی دیکھتے ہو آ کر کیا نور برساتے ہو' خبردار جو کبھی یہاں آئے یا خط بھیجا یہ فرما کر حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان آخری الفاظ کو مصلحتاً کہا گیا اس سے دماغ سیدھا ہو جائے گا' بے چاروں کو محبت تو ہے مگر عقل نہیں میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں کسی کو کہہ سن کر خوش نہیں ہوتا' ہاں پچھتاتا بھی نہیں اور عین مواخذہ کے وقت بھی اپنے کو مخاطب معتوب سے بدتر اور ذلیل سمجھتا ہوں اس وقت بحمد اللہ پوری طرح اس کا استحضار ہوتا ہے کہ ممکن

ہے کہ خدا کے نزدیک یہ مقبول ہو اور اپنی مقبولیت کا دعویٰ نہیں ہو سکتا پھر بھی جو کچھ کہتا سنتا ہوں ان کی ہی مصلحت سے کہتا ہوں' میری کوئی مصلحت نہیں ہوتی' ہاں میری بھی ایک مصلحت ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر یہ سنور گئے اور ان میں دین پیدا ہو گیا تو شاید یہی میری نجات کے سبب بن جائیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر مرحوم ہوگا مرید کو جنت میں لے جائے گا اور اگر مرید مرحوم ہے تو پیر کو جنت میں لے جائے گا۔ حضرت مجھ کو اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کیسا ہوں شاید دوستوں ہی کی بدولت نجات ہو جائے' ان کی ہی خدمت حق تعالیٰ قبول فرمالیں' یہی بڑا فضل خداوندی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ جتنے تعلق رکھنے والے ہیں سب میں دین کا فہم اور سلیقہ پیدا ہو جائے جس میں اس کی کمی دیکھتا ہوں' برداشت نہیں ہوتی فوراً تغیر ہو جاتا ہے اور بیچارے محبت کی وجہ سے سب برداشت کرتے ہیں۔ اہل محبت ہی کا یہاں پر گزر ہے ورنہ بناوٹی تو ایک منٹ بھی یہاں پر نہیں ٹھہر سکتا نہ تو وہی ٹھہر سکتا ہے نہ میں ہی ٹھہرنے دیتا ہوں' اہل فہم اور اہل محبت اگر دو چار بھی ہوں وہی کافی ہیں کوئی نام کرنا یا فوج جمع کرنا تھوڑا ہی ہے۔

بلاوجہ تحریر اور گفتگو کو جمع کرنا مناسب نہیں

(ملفوظ ۲۳۷) ایک صاحب نے پرچہ پیش کر کے زبانی بھی کچھ عرض کرنا چاہا' فرمایا کہ یہ خلط بحث کیسا کہ پرچہ بھی زبانی بھی یا تو سب زبانی ہی کہا ہوتا یا سب پرچہ ہی میں لکھ دیا ہوتا اور اگر کسی مصلحت سے دونوں ہی کام کرنے تھے تو اس کا بھی طریقہ یہ تھا کہ پہلے زبانی کہتے اور اس میں پرچہ پیش کرنے کا ذکر کرتے اب دونوں کے جمع کرنے سے میں پریشان ہوں کہ پرچہ میں جو مضمون ہے آیا زبانی اس کے علاوہ کہنا چاہتے ہیں یا جو پرچہ میں لکھا ہے اسی کو زبانی بھی کہنا چاہتے ہیں ایسی باتوں سے بلاوجہ اُلجھن ہوتی ہے ان لوگوں کو تو محسوس نہیں ہوتا مگر دوسرے کو تو تکلیف ہوتی ہے۔ ساری دنیا ان کی طرح تو بے حس نہیں' نہیں معلوم ساری دنیا بدفہموں ہی سے آباد ہے یا ایسے چھنٹ چھنٹ کر میرے ہی حصہ میں آ گئے' فرمایا کہ اس میں کیا مصلحت تھی کہ پرچہ بھی پیش کر دیا' زبانی کہنا بھی شروع کر دیا' عرض کیا کہ غلطی ہوئی اور جو تکلیف میری وجہ سے حضرت والا کو ہوئی' اس کی معافی کا

خواستگار ہوں آئندہ ایسی بیہودہ حرکت نہ کروں گا' اس پر حضرت والا نے کچھ سکوت کے بعد فرمایا' اچھا کہو زبانی جو کہنا ہے کیا کہتے ہو' عرض کیا کہ صبح جو پرچہ لیٹر بکس میں ڈالا تھا اس میں غلطی ہو گئی تھی۔ دریافت فرمایا کیا غلطی ہو گئی تھی سب بات پوری بیان کرو مجھے بات یاد نہیں' عرض کیا کہ میں نے اس پرچہ میں یہ لکھ دیا تھا کہ اگر آپ کی خوشی ہو مرید کر لیں دریافت فرمایا تو کیا لکھنا چاہیے تھا' عرض کیا کہ یہ لکھنا چاہیے تھا کہ میری خوشی ہے کہ مرید کر لیں' فرمایا غلطی کو کیا خاک سمجھے' سوچ سمجھ کر معقول جواب دو' گھبراؤ نہیں اس پر وہ صاحب خاموش رہے' فرمایا کہ دریافت کرنے پر خاموش رہنا اور جواب نہ دینا خود ایک مستقل غلطی ہے کوئی باریک بات تو نہیں پوچھتا یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا مضمون ہونا چاہیے تھا جب تم نے یہ محسوس کر لیا کہ ایسا لکھنا غلطی ہے تو پھر کیا لکھنا چاہیے تھا اس کا جواب تم نہیں دیتے عرض کیا مجھ کو مہلت دی جائے' پھر کسی وقت سوچ سمجھ کر جواب دوں گا' فرمایا کہ خیر یہ بھی ایک جواب ہے یہی اول بار میں کہہ دیا ہوتا کہ اتنی دیر دوسرا منتظر تو نہ رہتا خیر پھر یہی جواب دیجئے گا' باقی اس سے بے فکر رہو کہ مجھ کو انتظار جواب کا نہ ہوگا اس لیے کہ غرض تمہاری ہے اگر جواب معقول ہو تو مجھ سے بیان کیجئے گا ورنہ نہیں اس لیے کہ صبح سے دو مرتبہ دق کر چکے ہو اب کی مرتبہ اگر گڑ بڑ کی تو میں صاف کہے دیتا ہوں کہ تغیر ہوگا اور پھر میں ویسا ہی برتاؤ کروں گا۔ جیسا گڑ بڑ کرنے والوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں' یہ فرما کر دریافت فرمایا کہ جو کچھ میں نے اس وقت کہا آپ نے اچھی طرح اس کو سمجھ لیا' عرض کیا جی سمجھ گیا فرمایا کہ بات ختم ہو چکی یا اور کچھ کہنا ہے اگر کہنا ہو کہہ لو ورنہ پھر میں اپنے کام میں مشغول ہوتا ہوں' آج ڈاک میں خطوط بھی زائد ہیں ان کو ختم کرنا ہے عرض کیا کہ اور کچھ نہیں کہنا' فرمایا چلو چھٹی ہوئی۔

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

(ملفوظ ۲۳۸) ایک گاؤں کا رہنے والا شخص بہت دیر سے مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' دفعتاً اٹھا اور اہل مجلس کے کاندھوں پر کو پھاندتا ہوا حضرت والا کے قریب آ کر بیٹھا دریافت فرمایا کہ کچھ کہنا ہے عرض کیا کہ آپ کی زیارت کو آیا ہوں' فرمایا کہ زیارت تو ہو گئی مگر جس کام کو آئے ہو وہ بھی تو کہہ لو' عرض کیا کہ اور کچھ نہیں کہنا فرمایا کہ تم کو اختیار ہے اس وقت تو میں

سننے کو تیار ہوں' پھر اگر کہو گے تو نہ سنوں گا اور نہ تمہارا کام کروں گا اور ایک کوتاہی یہ کی کہ یہ بھی نہیں بتلایا کہ کہاں سے آئے ہو' عرض کیا کہ فلاں گاؤں سے آیا ہوں' فرمایا کہ یہاں سے کتنی دور ہے عرض کیا قریب پانچ کوس کے ہوگا' فرمایا کہ اتنی دور کا سفر کیا اور کام کچھ بتلاتے نہیں میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی کام ہو اب بھی کہہ لو کبھی پھر پچھتاؤ اور مجھ کو دق اور پریشان کرو اس پر وہ شخص خاموش رہا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تم جانو کچھ دیر کے بعد اس شخص نے عرض کیا کہ مولوی جی اب میں جاؤں گا' فرمایا اچھا بھائی جاؤ اللہ حافظ عرض کیا کہ ایک تعویذ دے دو' فرمایا کہ جب کیا مکھی نے چھینک دیا تھا ان گاؤں والوں کے ساتھ کتنی ہی رعایت کرو مگر گنوار پن سے باز نہیں آتے۔ حضرات سب دیکھ رہے ہو کہ کس قدر کھود کرید کر کے پوچھتا رہا مگر وہی دہقانی پن ظاہر کر کے رہا' فرمایا کہ پہلے کیا زہر مل گیا تھا چل کھڑا ہو' دور ہو کہتا ہے کہ زیارت کو آیا ہوں' یہ زیارت کو آیا تھا دق کرنے آیا تھا ان گنواروں کی اصلاح بڑی مشکل ہے آخر گنوار پن کی بھی تو کوئی حد ہونی چاہیے اس نے تو کوئی حد ہی نہ رکھی' خیر یہ تو گاؤں کا ہے گنوار ہے جو شہر کے ہیں' تعلیم یافتہ ہیں وہ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں سب ایک مٹی کے پیدا ہوئے ہیں' مجھ کو تو شب و روز سابقہ پڑتا رہتا ہے میں ان کی نبض پہچانتا ہوں میں اچھی طرح ان کے رگ و ریشہ سے واقف ہوں جیسا مجھے ستاتے ہیں ویسے ہی خوش ہو کر جاتے ہیں پھر بدنام کرتے ہیں خیر خوب بدنام کریں کیا ہوتا ہے بلانے کون جاتا ہے اسی کو کسی نے خوب کہا ہے:

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں　　ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی

اپنا مقصد صاف بیان کیجئے

(ملفوظ ۲۴۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو فطری خلقی جبلی بات ہے کہ آدمی اپنے مقصد کو صاف صاف بیان کرے' باقی اشارات کنایات سے کام لینا دوسرے کو تکلیف دینا ہے۔ یہ تو متکلفین متکبرین کی رسم ہے کہ اشارہ کنایہ سے باتیں کیا کرتے ہیں مجھ کو تو اس سے بڑی نفرت ہے۔

حضرت گنگوہی اور تھانہ بھون

(ملفوظ ۲۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی توجہ اور عنایت بڑی دولت ہے اس کی قدر کرنا چاہیے میں تو اپنے متعلق عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہے سب اپنے بزرگوں کی نظر اور توجہ کی برکت ہے۔ یہاں پر جو مدرسہ ہے کوئی مستقل اس کی آمدنی نہیں' شان و شوکت نہیں مگر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ یہاں کی نسبت فرمایا تھا کہ بینائی نہیں رہی ورنہ ایک مرتبہ تھانہ بھون جا کر دیکھتا بزرگوں کی نظر جو اس پر ہے اصل چیز اس کو سمجھتا ہوں اسی سلسلہ میں ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ضروری چیز تو لکھنا پڑھنا ہی ہے مگر اس کو تو کثرت سے لوگ کر رہے ہیں باقی جس کام کو کوئی کرنہ رہا ہو وہ من وجہ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے وہ میں نے لے لیا اور اس کو نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کو اس سے اجنبیت ہوگئی ہے اسی وجہ سے لوگ مجھ سے خفا ہیں کہتے ہیں کہ فلاں جگہ گئے فلاں بزرگ کے پاس گئے کہیں بھی کوئی کچھ نہیں کہتا سنتا سب سے الگ اور سب سے جدا تعلیم یہیں پر ہوتی ہے۔ حضرت حدیثوں میں بھی تو یہ سب تعلیم موجود ہے بولنے کی چالنے کی نشست کی برخاست کی اس کو کیا کہو گے۔

حضرت پر غلبہ خوف وخشیت

(ملفوظ ۲۴۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت ایمان پر خاتمہ ہو جائے' چاہے ادنیٰ ہی درجہ کا ایمان سہی بڑی دولت ہے پھر خوف کے لہجہ میں فرمایا' اللہ کے سپرد ہے بدون ان کے فضل کے کچھ نہیں بن سکتا۔

۱۴ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

تقویٰ زائد دنیاوی سامان سے توحش

(ملفوظ ۲۴۲) فرمایا کہ آج ایک استفتاء آیا ہے ایک طالب علم ہیں دیوبند میں تھوڑی عمر ہے مگر بہت پاک صاف طبیعت ہے انہوں نے ایک واقعہ کے متعلق استفتاء کیا ہے وہ واقعہ یہ

ہے کہ ان کے والد اور والدہ کا تو انتقال ہو چکا' والد کی جائیداد معقول ہے وہ ان کو پہنچی اب ان کو
خیال ہوا کہ والد صاحب کے ذمہ دین مہر ہے اور جائیداد ان کی مجھ کو پہنچی تو جس قدر دیون ہیں وہ
اس ترکہ سے متعلق ہیں جس کو میں لیے بیٹھا ہوں' گو دنیا کے قانون سے ان کے ذمہ اب مہر کا
مطالبہ نہیں رہا مگر دین کے قانون سے وہ اپنے ذمہ سمجھتے ہیں اس کے متعلق تحقیق کی ہے ایسی
باتوں سے جی خوش ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ سب مسلمانوں کو ادائے حقوق کی فکر ہونا چاہیے
اگر یہ باتیں مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو ان کو کوئی پریشانی نہ رہے' یہ سب پریشانیاں دین کے
خلاف کرنے سے پہنچ رہی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ دین کے خلاف کرنے سے خدا ناراض ہوتا
ہے اس ناراضی پر یہ سب وبال نحوست پیدا ہوتی ہیں۔ اس بلا میں ہم بھی مبتلاء ہیں واقعہ یہ ہے کہ
ایک روز بیٹھے ہوئے اچانک یہ خیال قلب میں پیدا ہوا کہ والد صاحب مرحوم نے چار شادیاں
کیں تو چار دین مہر کے والد صاحب قرض دار ہوئے اور اس قرض کا ادا یا اس سے ابراء مشکوک
جس کا کچھ پتہ نہیں اور والد صاحب مرحوم نے کافی ترکہ چھوڑا تو وہ دیون ترکہ سے متعلق ہو گئے
اور اس ترکہ سے من جملہ اور بھائیوں کے مجھ کو بھی حصہ پہنچا تو اسی نسبت سے دین میرے ذمہ بھی
ہو گیا۔ گو اس زمانہ میں معافی مہر کی رسم غالب عام تھی اس لیے مجھ کو تردد ہوا مگر صاحب غرض
ہونے کی وجہ سے اپنی رائے پر وثوق نہیں کیا بلکہ چند علماء سے تحریری بھی اور زبانی بھی استفتاء کیا
جس کے جواب میں علماء کے مختلف جوابات آئے مگر یہی طے کیا شبہ کی حالت میں دوسرں کا حق
دے دینا تو چاہیے اپنا لینا نہیں چاہیے' اگر اپنا حق ہو بھی تو معاف کر دینا چاہیے اس لیے میں نے
ایک عالم سے فرائض نکلوا کر اور حساب لگا کر اس قدر رقم کو اپنے قلب سے جدا ہی کر دیا جس قدر
کہ میرے ذمہ بیٹھی۔ اگر حاجت سے زائد ذخیرہ رکھنے کی عادت اور اس سے دلچسپی ہوتی تو شاید
قلب میں اس قدر رقم کے جدا ہونے سے خیال بھی پیدا ہوتا مگر الحمد للہ کبھی اپنی عمر میں ایسا ذخیرہ
جمع کر کے رکھنے کی عادت ہی نہیں ہوئی' زیادہ سامان بھی اگر ضرورت سے زائد گھر میں دیکھتا
ہوں تو قلب میں ایک وحشت ہوتی ہے بعض پیروں کی حکایتیں سنی ہیں کہ جو آتا رہتا ہے سب
جمع کرتے رہتے ہیں اور باقاعدہ اس سامان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مثلاً برسات گزر جانے پر
دھوپ میں سکھانا اہتمام کرنا خدا معلوم کیسے قلوب ہیں بکھیڑوں سے نہیں گھبراتے۔

حضرت کا والد کے انتقال کے بعد ورثاء کو حق پہنچانا

(ملفوظ ۲۴۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے والد صاحب مرحوم کے انتقال کو زمانہ ہوا' اس قدر زمانہ کے بعد اہل حقوق کو حق پہنچانا بڑا مشکل ہے۔ حضرت کو اس میں بڑی کلفت ہوئی ہوگی' فرمایا کہ اہل حقوق کے حق پہنچانے کی مسرت اور خوشی اس قدر قلب پر تھی کہ کچھ گرانی نہیں ہوئی' وقت تو صرف ہوا ورثاء کی تحقیق میں اور اس میں کہ کون کہاں ہے اور کس کا کس قدر ہے باقی پریشانی یا کلفت کچھ نہیں ہوئی' غیب سے حق تعالیٰ نے ایسے وسائل اور ذرائع پیدا فرما دیئے' اپنے فضل سے بآسانی سب کا پتہ معلوم ہو گیا' کوئی مدینہ طیبہ میں کوئی مکہ معظمہ میں' کوئی بمبئی میں کوئی کلکتہ میں کوئی لاہور میں کوئی دہلی میں کوئی بھوپال میں غرض کہ چہار طرف پھیلے ہوئے ہیں اور اب بحمداللہ تعالیٰ قریب قریب سب کا پتہ معلوم ہو گیا اور جو باقی ہیں ان کا بھی عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ پتہ معلوم ہو جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کا فضل شامل حال تھا جو اس قدر بڑا کام اس سہولت سے انجام پا گیا کہ میں پھولوں سے بھی زیادہ ہلکا رہا اور کام ہو گیا' جب کوئی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے حق تعالیٰ مدد فرماتے ہی ہیں اور اس کام کی تکمیل کے لیے اتنی زندگی کی تمنا اور ہو گئی کہ میرے سامنے سب اہل حقوق کے حقوق ادا ہو جائیں' بعد مر جانے کے پھر کوئی ادا کرے یا نہ کرے اور اگر کسی کو فی الحال ادا کی قدرت نہ ہو تو نیت تو رکھے ادا کی' شریعت میں تنگی نہیں اس لیے نادار کی نیت بھی بجائے ادا کے ہے مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ صرف نیت کر لینا کافی ہے صرف نیت سے کام نہ چلے گا' ادا کرنا بھی شروع کر دے' پورا نہیں تھوڑا تھوڑا سہی مثلاً کسی کے ذمہ ہزار روپیہ ہے مگر پاس ہیں صرف پانچ روپے' ان ہی پانچ کو ادا کر دے۔ غرض صرف نیت معتبر نہیں جس وقت جس قدر ہو سکے ادا کرتا رہے اور اس کے ساتھ ہی نیت رکھے سب کی ادا کی اس طرح کی نیت معتبر ہوگی مثلاً سب مسلمانوں کی نیت ہے حج کی مگر جس نے اہتمام شروع کر دیا اسی کی نیت معتبر ہوگی اور جس نیت کا معتبر ہونا میں نے بیان کیا اس میں بڑی چیز یہ ہے کہ عمل مامور بہ کا برابر ثواب ملتا رہتا ہے۔ گویا گھر بیٹھے رحمت کا مستحق بن رہا ہے۔

گورنمنٹ سے ڈرنے کا الزام اور اس کا جواب

(ملفوظ ۲۴۴) ملقب بہ اصلاح المخبوط بالقول المضبوط۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل تو ایسی گڑبڑ ہو رہی ہے کہ اہل علم تک غلط مسائل بتانے لگے اور احکام شرعیہ میں تحریف کرنے لگے۔ فرمایا کہ جی ہاں بے سری فوج ایسی ہی ہوا کرتی ہے ہر شخص آزاد ہے کوئی سر پر تو ہے نہیں جو جس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے' احکام شریعت کو اپنے اغراض و مقاصد کا آلہ کار بنا رکھا ہے۔ یہ سب خرابیاں قلب میں خدا کی خشیت نہ ہونے سے ہو رہی ہیں۔ عرض کیا کہ بتلانے اور سمجھانے پر یہ جواب دیتے ہیں کہ تم پرانے خیال کے ہو' اب وہ زمانہ نہیں رہا' اب زمانہ ترقی کا ہے' فرمایا کہ پرانی تو بہت چیزیں ہیں ان کو بھی چھوڑ دینا چاہیے' زمین بھی پرانی ہے' آسمان بھی پرانا ہے اور اس میں جو ستارے ہیں مثلاً چاند ہے سورج ہے یہ بھی پرانے ہیں' ان سے بھی انتفاع نہیں کرنا چاہیے۔ خواجہ صاحب نے ایک مسٹر کی بے پردگی کی حمایت پر ایک رسالہ نظم میں لکھا ہے اس کا نام مسٹر اور ملا کی نوک جھونک ہے اس میں کچھ اشعار مسٹر نے پرانی ہی باتوں کی تحقیر پر لکھے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ان اشعار کا خوب جواب دیا ہے وہ اشعار مجھ کو یاد نہیں' بڑے مزے کے اشعار ہیں۔ (احقر جامع عرض کرتا ہے کہ مسٹر کے بعد وہ اشعار جن میں پرانے لوگوں کی اور پرانی دلیلوں کی تحقیر کی ہے یہ ہیں:

پرانی یہ دلیلیں ہیں نہیں ان میں اثر باقی ۔۔۔ نہ ہونا دیکھ اب اس راہ میں سرگرم جولانی
مرے مردوں کو سونے دے نہ قبریں کھود اب انکی ۔۔۔ ہوئی مدت کہ رخصت ہو چکا دنیا سے خاقانی

اس کے جواب میں خواجہ صاحب کے اشعار حسب ذیل ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:

پرانی جو دلیلیں تھیں نہ سمجھا تھا اثر جن میں ۔۔۔ نئی تیری دلیلوں پر انہیں سے پھر گیا پانی
پرانوں کی ذرا تو سوچ کر تحقیر کر مسٹر ۔۔۔ پرانے تو بہت سے ہیں نہیں صرف ایک خاقانی
پرانا تیرا پردادا پرانی تیری پردادی ۔۔۔ پرانا تیرا پرنانا پرانی تیری پرنانی
پرانے چاولوں کو پا نہیں سکتے نئے چاول ۔۔۔ پکالے ان سے خشکہ پک نہیں سکتی ہے بریانی
جو ہے ایسی ہی نفرت ہر پرانی چیز سے تجھ کو ۔۔۔ نہ اس دنیا میں بھی رہ بنا اک عالم ثانی

(احقر جامع ۱۲ منہ) کہتے ہیں یہ ترقی کا زمانہ ہے تو گویا سلف سے اس وقت تک تنزل

ہی رہا نالائقوں کو خبر نہیں کہ مسلمانوں کی اصل ترقی کیا ہے۔ دوسری قوموں کی ترقی کو اپنی ترقی کا بھی معیار سمجھنے لگے اگر ملک اور مال جاہ ثروت ہی..... ترقی کا معیار ہیں تو پھر شداد نمرود فرعون ہامان قارون تو انبیاء علیہم السلام سے بھی بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے خدا معلوم ان بدفہموں کی عقلوں کو کیا ہو گیا سمجھتے ہی نہیں ارے مسلمانوں کی ترقی کا معیار ہے دین اگر دین درست ہے اور اللہ راضی ہے یہ ان کی ترقی ہے اور اگر دین درست نہیں اور اللہ ناراض ہے تو تنزل ہے آخر کفر اور اسلام میں فرق ہی کیا ہوا ہاں اگر دین کے ہوتے ہوئے دنیا بھی تمہارے پاس ہو تو کون منع کرتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے اشاعت دین تبلیغ دین میں امداد ملے گی پھر وہ دنیا دنیا ہی نہ ہوگی بلکہ عین دین ہوگا۔ فرمایا کہاں تک بیان کروں اہل علم ہی کی بدولت عوام زیادہ گمراہی میں پھنسے۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں وہ ہر بونگ مچایا کہ الاماں الحفیظ نہ احکام کی پرواہ نہ حدود کی رعایت جو جی میں آیا کیا جو منہ میں آیا بکا مجھ پر ہی قسم قسم کے بہتان باندھیں گے الزام لگائے گئے ایک صاحب نے میری نسبت میرے ایک دوست سے کہا کہ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔ انہوں نے کہا اس سے تو معلوم ہو گیا کہ اس کو گورنمنٹ سے خوف تو نہیں ورنہ تنخواہ دینے کی کیا ضرورت تھی ہاں طمع ہے تو اس کا بہت سہل علاج یہ ہے کہ گورنمنٹ تین سو روپیہ ماہوار دیتی ہے تم پانچ سو روپیہ دے کر دیکھو۔ جب طمع ہی ٹھہری تو تمہارے ساتھ ہو جائیں گے۔ ایک مولوی صاحب سے سوال کیا گیا کہ سچ سچ جیسا زبان سے کہہ رہے ہو ایسا ہی دل میں بھی سمجھتے ہو کہ حاشا و کلا پوچھا گیا کہ پھر کیوں ایسا کہتے ہو تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اپنی آواز کو زوردار بنانے کیلئے یہ صاحب عالم تھے واعظ تھے اور دین اور دیانت کی یہ کیفیت ذرا غور کیا جائے یہ بھی اس زمانہ میں کہا گیا کہ ان کے چھوٹے بھائی سی آئی ڈی میں ہیں۔ انہوں نے ڈرا رکھا ہے کسی کو کیا خبر وہ خود نہیں ڈرے وہ مجھے کیا ڈراتے ایک وقت میں میری نسبت یہ بھی شہرت دی گئی کہ وہ بھی خلافت میں شریک ہو گیا تو ان بھائی سے ایک بہت ذمہ دار حاکم نے پوچھا کہ معلوم ہوا کہ وہ بھی خلافت میں شریک ہو گئے اس کی کیا اصل ہے۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ نفی کرتے جو مطابق واقع کے بھی تھی اور حاکم کی خوشنودی کی موجب بھی تھی جواب میں یہ کہا کہ ہو گئے ہوں گے ان کی علیحدگی

کسی دنیوی مصلحت سے نہیں تھی' دین کی مصلحت سے تھی اگر دین کی مصلحت شرکت میں سمجھی ہوگی تو شریک ہو گئے ہوں گے وہ مذہبی آدمی ہیں یہ جواب دیا سو وہ مجھ کو کیا ڈراتے' جب خود ہی نہیں ڈرے اور میں تو کہتا ہوں کہ اپنے ضروری مصالح پر نظر کر کے اگر کوئی خطرات سے احتیاط بھی کر لے اور اہل قدرت سے ڈرے تو وہ ایسا ہے جیسے شیر سے سب ڈرتے ہیں۔ میرے متعلق یہ کہنا کہ گورنمنٹ سے ڈرتا ہے بھائی میں تو سانپ سے بھی ڈرتا ہوں' بچھو سے بھی ڈرتا ہوں حتیٰ کہ بھڑ' مچھر اور پسو سے بھی ڈرتا ہوں جتنی چیزیں موذی ہیں سب سے ڈرتا ہوں تو حکام کی زد سے نہ ڈرنے کے کیا معنی اور یہ تو ایک فطری چیز ہے جو چیزیں ڈرنے کی ہیں ان سے ڈرنا ہی چاہیے اور ہر ڈر نہ نقص ہے اور نہ مذموم بلکہ بعض موقع پر اس کا عکس نقص ہوگا یہ تو عقل کی بات ہے اور عقل کا اقتضاء ہے کہ ہر چیز اپنی حد پر رہے ورنہ بے حس سمجھا جائے گا جیسے ایک شخص تندرست ہے اس کے تو کوئی سوئی چبھو کر دیکھے تو مزا آ جائے اور ایک مفلوج ہے اس کے اگر چاقو بھی جسم میں گھونپ دیا جائے اس کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اب آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ اس میں بہادری اور عدم بہادری کی کیا بات ہوئی۔ ایک میں حس ہے ایک بے حس ہے حضرت امور طبعیہ فطریہ وہ چیزیں ہیں کہ انبیاء علیہم السلام جو سب سے زیادہ قوی القلب تھے ان پر بھی ان کا اثر ہوتا تھا۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو ارشاد فرمایا ہے ان میں صریح دلالت ہے کہ ایسی چیزوں سے انبیاء علیہم السلام بھی متاثر ہوتے تھے میں ان واقعات کو عرض کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے:

اذهبا الٰی فرعون انه طغی فقولا له قولا لینا لعله یتذکر اویخشٰی

دونوں عرض کرتے ہیں: "**قالا ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغٰی**" اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "**قال لاتخافا اننی معکما اسمع و اریٰ**" اور سنئے موسیٰ علیہ السلام اژدھا سے طبعاً ڈرے یہ واقعہ بھی قرآن پاک میں موجود ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

والق عصاک فلما راٰها تهتز کانها جان ولی مدبراً ولم یعقب یموسٰی لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون

اورحق تعالیٰ فرماتے ہیں:"یموسیٰ اقبل ولا تخف انک من الأمنین"

ایک اور واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے جب موسیٰ علیہ السلام حکم خداوندی سے عصا کوزمین پرڈالتے ہیں تو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن جاتا ہے اس پرحکم ہوتا ہے:

خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ

پکڑو ڈرو نہیں اور ایک واقعہ مذکور ہے کہ جب جادوگروں نے اپنا جادو شروع کیا اور سانپ بننے شروع ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خوف کے آثار پیدا ہونے لگے۔ خواہ خوف کا سبب کچھ ہی ہو جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ قلنا لاتخف انک انت الاعلیٰ

غرض جو چیزیں ڈرنے کی ہیں ان سے ڈرو اور جو نہ ڈرنے کی ہیں ان سے مت ڈرو اور بالکل خوف نہ ہونا نقص ہے' فطری کمی ہے' کمال یہی ہے کہ خوف بھی ہو اور قوت بھی ہو اور امور طبعیہ کا اثر ہونے میں بڑی حکمتیں ہیں' سب میں بڑی حکمت تو یہ ہے کہ انسان کو اپنا عجز اور ضعف معلوم ہو کر شان عبدیت کا استحضار رہتا ہے جو روح ہے تمام مجاہدات اور ریاضات کی ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زمانہ غدر میں شریک جنگ ہوئے۔ اول مرتبہ جو بندوق چلی ثقات نے بیان کیا کہ بیہوش ہوگئے' اس کے بعد تلوار لے کر خود لڑے' سو یہ کوئی نقص کی بات نہیں' طبعی بات ہے عقلی بات جو تھی وہ یہ کہ جنگ میں شرکت کی' اس میں خوف نہیں ہوا' دوسری مثال سنئے مثلاً حکم ہے کہ طاعون سے بھاگنا جائز نہیں' آگے دو صورتیں ہیں ایک تو طبعی خوف ہے اس سے اگر وحشت دہشت کے زوال کی تدابیر کرے یا مبتلاء ہو کر علاج کرے جائز ہے بلکہ علاج کرنا ضروری ہے دوسرا عقلی خوف ہے وہ مذموم ہے کہ وہاں سے بھاگے امور طبعیہ کے وجود و عدم کا مدار ایمان یا کفر پر نہیں اس میں سب شریک ہیں۔ اب اگر کوئی شخص کہنے لگے کہ میں شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ کوئی بہادری کی شرط نہیں' بہادری یہی ہے کہ گو ڈرے بھی مگر جب موقع آجائے تو مقابلہ کرے' ساتھ ہی بچنے کی تدبیر کرے اور اگر عدم خوف مطلقاً کمال ہے تو اگر کوئی کہنے لگے کہ میں خدا سے نہیں ڈرتا تو کیا یہ عقل کی بات ہوگی یا بیوقوفی کی ظاہر ہے کہ محض بے وقوفی ہے جیسے ایک بہادر قوم کے ایک بزرگ جنگل میں رہا

کرتے تھے۔ کچھ لوگ زیارت کو گئے ان میں سے ایک نے کہا جنگل میں رہتے ہیں شیر بھیڑیوں سے ضرور ڈر لگتا ہوگا' وہ بزرگ جواب میں فرماتے ہیں کہ شیر بھیڑیوں سے تو میں کیا ڈرتا' میں خدا سے تو ڈرتا ہی نہیں۔ ایک اور اسی قوم کے ایک بزرگ کی حکایت ہے ان کے معتقدان کی تعریف کر رہے تھے۔ دوسرے شخص نے کہا یا تو وہ اس قوم کے نہ ہوں گے یا بزرگ نہ ہوں گے۔ معتقد نے کہا کہ ان میں دونوں وصف جمع ہیں اس نے کہا چلو امتحان کریں چنانچہ وہاں پہنچے جا کر ادب سے سلام کیا' مصافحہ کیا' بیٹھ گئے' وہ غیر معتقد شخص بولا کہ دو تین روز ہوئے ایک عجیب واقعہ ہوا' کسی جولاہا سے اس قوم کے ایک شخص کی لڑائی ہوگئی' جولاہا نے اس شخص کو خوب پیٹا یہ کہنا تھا کہ وہ بزرگ بگڑ گئے اور غصہ میں فرمایا کہ سسرا وہ شخص اس قوم کا نہ ہوگا جو جولاہا کے ہاتھ سے پٹ گیا' بھلے مانس نے ظالم غیر ظالم کا بھی سوال نہ کیا' علی الاطلاق حکم لگا دیا تو صاحب اگر یہی بہادری ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی بہادری سے پناہ دے' غرض ہر شے اپنے محل پر محمود ہوتی ہے' بہادری بھی احتیاط بھی خوف بھی عدم خوف بھی تو ہر جگہ یہ الزام دینا کہ فلاں شخص ڈر گیا' محض بے اصول الزام ہے حقیقت کو سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔

موروثی پیر اور حضرت رائے پوریؒ

(ملفوظ ۲۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جہل سے بھی خدا ہی بچائے' بہت ہی بری چیز ہے اور ان جاہل پیروں کی بدولت طریق تصوف کی تو وہ گت بنی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک گاؤں کے کچھ گوجر لوگ حضرت مولانا رائے پوری رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے' کچھ روز کے بعد اس گاؤں کا موروثی پیر آیا اس نے سنا کہ فلاں فلاں لوگ مولانا سے بیعت ہو گئے ہیں' بھڑک اُٹھا اور کہنے لگا ارے بیوقوفو! رانگھڑ راجپوت بھی کہیں بزرگ ہوئے ہیں۔ ایک گاؤں والا بولا تھا ہوشیار اجی یہ تو تم ہی جانتے ہو گے مگر ایک بات کی تو ہمیں بھی خبر ہے' مولانا نے یہ کہہ دیا ہے کہ اپنے پرانے پیر کے بھی حق حقوق دیتے رہنا تو فوراً کہتا ہے کہ خیر کچھ ڈر نہیں ان سے مرید ہو گئے وہ بھی بزرگ آدمی ہیں اچھے آدمی ہیں یہ پیر رہ گئے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ہماری آمدنی میں فرق آئے تو نہ وہ بزرگ نہ عالم نہ نیک اور اگر آمدنی میں فرق نہ آئے تو پھر وہ سب کچھ ہیں ان ظالموں نے گمراہ کر دیا مخلوق کو۔

حضرت رائے پوری کا حلم

(ملفوظ ۲۴۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت رائے پوری تو اس قدر حلیم اور کریم تھے کہ کسی شخص نے دوا دی' لے لی' کھالی۔ اب اس سے تکلیف ہو رہی ہے مگر جب وہ شخص پوچھتا ہے کہ حضرت کیا اثر ہوا' فرماتے ہیں بڑا نفع ہوا۔ یہ تو ان کی شان تھی اور ایک میں ہوں کہ لوگ مجھ کو محبت کی وجہ سے نسخہ بتلاتے ہیں حتیٰ کہ طبیب تک آتے ہیں وہ تجویز کرتے ہیں مگر میں صاف کہتا ہوں کہ میرے معالج فلاں حکیم صاحب ہیں ان کو مشورہ دو' وہ مجھ سے کہہ دیں میں براہ راست کسی کی بتلائی کوئی دوا استعمال نہ کروں گا۔

فناء تجویزات اور ترک تعلقات

(ملفوظ ۲۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا مسلک تو فناء تجویزات اور ترک تعلقات ہے مگر یہاں پر تعلقات سے مراد غیر ضروری تعلقات ہیں بدون اس فناء کے زندگی راحت کی میسر نہیں ہو سکتی۔

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

نصرۃ النساء

مردوں کے ظلم اور تعدی کی بناء پر حضرت والا نے عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ زندگی کے دستور العمل کے متعلق احکام شریعت کے ماتحت حسب ذیل تقریر فرمائی۔

مرد کی زیادتیوں کا ذکر

(ملفوظ ۲۴۸) فرمایا کہ آج ایک بی بی کا خط آیا ہے' عرصہ تقریباً چالیس برس کا ہوا' یہ مجھ سے بیعت ہوئی تھیں۔ یہ بی بی نہایت دیندار ہیں' خاوند کے ستانے اور بے مروتی اور بے وفائی کی شکایتیں لکھی ہیں جس کو پڑھ کر بے حد دل کو قلق اور صدمہ ہوا۔ فرمایا کہ ان عورتوں کے بارے میں عدم ادائے حقوق کے متعلق لوگوں نے بے حد ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اس غریب نے یہاں تک لکھا ہے کہ روتے روتے میری بینائی کمزور ہوگئی ہے' کبھی

کبھی جی میں آتا ہے کہ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جاؤں یا کنویں میں ڈوب مروں مگر دین کے خلاف ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتی، دل کو سمجھا کر رک جاتی ہوں، شب و روز سوائے رونے کے کوئی کام نہیں، فرمایا کہ بڑے ظلم کی بات ہے آخر رونے کے سوا اور بے چاری کرے بھی کیا۔ ان بی بی کے عقد ثانی کو تقریباً عرصہ سترہ برس کا ہوا ان صاحب نے بڑی آرزؤں اور تمناؤں سے ان بی بی سے نکاح کیا تھا اس وقت رنگ و روغن اچھا ہوگا اس وقت تو سفارشیں کراتے پھرتے تھے، لٹو ہو رہے تھے اب ضعیفی کا وقت ہے اب بے چاری کو منہ بھی نہیں لگاتے۔ حتیٰ کہ نان نفقہ سے بھی محتاج ہے۔ میاں عمر میں چھوٹے ہیں اور بیوی بڑی ہیں، فرمایا کہ اتنے زمانہ تک رفاقت رہی، یعنی سترہ برس اس کا ہی حق ادا کیا ہوتا کیا ٹھکانا ہے اس سنگ دلی اور بے رحمی کا، کسی بات کا بھی اثر نہیں، اگر وہ بے چاری کہتی بھی ہے کہ میری دیرینہ خدمات کا کیا یہی ثمرہ ہے تو کہتے ہیں کہ تو نے خدمات ہی کون سی کی ہیں۔ فرمایا کہ نہ معلوم خدمات کی فہرست ان کے ذہن میں کیا ہے جس کو یہ پورا نہ کر سکیں۔ میں آج کل ایک رسالہ لکھ رہا ہوں اس میں ان ہی عاجزوں کے حقوق کے متعلق بیان کیا گیا ہے، حکومت کرنے کو تو سب کا جی چاہتا ہے محکوم پر اس کا مضائقہ نہیں مگر محکوم کے کچھ حقوق بھی تو ہیں ان کی بھی تو رعایت کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ ذکر کرنے کی تو بات نہ تھی مگر چونکہ ضرورت ہے اس لیے کہتا ہوں کہ میرے گھر والوں سے معلوم کیا جائے میں اپنے گھر والوں پر کس قدر حکومت کرتا ہوں اور ان سے کیا کیا خدمتیں لیتا ہوں، الحمدللہ میں نہ خود مقید ہوتا ہوں نہ دوسروں کو مقید کرتا ہوں، بادشاہوں کی سی زندگی بسر ہوتی ہے۔ میرا معمول ہے کہ گھر جا کر دیکھا کہ تازی روٹی نہیں پکی تو باسی روٹی کھالی اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیکھا کہ وہ کسی کام میں مشغول ہیں خود اپنے ہاتھ سے روٹی لے لی، پانی بھر کر پاس رکھ لیا، برتن لے کر اپنے ہاتھ سے سالن لے لیا اور بیٹھ کر کھالیا بلکہ یہاں تک کرتا ہوں کہ دیکھتا ہوں کہ روٹی وغیرہ پکانے میں مشغول ہیں اور ان کو کسی چیز کی ضرورت ہے، اکثر گھروں میں ایسا ہوتا ہے مثلاً پانی کی ضرورت ہے اپنے ہاتھ سے نل سے یا گھڑے سے لوٹا بھر کر دے دیتا ہوں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جا کر جب دیکھا کہ فارغ ہیں تو کہہ دیا کہ کھانا لاؤ، وہ بے چاری

دے دیتی ہیں' ان باتوں کی رعایت رکھنا ضروری ہے اور مشغولی عدم مشغولی ہی پر کیا موقوف ہے انسان ہی تو ہے ہر وقت طبیعت یکساں نہیں رہتی کسی وقت خادم کی طبیعت پر کسل ہوتا ہے اور اپنی طبیعت بشاش دیکھی' اپنے سب کام اپنے ہاتھ سے کر لیے' غرض یہ کہ اس کا کوئی معمول یا التزام نہیں کہ وہی کریں سو اگر حدود میں رہتے ہوئے اور ان کے راحت و آرام کا خیال رکھتے ہوئے ان سے خدمت بھی لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں آخر ہیں کس مرض کی دوا لیکن بے مروتی اور بے رحمی اور ظلم کا درجہ تو نہ ہونا چاہیے۔

یہ عورتوں کا طبقہ تو مردوں کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کا مصداق ہوتا ہے ان کو ستانے سے کتنی رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ اگر ایسی ہی بہادری اور حکومت کا جوش ہے تو کسی قدرت والے پر آدمی حکومت کرے ہم تو جب جانیں مثلاً کوئی ملازم ہو اور ہوٹر اس کو ذرا کچھ کہیں میاں کو حکومت کی حقیقت معلوم ہو جائے' بعض بے رحم تو حدود سے گزر کر عورتوں کو زدوکوب کرتے ہیں جس کے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے' عورتوں پر اس قسم کے تشدد کرنا نہایت کم حوصلگی اور بزدلی کی دلیل ہے جو مرد کی شان کے بالکل خلاف ہیں۔ یہ عرض کر رہا تھا کہ میں بہت سے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتا ہوں تو مجھ کو کونسی تکلیف ہوتی ہے اور میرا کون سا کام ہونے سے رہ جاتا ہے بلکہ جیسی مجھے اس سے راحت ہوتی کہ وہ میری خدمت کرتیں اس سے بھی راحت ہوتی ہے کہ ان کو راحت مل گئی۔ رات کو مجھ کو نیند کم آتی ہے تو گھر والوں کو سوتا دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ان کو تو نیند آ رہی ہے ورنہ دو قلق جمع ہو جاتے' ایک اپنے نہ سونے کا اور نیند نہ آنے کا ایک ان کا پھر گھر سے چلنے کے وقت پوچھتا ہوں کہ کوئی ضروری کام میرے متعلق تو نہیں' میں جا رہا ہوں اگر کہا کہ کوئی کام نہیں چلا آیا اگر کہا کہ ہے بیٹھ گیا' مثلاً کوئی خط ہی لکھوانا ہے سو اس کام کو پورا کر کے چلا آیا۔ کھانا کھا کے فارغ ہوا اور پان کو جی چاہا پوچھ لیا کہ پاندان کہاں ہے انہوں نے بتلا دیا اس میں سے پان نکال کر کھا لیا' آج کل کے نوجوان کا محاورہ ہے کہ بیوی کو رفیق زندگی کہتے ہیں ارے بھلے مانسوں رفاقت کا کوئی حق بھی ادا کرتے ہو یا محض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ عملی صورت میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے چاری کو فریق زندگی بنا رکھا ہے اور سنئے کہ خاوند کی طرف سے تو یہ ظلم اور تشدد اب وہ شکایت کرتی ہے' ماں باپ سے اکثر وہ بھی اس کو

دباتے اور دھمکاتے ہیں۔اب بیچاری کے پاس کوئی ذریعہ بظاہر نہیں رہا بجز اس کے کہ وہ خدا سے فریاد کرے اور کوسا کرے اور واقعی وہ کوسنا کوس نہ دو کوس اس قدر قریب ہوتا ہے کہ فوراً قبول ہوتا ہے' مظلوم کی آہ حق سبحانہ تعالیٰ بہت قبول فرماتے ہیں۔ایک صاحب نے عرض کیا کہ عورتیں تو خود ہی گھر کے اس قدر کام کرتی ہیں اور مشقتیں اُٹھاتی ہیں کہ کسی وقت چین سے نہیں بیٹھتیں تو وہ خود ہی اپنی راحت نہیں چاہتیں۔فرمایا ان کا ایسا کرنا ان کی ذاتی مصلحت ہے وہ یہ ہے کہ اس سے ان کی تندرستی ٹھیک رہتی ہے' مثلاً کھانا پکانا ہے' پیسنا ہے' کوٹنا ہے' خود ہمارے گھروں میں سب کام اپنا اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں۔حتیٰ کہ اگر ضرورت ہو تو سیر دو سیر پیس بھی لیتی ہیں۔سو وہ اگر اپنی رائے اور مصلحت سے مشقت اختیار کریں۔

یہ دوسری بات ہے مگر ان پر ظلم کی راہ سے مشقت ڈالنا نہایت بے رحمی اور بے مروتی کی بات ہے۔فرمایا کہ ان بی بی کے خاوند نے ایک مرتبہ مجھ سے خود شکایت کی تھی کہ یہ وظیفہ وظائف میں رہتی ہیں۔میری خدمت کی پروا نہیں کرتیں' بندہ خدا ایسی کونسی خدمات ہیں جو بغیر وظائف ترک کیے ہوئے نہیں ہوسکتیں' مرد کی خدمات ہی کیا ہیں چند محدود خدمات یہ دوسری بات ہے کہ خدمات کا باب اس قدر وسیع کر دیا جائے جن کا پورا کرنا ہی بے چاری پر دوبھر ہو جائے پھر فرمایا کہ ایک مقولہ مشہور ہے کہ مرد ساٹھا پاٹھا اور عورت بیسی کھیسی سو عورت کے اعضاء کا جلد ضعیف ہو جانا اس کا سبب بھی زیادہ یہی ہے کہ اس پر ہر وقت غم اور رنج کا ہجوم رہتا ہے۔سینکڑوں افکار گھیرے رہتے ہیں امور خانہ داری کا انتظام بے چاری کے ذمہ ڈال کر مرد صاحب بے فکر ہو جاتے ہیں وہ غریب کھپتی ہے مرتی ہے اگر یہ حضرت دو روز بھی انتظام کر کے دکھا دیں ہم تو اس وقت ان کو مرد سمجھیں باوجود ان سب باتوں کے کمال یہ ہے کہ اپنی زبان سے اظہار بھی نہیں کرتی کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے یہ سبب ہے عورت کے جلد ضعیف ہو جانے کا۔یہاں پر بعض عورتیں عیش اور راحت میں ہیں اور عمر ان کی تقریباً چالیس پینتالیس برس کی کم و بیش مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سال دو سال کی بیاہی ہوئی آئی ہیں اور ان کو کوئی پچیس برس کی عمر سے زائد نہیں بتلا سکتا تو بیوی کو عیش و آرام میں رکھنے میں ایک یہ بھی بڑی حکمت ہے کہ وہ تندرست رہے گی' ضعیفی کا اثر جلد نہ ہوگا دراز مدت تک ان کے کام

کی رہے گی مگر لوگ اپنی راحت و مصلحت کا خیال کر کے بھی تو ان کی رعایت نہیں رکھتے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جورو کے غلام بن جاؤ ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ حدود کی رعایت رکھو اور ظلم تک نوبت نہ پہنچاؤ۔ اگر کبھی ضرورت ہو دباؤ بھی دھمکاؤ بھی کوئی حرج نہیں' حاکم ہو کر رہنا چاہیے اور محکوم کو محکوم بن کر لیکن جیسے محکوم کے ذمہ حاکم کے حقوق ہیں اسی طرح حاکم کے ذمہ محکوم کے بھی حقوق ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے برتاؤ کرنا چاہیے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے تھے کہ عورتوں کے ذمہ واجب ہے کھانا پکانا۔ میری رائے ہے کہ ان کے ذمہ واجب نہیں میں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے عدم وجوب پر۔

ومن ایاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة

حاصل یہ ہے کہ عورتیں اس واسطے بنائی گئی ہیں کہ ان سے تمہارے قلب کو سکون ہو' قرار ہو جی بہلے' تو عورتیں جی بہلانے کے واسطے ہیں نہ کہ روٹیاں پکانے کے واسطے اور آگے جو فرمایا کہ تمہارے درمیان محبت و ہمدردی پیدا کر دی ہے' میں کہا کرتا ہوں' مودة یعنی محبت کا زمانہ تو جوانی کا ہے اس وقت جانبین میں جوش ہوتا ہے اور ہمدردی کا زمانہ ضعیفی کا ہے دونوں کا اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ ضعیفی کی حالت میں سوائے بیوی کے دوسرا کام نہیں آ سکتا۔ اس ضعیفی اور ہمدردی پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک مقام میں ایک ولایتی رئیس تھے' گورنمنٹ میں ان کا بڑا اعزاز اور بڑی قدر تھی یہ کابل سے یہاں پر آ کر رہے تھے۔ گورنمنٹ نے کچھ گاؤں دے دیئے تھے ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا' کلکٹر صاحب تعزیت کے لیے آئے' ملاقات ہوئی۔ کلکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا' ہم کو بڑا رنج ہوا اس پر یہ ولایتی صاحب اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں فرماتے ہیں کلٹر صاحب (کلکٹر صاحب) وہ ہمارا بیوی نہ تھا ہمارا اماں تھا ہم کو گرم گرم روتی (روٹی) کھلاتا تھا' پنکھا جھلتا تھا' تھنڈا تھنڈا (ٹھنڈا ٹھنڈا) پانی پلاتا تھا' یہ کہتے جاتے اور روتے جاتے تھے' خیر وہ تو ولایتی تھے کچھ ایسے لکھے پڑھے نہ تھے اپنی سادگی سے ایسا کہہ دیا مگر ایک ہندو لیڈر نے اپنے ایک لیکچر میں یہ ہی کہا کہ یہ میری بیوی نہیں اماں ہے یہ میں نے خود ایک اخبار میں دیکھا ہے

یہ تو تعلیم یافتہ بیرسٹری پاس کیے ہوئے ہے اس کو کیا سوجھی یہ بھی کوئی فخر کرنے کی بات تھی۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ضعیفی میں سوائے بیوی کے کوئی کام نہیں آ سکتا' ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ شاہ جہان پور میں ایک صاحب نے نوے برس کی عمر میں شادی کی تھی' لڑکے لڑکیاں بہوئیں سب خلاف تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم خدمت کو موجود ہیں۔ آپ کو نکاح کی ضرورت ہی کیا ہے بڑے میاں نے کہا کہ تم میری مصلحت کو کیا سمجھ سکتے ہو' اتفاق سے بڑے میاں بیمار ہو گئے اور بیماری بھی دستوں کی اور ان دستوں میں تعفن بے حد کہ مکان تک سڑ جاتا تھا' لڑکے لڑکیاں وغیرہ میں سے کوئی پاس نہ آیا' سب نفرت کرتے تھے' اس بیوی بے چاری نے خدمت کی اور ذرا نفرت نہیں کی' باوجود اس کے کہ نئی شادی ہو کر آئی تھی اور عمر بھی تھوڑی تھی ایسا تعلق ہوتا ہے بیوی کو خاوند سے جس کی خاوند صاحب کو قدر بھی نہیں ہوتی۔

دوسرا واقعہ ایک صاحب بڑے آدمی تھے انہوں نے نکاح کیا مگر ان کو ضعف تھا کشتوں وغیرہ سے کام چل جاتا تھا ایک طبیب نے نہایت گرم کشتہ دے دیا جس سے ان کو جذام کا مرض ہو گیا' تمام بدن پھوٹ نکلا' کوئی پاس جانا بھی گوارا نہ کرتا تھا مگر بیوی کے اولاد ہوتی تھی تو ایسی حالت میں بھی اس نے نفرت نہ کی اور کسی خدمت سے عذر نہ کیا' کیا ٹھکانا ہے اس تعلق اور ایثار کا دوسرا کر نہیں سکتا۔

تیسرا واقعہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخر وقت میں نکاح کیا تھا محض اس وجہ سے کہ حضرت کو ناسور کا مرض ہو گیا تھا اس کی دیکھ بھال سوائے بیوی کے ہو نہیں سکتی تھی وہ بی بی بیچاری برابر اپنے ہاتھ سے شب و روز میں کئی کئی مرتبہ دھوتیں اور صاف کرتیں تھیں' نہایت خوشی کے ساتھ کوئی گرانی یا نفرت ان کو نہ ہوتی تھی' دنیا میں کوئی اس تعلق کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔

چوتھا واقعہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخر عمر میں نکاح کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت پیرانی صاحبہ نابینا ہو گئی تھیں۔ حضرت نے محض خدمت کی غرض سے نکاح کیا تھا۔ یہ بی بی حضرت کی بھی خدمت کرتیں اور پیرانی صاحبہ کی بھی۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت محض شہوت ہی کے لیے تھوڑا ہی ہوتی ہے اور بھی مصالح اور حکمتیں ہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ بعض عورتیں پھوہڑ ہوتی ہیں اس وجہ سے بعض اوقات خاوند کو اس کی حرکات سے بددلی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ عورت کا پھوہڑ ہونا تو اپنے ایک خاص اثر کے سبب ایسے کمال کی صفت ہے جو نہایت ہی محبوب اور قدر کی چیز ہے اور وہ خاص اثر عفیف ہونا ہے پھوہڑ عورتیں اکثر عفیف ہوتی ہیں بخلاف غیر عفیف عورتوں کے کہ وہ ہر وقت بناؤ' سنگھار اور تصنع اور ظاہری تہذیب وصفائی میں رہتی ہیں۔ اسی طرح بعض عورتیں بدمزاج' بدخلق ہوتی ہیں مگر یہ بھی ان کے کھرے پن کی دلیل ہوتی ہے۔ بعض تو خاوند تک کو منہ نہیں لگاتیں مگر مجھ کو ایسی عورتوں کی عفت میں شبہ نہیں ہوتا اور غیر عفیف بس چکنی چپڑی رہتی ہیں اور پھر ظاہری اخلاق بھی شائستہ ہوتے ہیں خطرناک ہوتی ہیں اپنی چالاکیوں سے اپنی شرارتوں کو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتی ہیں اور مرد کو گرویدہ بنائے رکھتی ہیں۔ ایسی عورتوں پر مجھے اطمینان نہیں اور پھوہڑ عورت کا پھوہڑپن گو طبعاً ناگوار ہوتا ہے وہ اس لیے کہ بھنگن سی بنی ہوئی ہے نہ بات میں مزا نہ اُٹھنے بیٹھنے کی تمیز نہ کھانا پکانے کا سلیقہ نہ بچوں کی خبر گیری اور خدمت مگر ایک صفت عفت کی وجہ سے اس کی تمام برائیاں اور بدتمیزیاں مبدل بکمال ہو جاتی ہیں کہ وہ عفیف ہوتی ہیں مجھ کو ایسی عورتوں پر بے حد اطمینان ہے عفیف ہونے کی وجہ سے وہ بناوٹی باتوں سے مستغنی ہے اس بناء پر یہ عورت کا ایک بہت بڑا جوہر ہے اس کی قدر کرنی چاہیے۔ خیر سب کچھ سہی مگر ہر حال میں ہر شے کی حدود ہیں عورتوں کو مجبور اور کمزور سمجھ کر ظالم تو نہ بننا چاہیے بادشاہ اپنی رعیت پر حکومت کرے گوارا مگر ظلم گوارا نہیں اور یہاں تو خاوند اور بیوی میں محض حاکم اور محکومیت ہی کا علاقہ نہیں بلکہ دو علاقہ ہیں ایک حکومت کا دوسرا محبوبیت کا' دونوں کے حقوق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ بڑا شبہ بعضے مردوں کو اس سے ہوتا ہے کہ مرد تو اظہار محبت کرتا ہے اور عورت اظہار محبت نہیں کرتی مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کے لیے تو اظہار محبت زینت ہے اور عورت کے لیے عیب ہے اس کو شرم وحیاء مانع ہوتی ہے گو دل میں اس کے سب کچھ ہوتا ہے جس کا رات دن واقعات سے مشاہدہ ہوتا ہے مزاحاً فرمایا کہ اگر مجھ کو سلطنت مل جائے تو میں سب سے پہلا اعلان یہ کروں کہ جو عورتیں ستائی جائیں اور ان پر ظلم ہو تو وہ میرے یہاں درخواست کریں میں تحقیق کر کے فیصلہ اور راحت رسانی کا انتظام کروں

گا مگر خدا گنجے کو ناخن ہی کیوں دینے لگا جب پہلے ہی سے یہ نیت ہے کہ مردوں کو ماروں گا مرد ووٹ نہیں دیں گے گو عورتیں روٹ پکا کر کھلائیں کیونکہ ان کی نصرت اور اعانت ہوگی اس لیے کہ آج کل سلطنت ووٹ پر موقوف ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ قرآن میں عورتوں کو مکار فرمایا گیا ہے فرمایا سب کا مکار ہونا تو کہیں قرآن میں نہیں آیا۔ البتہ حدیث شریف میں ناقص العقل والدین فرمایا ہے پھر حضور نے اس ناقص ہونے کی شرح بھی فرمادی ہے تا کہ اعتقاد میں حدود سے تجاوز نہ ہو جائے۔ مثلاً دین کا نقصان اس کو فرمایا کہ یہ حیض میں نفاس میں نماز نہیں پڑھ سکتیں اور نقصان عقل اس کی شہادت کا نصف ہونا فرمایا۔ سو یہ نقصان عقل و دین کوئی معصیت نہیں جو مقتضی ہو ان پر تشدد کرنے کو پھر فرمایا کہ آج عورتوں کی میں نے بے حد نصرت کی ہے اس لیے اس ملفوظ کا نام نصرۃ النساء کہہ دینا مناسب ہے۔

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یک شنبہ

اعتقاد کا مطلب

(ملفوظ ۲۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں کسی خاص معاملہ کی نسبت فرمایا کہ اس کو اعتقاد ہی نہیں کہتے' اعتقاد تو اس کو کہتے ہیں جو جازم ہوتا ہے ٹل نہیں سکتا ہٹ نہیں سکتا' جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو جائے تو اس کو کوئی بات بھی ہٹا نہیں سکتی یہ ہے حقیقت اعتقاد کی۔

تصوف سے بے خبری

(ملفوظ ۲۵۰) فرمایا کہ لوگ طریق کی حقیقت سے بے خبر ہیں ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ میں ذکر و شغل کی حالت میں بھی کبائر میں مبتلا تھا اب سمجھا کہ طریق کیا چیز ہے پہلے ذکر و شغل کو طریق سمجھتے تھے جو کبائر کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ بچائے جہل سے۔

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یک شنبہ

ایک صاحب کے ارسال کردہ سرمہ کی واپسی

(ملفوظ ۲۵۱) فرمایا کہ ایک صاحب نے سرمہ بھیجا ہے جس کا وزن ایک تولہ ہے اور

قیمت آٹھ آنہ ہے لکھا ہے کہ ویسے ہی نذر کرتا ہوں ایک ہفتہ کے استعمال کے بعد نفع ظاہر ہوگا جو نفع ہو اس کو تحریر فرمادیں میں اس کو شائع کروں گا۔ میں نے سرمہ واپس کردیا اور لکھ دیا ہے کہ میں کوئی چیز بدون اپنے معالج کے مشورہ کے استعمال نہیں کیا کرتا لہٰذا آپ کا سرمہ واپس ہے۔ فرمایا ان کی وجہ سے میں اپنی آنکھوں کو تختہ مشق بناؤں' موافق آئے نہ آئے اگر کوئی مضرت پہنچ گئی تو ان کا کیا بگڑ جائے گا' زحمت تو مجھ کو اٹھانا پڑے گی' میں ہمیشہ اس کی احتیاط رکھتا ہوں۔

ایک چادر ہدیہ کا جواب

(ملفوظ ۲۵۲) ایک صاحب نے حضرت والا کے لیے ایک چادر بطور ہدیہ بھیجی اس پر حضرت والا کا یہ جواب گیا' السلام علیکم! قبول کر کے عرض ہے کہ بدون مشورہ لیے ہوئے کوئی چیز بھیجنے کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز حاجت سے زائد ہوتی ہے۔ اب بجز فروخت کوئی سبیل نہیں اور قیمت نہ معلوم ہونے سے خسارہ کا احتمال ہوتا ہے۔

مسماۃ کے حالات خود پوچھنا مناسب نہیں

(ملفوظ ۲۵۳) کسی مسماۃ کے آنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی سے اس کے حالات خود پوچھ کر جرح وقدح کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا' اگر وہ مسماۃ خود کچھ کہتیں اور یہاں پر آنے کی وجہ بیان کرتیں تو اس کا جواب بھی ہوتا اور جرح وقدح کا بھی حق ہوتا' میں اس کی بھی رعایت رکھتا ہوں اس پر مجھ کو سخت مشہور کیا جاتا ہے۔

دو ساتھیوں کے ساتھ یکساں برتاؤ ہونا چاہیے

(ملفوظ ۲۵۴) فرمایا کہ جب دو ساتھی شخص مہمان آتے ہیں تو کھانے کے معاملہ میں ان کے ساتھ ایک سا برتاؤ کرتا ہوں مجھے یہ بھی نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے ساتھ کچھ معاملہ کیا جائے اور دوسرے کے ساتھ کچھ دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ ہونا مناسب ہے۔

مسلسل چالیس دن گوشت کھانا یا نہ کھانا برابر ہیں

(ملفوظ ۲۵۵) ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا حدیث شریف میں یہ ہے کہ چالیس

دن مسلسل گوشت کھانے سے دل پر سختی آ جاتی ہے فرمایا کہ حدیث شریف میں تو نہیں بعض بزرگوں کا قول ہے اور یہ بھی بزرگوں کا قول ہے کہ مسلسل نہ کھانے سے بھی دل سخت ہو جاتا ہے غرض ہر چیز میں اعتدال مطلوب ہے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات ہیں

(ملفوظ ۲۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ جو کتے پلے ہوئے ہیں کھیتی وغیرہ کے واسطے ان کے علاوہ اور سب کو مار دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بادشاہی بھی کرتے تھے مال وجاہ کے اعتبار سے مسکین نہ تھے البتہ مزاج کے اعتبار سے اخلاق کے اعتبار سے مسکین تھے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم شجاع بھی ایسے ہی تھے ایک مرتبہ رکانہ پہلوان نے جو تنہا ایک ہزار آدمیوں کے مقابل سمجھا جاتا تھا آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آ وہ آیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھا کر پھینک دیا اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دوسری مرتبہ پچھاڑیئے' فرمایا بہت اچھا پھر دوبارہ اُٹھا کر پھینک دیا' یہ شخص ایمان لے آیا۔ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کسی بات میں بھی کسی جماعت سے شرمندہ نہیں اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات ہیں حسین بھی ایسے ہی شجاع بھی ایسے ہی حسین پر یاد آیا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ اس حالت میں دیکھ رہا تھا کہ چاندنی رات تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اور چاند مقابل پر تھا' میں ایک نظر چاند پر کرتا اور ایک نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حسین معلوم ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ ہر ہر اعضاء کا الگ الگ بیان کیا گیا ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی حسین تھے۔

شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت

(ملفوظ ۲۵۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرات صحابہؓ کے قد و قامت اس زمانہ کے لوگوں سے بہت بڑے ہوں گے' فرمایا کہ مجھ کو بھی یہی خیال ہوا کرتا تھا مگر ایک بدوی

مجھ سے کہتے تھے کہ عرصہ ہوا' ایک مرتبہ مدینہ کے پہاڑوں میں پانی جمع ہوکر سیلاب کی صورت میں ایک دم چڑھ آیا اور اس نے بہت سے مقامات کو کاٹ ڈالا' من جملہ اور مقامات کے شہداء احد کی قبریں بھی اس سیلاب سے کٹ گئیں' کثرت سے لاشیں دیکھی گئیں' ان میں کوئی تغیر نہ تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آج ہی دفن کی گئی ہیں' ہزاروں مخلوق نے دیکھا ذرا برابر لاشوں میں تغیر نہ ہوا تھا' فرمایا کہ شہید کو ان ہی کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے وہ لباس بجنسہ موجود تھا' کہتے ہیں کہ موٹا کپڑا تھا اس قدر موٹا کپڑا آج کل دیکھنے میں نہیں آتا' میں نے ان سے دریافت کیا کہ قد ان حضرات کے کیسے تھے کہا کہ اس وقت کے لوگوں سے زائد فرق نہ تھا' یہ میں نے اسی وجہ سے سوال کیا تھا کہ میں بھی یہی خیال کرتا تھا کہ شاید اس زمانہ کے لوگوں سے زیادہ فرق ہوگا مگر معلوم ہوا کہ کوئی زیادہ تفاوت نہیں ہوا تھوڑا ہی سا فرق ہوا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ جن لوگوں نے شہداء احد کی لاشوں کی زیارت کی اس کا حاصل یہ ہوا کہ ان پر صحابہ کی زیارت نصیب ہوگئی' کیا وہ تابعی ہوگئے' فرمایا کہ بعد وفات کے صحابہ کی زیارت کرنے سے تابعی نہیں ہوسکتا۔

حق تعالیٰ کی تنبیہ اور بندہ پر اس کا اثر

(ملفوظ ۲۵۸) ایک ملازم لڑکے کے متعلق فرمایا کہ وہ آج پٹا ہے اس کو کسی کام کو بھیجا جاتا تھا تو کئی گھنٹہ میں واپس آتا تھا' پٹنے کے بعد ڈاک خانہ بھیجا' اس قدر جلد واپس آیا' شبہ ہوتا تھا کہ شاید ڈاک خانہ گیا بھی یا نہیں' معلوم ہوا کہ دوڑا ہوا گیا اور دوڑا ہوا آیا' ٹھیک ہوگیا مگر یہ اثر دو چار ہی روز رہے گا پھر وہی حرکت کرے گا فرمایا کہ یہی معاملہ بندہ کا حق سبحان تعالیٰ کے ساتھ ہے کہ اس کو متنبہ کیا جاتا ہے چند روز اثر رہا پھر کچھ بھی نہیں وہی حرکتیں شروع کردیتا ہے مگر حجت الٰہی تام ہوجاتی ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو تنبیہ نہ ہوا۔

ضابطہ کی خلاف ورزی اور بدر درو منور کی بے اثری

(ملفوظ ۲۵۹) ایک صاحب پنجاب سے حاضر ہوئے۔ ان کے ہمراہ دو بی بی بغرض بیعت آئیں تھیں' حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کوئی خط میرا آپ کے پاس ہے جس میں

میں نے آپ کو آنے کی اجازت دی ہے۔ عرض کیا کہ عرصہ دو ماہ کا ہوا اس وقت ایک خط کے جواب میں حضرت والا نے آنے کی اجازت فرمائی تھی دریافت فرمایا کہ وہ خط کہاں ہے عرض کیا کہ وہ خط ساتھ لانا یاد نہیں رہا۔ فرمایا کہ پھر مجھ کو کیسے اطمینان ہو اور یہ کس طرح معلوم ہو کہ میں نے کن شرائط سے آنے کی اجازت دی تھی۔ یہ تو سب خط ہی سے معلوم ہو سکتا تھا اس پر انہوں نے کوئی معقول جواب نہ دیا' فرمایا کہ ایسے ایسے کوڑ مغزوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ اب بتلایئے میں کیا کروں' گھر میں ایک ایسا مریض ہے کہ جس کی وجہ سے تمام گھر والے پریشان ہیں اور اس پر مہمان داری خیر اگر گھر میں یہ حالت بھی نہ ہوتی تب بھی تو اس طرح آنا بے اصول ہے اور بے اصول بات سے اذیت پہنچتی ہے اگر کوئی دوسرے سے اپنی سیر بھر رعایت چاہے تو دوسرے کی پاؤ بھر تو رعایت کرنا چاہیے۔ اگر خط ہمراہ لے آتے تو بڑی معونت ہوتی۔ پتہ چل جاتا کہ اس شخص کا تعلق ہم سے کس قسم کا ہے اور یہ کس برتاؤ کا مستحق ہے اور میں تو یہ لکھ بھی دیتا ہوں کہ یہ خط ہمراہ لانا اور آتے ہی دکھا دینا اس میں بڑی مصلحت ہوتی ہے اب اگر یہ کہیں عدالت میں جاتے تو کیا کاغذات متعلقہ مقدمہ مکان پر بھول آتے' ہرگز نہیں یا نوکری کی درخواست کو گھر رکھ آتے اور خالی ہاتھ حاکم کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے یہ ہم ہی غریب مسکین ملانے تختہ مشق کے لیے رہ گئے ہیں اب اگر سکوت کرتا ہوں تو ان کے اخلاق خراب ہوتے ہیں اگر سکوت نہیں کرتا تو بعد دل دکھتا ہے کہ اتنی دور سے آئے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوا مگر ہوا ان کی بے اصولی سے سبب اس کا وہی ہے جس کو میں اکثر کہا کرتا ہوں یعنی قلت وقعت اس میں تو کوئی شک ہی نہیں' فرمایا کہ اکثر لوگ پنجاب کے پیروں کے بگاڑے ہوئے ہیں وہ پیر تو یہ دیکھ لیتے ہیں کہ آنے والے نے مدور یا منور (روپیہ) بھی دیا ہے یا نہیں' یا آئندہ دینے کی امید ہو' بس پھر نہ کچھ روک نہ ٹوک' پوچھ نہ گچھ' مدور! بعض کہتے ہیں روپیہ کو یہ مشہور محاورہ ہے مگر میں نے بجائے ابیض کے منور کر دیا ہے واقعی بڑی ہی منور چیز ہے بلکہ منور بھی اس نے دل اور دماغ سب منور ہو جاتے ہیں مگر الحمد للہ یہاں اس سے کام نہیں چلتا۔ یہاں تو خلوص کی ضرورت ہے فلوس کی ضرورت نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ان آنے والے صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ آنے والیوں میں سے ایک بی بی بہت رو رہی ہیں کہ

حضرت ناراض ہوگئے' فرمایا کہ میں نے رلایا ہے بھکتیں اپنے بے ڈھنگے پن کو ہم اپنے قواعد نہیں چھوڑ سکتے' چاہے کوئی رو دے یا ہنسے ہم کو تو ستایا جائے تکلیف پہنچائی جائے اور ہم اپنی مصالح کا انتظام بھی نہ کریں' عجیب بات ہے۔

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

نقشبندیہ میں بھی بدعات کا رواج

(ملفوظ ۲۶۰) ایک صاحب نے سوال کیا کہ نقشبندی سلسلہ میں بھی بدعات ہیں اور مروج پیرزادگی کا سلسلہ ہے۔ فرمایا کہ ہاں بہت لوگ بدعات میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں نے چشتیوں کے بدنام کرنے کو بدعت کو صرف سماع میں منحصر کر دیا ہے ورنہ آج کل نقشبندیوں میں کثرت سے بدعات ہوتی ہیں' میں نے خود دیکھا ہے ایک شخص کو مجدد صاحب کے مزار پر سجدہ کرتے ہوئے بس ان کے نزدیک صرف ایک سماع ہی بدعت ہے اور کوئی چیز بدعت نہیں۔

دوسرے کی علالت کا خیال کرنا چاہیے

(ملفوظ ۲۶۱) فرمایا کہ مولوی.......... صاحب کا جو ایک مدرسہ میں مدرس ہیں خط آیا ہے لکھا ہے کہ پہلے سے علالت کا سلسلہ تھا اب طبیعت سنبھل چلی تھی' صرف کمزوری کی شکایت باقی رہ گئی تھی مگر مدرسہ والوں کے اصرار پر سبق پڑھانے میں تقریر کرنا پڑی۔ اس سے پھر دوبارہ علالت عود کر آئی' دعاء کا خواستگار ہوں' جواب غلطی ہے اگر خود ایسا کیا تو اپنی ورنہ آمر کی فرمایا کہ اکثر مدرسہ والے کسی کی راحت یا آرام کا خیال نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ مجھ کو ایک مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مدعو کیا گیا اس وقت مجھ کو بخار آ چکا تھا' کمزوری باقی تھی تعلقات کی وجہ سے بلانے پر چلا گیا مگر میں نے پہنچ کر کہہ دیا کہ میں حاضر تو ہو گیا ہوں مگر میری طبیعت اچھی نہیں بیان نہ کروں گا۔ اس پر اصرار ہوا میں نے عذر کیا کہ کمزوری کی وجہ سے میں بیان پر قادر ہی نہیں اور اگر ہمت کر کے تقریر شروع بھی کر دی تو درمیان میں بوجہ ضعف کے تقریر کو قطع کرنا پڑے گا۔ ایک طبیب صاحب نے کہا کہ میں ایسی دوا دوں گا کہ ضعف نہ ہوگا۔ انہوں نے ماء اللحم کسی اچھے نسخہ کا بنا ہوا تھا اس کی ایک خوراک مجھ کو دے دی اس کو پی کر طبیعت میں نشاط

پیدا ہوا میں نے بیان شروع کر دیا اور مرتبہ سے زیادہ جوش کے ساتھ بیان ہوا وجہ یہ ہوئی کہ دوا خود گرم تھی' اس نے حرارت عزیزیہ کو مشتعل کر دیا' درمیان بیان ہی میں بخار شروع ہو گیا' اسی وقت بعض دیکھنے والے حاضر جلسہ طبیبوں نے کہہ دیا کہ طاعونی بخار ہو گیا ہے وہاں سے آ کر مجھ پر سترہ روز تک غشی طاری رہی مگر یہ اللہ کا فضل تھا کہ عین نماز کے وقت ہوش ہو جاتا تھا بحمد اللہ نماز ایک وقت کی بھی قضا نہیں ہوئی بلکہ فرض بھی کھڑے ہو کر پڑھے۔

نالائق اولاد کی مثال

(ملفوظ ۲۶۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب آنا چاہتے تھے مگر ان کا لڑکا کچھ رقم لے کر بھاگ گیا ہے اس پریشانی کی وجہ سے نہ آ سکے' فرمایا کہ اگر بالغ ہو گیا ہے نکال باہر کریں' کس جھگڑے میں پڑے' فرمایا کہ نالائق اولاد کی مثال ایسی ہے جیسے زائد انگلی نکل آتی ہے اگر رکھا جائے تو عیب اور کاٹا جائے تو تکلیف۔

مدارس میں عمارتوں پر زور اور علم و عمل مفقود ہے

(ملفوظ ۲۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اکثر مدارس میں عمارتیں بڑی بڑی مگر اصل چیز علم و عمل گویا مفقود۔ پھر فرمایا کہ یہ بھی غنیمت ہے جو کچھ ان لوگوں کے ہاتھ سے ہو رہا ہے خدا نہ کرے وہ دن آئے جب یہ لوگ بھی نہ ہوں گے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا ایسا وقت بھی آئے گا' فرمایا ضرور آئے گا مگر اس میں بھی ایک جماعت اعلاء کلمۃ الحق کرتی رہے گی۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یزال طائفة من امتی منصورین علی الحق لایضرهم من خذلهم لا یزال فرماتے ہیں یعنی کہ ہمیشہ بلا فصل یہ جماعت رہے گی اور اصل حق کی تبلیغ کرتی رہے گی۔

حتی تقوم الساعة. یعنی قیامت تک اور اس جماعت کی دو شانیں فرمائی ہیں ایک علی الحق جس کا مطلب ظاہر ہے دوسرے منصورین یعنی ان کی نصرت ہو گی اور ان پر کوئی شخص غلبہ پا نہیں سکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو حق کے

اظہار سے کوئی روک نہ سکے گا۔ نیز ایک نصرت یہ ہے کہ جس طرح پہلے ادیان میں تحریف ہو چکی ہے اس میں نہ ہوگی۔ یہ اس ہی جماعت کی برکت ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں باوجود اس کے کہ حضور کے زمانہ کو اس قدر عرصہ گزر چکا مگر ان کی برکت سے حق و باطل ایسا متمیز ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حق ہے اور یہ باطل اگر کوئی خالص دین اور اس کے احکام معلوم کرنا چاہے تو نہایت سہولت سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

دوسرے کے ماتحت سے بلا اذن کام نہ لینا

(ملفوظ ۲۶۴) فرمایا کہ میں کسی شخص سے جس کا دوسرے کے ساتھ ماتحتی کا تعلق ہو خود اپنے اثر سے کام نہیں لیتا جو جس کا ماتحت ہے اس کی اجازت سے کام لیتا ہوں گو وہ شخص جس کی اجازت حاصل کی جاتی ہے خود میرا ہی ماتحت ہو اس سے انتظام میں گڑبڑ نہیں ہوتی' یہ اصولی بات ہے۔

کام کے بعد اطلاع کر دینا چاہیے

(ملفوظ ۲۶۵) حضرت والا نے ایک شخص کو کام بتلا کر فرمایا کہ آ کر اطلاع کر دینا کہ فلاں کام کر آیا ہوں پھر فرمایا کہ آج کل اطلاع نہ کرنے کا مرض بھی عام ہے جس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے کام کے بعد اطلاع کرنا ضروری بات ہے میری ان باتوں کو لوگ وہم سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک رئیس صاحب یہاں پر آ کر رہے تھے انہوں نے وطن جا کر کہا کہ وہاں کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کو مقدمہ بازی سیکھنا ہو وہاں چلے جاؤ۔ فرمایا کہ مجھ سے وہاں کے ایک ثقہ عالم نے نقل کیا مجھے خود یاد نہیں کہ وہ کب آئے تھے اور وہ کون صاحب تھے اور انہوں نے جس کو مقدمہ بازی فرمایا حقیقت اس کی یہ ہے کہ یہاں جو واقعہ کو چھپانا چاہتا ہے تلبیس کرتا ہے اس پر کھود کرید ہوتی ہے جس سے اس واقعہ کی حقیقت کھل جاتی ہے ایسا کوئی معاملہ ان کے سامنے یا خود انہیں سے ہوا ہوگا جس کو انہوں نے مقدمہ بازی سے تعبیر کیا۔ یہ ان کا قول ایسا تھا جیسا ایک صاحب قصبہ سیکری کے رہنے والے حج کر کے آئے

تو بعض لوگوں نے ان سے وہاں کے حالات دریافت کیے' کہنے لگے کہ خلاصہ بیان کردوں وہ یہ ہے کہ خدا وہاں کسی مسلمان کو نہ لے جائے' فرمایا کمبخت منحوس حج کر کے بھی کھویا۔

وقت خاص میں دوسروں کو یاد رکھنا

(ملفوظ ۲۶۶) ایک مولوی صاحب نے بوقت رخصت مصافحہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت سے خاص وقت میں یاد رکھنے کی درخواست کرتا مگر وہ مقولہ یاد آ گیا کہ وہ وقت خاص ہی کب رہتا ہے جس میں ماسواء کو یاد رکھا' فرمایا اجی حضرت یہ تو مغلوب الحال لوگوں کے مقولے ہیں۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنی اُمت کو یاد رکھا حالانکہ اس سے زیادہ کونسا قرب کا وقت ہوگا۔ اگر یہ یاد رکھنا سبب ہوتا' بعد کا تو حضور ہرگز اپنی اُمت کو ایسے وقت خاص میں یاد نہ فرماتے۔

حضرت حاجی صاحب اور ایک بزرگ کی تواضع

(ملفوظ ۲۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک لطیفہ یاد آیا' حضرت حاجی صاحب سے ایک بڑے بزرگ ملاقات کے لیے آئے' حضرت نے کچھ مدحیہ الفاظ ان کی نسبت فرمائے' عرض کیا کہ حضرت میں تو کچھ بھی نہیں' حضرت نے مزاحاً فرمایا کہ عارف جب اپنی تعریف کرتا ہے تو یہ ہی کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں یعنی من فانیم دوسرا لطیفہ ایک صاحب نے کان پور میں دوسرے صاحب سے بسلسلہ گفتگو کہا کہ من آنم کہ من دانم۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ آپ عارف ہیں کیونکہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔

پنجاب کے ایک رئیس کی تواضع

(ملفوظ ۲۶۸) فرمایا کہ میں ایک مرتبہ پانی پت سے چلا صرف ایک صاحب دہلی تک پہنچانے کے لیے ہمراہ تھے۔ میں دہلی سٹیشن پر پہنچ کر شاہدرہ جانے والی گاڑی میں سوار ہوگیا۔ اس ڈبہ میں ایک پنجاب کے رئیس بھی سوار تھے جب وہ پانی پت کے صاحب مجھ کو سوار کر کے واپس ہوگئے تو ان رئیس صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں' میں نے کہا کہ ایک قصبہ ہے تھانہ بھون' پوچھا کہ آپ اشرف علی کو بھی

جانتے ہیں' میں نے کہا کہ اشرف علی میرا ہی نام ہے میں نے سفر میں جیسے کبھی اپنے کو ممتاز نہیں بنایا' اسی طرح کبھی اپنے کو چھپایا بھی نہیں یہ سن کر ان پر کچھ شگفتگی کے آثار نہیں معلوم ہوئے' مکرر مجھ سے پوچھا کہ آپ ہی ہیں وہ اس وقت میرے اس کہنے کو جھوٹ سمجھے کہ یہ نام بتلا کر اپنی عزت چاہتا ہے ان کے ذہن میں یہ ہوگا کہ جس کا نام لے کر یہ اپنے کو ظاہر کرتا ہے وہ تو بڑا چوغہ پہنے ہوگا' بڑا عمامہ سر پر ہوگا اور ایک بڑی تسبیح ہاتھ میں ہوگی' جیسا کہ پنجاب کے پیر ہوتے ہیں مزاح کے طور پر فرمایا کہ (وہ پیر تو کیا پیر بھی نہیں ہوتے)۔ میں نے کہا صاحب کیا اس شخص کا کوئی حلیہ ہے جو مجھ پر منطبق نہیں' خاموش ہوگئے مگر متردد رہے' تھوڑی دیر میں کہا کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں' میں نے کہا پوچھئے جو معلوم ہوگا عرض کر دوں گا' اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کچھ سوالات کیے' میں نے ان کے جوابات دیئے' تب ان کو یقین ہوا اور پھر تو بہت ہی گرویدہ ہوئے اور تمام راستہ بیچارے اپنے ہاتھ سے خدمت کرتے چلے آئے حتیٰ کہ اسباب بھی سٹیشن تھانہ بھون پر خود ریل سے اتار کر رکھا یہ سب ان کی تواضع تھی بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں نخوت یا کبر نہیں ہوتا' تکبر بھی بڑی ہی بلا کی چیز ہے مگر بعض دفعہ دیر میں سمجھ آتا ہے ایک شخص۔

خود لکھا کہ آپ نے جو میرے اندر کبر کا مرض تجویز کیا تھا بالکل صحیح کیا تھا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت میرے اندر کبر کا مرض ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ جابندہ خدا اب تو علاج بھی ہو جاتا' پانچ سال تک بیٹھا ہوا اس کو پالتا رہا۔ غرض یہ مرض نہایت خطرناک ہے اور لوگوں کو کثرت سے اسی میں ابتلا ہے اور اس کے ہی علاج سے غفلت ہے۔

پورے مشاہدہ کے بغیر رائے قائم کرنا مناسب نہیں

(ملفوظ ۲۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون کافی مشاہدہ کے یہاں کے طرز کے متعلق لوگ رائے قائم کر لیتے ہیں اس ناتمام فیصلہ کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے وعظ میں سنا تھا کہ قبر میں سوال جواب ہوتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں وہ شخص امتحان کے لیے کسی ٹوٹی ہوئی قبر میں جا کر پڑ گیا' بہت دیر ہوگئی نہ منکر نکیر نہ سوال جواب' کچھ بھی

نہیں' اتفاق سے ایک سپاہی کا اس قبرستان کی طرف سے گزر ہوا وہ گھوڑی پر سوار تھا' گھوڑی نے بچہ دیدیا اب اس کو فکر ہوئی کہ گاؤں تک بچہ کس طرح پہنچے' اس فکر میں کھڑا تھا کہ گڑھے میں سے کچھ آہٹ محسوس ہوئی فوجی سپاہی دلیر ہوتے ہی ہیں جا کر دیکھا تو ایک شخص چادر اوڑھے لمبے پیر کیے لیٹا ہے سپاہی نے ڈانٹ کر کہا کہ کون پڑا ہے' باہر نکل ڈر کے مارے باہر آیا اس نے ایک یا دو ہنٹر رسید کیے اور کہا کہ یہ گھوڑی کا بچہ فلاں گاؤں تک پہنچا' بچے کو لے کر ساتھ ہولیا' گاؤں میں پہنچ کر سپاہی نے کچھ پیسے دیئے اور رخصت کر دیا۔ اب مولوی صاحب کے پاس پہنچا کہ مولوی صاحب تم تو کہتے تھے کہ یوں قبر میں سوال و جواب ہوتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں وہاں تو ان میں سے ایک بات بھی نہیں ہوتی' خواہ مخواہ ہی ڈرا رکھا ہے میں تو امتحان کر آیا ہوں صرف یہ ہوتا ہے کہ کچھ دیر تو پڑا رہنا پڑتا ہے' پھر ایک سوار آتا ہے وہ ڈانٹتا ہے باہر نکل آنے کا حکم کرتا ہے پھر ایک یا دو ہنٹر لگاتا ہے اور ایک گھوڑی کے بچے کو قبرستان سے اٹھوا کر گاؤں تک لے جاتا ہے اور کچھ پیسے دے کر واپس کر دیتا ہے تو جیسے اس شخص کو اس خلاصہ نکالنے میں غلطی ہوئی ایسے ہی یہاں جو لوگ تھوڑی دیر کے لیے آتے ہیں ان سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ وہ حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کو اپنی غلطی اور جہل پر اطلاع ہو جائے ورنہ ہر بات کو اس جہل ہی پر مبنی کرتا چلا جائے گا اس لیے اول ہی مرتبہ میں ہر بات کو صاف اور مقصود کو واضح کر دیتا ہوں کہ اس کو کوئی دھوکہ نہ ہو اور یہ غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے اس کا نام ان جاہلوں نے تشدد رکھا ہے۔

عمل برائے قوت حافظہ

(ملفوظ ۲۷۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ میں قرآن شریف حفظ کر رہا ہوں' حافظہ کی کمزوری کی شکایت ہے اگر کوئی دعا حضرت والا پڑھنے کو فرما دیں تو میں اس شخص کو بتلا دوں' فرمایا کہ حافظہ کا اس سے تعلق تو ہے نہیں مگر برکت کے لیے یا قوی گیارہ مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیا کرے' حافظہ کی قوت کے لیے انشاء اللہ نافع ہوگا اور اگر وسعت ہو تو اصل تدبیر یہ ہے کہ کسی طبیب سے کوئی نسخہ تجویز کرائے۔

پیر کو سب سے افضل سمجھنے کا فائدہ

(ملفوظ ۲۷۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پیر کی افضلیت بمعنی انفعیت کا عقیدہ ہونے میں راز یہ ہے کہ منافع باطنیہ کا مدار جمعیت قلب پر ہے تو اس عقیدہ اور خیال کی بدولت جمعیت قلب میسر ہو جاتی ہے اور اس کے خلاف جمعیت قلب نہیں ہو سکتی اس لیے قلب مشوش رہے گا۔

اصول کی پابندی اور بیعت کی شرائط

(ملفوظ ۲۷۲) ایک نو وارد صاحب نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بیعت کوئی ضروری چیز نہیں' اصل چیز تعلیم ہے اور یہ خیال کہ بدون بیعت ہوئے نفع نہیں ہو سکتا' یہ خیال جہالت کا ہے بیعت الگ چیز ہے اس کی بھی ایک خاص برکت ہے مگر اس کو درجہ کا دخل نہیں کہ اس کے وجود عدم پر نفع اور ضرر کا مدار ہو اس پر ان صاحب نے عرض کیا کہ جو حضرت حکم فرمائیں میں تعمیل کے لیے حاضر ہوں' فرمایا اس میں حکم کی کون سی بات ہے اور میں جو فائدہ بیان کرتا ہوں مجھے تنگ کرنا مقصود نہیں۔ مطلب میرا یہ ہوتا ہے کہ طالب حقیقت سمجھ لے اور معاملہ صاف ہو اور بدون اس کے محض باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا' کام تو کرنے سے چلتا ہے اور کام بھی طریقہ اور اصول سے ہو ان اصول پر عمل کر کے تو دیکھے جو پھر کبھی بھی تنگی یا دشواری پیش آئے اور ناواقف لوگ اسی سے گھبراتے ہیں اگر میرے یہاں پر اصول نہ ہوتے خواہ وصول کر لیا کرتا مگر عوام خوش رہتے مگر میں نے اپنا دنیوی خسارہ گوارہ کر لیا محض اس واسطے کہ یہ لوگ راستہ پر پڑ جائیں اس لیے یہ اصول اختیار کیے اس لیے نہ معتقد بنانے کی کوشش کرتا ہوں نہ غیر معتقد بنانے کی کوشش کرتا ہوں صحیح اصول پیش کر دیتا ہوں اس پر چاہے کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد نہ اس کی خوشی کہ کوئی معتقد ہو نہ اس کا رنج کہ کوئی غیر معتقد ہو' الحمدللہ سب برابر ہیں کسی کو بلانے نہیں جاتا' کوئی اشتہار نہیں دیا' کیا میرے دماغ میں جنون ہے مالیخولیا ہے کہ میں یہ چاہوں کہ لوگ مجھ سے غیر معتقد ہوں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا کے رسائل اور

کتابیں اشتہار رہی تو ہیں ان کو لوگ دیکھ کر آتے ہیں' فرمایا کہ مگر یہاں آ کر رسائل کو بزعم خود جب میرے معاملات پر منطبق نہیں پاتے تو میں ان کی طرف سے یہ شعر پڑھتا ہوں:

چہ قیامت است جاناں کہ بعاشقاں نمودی رخ ہمچو ماہ تاباں دل ہمچو سنگ خارا

اور میں الحمدللہ اپنی اصلاح سے بھی غافل نہیں' چاہے مجھ سے کوئی قسم لے لے' جو بات معلوم ہوتی جاتی ہے اس کی اصلاح کرتا رہتا ہوں' میں اپنے کو بھی اصلاح سے بری نہیں سمجھتا' صدہا نقائص میرے اندر ہیں بلکہ اہل معاملہ جو ناواقفی سے اعتراض کرتے ہیں وہ اکثر غلط ہوتا ہے اور میں جو اپنی نسبت کہتا ہوں وہ صحیح بقول شاعر:

خود گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

(اے جان من یہ کیا قیامت ہے کہ تم نے عاشقوں کو اپنا چہرہ تو چمکتے ہوئے چاند جیسا دکھلایا اور دل پتھر جیسا ۱۲)

ناواقفوں کی تو یہ حالت ہے کہ ایک بار ایک چھکڑا بھرا ہوا عورتوں کا قصبہ تیترون سے آیا' بیعت ہونے کی درخواست کی' میں نے دریافت کرایا کہ خاوند کی اجازت لے کر آئیں یا نہیں' معلوم ہوا نہیں میں نے بیعت سے انکار کر دیا اور کہہ دیا خاوندوں سے اجازت لے کر اور ان کے دستخط کرا کر سب الگ الگ خطوط میرے پاس بھیجو' میں بیعت کرلوں گا۔ جناب نہ پھر کوئی تیترون سے آیا نہ بٹیرون سے یہ تو طلب کی حالت ہے اگر طلب ہوتی تو میں نے کون سی ایسی سخت شرط لگائی تھی کہ وہ ہو نہیں سکتی تھی اس پر میری شاکی ہو کر اور اعتراض کر کے گئیں۔

اب مقابلہ میں اہل فہم کی حالت بیان کرتا ہوں۔ مولوی عبدالحیٔ صاحب حیدر آباد دکن سے چلے تو چار شرطیں ذہن میں لے کر چلے تھے کہ جہاں یہ شرطیں پاؤں گا وہاں بیعت ہوں گا۔ ایک تو یہ کہ بیعت کو تعلیم کی شرط نہ بناوے دوسرے کہ وہاں لنگر نہ ہو' تیسرے یہ کہ ان پڑھ نہ ہو' چوتھے یہ کہ بہت بوڑھا نہ ہو' چاروں شرطیں عجیب ہیں اور یہاں پر الحمدللہ بزرگوں کی دعاء کی برکت سے چاروں پہلے ہی سے ہیں۔ سو دیکھ لیجئے کہ کیسی سمجھ کی بات ہے یہاں کا طرز الحمدللہ اس مقولہ کا مصداق ہے محبت رکھیں پاک لینے دینے کے منہ میں خاک' غرض اس طریق سے ناواقفی کے سبب لوگوں کو پریشانی میں ابتلا ہے بس میں اسی کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔

درویشی کا ڈھونگ یہاں نہیں

(ملفوظ ۲۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت مردہ ہوگئی تھی اب الحمدللہ مدتوں بعد زندہ ہوئی اور اسی احیاء کے سلسلہ میں صاف کہتا ہوں کہ ہم تو طالب علم ہیں ہم نہیں جانتے کہ درویش کسے کہتے ہیں لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ رنگین کپڑے ہوں' آنکھیں بند ہوں' بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہو کہ جولٹھ کا بھی کام دے ہر وقت ایک پینک سی میں رہے جیسے افیون والا استغراق کی حالت میں ہوتا ہے۔ سو یہ ڈھونگ یہاں پر نہیں اگر درویشی یہ ہے تو ہم درویش نہیں کیوں صاحب کیا کیمیا گر کے لیے کسی خاص ہیئت اور خاص لباس کی بھی ضرورت ہے اور کیا اس کی بھی ضرورت ہے کہ کیمیا گر فیشن ایبل ہو بلکہ اس کے لیے تو ایسا ہونا عیب کی بات ہے اس کے پاس ایسی چیز ہے کہ اگر وہ مل گئی تو ان سب سے استغناء ہو جائے تو کیا دین کیمیا سے کم ہے کہ اس کے لیے ان رسوم کی ضرورت ہو الحمدللہ یہاں پر صحیح دین ہے اسی کی تعلیم ہے اسی کی تدابیر ہیں اسی کی اشاعت ہے اگر اشاعت نہیں ہے تو اشاعت کسے کہتے ہیں میں تو ہر وقت اسی کا اہتمام تقریر سے تحریر رکھتا ہوں۔ اس طریق کی حقیقت کا انکشاف لوگوں پر ہو جائے اور ان کا دین محفوظ ہو جائے بدفہم اس سے کوسوں دور بھاگتے ہیں' چاہتے ہیں کہ اس رسمی اور عرفی پیری مریدی کا شکار بنے رہیں۔ سو اگر وہ اسی میں رہنا چاہتے ہیں تو اور کہیں جائیں یہاں تو سیدھی اور سچی تعلیم دی جائے گی۔ اگر یہ منظور نہیں تو اور بہت درویش اور مشائخ ہیں دنیا میں جائیں ان کے پاس وہاں مرضی کے موافق تعلیم ہوگی' یہاں پر نباہ نہیں ہو سکتا' یہاں پر بدفہم نہ رہ سکتا ہے نہ اس کو رہنے دے سکتا ہوں۔

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

آہستہ گفتگو سے دوسرے کی اذیت

(ملفوظ ۲۷۴) ایک صاحب نے دستی استفتاء پیش کیا۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ ممکن ہے کہ کتاب دیکھ کر جواب لکھوں تو آپ کو کس طرح پہنچاؤں گا۔ اس پر ان صاحب نے نہایت آہستہ آواز سے جواب دیا کہ سب کو حضرت والا نہ سن سکے اس پر تنبیہ فرمائی کہ ایسے طریق

سے کلام کرنا چاہیے کہ دوسرا سن سکے اس تنبیہ پر بھی ان صاحب کی آواز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی‘ فرمایا کہ آپ سنانے سے معذور ہیں اور میں سننے سے معذور ہوں‘ بند کی جائے گفتگو یہ آج کل کا ادب رہ گیا ہے کہ جس سے دوسرے کو اذیت پہنچے (نوٹ) جامع ملفوظات نے اس استفتاء کے رکھنے یا واپس کر دینے کا ذکر نہیں کیا، غالب تو یہی ہے کہ واپس کر دیا ہوگا۔ (محشی)

شبہ کی صورت میں مفتیوں سے پوچھنا

(ملفوظ ۲۷۵) ایک طالب علم نے ایک واقعہ کی نسبت کہیں باہر علماء سے استفتاء کیا تھا جواب آنے پر حضرت والا کو دکھایا گیا ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ جواب صحیح نہیں‘ فلاں فلاں علماء کو اور دکھانا چاہیے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر جواب صحیح نہ ہو تو کیا چند مفتیوں کو دکھلانا ضروری ہے‘ فرمایا کہ ضرورت کی بناء تو آپ خود ہی فرض کر رہے ہیں کہ اگر جواب صحیح نہ ہو‘ عرض کیا کہ اگر شبہ ہو‘ فرمایا کہ اگر شبہ ہو تب ہی دکھلانا ضروری ہے اور اگر شبہ نہ ہو تو پھر اس کا مکلف نہیں‘ عرض کیا کہ اگر مفتی کو خود شبہ ہو تو اس کو کیا دوسرے مفتی سے پوچھنا چاہیے‘ فرمایا کہ اس وقت بھی پوچھنا واجب ہے۔

سائل کے سلام کا جواب اور کاغذ میں مٹھائی دینا

(ملفوظ ۲۷۶) ایک مسئلہ خاص کے سلسلہ میں حضرت والا کوئی فقہ کا فتویٰ ملاحظہ فرما رہے تھے‘ فرمایا کہ عجیب عجیب جزئیات لکھی ہیں۔ لکھا ہے کہ اگر سائل آ کر سلام کرے اور پھر مانگے اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں اس لیے کہ مقصود اس کو سلام کرنا نہیں بلکہ مانگنا ہے‘ فرمایا کہ ایک اور جزئی لکھی ہے کہ ہمارے زمانہ میں روافض داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں اس لیے گو یہ سنت ہے مگر روافض کا شعار ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ فرمایا کہ ایک اور جزئی لکھی ہے جو کاغذ میں مٹھائی وغیرہ لپیٹتے ہیں اس کے متعلق لکھا کہ نجوم وطب اور ادب کی کتاب کے اوراق میں لپیٹ لینا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ ہو اور اگر ہو اس کو جدا کر لیا جائے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ لپیٹ لینا ناجائز ہے یا مکروہ ہے‘ فرمایا کہ الفاظ تو مجھے یاد نہیں مگر تقابل کیا ہوا مکروہ بھی ناجائز ہی کی ایک قسم ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اس بلا میں تو ہم بھی مبتلا ہیں ایسی چیزیں

بدون ان قیود کی رعایت کے لپیٹ لیتے ہیں اور یہ بہت ہی برا ہے کہ جس میں خود مبتلا ہو اس کو کھینچ تان کر جائز کرنے کی کوشش کرے اس سے اچھا ہے کہ اپنی غلطی کا اقرار کرلے۔

لفظ ''حضور'' کا استعمال

(ملفوظ ۲۷۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ کیا یہ لفظ اوروں کے لیے بھی استعمال کرنا جائز ہے؟ فرمایا کہ جہاں پہلے سے تخصیص ہو جائے وہاں یہی حکم ہے اور جہاں پہلے ہی سے عموم ہوں وہاں یہ حکم نہیں۔

عورتوں کا سفید لباس پہننا

(ملفوظ ۲۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تشبہ کا مسئلہ نہایت نازک ہے لوگ اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ عورتیں خصوص لڑکیاں آج کل سفید لباس پہننے لگی ہیں یہ مردوں سے تشبہ تو نہ ہو جائے گی' فرمایا کہ وہاں کے رسم و رواج پر ہے دیکھ لیا جائے کہ عام دیکھنے والوں کو اس سے کھٹک تو نہیں۔

فضول سوالات کا مرض عام ہو گیا ہے

(ملفوظ ۲۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل فضول سوالات کرنے کا مرض قریب قریب عام ہو گیا ہے۔ شاہ جہاں پور میں ایک طالب علم نے مجھ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا اذن ہو چکا یا وہاں پر ہوگا' میں نے کہا کہ اس تحقیق سے فائدہ کیا کہا کہ ویسے ہی پوچھتا ہوں' میں نے کہا آخر اس سوال کی غایت کیا ہے یہ تو معلوم ہے کہ شفاعت ہوگی اور یہ بھی معلوم ہے کہ بعد اذن کے ہوگی۔ اب یہ کہ یہاں اذن ہو چکا یا وہاں ہوگا۔ اس سوال کی کیا ضرورت پیش آئی' مولوی مسیح الزماں خاں شاہ جہان پوری بڑے ہی ظریف تھے' وہ بھی تشریف رکھتے تھے' کہنے لگے کہ بڑا فائدہ ہے اگر ان کو یہ تحقیق ہو گئی کہ اذن ہو چکا' تب تو مایوس ہو کر بیٹھ جائیں گے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ ابھی نہیں ہوا تو یہ بھی درخواست دیں گے۔ شاید ان کے حق میں قبول ہو جائے وہ طالب علم بہت شرمندہ ہوا اور پھر سوال نہیں کیا' اس قسم کے سوالات کرنا فضول وقت کو برباد کرنا ہے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی

(ملفوظ ۲۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں کسی نے اختلاف نہیں کیا بلکہ اجماع ہے سوائے اس قادیانی کے صرف اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے انکار کیا اور انکار بھی کیسا کہ خود ہی عیسیٰ بن بیٹھا' کسی نے خوب کہا ہے:

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

اور اس شخص کے نزدیک اجماع تو کیا چیز ہے یہ تو یہ کہتا ہے کہ اگر حدیث بھی میرے اصول سے ثابت نہ ہو تو اس حدیث کو بھی ردی کے ٹوکرے میں ڈال دیا جائے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں اس مدعی کے دلائل کے متعلق فرمایا کہ ایسے دلائل تو کوئی بات نہیں' آدمی جب کوئی کام کرتا ہے تو شیطان اور نفس اس کو ایسی ہزاروں چیزیں سمجھا دیتے ہیں۔ عرض کیا کہ ذہانت سے کام لیتا تھا' فرمایا کہ سب ہی کچھ آدمی کے اندر ہے چاہے جس سے کام لے لے' فرمایا کہ ذہانت پر ایک حکایت یاد آ گئی جس سے معلوم ہو گا کہ ذہانت کچھ اہل حق ہی کے ساتھ خاص نہیں' لکھنؤ پر جب انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو ایک انگریز افسر نے ایک مجتہد کو بلایا ان مجتہد نے کہا کہ اگر حاکمانہ طور پر بلانا ہے تو حکم دے کر گرفتار کر لیا جائے اور اگر دوستانہ طریق پر بلانا ہے تو جس طرح بادشاہ بلاتے تھے احترام شان و شوکت سے اسی طرح پر بلایا جائے۔ اس انگریز افسر نے کہا کہ ہم دوستانہ طریق پر بلانا چاہتے ہیں اور اس نے بڑی شان و شوکت سے استقبال وغیرہ کا انتظام کیا' مجتہد گئے ملاقات ہوئی' اس انگریز نے اول یہ سوال کیا کہ آپ کے نزدیک یہاں جہاد کا کیا حکم ہے' کہا کہ ہمارے یہاں جہاد کے لیے امام کا ہونا شرط ہے اور امام اس وقت ہے نہیں اس لیے یہ سوال سنیوں سے کیجئے اس نے دریافت کیا کہ اگر امام ہو تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ امام مہدی علیہ السلام سے اس طرف کوئی امام نہ ہو گا۔ سو جب مہدی علیہ السلام ہوں گے تو ان کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہوں گے اور دونوں حضرات مشورہ کر کے جو فیصلہ کر دیں گے اس سے نہ تمہیں انکار ہو گا نہ ہم کو وہ انگریز دم بخود رہ گیا پھر کوئی سوال نہیں کیا' کیا مقصود اس نے اپنا حاصل کر ہی لیا تھا کہ ان کے یہاں جہاد نہیں۔

۱۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

بدعات اور القاب و آداب کی کثرت

(ملفوظ ۲۸۱) فرمایا کہ رنگون سے ایک خط آیا ہے کہ ایک مولوی ہے بدعتی' اس نے ایک شجرہ چھپوایا ہے وہاں پر پیری مریدی کا جال پھیلا رہا ہے۔ اس شجرہ میں یہ گڑ بڑ کی ہے کہ بزرگوں کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے وہ شجرہ چھپ چکا ہے جس میں مقصود تو صلوٰۃ علی المشائخ ہے مگر الزام سے بچنے کے لیے علی محمد کا اضافہ کردیا' ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں اور یہ تنقیص نہیں خط میں لکھا ہے کہ اس کے ہی گروہ کے لوگ اس سے بدعقیدہ ہوگئے۔ اب وہ لوگ تھانہ بھون سے استفتاء کرنے والے ہیں ان اہل باطل کو رات دن یہ فکر ہے کہ اہل حق کے خلاف ایجادیں کیا کریں۔ جون پور ایک مولوی صاحب تھے انہوں نے دسویں قائم کی تھی جو ہر مہینہ کی دسویں تاریخ کو ہوا کرتی تھی کسی نے پوچھا کہ گیارہویں تو ہے ہی اب یہ کیا ہے کہا کہ رافضیوں کے یہاں دسویں ہوتی ہے اس میں سنی شریک ہوتے ہیں ان کو روکنے کے واسطے اپنے یہاں یہ دسویں ایجاد کی ہے۔ ایک شخص نے خوب جواب دیا' لوگ ہندوؤں کی ہولی دیوالی میں شریک ہوتے ہیں تو آپ ہولی دیوالی بھی کیا کریں تاکہ مسلمان وہاں جانے سے رُک جائیں' فرمایا کہ حضرت حب مال و حب جاہ سب خرابیوں کی جڑ ہے اور اہل باطل حب جاہ اور مال کے دلدادہ ہیں اس کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی شہرت کی غرض سے القاب عجیب و غریب تجویز کیے جاتے ہیں' کوئی طوطی ہند بنتا ہے کوئی بلبل ہند' کوئی شیر پنجاب' اللہ نے آدمی بنایا اور یہ جانور بنتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے چند روز میں خر ہند اور اسپ ہند فیل ہند بھی بنیں گے۔ یہ نہیں معلوم کہ اس جاہ پرستی میں سوا ان خرافات کے کیا رکھا ہے' اللہ کے نزدیک اگر مؤمن لقب ہو جائے تو اس کے سامنے سب گرد ہے اور ہیچ ہے اور صاحب جس کو یہ خبر نہ ہو کہ میں اللہ کے نزدیک مؤمن ہوں یا غیر مؤمن تو وہ کچھ بھی بن جائے کچھ بھی نہیں۔ دوسرے یہ الفاظ اکثر عوام کی طرف سے عطا ہوتے ہیں جو کمالات کی حقیقت بھی نہیں جانتے

تو محض واہیات ہوئے۔ ہاں اگر چند طالب علم مل کر کسی کو طالب علم کہہ دیں یہ ہے مسرت کی چیز اس لیے کہ وہ اس لقب کی حقیقت سمجھتے ہیں باقی دوسروں کے کہنے پر کیا مسرت وہ کیا جانیں۔ طالب علم کسے کہتے ہیں؟ ایک حکایت ہے کہ ایک نائی بادشاہ کا خط بنایا کرتا تھا' ایک بار غیر حاضر ہو گیا' معتوب ہوا اس نے خادم خاص سے مل کر یہ کیا کہ جس وقت بادشاہ کو نیند آ گئی وہ آیا اور سوتے ہوئے بادشاہ کا خط بنا گیا' کس قدر سبک دست تھا' بادشاہ کی آنکھ کھلی اور جب بادشاہ نے شیشہ دیکھا خط بنا ہوا تھا' بے حد خوش ہوا اور استاد ہونے کا خطاب دیا۔ چند عورتیں برادری کی جمع ہو کر اس نائی کی بیوی کو مبارکباد دینے گئیں کہ تیرے خاوند کو استاد کا خطاب ملا' اس عورت نے پوچھا کہ کس نے خطاب دیا' کہا کہ بادشاہ نے' اس نے کہا کہ کوئی خوشی کی بات نہیں اور نہ مبارک باد کی' اس لیے کہ بادشاہ اس فن سے ناواقف ہے وہ کیا جانے اس فن کو اگر چار بھائی نائی مل کر خطاب دیں تو وہ ہے مسرت کی بات اس لیے کہ وہ اس فن سے واقف ہیں۔ واقعی نہایت ہی کام کی حکایت ہے۔ اسی طرح اگر چند طلبہ مل کر کسی کو طالب علم کہہ دیں تو وہ ہے مسرت کی بات ورنہ کچھ بھی نہیں۔ گو اس مسرت کے بعد کی اب بھی خبر نہیں کہ آخرت میں کیا خطاب تجویز ہوا ہے اس لیے وہ بھی کوئی زیادہ خوشی کی بات نہیں مگر خیر اگر ایسی ہی جہالت کی خوشی ہے تو اہل کے لقب سے خوشی ہونا چاہیے نہ کہ عوام کے القاب دینے پر خوش ہونا' انہیں کیا خبر۔

اتباع سنت کا دعویٰ بہت مشکل ہے

(ملفوظ ۲۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب دعویٰ آسان ہیں اور خلاف واقع چل بھی جاتے ہیں مگر اتباع سنت کا غیر واقعی دعویٰ بہت مشکل ہے یہ نہیں چلتا۔

مرزا مظہر جان جاناں کی لطافت

(ملفوظ ۲۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب نہایت ہی لطیف المزاج اور بہت ہی نازک طبع تھے۔ آپ کے ایک مرید تھے جو سال بھر میں دو مرتبہ آتے تھے' دو چار روز رہ کر چلے جاتے تھے۔ ایک روز ان مرید صاحب نے عرض کیا کہ حضرت

اتنے دنوں سے آتا ہوں اس تمنا میں کہ حضرت کوئی فرمائش کریں' میرا جی چاہتا ہے فرمایا کہ بھائی محبت سے آتے ہو جی خوش ہو جاتا ہے۔ یہ فرمائش سے بڑھ کر ہے۔ عرض کیا کہ حضرت میری خوشی یہی ہے' فرمایا کہ فرمائش کروں' عرض کیا کہ ضرور' فرمایا کہ تم سال بھر میں دو مرتبہ آتے ہو' ایک مرتبہ آیا کرو تو بہتر ہے کیونکہ تم کھاتے بہت ہو اس کے تصور سے میرے معدہ میں ثقل ہو جاتا ہے اور مسہل لینا پڑتا ہے' سال بھر میں دو مسہل مشکل ہیں اگر ایک مرتبہ آؤ گے تو ایک ہی مسہل لینا پڑے گا۔

آج کل کا رسمی ادب اور رسمی تعظیم

(ملفوظ ۲۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس کا تو اکثر لوگوں کو خیال ہی نہیں کہ ہماری وجہ سے دوسرے کو اذیت نہ ہو' تکلیف نہ پہنچے' البتہ رسمی ادب رسمی تعظیم یہ سب کچھ ہے بعض لوگ ادب کی وجہ سے پشت کی جانب آ کر بیٹھ جاتے ہیں جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ قلب پر ایک بار ہوتا ہے۔ ایک صاحب آئے اور میری پشت کی جانب بیٹھ گئے' میں اس وقت کچھ پڑھ رہا تھا اس قدر قلب پر گرانی ہوئی کہ پورا کرنا مشکل ہو گیا۔ آخر میں نے یہ کیا میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر ان کی پشت کی طرف جا بیٹھا' اب وہ کسمائے اور اُٹھنا چاہا' میں نے ڈانٹ کر کہا کہ خبردار جو یہاں سے جنبش کی' بیچارہ بیٹھا رہا' میں نے کہا کہ کچھ پتہ چلا کہ پشت پر بیٹھنے سے کیسی تکلیف ہوتی ہے' کہا ہاں میں تو آپ کو بزرگ سمجھ کر ادب کی وجہ سے پیچھے بیٹھ گیا تھا' میں نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آپ کو عاصی گنہگار' فاسق' فاجر سمجھتا ہوں' توبہ کی کہ اب کبھی پشت کی جانب نہ بیٹھوں گا' ان بدتمیزوں کے دماغ اسی طرح سیدھے ہوتے ہیں۔

ڈھاکہ بلکہ کل بنگال میں ملاقات کے وقت پیر پکڑنے کی رسم ہے۔ جب میں ڈھاکہ گیا یہی برتاؤ میرے ساتھ کیا' میں نے منع کیا مگر مانا نہیں' پھر میں نے اس کا یہ علاج کیا کہ جو میرے پیر پکڑتا میں اس کے پیر پکڑ لیتا۔ حیدرآباد دکن میں بھی ایسی رسمی تہذیب بہت زیادہ ہے جب وہاں گیا' خیال ہوا کہ جب میں ایسے تصنعات نہ برتوں گا تو بدتہذیب سمجھا جاؤں گا' اس لیے میں نے اعلان کر دیا کہ ہر جگہ کی تہذیب جدا ہے' میں یہاں کی

تہذیب پر عمل نہ کروں گا بلکہ تھانہ بھون کی تہذیب پر عمل کروں گا' تو میں نے سادگی کو تہذیب کی فرد بنادی۔ حیدرآباد ہی کا واقعہ ہے ایک جج آئے میرے قدم چومنا چاہتے تھے صورت یہ تھی کہ میں چلنے کی تیاری کررہا تھا اور ایک چارپائی پر پیر لٹکائے ہوئے اسباب بندھوا رہا تھا وہ پیروں کی طرف بڑھے' میں نے کہا کہ ذرا ٹھہریئے میں آرام سے بیٹھ جاؤں' وہ رُک گئے' میں نے پیر سمیٹ کر پلنگ پر رکھ لیے اور قدموں کو ران کے نیچے چھپا لیے اور کہا کہ اب اجازت ہے آپ جو چاہیں کریں رہ گئے' اپنا سامنہ لے کر وہاں پر پیر تو اچھی خاصی پرستش کراتے ہیں حقائق تو ان جاہل پیروں کی وجہ سے بالکل ہی مستور ہو گئے' بس رسوم رسوم رہ گئے ہیں انہیں رسوم کو مٹانا چاہتا ہوں' اسی پر لوگوں سے آئے دن لڑائی رہتی ہے۔

حضرت شیخ الہند کی بے نفسی

(ملفوظ ۲۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی عجیب شان تھی کوئی ان کی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔ مولوی محمود صاحب رام پوری نے مجھ سے حضرت مولانا محمود صاحبؒ کی ایک حکایت بیان کی مجھ کو تو حیرت ہوگئی اور لوگ تو اپنا احترام اپنی خدمت اپنی پرستش چاہتے ہیں اور ان حضرات کی یہ حالت تھی کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی کا انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اور میرے ساتھ ایک ہندو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں دیوبند آئے' دیوبند پہنچ کر اس ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں ٹھہرو گے' میں نے کہا کہ میں مولانا کے یہاں قیام کروں گا' وہ ہندو بولا کہ جی میں روٹی تو اپنے اقارب میں کھالوں گا' باقی سونے کے واسطے اگر کوئی چھوٹی سی چارپائی مجھ کو بھی مل جائے تو وہاں ہی ٹھہر جاؤں گا' میں نے کہا کہ مل جائے گی تو روٹی کھا کر آجانا ایسا ہی ہوا میں نے حضرت مولانا کی بیٹھک میں ایک چارپائی اس کے لیے الگ بچھادی' ایک چارپائی پر لیٹ گیا وہ ہندو تو پڑتے ہی سو گیا اور میں جاگ رہا تھا کہ حضرت مولانا دبے پیروں زنانہ مکان سے تشریف لائے اور اس ہندو کی چارپائی کی پٹی پر بیٹھ کر اس کے پیر دبانے لگے' میں ایک دم چارپائی سے کھڑا ہو گیا اور جا کر عرض کیا کہ حضرت چھوڑ دیں میں دبا دوں گا' فرمایا کہ یہ تمہارا حق نہیں میرا مہمان ہے' یہ خدمت میرے ذمہ ہے

میں نے اصرار کیا اس پر فرمایا کہ جاؤ تم کون ہوتے ہو گز بدمت کرو بیچارے کی آنکھ کھل جائے گی' تکلیف ہوگی' بس وہ ہندو تو پڑا ہوا خرخر کر رہا تھا اور مزاحاً فرمایا کہ ان کا مقدر تھا اور مولانا پاؤں دبا رہے تھے اب مدعی تو بے نفسی کے بہت ہیں مگر ذرا عمل کر کے تو دکھائیں تب حقیقت معلوم ہو۔ ایک مرتبہ اسٹیشن مرادآباد پر حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کا اور میرا اجتماع ہوگیا۔ سیوہارہ کے بھی کچھ حضرات تھے' انہوں نے مجھے اور حضرت مولانا کو سیوہارہ اتارنا چاہا' میں نے اضمحلال طبع کا عذر کیا اور حضرت مولانا نے قبول فرمالیا' لوگوں نے میرے عذر پر کہا ہم وعظ کی درخواست نہ کریں گے جس سے اضمحلال میں تکلیف ہو' میں نے کہا کہ بدون وعظ کہے تو مجھ کو کسی کی روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے۔ مولانا بے ساختہ کیا فرماتے ہیں کہ ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ بلا کام کیے کھا لیتے ہیں میں اس وقت بہت شرمندہ ہوا اور کسی معذرت پیش کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی مگر مولانا بشاش تھے۔

جوتا روشن دماغ ہے

(ملفوظ ۲۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جوتا روشن دماغ ہے اس سے بڑی جلدی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جوتے پر ایک حکایت یاد آ گئی مولانا شیخ محمد صاحبؒ کے ایک خلیفہ تھے۔ مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری پڑوسی ان کو ستایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے مکان کے سامنے ایک چوک ہے مشترک اس میں چند مفسدین نے جمع ہو کر ناچ کی تجویز کی اور شامیانہ وغیرہ سب سامان مہیا کیا۔ ایک طوائف نے آ کر ناچنا شروع کیا' مولوی صاحب کا راستہ مسجد جانے کا وہی تھا' نماز کو جاتے ہوئے تو مولوی صاحب نے بمشکل ضبط کر لیا مگر واپسی میں جب تحمل نہ ہو سکا جوتا ہاتھ میں لے کر اور تمام مجمع کے اندر گھس کر اس عورت کے سر پر بجانا شروع کیا مگر کوئی کچھ بولا نہیں اس لیے کہ بزرگوں کی ہیبت خداداد ہوتی ہے مگر ظاہر ہے کہ اس مارنے کی کوئی وجہ قانونی تو تھی ہی نہیں۔ نیز فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ علماء کا کام زبان سے روکنے کا ہے اور حکام کا کام ہاتھ سے روکنے کا تو اس بناء پر مفسدین بے حد برہم ہوئے اور اس عورت کو بہت زیادہ اشتعال دیا کہ تو دعویٰ کر ہم سب شہادت دیں گے ہم روپیہ صرف کریں گے۔

اس عورت نے کہا کہ روپیہ تو خود میرے پاس بہت ہے اور تم شہادت کو تیار ہو مگر مجھ کو ایک خیال دعویٰ سے مانع ہے وہ یہ کہ میں سوچتی ہوں کہ اس شخص کے اندر اگر دنیا کا ذرا بھی نام ونشان ہوتا تو مجھ پر اس کا ہاتھ ہرگز نہ اٹھتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ والا ہے سو اس کا مقابلہ حق تعالیٰ کا مقابلہ ہے میری اتنی ہمت نہیں۔ دیکھئے یہ ایک بازاری عورت کا بیان ہے پھر یہاں تک یہ اثر بڑھا کہ وہ عورت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں تائب ہوتی ہوں کسی بھلے آدمی سے میرا نکاح کردیا جائے۔ واقعی ان حضرات کی تو جوتیوں میں بھی برکت ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا فرمانا کہ جوتا روشن دماغ ہوتا ہے بالکل صحیح ہے غیر محصن زانی کے متعلق حکم ہے کہ سو درے لگاؤ اس سے دماغ درست ہوجاتا ہے اور اسی حکم کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کے معاملہ میں رحم نہ ہونا چاہیئے مؤمنین کو اور اس عدم ترحم کو شرط ایمان فرمایا:

ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ تو طلباء کو پیٹتے وقت بڑی ہی ظرافت سے کام لیا کرتے تھے' پٹنے والا کہتا کہ حضرت اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے معاف کردو' فرماتے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے حکم دیا ہے کہ ایسے شریروں کی خوب ڈنڈوں سے خبر لو میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطے مارتا ہوں اور حضرت مولانا نے ایک بار فرمایا کہ یہ بھی سنت اللہ ہی ہے کہ ایک کرے سب کو پیٹو۔ چنانچہ قحط وباء عام ہوتا ہے اور واقع میں کرنے والے بھی سب ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً قدرت ہوتے ہوئے نہ روکنا و مثل ذلک مگر ظاہر کے اعتبار سے یہ فرمادیا کہ ایک کرے اور سب کو سزا ہو پھر اس کی ظاہری تائید میں مولانا نے ایک حکایت فرمائی کہ عالمگیر کے زمانہ میں روزانہ بازار والوں میں اور فوج والوں میں لڑائی ہوا کرتی' مقدمہ ہوتا' زیادہ تر فوج والوں ہی کو سزا ہوتی' جیل خانہ پُر ہوگیا' بادشاہ کو اطلاع ملی کہ یہ صورت ہے اور روزانہ ایسا ہونے لگا ہے' حکم دیا کہ اب کے جو ایسا معاملہ پیش آئے ہمارے پاس بھیج دو' چنانچہ اگلے ہی روز ایک معاملہ پیش آیا' عالمگیر کے یہاں بھیج دیا گیا' عالمگیر نے فوجیوں کے ساتھ آس پاس جو بازار والے تھے ان کو بھی سزا دی' بس پھر کوئی مقدمہ نہ آیا اس کی وجہ عالمگیر نے یہ فرمائی کہ پہلے بازار والے تماشا دیکھتے تھے نہ چھوڑاتے تھے نہ منع

کرتے تھے ایک مشغلہ بنالیا تھا۔ اب جہاں باہم تیزی سے گفتگو ہوئی تمام بازار والے منع کرنے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ ایسا مت کرو ہم سب پھنسیں گے۔ بس سمجھا دیتے ہیں لڑائی نہیں ہونے پاتی اور یہ تو معمولی جزئی انتظامات ہیں باقی مکمل اور کلی انتظام خلفاء اور فقہاء نے کرکے دکھلا دیا جس کو مخالفین بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ حنفی فقہ میں ایک خاص امتیازی شان ہے کہ اگر بڑی سے بڑی سلطنت کا انتظام اس کے موافق کیا جائے تو کہیں اس کا کوئی کام نہیں رُک سکتا بلکہ بہت اچھی طرح سلطنت چل سکتی ہے۔ ایک حاکم انگریز نے اپنے مسلمان سرشتہ دار سے کہا کہ ہماری ایک بڑی جماعت منتظمین کی ڈیڑھ سو برس میں وہ انتظام نہیں کرسکی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیرہ چودہ برس میں کردیا۔ اس پر اس سرشتہ دار نے کہا کہ اب تو مانو گے کہ ان کے ساتھ تائید غیبی تھی اس نے کہا تائید غیبی کیا ہوتی ہے ان کو عقل بہت بڑی دی گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ عقل کے اسی درجہ کا نام تائید غیبی ہے۔ دیکھئے یہ شہادت ہے مخالفین کی اور یہ باوقعت اس لیے ہے کہ جاننے والے کی شہادت ہے اور جاننا وہ چیز ہے کہ ساحران موا سے معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے اور فرعون ایمان نہیں لایا اس لیے کہ وہ سمجھتے تھے کہ سحر کی حقیقت کیا ہے اور اس سے آگے قوت بشریہ کام نہیں دے سکتی۔ اسی طرح اہل تمدن کا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت معتبر ہے اور لطف یہ ہے کہ ان حضرات کو کبھی ایسے امور کا تجربہ بھی نہ ہوا تھا۔ چنانچہ خلافت سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزازہ کا کام کرتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکریاں چرایا کرتے تھے ان میں سلطنت کی اہلیت یکایک ہوگئی جن کے مقابلہ میں ہرقل اور کسریٰ سب ماند تھے۔ یہ سب سردار کونین جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی جس نے ایک دم کایا پلٹ کردی۔

فترۃ الوحی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت

(ملفوظ ۲۸۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں اول وحی کے بعد دوسری وحی کو حضور صلی اللہ علیہ سلم پر مؤخر کردیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر رنج ہوا کہ اشتیاق کی وجہ سے پہاڑی پر چڑھ کر کئی بار جان دینا چاہا جس پر گزرتی ہے وہی خوب جانتا ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرا نے کہ شمشیر بلا برسر خورند
(تیرے پیر میں کانٹا بھی نہیں لگا تو ان حضرات کی حالت کیا جان سکتا ہے جو سر پر تلواریں کھاتے ہیں۔۱۲)

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک پہلو

(ملفوظ ۲۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عجیب حالت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو وقعت اور عظمت ان کے قلوب میں پیدا ہوئی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا یا صحابہؓ کی کرامت اور یہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں لڑائی ہوئی یہ بھی ان کی قوت ایمانیہ کی دلیل تھی یعنی ان کو یہ اطمینان تھا کہ یہ دین حق ہے ایسے اختلافات سے مٹ نہیں سکتا ورنہ اتنی جلدی اختلاف نہ کرتے کیونکہ نئے مشن میں اختلاف کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ اس مشن کو مضرت ہوگی نقصان پہنچ جائے گا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جذبات کا پتہ چلتا ہے سو لوگوں کے نزدیک تو یہ بات عیب کی ہے اور میرے نزدیک کمال کی۔

اپنے سے بڑے پر اعتماد چاہیے

(ملفوظ ۲۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بڑے پر اور جاننے والے پر اعتماد کرنا چاہیے ورنہ کام چل نہیں سکتا۔ چنانچہ میدان میں تمام تر جنرل پر مدار ہوتا ہے اسی طرح ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں ضرورت ہے اتباع کی اور جاننے والے کی البتہ یہ علم ہو جانا ضرور ہے کہ جاننے والا ہے اور ہمارا خیر خواہ ہے بس پھر تو اس کے سامنے یہ حالت ہو جانی چاہیے۔

دلارامے کہ داری دل درو بند　　دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند
(تیرا جو محبوب ہے اسی میں دل لگا باقی تمام عالم کی طرف سے آنکھ بند کر لے۔۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجاہدہ کی ضرورت نہ ہونا

(ملفوظ ۲۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چند نکاح کیے اس سے مقصود مجاہدہ ہوگا میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجاہدہ کی ضرورت نہ تھی کسی امتی کو بھی ضرورت مجاہدہ کی نہیں رہتی نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

اصل چیز بیعت نہیں اتباع ہے

(ملفوظ ۲۹۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیعت میں کیا رکھا ہے اصل چیز تو اتباع ہے اتباع میں بیعت سے بھی زیادہ قوی علاقہ ہو جاتا ہے اور میں تو تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ بعض لوگوں کو بیعت مضر ہوتی ہے اس لیے کہ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ مرید ہو کر بے فکر ہو جاتے ہیں۔

۱۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

سلیقہ خداداد چیز ہے

(ملفوظ ۲۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلیقہ خداداد چیز ہے انگریزی عربی پر موقوف نہیں جس کو خدا تعالیٰ عطا فرما دیں۔

شیروانی میں شیر گرگابی میں گرگ

(ملفوظ ۲۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لباس کا بھی اثر ہوتا ہے اخلاق پر۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ شیروانی میں شیر ہے گرگابی میں گرگ ہے سر سے پاؤں تک درندوں میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ ثقہ لوگوں کو ایسے لباس سے اجتناب ضروری ہے۔

نسب اطہر کے بارے میں سیوطی کی تحقیق

(ملفوظ ۲۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جلال الدین سیوطی نے تو ثابت کیا ہے کہ حضور کے آباء اور اجداد سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی بھی کافر نہ تھا۔ گو وہ روایات ضعیف ہیں اور جمہور علماء کا مذہب اس کے خلاف ہے مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ کسی کی گستاخی یا بدزبانی نہ کرنی چاہیے۔

سادگی عظمت کی دلیل ہے

(ملفوظ ۲۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلاطین کی خوبیوں میں اس سے اس کو تو شمار کیا گیا کہ وہ سادہ لباس پہنتے تھے مگر مؤرخین نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ سو روپیہ گز کا کپڑا پہنتے تھے۔

یہ سادگی علو اور عظمت کی دلیل ہے۔ میں جب کسی کو بنا ٹھنا دیکھتا ہوں تو سمجھ جاتا ہوں کہ نہایت پست خیال شخص ہے اگر بلند ہمت ہوتا تو اس کی اس کو فرصت ہی نہ ملتی جو شخص علوم عالیہ میں مشغول ہوتا ہے اس کا ذہن ہی ان چیزوں تک نہیں پہنچتا اور اہل دین جو مقتداء کہلاتے ہیں ان کو بننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے: (ایں ہمہ زینت زناں باشد) اور دوسرے مصرعہ کی جگہ الی آخرہ فرمادیتے ہیں یہ بھی ایک مزاج ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہرقل اپنی جگہ تھرا رہا ہے اور کسریٰ اپنی جگہ۔ ہرقل کا بھیجا ہوا سفیر مدینہ آتا ہے اور اہل مدینہ سے دریافت کرتا ہے:

گفت کو قصر خلیفہ اے حشم　　تامن اسپ و رخت را آنجا کشم

قوم جواب دیتی ہے:

قوم گفتندش کہ اور اقصر نیست　　مرعمر را قصر جان روشنے است

حضرت ان کی شان اور شوکت بدون بنے ٹھنے ہی ہوتی ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

ہیبت حق است ایں از خلق نیست　　ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اصلاح میں رعایت کرنا نقصان دہ ہے

(ملفوظ ۲۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے تو ملانوں کی بھیڑ سمجھ رکھا ہے اور بعض نے بھیڑیا پاس بھی نہیں آتے مگر ہماری جوتی سے نہیں آتے ہم اپنی طرف سے خدمت کو تیار ہیں اگر ہم پسند آئیں خدمت لو ورنہ جاؤ بلانے کون جاتا ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انبیاء کرام پر تو تبلیغ فرض تھی اس لیے وہ کلفت زیادہ برداشت فرماتے تھے اور اب جبکہ حق سب کو پہنچ گیا' فرض نہیں الا نادرا اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا تحمل انبیاء علیہم السلام کا ضبط انبیاء علیہم السلام کا صبر کون کرسکتا ہے اس لیے خود کسی کو لپٹنے کی ضرورت نہیں البتہ اگر کوئی خود اپنی اصلاح کی درخواست کرے اس کی خدمت ضروری ہے مگر بلا رعایت کیونکہ اگر ایسی رعایتیں کی جائیں تو اصلاح کس طرح ہو جیسے طبیب نبض دیکھ کر سمجھ تو لے کہ بخار ہے مگر رعایت کر کے کہے کہ بخار نہیں بلکہ گرم چیز کھانے سے نبض جلدی جلدی چلنے لگی ہے۔ یہ تاویل ہے تو کیا مریض کو اس طریق سے صحت ہوسکتی ہے یا

مریض کہے کہ بخار نہیں ہے بلکہ دوڑ کر آیا ہوں اس لیے نبض جلدی جلدی چل رہی ہے۔ سو اگر طبیب ایسا کرے تو خیانت ہے اور اگر مریض ایسا کرے تو جہالت ہے۔ شفیق طبیب تو یہی کہے گا کہ جا تو کیا جانے ہم جانتے ہیں جو مرض ہے اسی کے ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ طبیب مریض کو مرض یا علاج کی حقیقت سمجھانا چاہے تو قیامت تک نہیں سمجھا سکتا۔ اس کی صرف ایک ہی واحد صورت ہے کہ طبیب تدابیر بتلائے اور مریض عمل کرے۔

علماء کو ہر سوال کا جواب دینا غلط ہے

(ملفوظ ۲۹۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ طرز بعض علماء کا نہایت ہی ناپسندیدہ ہے کہ ہر سوال کا جواب دینے کو ضروری سمجھتے ہیں جو سوال ضروری اور قابل جواب ہو اس کا جواب دینا چاہیے اور جو اعراض کے قابل ہو اس سے اعراض کرنا چاہیے' علماء کے اس طرز مذکور کا اثر یہ ہوا کہ عوام الناس علماء کو اپنا تابع سمجھنے لگے' میں کہا کرتا ہوں کہ اگر کوئی خر دماغ ہے تو ہم اسپ دماغ گوادروں سے اس کی امید نہیں مگر خیر سب نہ سہی ان میں ایک تو ایسا ہو کہ ان متکبرین کی غلطیوں پر تنبیہ کرے ورنہ قیامت تک بھی ان کو خبر نہ ہو۔ بس لوگ اسی تنبیہ اور روک ٹوک پر گھبراتے ہیں' میں سب کو تو نہیں مگر جو صاحب طریق ہو کہ گھبرائے' اس سے کہتا ہوں کہ بھائی بے سوچے سمجھے اس راہ میں قدم ہی کیوں رکھا تھا' بس یوں چاہتے ہیں کہ ہو تو جائیں سب کچھ اور کرنا کچھ نہ پڑے تو جب یہ حالت ہے تو میدان میں کس بوتے پر آیا تھا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

تو بیک زخمے گریزانی زعشق تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

(تو ایک ہی زخم سے عشق سے بھاگتا ہے لہٰذا تو تو صرف عشق کا نام جانتا ہے اور کچھ نہیں ۱۲)

اور فرماتے ہیں:

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

چوں نداری طاقت سوزن زدن پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

(اگر ہر زخم سے تم کو ناگواری ہو تو بھلا بغیر صیقل کے کس طرح آئینہ بن سکتے ہو۔

جب تم کو ایک سوئی کے چبھنے کا بھی تحمل نہیں ہے تو جسم پر شیر کی صورت گدوانے کا خیال ہی چھوڑ دو (کہ جسم پر شیر کی تصویر بنانے کے لیے تو بہت سی سوئیاں چبھونا ہوں گی)

ارے جب تیرے اندر ایک سوئی کے کوچنے کو بھی برداشت اور قوت اور تحمل نہیں تو اس میدان میں جہاں ہزاروں توپیں اور مشین گنیں اور تلواریں چل رہی ہیں کیوں قدم رکھا تھا جھوٹا ہے تو اور کذاب ہے اپنے کو مرد میدان کہتا ہے اور یہ سب تیری باتیں ہی باتیں ہیں صرف باتوں سے اس میدان میں کام نہیں چل سکتا۔ اسی لیے کہتے ہیں:

قدم باید اندر طریقت نہ دم   کہ اصلے ندارد دمے بے قدم

(راہ سلوک میں عمل کی ضرورت ہے نہ کہ باتیں بنانے کی کہ بغیر عمل کے صرف باتوں کی یہاں کوئی قدر نہیں۔۱۲)

یہ تو وہ راہ ہے کہ بڑوں بڑوں کو چرکہ دیا جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحبؒ آ گئے، دیکھ کر کہنے لگے کہ آہا آج تو مرید صاحب کے اوپر بڑی ہی نوازش ہو رہی ہے، ساتھ کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے باوجودیکہ حضرت مولانا کا بے حد ادب فرماتے تھے مگر اس وقت مصلحت تربیت کے لیے فرمایا کہ ہاں ہے تو میری عنایت کہ میں اس طرح ساتھ بٹھلا کر کھلا رہا ہوں ورنہ مجھ کو تو یہ حق ہے اور ان کی حیثیت ہے کہ میں روٹی ان کے ہاتھ پر رکھ کر کہتا کہ وہاں بیٹھ کر کھاؤ اور اس ارشاد کے ساتھ ہی کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ کوئی تغیر تو نہیں ہوا۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ پر ذرہ برابر ناگواری کا اثر نہیں ہوا، کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کو ناگوار تو نہیں ہوا تھا، فرمایا کہ جہاں سے کچھ ملا کرتا ہے یا ملنے کی کچھ امید ہوتی ہے وہاں سے ناگواری نہیں ہوا کرتی۔ مشاہدہ ہے کہ کیمیاگر اگر لنگوٹا بند بھی ہو مگر اس کے پیچھے بڑے بڑے آدمی حقہ اُٹھائے پھرتے ہیں گو وہ کتنا ہی میلا کچیلا سڑا ہوا ہو طالب کی تو یہ شان ہونا چاہیے اور مصلحین کی یہ شان ہونا چاہیے:

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو   دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

میں ناتمام سی نقل اس شان کی کرتا ہوں تو بدنام کیا جاتا ہوں کہ تشدد ہے اور میں تو واللہ

اپنے نفس پر بھی متشدد ہوں اور اپنی فکر میں دوسروں کی اصلاح سے زائد لگا ہوا ہوں بے فکر نہیں ہوں، خدا کے سامنے مجھے بھی کھڑا ہونا ہے اسی لیے میں بھی اپنی حالت کے متعلق سوچتا رہتا ہوں اور فکر کرتا رہتا ہوں بے فکر نہیں ہوں سو جو شخص اپنی اصلاح کی فکر میں ہو وہ دوسروں کی اصلاح کے معاملہ میں کیا خوشامد کرے گا یا چاپلوسی کرے گا ہرگز نہیں اور میں تو کسی کو کوئی مشکل کام بھی نہیں بتلاتا مگر اس کا کیا علاج کہ وہ اتباع ہی کو مشکل سمجھتے ہوں۔ سو وہ مشکل دوسرے کا اتباع ہے کیونکہ اس میں نفس کے خلاف کرنا پڑتا ہے اور عوام اس میں غلطی کریں تو کریں حیرت تو یہ ہے کہ علماء بھی غلطی کرتے ہیں اور یہاں تو عوام زیادہ نہیں آتے اکثر علماء ہی آتے ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ان میں بھی اکثر اصلاح سے بے فکر وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں آ کر غلطیوں پر تنبیہ ہوتا ہے تب آنکھیں کھلتی ہیں دوسری جگہ کہیں روک ٹوک نہیں ہوتی نہ تنبیہ کیا جاتا ہے اس لیے وہ بجائے فکر کے برعکس مجھ کو متشدد سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو حساب خود لگا کر آئے ہیں میں اس میں ان کی موافقت کروں جیسے ایک بہرہ نے اپنے دوست کی عیادت میں حساب لگایا تھا۔ قصہ یہ ہے کہ ایک بہرہ شخص کسی دوست کی عیادت کو گیا اور چونکہ سنتا کم تھا۔ اُدھر بیمار کی آواز ضعیف ہوتی ہے اس لیے ذہن میں حساب لگالیا کہ میں یہ پوچھوں گا وہ یہ جواب دے گا پھر میں یوں کہوں گا چنانچہ جا کر پوچھا کہ کیا حال ہے۔ مریض نے کہا کہ مر رہا ہوں وہ کہتا ہے الحمد للہ پھر پوچھا کہ غذا کیا ہے کہا کہ زہر ہے کہا کہ خدا کرے ہضم ہو جان کو لگے بڑے خوش ہوئے کہ ہم نے عیادت کی۔ اسی طرح یہ لوگ دو چار تسبیح و نوافل پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑی عیادت کی اور اصلاح ہوگئی، اس طرح حساب لگا کر آتے ہیں جس طرح اس بہرہ شخص نے حساب لگالیا تھا اور میں اس حالت میں بھی آنے والوں کی حرکات پر صبر کرسکتا ہوں مگر اس صبر سے ان کا کیا بھلا ہوگا، دوسرے صبر دشمن سے تو ہوسکتا ہے دوست سے نہیں ہوسکتا۔ ایک شخص ہے کہ وہ دعویٰ کرتا ہے:

انا محب انا مُخلص انا عاشق انا كذا انا كذا

تو اس کی مخالفت کیسے گوارا ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار نے پتھر برسائے، کچھ پروا ہی نہیں کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ذرا کوئی بات ہوتی تھی فوراً تغیر ہو جاتا تھا۔ حضرت

اسامہ ابن زید صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت فاطمہ نامی کو چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کا حکم دیا تو حضرت اسامہ نے سفارش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم برہم ہوگئے اور فرمایا کہ حدود کے باب میں سفارش کرتے ہو واللہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی اس پر بھی حد جاری کرتا۔ سو دیکھئے اسامہ پر آپؐ برہم ہوئے۔ صاحبو! جو بات برہمی کی ہوگی اس میں برہمی تو ہوہی گی جیسے کوئی کسی کے سوئی چبھودے تو اس کی سوزش اور جلن تو ہوہی گی اور اس سوزش میں وہ شکایت بھی کرے ہی گا اور یہ شکایت اور برہمی دوسروں کی نافع بھی ہوگی۔ اگر اس جگہ رعایت کرے تو سخت مضرت ہے جیسے آپریشن کی جگہ اگر مرہم رکھ دے تو ظاہر ہے اندر ہی اندر مادہ بڑھ کر سڑ جائے گا اور سبب ہلاکت کا ہوگا۔ پھر اگر رعایت سے دوسرا شخص بھی رعایت کرے تو اس کا بھی مضائقہ نہیں۔ مگر یہ بات بھی لوگوں میں نہیں رہی کہ جو ہماری رعایت کرے ہم اس کی رعایت کریں ذلیل کر کے اور تابع بنا کر خدمت لینا چاہتے ہیں سو اس میں طریق کی ذلت ہے گو ہم کوئی چیز نہیں۔

بدفہموں کی ناخوشی سے خوشی

(ملفوظ ۲۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے لوگ جو مجھ سے ناخوش ہوجاتے ہیں میں تو خوش ہوتا ہوں کہ بدفہموں سے نجات ملی امام کے پیچھے جس قدر مقتدی کم ہوں راحت ہی ہے کیونکہ اگر نماز میں کوئی خرابی آجائے تو تھوڑوں ہی کو اطلاع دینی پڑے گی۔ یہاں کا تو یہ طرز ہے کہ نہ بیعت کا جھگڑا اس لیے کہ آج کل اکثر یہ مشغلہ دکانداروں کا اور رسمی پیروں کا رہ گیا ہے ان کے یہاں اس کا تو اہتمام ہی نہیں کہ اصلاح ہو روک ٹوک ہو بس شب و روز مجمع بڑھانے کی فکر اور نہ یہاں وہ مشغلہ جیسے اکثر درباروں میں ہوتا ہے۔ مثلاً یہاں پر نہ دیرہ دون کی چائے کا ذکر نہ سہارن پور کے گنوں کا ذکر نہ شملہ کی ناشپاتیوں کا ذکر الحمدللہ صرف مشاغل دینیہ ہی کا شغل ہے۔

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم   الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

مشائخ کے درباروں کی طرح ایسی چیزوں کا ذکر ہی نہیں۔ حضرت میں تو نہ چائے پیوں نہ پلاؤں نہ چاول کھاؤں نہ کھلاؤں یہاں تو روکھا سوکھا معاملہ ہے اگر پسند ہوں آئیں ورنہ اپنے گھر بیٹھیں بلانے کون جاتا ہے۔

نہ دھوکہ دینا نہ دھوکہ کھانا

(ملفوظ ۲۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس شخص میں دو صفتیں ہوں گی' دین اور عقل کی وہ ہمیشہ غالب رہے گا' ایک بار ہرقل کے دربار میں سفیر اسلام آباد آیا اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات دریافت کیے تو ان سفیر اسلام کا جواب سنئے' فرماتے ہیں کہ ہمارے امیر المؤمنین کا مختصر حال یہ ہے کہ لا یخدع و لا یخدع ہرقل ان جملوں کو سن کر ششدر اور حیران رہ گیا اور دربار عام میں یہ بات کہی کہ ان خلیفہ وقت میں یہ دو صفتیں ہیں کہ نہ کسی کو دھوکہ دیتے ہیں جو دلیل ہے ان کے دین کی نہ کسی کے دھوکہ میں آتے ہیں جو دلیل ہے ان کی عقل کی سو جس میں یہ دو باتیں جمع ہوں گی' ساری دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

دینداری عقل کو جلا بخشتی ہے

(ملفوظ ۳۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انبیاء ایسے کامل العقل اور کامل الدین بھیجے گئے کہ ارسطو افلاطون جالینوس بھی ان کے سامنے گردن جھکا کر بیٹھ جائیں۔ اگر مسلمانوں میں تدین راسخ ہو جائے تو ان کی عقل کو جلاء ہو اور پھر تمام پر یہی غالب ہو جائیں مگر اس کی طرف تو آتے ہی نہیں ایک نیا دین تراش رکھا ہے۔ چنانچہ انگریزی داں ایک عالم سے کہنے لگے کہ ہمارا اسلام ٹھیٹ اسلام ہے۔ مولوی صاحب نے خوب جواب دیا کہ ٹھیٹ نہیں ٹینٹ اسلام ہے۔

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنج شنبہ

نااہل کے سامنے علمی تقریر فضول ہے

(ملفوظ ۳۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب سکول کے مدرس یہاں آئے اور کہنے لگے کہ تقدیر کے مسئلہ پر مجھ کو کچھ شکوک ہیں' میں نے کہا کہ اس کے سمجھنے کے لیے تبحر علمی کی ضرورت ہے' کہنے لگے کہ آپ تقریر کر دیں میں سمجھوں یا نہیں شاید سمجھ ہی لوں' میں نے کہا کہ میرا مفت کا دماغ نہیں۔ ہاں ایک صورت ہے کہ آپ کسی درسیات پڑھے ہوئے طالب علم کو بلا لائیے وہ مجھ سے پوچھے میں اس کے سامنے تقریر کروں گا' اس سے آپ کو دو باتوں کا اندازہ ہو جائے گا۔ ایک تو یہ کہ ملانوں کے پاس جواب ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ سمجھ نہیں سکتے اور ایسی

حالت میں طبیعت پھر تقریر کرتے ہوئے الجھتی ہے تقریر کا جوش مخاطب کے جذب پر موقوف ہے جیسے ماں کے دودھ میں جوش ہوتا ہے بچے کی طلب پر ایک اور کام کی بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ طبیب کے مطب میں دو قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں ایک مریض اور ایک شاگرد اگر شاگرد کہے کہ اس نسخہ میں گل بنفشہ کیوں لکھا ہے اس کے سامنے طبیب تقریر کرے گا' سمجھائے گا اس لیے کہ وہ فن کو حاصل کر رہا ہے اس لیے اس کا حق ہے سوال کا اور اگر مریض یہی بات پوچھے' کان پکڑ کر نکال دیا جائے گا اس لیے کہ اس کو حق نہیں' سوال کرنے کا اس کا مطلب صرف معالجہ ہے نہ کہ فن اور معالجہ اس تحقیق پر موقوف نہیں۔ اسی طرح بے علم کو چاہیے کہ وہ حکم معلوم کرے اس کی علت دریافت کرنا ضروری کیا جائز بھی نہیں۔ ہاں طالب علم علت مسئلہ کی اگر سمجھنا چاہے گا تو اس کے سامنے تقریر کی جائے گی وہ بھی خاص قیود سے نہ کہ ہر حالت میں چنانچہ بعض طالب علم مجھ سے پوچھتے ہیں کہ فلاں مسئلہ کی تحقیق کیا ہے میں لکھ دیتا ہوں کہ استاد سے پوچھو وہ لکھتے ہیں' پوچھا تھا تسلی نہیں ہوئی' میں لکھتا ہوں کہ ان کی تقریر لکھواور جو تم اس سے سمجھے ہو وہ لکھو پھر اس میں جو شبہ ہو وہ لکھو اگر وہ تقریر اس شبہ کے رفع کے لیے کافی نہ ہوگی پھر میں تقریر کا ذمہ دار ہوں' انشاء اللہ بتاؤں گا میں اس قدر سستا نہیں ہوں کہ مجھ کو ہر وقت مشغلہ بنا لیا جائے۔

ایک غیر مقلد کی درخواست بیعت

(ملفوظ ۳۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد کا خط آیا تھا' لکھا تھا کہ مجھ کو بیعت کر لو اور کچھ ذکر و شغل کی تعلیم کر دو' میں نے محض فہم کا اندازہ کرنے کیلئے لکھا کہ تم آئمہ کی تو تقلید نہیں کرتے مگر یہ بتلاؤ کہ اس میں میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں؟ لکھا کہ بہت سوچا کوئی جواب بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اشکال یہ ہوا کہ اگر تقلید نہ کرتے تو بدون اتباع کے اصلاح کیسے ہوگی اور اگر کرتے ہیں تو غیر مقلدی کے خلاف ہے' میں نے کہا کہ بندہ خدا مجھ ہی سے جواب پوچھ لیتا' میں ہی جواب سکھلا کر اپنے کو لا جواب کر لیتا' وہ جواب یہ ہے کہ تقلید کی شق اختیار کرتے اب اس پر آئمہ کی تقلید نہ کرنے کا اشکال پڑتا اس کا جواب یہ لکھتے کہ آئمہ کی تقلید تو احکام میں کرائی جاتی ہے اور تمہاری تقلید احکام میں نہیں ہوگی بلکہ تدابیر اصلاح میں تقلید کروں گا۔ اکثر غیر مقلدین کے اس قسم کے خطوط آتے ہیں میں اول ان سے یہی

سوال کرتا ہوں کہ تقلید کو کیسا سمجھتے ہو بعض لکھتے ہیں کہ ہم جائز سمجھتے ہیں واجب نہیں ایسوں کو بیعت کر لیتا ہوں اور بعض لکھتے ہیں کہ ہم حرام اور شرک سمجھتے ہیں میں ایسوں کو لکھ دیتا ہوں کہ اتباع کا تعلق کرنا ایسے شخص سے کب جائز ہے جو حرام اور شرک میں مبتلا ہو۔

پیر کو لوگ بخشوانے کا ذمہ دار سمجھتے ہیں

(ملفوظ ۳۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب یہاں پر آئے تھے' بیعت ہونے کی درخواست کی' میں نے شرائط بیعت بیان کیے' کہنے لگے کہ مرید کر کے آپ چھوڑ دیں' شرطیں پوری کرنے نہ کرنے کا میں ذمہ دار ہوں' میں نے کہا کہ ایسا چھوڑ دیں جیسے سانڈ کو چھوڑ دیتے ہیں خواہ کسی کے چنے کھائے خواہ چناں کھائے خواہ چنیں کھائے۔ اس پیری مریدی کو آج کل لوگوں نے ایک مشن بنا رکھا ہے جیسے پارٹی بندی ہوتی ہے اور وہ بھی دین کے واسطے نہیں بلکہ دنیا کے واسطے یہ تو عملی فساد ہے پھر اور اس کے متعلق عقیدہ بھی عوام کا خراب کر رکھا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ پیر بخشوا لیتے ہیں چاہے پیر ہی مارے مارے پھریں کہ میری ہی دستگیری کر لو' معلوم بھی ہے کہ جہاں سفارش ہوگی اُدھر سے اشارہ ہوگا کہ سفارش کر دو ورنہ کیا مجال ہے کسی کی اپنی رائے سے سفارش کر سکے۔

ہدیہ پیش کرتے وقت کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے

(ملفوظ ۳۰۴) ایک صاحب کے ہدیہ پیش کرنے کے وقت ان کی ایک خاص غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہدیہ پیش کرتے ہیں اور غرض دنیا کی لے کر آتے ہیں ہم کو تو غیرت آتی ہے کہ ہم کو ہدیہ دے کر کوئی دنیا کی خدمت ہم سے لے بلکہ اگر دین کی بھی خدمت لے وہ بھی شان ہدیہ کے خلاف ہے ہدیہ تو بالکل خالص محبت کی بناء پر ہونا چاہیے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا

سود ینے والے کو تو یہ حکم ہے کہ اور لینے والے کو حکم ہے: "کافئوہ"

(یعنی بدلہ دو مکافات کرو ۱۲) سود ینے والے کو تو منع کیا گیا ہے مکافات طلب کرنے سے اور لینے والے کو حکم ہے کہ مکافات کرو اور بزرگوں نے تو ہدیہ میں سنت کے موافق

یہاں تک احتیاط کی ہے کہ اگر انتظار کے بعد کوئی چیز آئے اس سے بھی انکار کر دیا ہے کہ خلاف سنت ہے محبت تو یہ ہے کہ انتظار کی بھی تکلیف نہ دے اس لیے کہ اگر انتظار ہوگا تو تکلیف ضرور ہوگی یہ ہیں بعض آداب ہدیہ کے جس کی کوئی دینے والا رعایت نہیں کرتا مگر ان کا بھی قصور نہیں آج کل رسمی مشائخ نے اسی قسم کے ڈھونگ بنا رکھے ہیں اور بتا بھی رکھے ہیں جس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر نہ دیا ناراض ہوں گے کہ اب کی مرتبہ اس نے کچھ نہیں دیا بڑا نامعقول ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس انتظار میں بھی تفصیل ہے اگر انتظار ایسا ہے کہ اگر چیز نہ ملی کلفت ہوئی شکایت ہوئی۔ یہ انتظار تو اشراف ہے اور اس حالت میں لینا خلاف سنت ہے اور اگر تکلیف نہ ہو تو محض خیال اور احتمال ہے اور وسوسہ کا درجہ ہے ایسے وقت میں لے لینا جائز ہے یہ اشراف نہیں ہے۔

اپنے مشائخ کی طرف کھینچنا بے غیرتی ہے

(ملفوظ ۳۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کو اپنے اپنے مشائخ کی طرف کھینچ تان کر لانے میں اور ترغیب دینے میں اگر دوسرے بزرگوں کی تنقیص کی جائے تو یہ گناہ ہے ورنہ گناہ نہیں گو بے غیرتی ہے۔

دین و دنیا کی عزت اتباع سنت میں ہے

(ملفوظ ۳۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے دین و دنیا دونوں کی عزت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع ہی میں ہے باقی اس کے علاوہ سب اسباب ذلت کے ہیں۔

دین و دنیا کی رونق غرباء سے ہے

(ملفوظ ۳۰۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین کی بھی رونق اور دنیا کی بھی رونق غرباء ہی سے ہے۔ امراء تو ہمیشہ بے رونقی کے سبب بنے ہیں۔

زکوٰۃ کی برکات

(ملفوظ ۳۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زکوٰۃ ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اگر انتظام

سے خرچ کی جائے اور سب لوگ دیا کریں تو غریب مسلمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

عشر اور خراج کے مصرف میں فرق

(ملفوظ ۳۰۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خراج کا روپیہ رفاہ عام میں صرف ہوسکتا ہے مگر عشر کا یہ مصرف نہیں وہ زکوٰۃ کے مصرف میں صرف ہوسکتا ہے۔

دوسروں کی رعایت اسلام کا اولین سبق ہے

(ملفوظ ۳۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسری قوموں کا جہاں تک صدیوں کے بعد ذہن پہنچ رہا ہے وہ اسلام کا بالکل اول سبق ہے۔ چنانچہ حقوق کے متعلق ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ان کے ساتھ ایک شخص سفر میں چلے آپس میں یہ طے ہوا کہ ایک امیر ہو ایک مامور۔ اس شخص کو یہ خیال ہوا کہ میں بزرگ صاحب کے سامنے کیسے امیر بن سکتا ہوں' لہٰذا عرض کیا کہ آپ ہی امیر ہیں' بزرگ نے قبول فرمالیا' ایک مقام پر پہنچ کر خیمہ گاڑنے کی ضرورت ہوئی۔ بزرگ صاحب نے اپنے ہاتھ سے خیمہ لگانا شروع کیا۔ یہ شخص بولا کہ حضرت میں اس کام کو انجام دوں گا' فرمایا کہ جو میں حکم دوں اس کا اتباع کرو اس لیے کہ میں امیر ہوں لہٰذا میں حکم کرتا ہوں کہ تم ہاتھ مت لگاؤ' میں خود خیمہ نصب کروں گا۔ اب تو یہ شخص بہت پچھتایا کہ بڑی غلطی ہوئی' میں ہی امیر ہو جاتا تا کہ ان بزرگ صاحب کی خدمت کرنا تو نصیب ہوتی۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے صحابہ ساتھ تھے' کھانا پکانے کا انتظام کیا گیا' سب کام صحابہ نے آپس میں تقسیم کر لیے' یہ کسی کو یاد نہ رہا کہ لکڑیاں بھی جنگل سے آئیں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تشریف لے گئے اور گٹھ لکڑیوں کا لے کر تشریف لائے' تب صحابہؓ کو معلوم ہوا کہ یہ کام کسی کو یاد نہ رہا تو یہ رعایت اسلام کا اول سبق ہے جس پر آج دوسری قومیں نازاں ہیں۔

تحریکات میں مدنی بنو یا مکی رہو

(ملفوظ ۳۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ میں بڑا ہی ہڑبونگ لوگوں نے مچایا' باوجود اس کے کہ باب فتن حدیث شریف میں موجود ہے اور تمام احکام بالتصریح مذکور ہیں اور دونوں نمونے حضور پر گزرے ہیں پھر زیادہ کلام کی گنجائش کہاں ہے بس یہ دیکھنا کافی ہو کہ اگر

مظالم سے بچنے پر قادر نہیں ہو اپنے کو مکی سمجھو اور صبر کرو اور اگر قادر ہو مدنی سمجھو اور قدرت سے کام لو مگر اب تو یہ ہو رہا ہے کہ یا تو مکی کی جگہ مکھی اور ذلیل بنیں گے اور یا مدنی کی جگہ بدنی اور پہلوان بنیں گے اور خطرات میں پھنسیں گے۔ شارع نے ہر چیز کا انتظام کیا ہے اسی کو سمجھ کر فقہاء نے یہاں تک کیا ہے کہ سردی اور گرمی میں استنجے کے ڈھیلے لینے تک کا طریقہ بتلایا ہے۔ حقیقت میں اُمت پر بے حد شفقت کی ہے اور حضرت باپ اگر اپنے بچے کو نہ سکھلاوے تو اور کون سکھاوے بہت امور بدون تعلیم محض طبعی طور پر معلوم نہیں ہو سکتے تھے مثلاً پیشاب' پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو' کس چیز سے استنجا کرو' آبدست کس طرح لو یہ چیزیں تو سکھلانے ہی کی تھیں۔

صحابہ کرام کا ایمان

(ملفوظ ۳۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کے ایمان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت حذیفہ اپنے دارالحکومت میں تشریف رکھتے ہیں' بڑے بڑے رئیس اہل فارس دربار میں حاضر ہیں' کھانے کا وقت آ گیا' کھانا شروع فرمایا۔ ایک لقمہ ہاتھ سے زمین پر گر گیا' آپ نے اس کو اُٹھا کر اور صاف کر کے کھا لیا' بعض خادموں نے کان میں کہا کہ یہ متکبر کفار ایسی بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آپ نے بآواز بلند جواب دیا کہ کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ اگر زمین پر کھانے کی کوئی چیز گر جائے اس کو اُٹھا کر کھا لینا سنت ہے۔ جس کو آج کل معیوب سمجھا جاتا ہے۔ سبحان اللہ صحابہ نے عشق اور حکومت کو جمع کر کے دکھلا دیا۔

محبت خداوندی کیلئے عجیب مراقبہ

(ملفوظ ۳۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مراقبہ نہایت نافع ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں چاہتے ہیں اس سے محبت خوف پر غالب آ جائے گی اس لیے کہ اکثر حالات میں محبت عقلی ہے اور خوف طبعی اور آثار طبعی ہی کے غالب ہوتے ہیں۔ احکام عقل پر مثلاً اونچی دیوار پر چلنے کے لیے طبیعت اور عقل کا مناظرہ ہوتا ہے تو طبیعت غالب رہتی ہے جو بلا دلیل کہتی ہے کہ گر جائے گا اس لیے چل نہیں سکتا مگر اس مراقبہ سے محبت طبعی ہو جائے گی اور خوف عقلی۔

عذاب میں بھی وسعت رحمت

(ملفوظ ۳۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ جس کو عذاب دیں گے وہ بھی ایک درجہ کی معافی ہے۔ مسند احمد میں ایک حدیث ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں جہنم میں وہی جائے گا جس کے متعلق میرا یہ علم ہے کہ اگر اس کو دوبارہ دنیا میں بھیج دوں تو پھر بھی وہ ایسا ہی کرے گا۔ ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ کلیات سے ثابت ہے کہ بعد معائنہ عذاب کے پھر جو نافرمانی کرنے لگے وہ پہلے سے زیادہ مستحق ہوگا عذاب کا تو اللہ تعالیٰ نے ان اہل جہنم کو اس زائد سے بچالیا تو ایک قسم کی معافی ہی ہوئی تو حضرت ایسے بداستعداد لوگوں کو جہنم میں بھیجا جائے گا ورنہ کسی کو جہنم میں نہ بھیجیں گے یعنی عذاب ابدی تو حقیقت میں تزکیہ ہے۔

محبت حق کی لذت اور اس کے حصول کا طریقہ

(ملفوظ ۳۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصائب اور تکالیف میں بھی انسان کو گھبرانا نہیں چاہیے حق تعالیٰ جو معاملہ بھی اپنے بندہ کے ساتھ فرماتے ہیں وہ حکمت اور رحمت سے خالی نہیں ہوتا اور اہل محبت کی ہر چیز محبوب معلوم ہوتی ہے۔ کسی نے کہا ہے:

ان کو آتا ہے پیار پر غصہ   ہم کو غصہ پر پیار آتا ہے

اس محبوبیت کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی کا محبوب جس کی برسوں سے ملنے کی تمنا اور آرزو تھی اس نے پشت کی جانب سے آکر دبالیا اور ایسا دبایا کہ پسلیاں ٹوٹنے لگیں' آنکھیں نکل آئیں اور سخت تکلیف ہوئی مگر منہ پھیر کو جو دیکھتا ہے تو وہ محبوب ہے جس کی وجہ سے برسوں جنگلوں اور گلیوں کی خاک چھانی' اس حالت میں وہ محبوب کہتا ہے اگر میرا تجھ کو آغوش میں لے کر دبانا ناگوار ہے تو اپنے دوسرے عاشق کو اسی طرح آغوش میں لے کر جا' دباؤں تو اس وقت یہ محب صادق یہی کہے گا:

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت   سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

جب نفسانی محبت کی یہ حالت ہے کہ اس کی دی ہوئی تکلیف تکلیف نہیں معلوم ہوتی تو حق تعالیٰ کی محبت کی کیا حالت ہوگی۔ خوب فرماتے ہیں:

عشق مولے کے کم از لیلے بود　　کوئے گشتن بہرا و اولے بود

حضرت محبت ہی وہ چیز ہے کہ بڑی سے بڑی تکلیف کو مبدل بہ راحت کر دیتی ہے اور سوائے محبوب سب کو فنا کر دیتی ہے۔ خوب فرمایا ہے:

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اور محبت کے پیدا کرنے کا طریق سب سے سہل اور آسان یہ ہے کہ اہل محبت کاملین کی محبت اختیار کرو اس کی جوتیاں سیدھی کرو اور سیدھی کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا بلکہ اس کی جوتیاں کھاؤ گو وہ جوتیاں مارے گا نہیں مگر تم کو اس کے لیے تیار ہو کر جانا چاہیے اور اپنے کو در و بست اس کے سپرد کر دینا چاہیے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

اس کے بدون کام نہیں چل سکتا۔ یہی اس طریق میں جزو اعظم ہے یہی کام بنانے والی چیز ہے۔ خوب کہا ہے:

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

خلاصہ یہ ہے کہ اس کی صحبت سے شکستگی اور خستگی پیدا ہوگی جو اس راہ میں قدم ہے پھر پستی اور شکستگی کا یہ اثر ہوگا۔

ہر کجا پستی است آب آنجا رود　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجاد ردے دوا آنجا رود　　ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنج شنبہ

تعویذات کے بارے میں عوام کا غلو

(ملفوظ ۳۱۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذہن کے لیے ایک تعویذ کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ ذہن کا تعویذ نہیں ہوتا ذہن فطری چیز ہے البتہ قوت حافظہ قوت دماغ پر موقوف ہے اس میں اگر کمی ہو تو اس کا علاج طبیب کر سکتا ہے پھر ان تعویذوں کے بارے میں فرمایا کہ بعض مرتبہ لوگوں کے عقیدہ میں غلو ہوتا ہے کہ ضرور نفع ہوگا نہ ہوا تو اسماء

الٰہیہ سے غیر معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ جو تعویذ پر آثار مرتب ہوتے ہیں منصوص نہیں اور نہ ان کا کہیں وعدہ ہے۔ یہ سب گڑ بڑ جاہل عاملوں کی بدولت پیدا ہو رہی ہے اس سے عوام کے عقائد تو اس بارے میں نہایت ہی خراب ہیں جن کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

ایک طالب علم کے خط پر مواخذہ

(ملفوظ ۳۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک طالب علم کا خط آیا تھا' لکھا تھا توجہات مربیانہ سے سرفراز فرماتے رہیں اور بھی بعض باتیں زائد اور غیر متعلق اور مبہم لکھی تھیں' میں نے اس پر متنبہ کیا کل معذرت کا خط آیا ہے' لکھا ہے کہ بدفہمی اور لاعلمی سے لغزش ہو گئی' آئندہ ایسا نہیں کروں گا' معافی چاہتا ہوں' میں نے لکھ دیا کہ ایک بات متعین کر کے لکھو کہ بدفہمی سبب سے یا لاعلمی یہ گڈمڈ کیسی وہی فضول کا مرض اب بھی رہا یہ دونوں جمع نہیں ہوتے' دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ طریق اصلاح بڑا ہی نازک ہے' ہر شخص مصلح نہیں ہو سکتا۔ جیسے ہر شخص طبیب نہیں ہو سکتا۔

دوسرے کو تکلیف سے بچانا حقیقی ادب ہے

(ملفوظ ۳۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے نزدیک ادب کی حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کو جس چیز سے تکلیف ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے یہی ادب ہے' صرف تعظیم کا نام ادب نہیں' اس میں بڑوں کی بھی تخصیص نہیں' چھوٹوں کا ادب بھی یہی ہے کہ ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ گو وہ فعل تکلیف کے لیے موضوع نہ ہو۔ ایک پیر صاحب کی حکایت ہے کہ مرید اپنی جوتیاں ڈھونڈ رہا تھا' پیر نے اُٹھا کر دے دیں' سو یہ فعل گو موضوع نہیں تکلیف دینے کے لیے مگر تاہم یہ بڑا ہی ظلم تھا' بے چارے مرید پر کہ اس کو تکلیف پہنچائی بڑی چیز علم صحیح اور عمل خالص ہے اس کے مقابلہ میں کہ ان کی کرامت کہاں کا کشف اور اگر کرامت ہی مطلوب ہے تو آفاقی کرامت کی ضرورت نہیں انفسی کرامت چاہیے۔

شیخ کو صاحب حال نہیں صاحب مقام ہونا چاہیے

(ملفوظ ۳۱۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کو صاحب حال ہونا نافع نہیں اس میں احتمال حدود سے تجاوز کا ہے جس سے مریدین میں گڑبڑ ہو جانے کا اندیشہ

ہے۔اس کو صاحب مقام ہونا چاہیے۔

مقصود تک رسائی کے لیے ذکر و شغل کافی نہیں

(ملفوظ ۳۲۰)ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مقصود تک رسائی صرف ذکر و شغل سے تھوڑا ہی ہوسکتی ہے بلکہ عمل صحیح اور فہم سلیم پر موقوف ہے اور ان میں بھی بڑی چیز کے سبب حقیقت طریق کی بہت کم لوگ جانتے ہیں حالانکہ طریق میں قدم رکھنے سے تصوف کی حقیقت سمجھنا چاہیے کہ ہے کیا اکثر لوگ آج کل وظائف کو تو طریق اور کیفیات کو مقصود سمجھتے ہیں سو یہی غلط ہے۔ یہ اس طریق کی قدر کی جاتی ہے جہل سے بھی اللہ بچائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعمال تو طریق ہے اور رضاء حق مقصود ہے اور یہ سب ضروری علم صحبت شیخ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ یہاں تعلق رکھنے والوں کیلئے تجربہ ہے۔ معلوم ہوا کہ چند روز یہاں پر آ کر رہیں پھر مناسبت پیدا ہوجانے کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع کریں۔ایک صاحب سے جن کو مناسبت نہ ہوئی تھی میں نے کہا تھا کہ آپ میں کبر کا مرض ہے مجھ پر اعتماد نہیں کیا پانچ برس کے بعد خود اقرار کیا کہ واقعی آپ کی تشخیص صحیح تھی مجھ میں کبر کا مرض ہے میں نے کہا جا بندہ خدا یا زمانہ یوں ہی برباد کیا۔ اب تک تو کیا سے کیا ہو جاتا' پانچ برس کی بڑی مدت ہوتی ہے۔ کبر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ کبر کا ایک سبب تھوڑا ہی ہے' کبھی مال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کبھی جاہ کی وجہ سے کبھی حسن و جمال کی وجہ سے کبھی شجاعت کی وجہ سے اس کی تشخیص کرنا کامل ہی کا کام ہے اس لیے کہ ہر ایک کا علاج جدا ہے اور اس علاج میں نہ ہاتھ میں ہاتھ رکھنے کی ضرورت جس کا نام بیعت ہے نہ پاؤں پر پاؤں رکھنے کی ہاں یہ ضرور ہے کہ جو شیخ کہہ دے اس کی اطاعت کرے' بس کافی ہے اور یہی حقیقت ہے بیعت کی مگر عوام الناس نہیں سمجھتے اور نہ سمجھنے کا سبب یہ ہے کہ ہر شخص خود محقق بننا چاہتا ہے تقلید سے عار آتی ہے پھر کام کیسے بنے۔

پیروں کی رشوت

(ملفوظ ۳۲۱)ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جس طرح مرتشی حکام کو پسند کیا جاتا ہے کہ وہ لے کر ہمارا کام کر دے گا اور غیر مرتشی سے امید نہیں ہوتی۔ اسی طرح پیروں کو سمجھتے ہیں

کہ اگر لیتے رہیں بلکہ مانگتے رہیں تو بہت خوش ہیں کہ حضرت کو بڑی عنایت بڑی توجہ ہے خدا جانے کیا دے دیں گے۔ واقعی بڑی توجہ ہے کہ لوٹ رہے ہیں یہ بدفہم لوگ ایسوں ہی سے خوش رہتے ہیں کہ پیر یہ کہتا رہے کہ فلاں جگہ کے انگور بھیج دینا اور فلاں جگہ کی چائے اور فلاں جگہ کے امرود اور پانچ روپیہ ششماہی بھیج دیا کرنا یہ تو عنایت اور توجہ کی حقیقت ہے۔ اب خوش اخلاقی کی حقیقت سمجھ لیجئے وہ یہ ہے کہ خوش اخلاقی کے معنی یہ ہیں کہ ایک تو اس کا ہر کام کر دیا جائے گو حدود سے باہر ہی ہو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو جھوٹی امیدیں دلا کر گوڈر سے پیٹ بھر دے اور اگر پھر بھی کامیابی نہ ہو تو معتقد کہتا ہے کہ خوش اخلاق تو بڑے ہیں کوشش تو بہت کی مگر میری قسمت مزاحاً تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر صاف بات کہہ دے تو پھر پیر کی قسمت ہے مرید کی نہیں۔

پیر کا ٹراہونا ضروری ہے

(ملفوظ ۳۲۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ امیر شاہ خان صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا پیر ٹرا نہ ہو اس مرید کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ بڑے کام کی بات ہے اور راوی بھی ثقہ ہیں۔

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ایک خط میں ایک مضمون ہونا چاہیے

(ملفوظ ۳۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک خط میں ایک مضمون ہونا چاہیے چاہے باطن کے متعلق ہو چاہے ظاہر کے متعلق ہو خواہ فقہ کے متعلق ہو ہر حال میں ایک ہی مضمون ہو کیونکہ اس میں بھی دو چیزیں صرف ہوتی ہیں وقت اور دماغ پھر دماغ کے صرف ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ایک ہی قسم کا کام ہے طبعاً اس میں گرانی نہیں ہوتی اور ایک یہ کہ مختلف قسم کا کام ہے اس میں گرانی ہوتی ہے ہاں مختلف قسم کا کام مختلف لوگوں کا ہو تو اس سے بھی گرانی نہیں ہوتی۔

آنے والوں کی غرض صرف ملاقات ہونی چاہیے

(ملفوظ ۳۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں آنے والوں کے واسطے میں مشورہ کیا

کرتا ہوں کہ سوائے ملاقات کے اور کسی غرض سے نہیں آنا چاہیے حتیٰ کہ مخاطبت و مکاتبت بھی مقصود نہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر خلاف اصول کچھ کہا یا لکھا چونکہ وہ سامنے ہوتے ہیں اس لیے ایسی مخاطبت مکاتبت سے تغیر ہوتا ہے اور سامنے ہونے سے بالمشافہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ پھر طالبوں کی شان بھی مختلف ہوتی ہے اور بعض کی تو بدتمیزی ناگوار نہیں ہوتی اور بعض کی بے حد ناگوار ہوتی ہے اور اکثر بدمزگی کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ متکلم یا کاتب میں سلیقہ نہیں ہوتا اور ہوتا ہے وہ سامنے اس لیے اضطراراً مشافہت کا تقاضا ہوتا ہے اور اختلاف بڑھ جاتا ہے بخلاف اس کے کہ وطن سے مکاتبت کی جائے سو چونکہ سامنے ہوتا نہیں اس لیے ناگواری بھی نہیں ہوتی یہ اصول ہیں ان کے خلاف میں طرفین کو کلفت ہوتی ہے اور چونکہ اصول صحیحہ ہر موقع پر واجب الاتباع ہوتے ہیں اس لیے میں بیعت بھی اصول سے کرتا ہوں اور تعلیم بھی اصول کے ماتحت ہوتی ہے۔ مثلاً ان کی قوت کی رعایت ان کے مشاغل کی رعایت الحمدللہ ہر ہر چیز پر میری نظر رہتی ہے اور یہ میں نے تجربہ مذکورہ کی بناء پر طے کر لیا ہے کہ یہاں پر نئے آنے والوں کی تعلیم و بیعت سے خدمت نہ کروں گا۔ یہاں پر تو صرف ملاقات کے لیے آئیں پھر اگر وہ میری باتیں سن کر وطن پہنچ کر اپنے حالات سے اطلاع دیں تو میں خدمت کو موجود ہوں۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مشافہۃً بیعت کی شرائط بھی نہ بتلاؤں گا۔ یہاں پر تو اس کے متعلق کوئی ذکر ہی نہ ہونا چاہیے خاموش بیٹھے رہیں پھر وطن میں جا کر غور اور فکر کے بعد جو رائے قائم ہو اس سے اطلاع دیں اور یہ بھی اختیار ہے کہ جو کچھ یہاں سے لے کر جائیں وہاں جا کر ردی کی ٹوکری میں رکھیں ہاں جن سے بے تکلفی ہے وہ ان قواعد سے مستثنیٰ ہیں اور ان اصول اور قواعد میں میری تو صرف مصلحت دنیاوی ہی ہے یعنی راحت مگر ان کی مصلحت دینیہ ہے اور میں تو ترقی کر کے کہتا ہوں کہ یہ ایک عام بات ہونی چاہیے کہ اگر کسی کو شاگرد بنائے چاہے علوم میں چاہے صنعت میں حتیٰ کہ اگر روٹی ہی لگانا سکھائے سب کو اصول اور قاعدے سے سکھانا چاہیے اگر بے ڈھنگے پن سے کام لیا تو اس کا اثر فن پر پڑے گا یعنی فن بدنام ہوگا اور یہ سب باتیں بعد تجربہ کے امور طبعی ہیں۔

اور تجربوں کے بعد یہ اصول [illegible]

ذہن میں آتی ہیں' پابندی قواعد کی مثال کے طور پر فرمایا کہ ایک شخص نے خط لکھا وہ کارڈ تھا' میں نے لکھا کہ یہ جواب کے لیے کافی نہیں ہے اس نے لکھا کہ اگر کسی کے پاس لفافہ کے پیسے نہ ہوں میں نے لکھا کہ تم خرچ ہم سے منگا لو مگر جواب لفافہ ہی میں ہوگا' وہ اڑھائی آنے ہمارے پاس سے لے لو مگر وہاں سے جب آئے باقاعدہ اور باضابطہ ہی آئے اس شخص نے لکھا کہ دام بھیج دو میں نے ایک روپیہ بھیج دیا اور لکھ دیا کہ جب یہ خرچ ہو جائے اور منگا لو مگر ایک دفعہ میں ایک روپیہ سے زائد نہ بھیجا جائے گا۔ حاکم کو دس روپیہ دینا آسان مگر درخواست جب آئے گی کورٹ فیس کا ٹکٹ اس پر ضرور ہوگا اس کے بدون منظور نہ ہوگی اور بعض گستاخوں کا یہ کہنا کہ یہ اصول تو انگریزوں کے سے ہیں بالکل غلط ہے۔ انہوں نے خود ہم سے سیکھا ہے مانگنے والوں کو تو حق ہو گیا اور ہمارے گھر کی چیز ہے ہم کو حق نہیں ہم کو بھی تو ان پر قبضہ رکھنا چاہیے اور مزاحاً فرمایا کہ کہیں ان کا قبضہ مخالفانہ نہ ہو جائے۔ اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک طالب علم یہاں پر آ کر دو چار روز ٹھہرے تھے یہاں سے مراد آباد پہنچ کر لکھا کہ تمہارے یہاں جو کچھ اصول اور قواعد و ضوابط ہیں سب بدعت ہیں خیر القرون میں یہ کچھ نہ تھا طالب علم صاحب نے مراد آباد کے مدرسہ میں تعلیم پائی ہے میں نے کہا کہ اگر جواب کے لیے کارڈ یا لفافہ آتا تو میں یہ جواب دیتا کہ آپ نے خود طریقہ بدعت سے کتابیں ختم کی ہیں کیونکہ مدرسہ میں اسباق کے گھنٹے مقرر تھے اور خیر القرون میں نہ تھے پھر بطور ظرافت کے ایک حکایت نقل کی کہ ایک غیر مقلد سے ایک شخص نے کہا تھا کہ خیر القرون میں تو آپ بھی نہ تھے اس لیے آپ مجسم بدعت ہیں۔

تقلید کی برکت سے تحقیق نصیب ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۲۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں مقلدین بن کر تقلید کی برکت سے تو محقق ہو سکتا ہے اور بدون اس کے محقق نہیں ہو سکتا اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ بچہ اگر الف ب ت شروع کرے اور وہ کہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے یعنی ابتداء ہی سے محقق بننا چاہے تو بس وہ پڑھ چکا اور تم اس کو پڑھا چکے اس بچہ سے یہی کہا جائے گا کہ دلیل

مانگنا اور محقق بننے کی کوشش فضول ہے اس وقت تقلید ہی سے مان لو تو گو گھڑ کر الٹی سیدھی دلیل بھی تراشی جاسکتی ہے اور اسی سے اس کا جواب بھی دیا جاسکتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ جواب مقبول ہے یا مردود دیکھئے حق تعالیٰ کے سوال کے جواب میں شیطان نے بھی کہہ دیا تھا کہ

خلقتنی من نار و خلقته من طین

آگ افضل ہے اور طین یعنی خاک ارذل ہے تو افضل کو ارذل کے سامنے جھکانا خلاف حکمت ہے تو دیکھئے جواب تو یہ بھی ہے کہ مگر یہ دیکھئے کہ اس جواب پر شیطان کا کیا حشر ہوا کس کو معلوم نہیں اور حق تعالیٰ نے اس جواب پر جو جواب ارشاد فرمایا وہ بھی معلوم ہے۔ وہ جواب یہ ہے کہ "اخرج منها" نکل یہاں سے جو کہ حاکمانہ جواب ہے گو اس کا حکیمانہ جواب بھی حق تعالیٰ فرما سکتے تھے مگر یہ اسی وقت ہوتا جبکہ یہ امید ہوتی کہ مخاطب میں فہم و انصاف ہے کہ کوڑ مغز نہیں اور جب یہ معلوم ہے کہ مخاطب بدفہم ہے سمجھے گا نہیں یا اگر سمجھ بھی لے مگر سوال میں نیت اچھی نہیں تو اس وقت حکیمانہ جواب نہ دیا جائے گا حاکمانہ جواب دیا جائے گا۔ پس حاکمانہ جواب کا سنت اللہ ہونا بھی ثابت ہے آج کل یہ طرز علماء کو اختیار کرنا چاہیے کہ اگر مخاطب فہیم ہے اور محض تحقیق مقصود ہے تب تو حکیمانہ جواب دینا چاہیے اور اگر یہ بات نہیں بلکہ اس کا عکس ہے تو حاکمانہ جواب دینا چاہیے۔ علی گڑھ میں ایک صاحب نے جو لکھے پڑھے تھے انگریزی بھی عربی بھی مجھ سے ایک حکم کی حکمت کا سوال کیا' میں نے کہا کہ اگر حکمت نہ معلوم ہو تو نقصان کیا ہے کہا کہ نقصان تو کچھ نہیں لیکن معلوم ہونے میں نفع ہے میں نے کہا کہ کیا نفع ہے کہا کہ اطمینان میں نے کہا کہ خود ایسے اطمینان کے مطلوب ہونے کی کیا دلیل ہے کہا کہ اگر اطمینان مطلوب نہ ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام یہ نہ عرض کرتے "ولکن لیطمئن قلبی"

میں نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ابراہیم علیہ السلام کو نافع ہو' آپ کو بھی نافع ہو' اس کی کیا دلیل ہے اس پر کچھ نہیں بولے' خاموش ہو گئے اور اُٹھ کر چل دیئے' میں نے کہا کہ ایک بات اور سنتے جایئے' شاید آپ کو یہ خیال ہو کہ اس کا جواب ان کے پاس نہ تھا۔ الحمد للہ جواب ہے مگر نہیں بتلاتے اور میں نے یہ شعر پڑھا:

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

اب ایسے جواب پر زیادہ سے زیادہ کوئی کہے گا کہ ان کو کچھ آتا جاتا نہیں، سو کہا کرے مگر اصول کو کسی کے کہنے سننے سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اگر ساری دنیا حق تعالیٰ کے وجود کا انکار کرے تو حق تعالیٰ کا کیا ضرر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ضرر اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص مالدار ہے اور دنیا اس کو غیر مالدار کہے تو اس کا کیا ضرر اور نہ اس کو اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنا مالدار ہونا ثابت کرے بلکہ وہ مالدار اس پر مسرور ہوگا کہ اچھا ہے یہ جہل ہی میں مبتلا رہے وہ اسی میں اپنی خیر اور راحت سمجھتا ہے اور اس کی بدفہمی اور حماقت سے مزے لے گا اور بتلانے کی کوشش نہ کرے گا۔

ہم مرغان جنگی نہیں

(ملفوظ ۳۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے زمانہ میں مدرسہ دارالعلوم میں ایک سوال آیا وہ حضرت نے میرے سپرد فرمایا کہ اس کا جواب لکھ دو میں نے جواب لکھ دیا' وہاں سے اس پر کچھ اشکال لکھا ہوا آیا' میں نے پیش کیا تو فرمایا کہ لکھ دو کہ ہم مرغان جنگی نہیں یہ ہمارا تبرع اور احسان تھا کہ وقت نکال کر جواب لکھ دیا اگر آپ کو ہمارے جواب سے شفا نہیں ہوتی تو "فوق کل ذی علم علیم" اور کسی سے تحقیق کر لو۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت جواب تو ہونا چاہیے فرمایا نہیں جی چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا بعد میں اسی کا مصلحت ہونا معلوم ہوا تو غرض ہم کو بچپن سے یہی تعلیم کی گئی ہے اور یہی پسند ہے مگر افسوس ہے آج کل تو یہ بات خواص میں بھی نہیں دیکھی جاتی۔ الا نادراً اور وہ بھی محض اس خیال سے کہ لوگ سمجھیں گے کہ انہیں کچھ آتا جاتا نہیں' کیا واہیات خیال ہے' علماء کو تو ایسے لغو خیال سے اجتناب چاہیے ان کی تو شان یہ ہونا چاہیے:

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر مناظرہ کرنے کے وقت خاموش ہو جائے ایسی حالت میں کہ وہ حق پر تھا مگر جدال سے نفرت کی وجہ سے خاموش ہو گیا' اس کا مکان وسط جنت میں بنے گا اور جو اس حالت میں خاموش ہو گیا کہ وہ باطل پر تھا تو اس کا مکان جنت کے کنارے پر بنے گا۔ ایک عام خرابی جہلاء میں یہ ہو رہی ہے کہ احکام کے دلائل پوچھتے ہیں اور علماء میں یہ خرابی ہے کہ ان

کودلیل بتلاتے ہیں۔ایک بزرگ ایسے موقع پر عجیب جواب دیا کرتے تھے جہاں کسی نے مسئلہ کی دلیل پوچھی تو فرماتے کہ بھائی ہمارے باپ دادا تو شروع ہی سے مسلمان چلے آرہے ہیں یہ تو مسلموں سے پوچھو کہ یہ مسئلہ تم نے کہاں سے سمجھا باقی ہمیں اس کی ضرورت نہیں دوسرے یہ کہ ہمارے باپ نے عمل کے لیے پڑھایا لڑنے کے واسطے نہیں پڑھایا تھا کیسی کام کی بات ہے۔

غلبہ خوف کے ساتھ حقوق العباد

(ملفوظ ۳۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ انبیاء علیہم السلام ہی کا ظرف تھا کہ ایک وقت میں سب کاموں کو مجتمع کر سکتے ہیں کہ خوف کا بھی غلبہ ہے اور اسی میں ازواج و اولاد کا حق بھی ادا کر رہے ہیں یا اولیاء کاملین ایسا کر سکتے ہیں اور ہم جیسوں کا کیا منہ ہے اور ہم ہیں کس شمار میں اگر ہم پر ایسا غلبہ ہو جائے غالباً مجنون یا ہلاک ہو جائیں۔

فکر آخرت بدن کو گھلاتی اور روح کو تازہ کرتی ہے

(ملفوظ ۳۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم سے نفرت رکھتے ہیں یہاں پر مراد موٹا ہونا بے فکری سے ہے اس لیے کہ فکر آخرت وہ چیز ہے کہ بدن کو گھلا دیتی ہے اور روح کو تازہ کرتی ہے۔اسی کو فرماتے ہیں:

صحت ایں حس زمعموری تن   صحت آں حس زتخریب بدن
صحت ایں حس بجوئید از طبیب   صحت آں حس بجوائید از حبیب
چند خوانی حکمت یونانیاں   حکمت ایمانیاں راہم بخواں

(اس ظاہری بدن کی فربہی تو بدن کو پالنے سے ہوتی ہے اور باطن کی ترقی ظاہری حالت کو بگاڑنے سے ہوتی ہے اس بدن کی صحت تو طبیب کے پاس ڈھونڈو اور باطن کی محبوب کے پاس تلاش کرو۔یونانیوں کی حکمت کب تک پڑھتے رہو گے ایمانیوں کی حکمت کو بھی پڑھ لو)

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ رات کو سوتے نہ تھے بیوی نے کہا کہ سو جایئے تکلیف ہوگی فرمایا کہ جب سے یہ آیت تلاوت کی ہے کہ "**قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ**" (تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن

آدمی اور پتھر ہیں) نیند نہیں آتی اور یہی فکر ہے جس سے حظوظ نفس مضمحل ہوجاتے ہیں۔ حظوظ کے مغلوب ہوجانے پر ایک حکایت فرمائی کہ کرامات اولیاء میں ہے کہ ایک بزرگ جو قریشی کہلاتے تھے جذامی تھے ان کی بیوی بھی نہ تھی ان کے ایک مرید کی لڑکی نے سنا کہ شیخ کو نکاح کی ضرورت ہے اس لڑکی نے دین پر اپنی دنیاوی حیاء کو نثار کر کے باپ سے کہا کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے شیخ کو ضرورت نکاح کی ہے آپ جا کر کہیں میری بیٹی حاضر ہے اور وہ نکاح آپ سے کرنے پر راضی ہے۔ مرید نے جا کر شیخ کی خدمت میں عرض کیا شیخ بھی تیار ہوگئے غرض کہ نکاح ہوگیا' اب شب کو شیخ اپنی بیوی کے پاس پہنچے تو اس حالت میں کہ نہایت تندرست جوان نہایت حسین بڑی بڑی آنکھیں پتلے پتلے ہونٹ لانبی صراحی دار گردن اس لڑکی نے منہ چھپالیا اور سوال کیا کہ تم کون ہو؟ فرمایا کہ میں تیرا شوہر ہوں' تیری دینداری کی وجہ سے میں نے خدا سے دُعا کی مجھ کو اللہ نے ایسی قوت تصرف کی عطاء فرمادی کہ صورت بدل سکوں' اب میں تمہارے پاس اسی شان سے آیا کروں گا وہ لڑکی جواب دیتی ہے کہ اس میں تو میرا حظ نفس شامل ہوگیا' میں نے تو محض اللہ کے واسطے آپ کی خدمت کو قبول کیا تھا اب یا تو اس صورت کو چھوڑ دو ورنہ مجھ کو چھوڑ دو' کیا ٹھکانہ ہے اس للّٰہیت کا۔ عجیب حکایت ہے حقیقت میں بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے ہی واسطے پیدا فرماتے ہیں اور ظاہری سبب اس کا فکر آخرت ہے کہ حظوظ کو مغلوب کر دیتا ہے۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ دنیا میں رہ کر تو ایسے حضرات بھی اکثر سب ہی کام کرتے ہیں' کھانا' پینا' سونا' آرام کرنا تو یہ حظوظ کہاں فنا ہوئے۔ جواب یہ ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے مگر اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے چاقو خریدا ہے' قلم بنانے کے واسطے مگر کبھی کبھی ناخن بھی تراش لیتا ہے لیکن رہے گا وہ قلم تراش ہی۔ اسی طرح وظیفہ ان حضرات کا شغل آخرت ہی ہے اور دوسرے حظوظ وقتی اور عارضی ہیں۔

غلام احمد قادیانی پر نفسانیت کا غلبہ

(ملفوظ ۳۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب غلام احمد قادیانی کے متعلق فرماتے تھے کہ شروع میں تو کوئی غلطی ہوگئی مگر آخر میں نفسانیت ہوگئی۔ اسی کی وجہ سے ہمیشہ غلطی

پر اصرار رہا اور رجوع ایک دعوے سے بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب ایسا ابتلاء ہوتا ہے تو وہ وقت بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے بدون رہبر کامل کے اس راہ سے گزرنا غیر ممکنات سے ہوتا ہے۔

عقل سے کام نہ لینا گمراہی ہے

(ملفوظ ۳۳۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جانوروں میں عقل بالکل نہیں ہوتی محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ البتہ وہ عقل نہیں ہوتی جس سے احکام کا مکلف بنتا ہے وہ خاص ہے انسان کے ساتھ جو شخص اپنی اس عقل سے کام نہ لے وہ جانور کے مشابہ ہے مگر جانور بے عقل کہلائے گا اور یہ شخص کم عقل۔ سو یہی کم عقلی بہت ہی بری چیز ہے اس سے یہاں پر بھی گمراہی ہوتی ہے وہاں پر سزا اور کبھی یہاں بھی سزا ہو جاتی ہے۔ ایک شیعی کو ایک انگریز نے اپنے اجلاس سے تبرا پر سزا دی تھی اس نے کہا تبرا ہمارے یہاں مذہبی عبادت ہے اور عبادت میں ہر شخص آزاد ہے اس انگریز نے کہا کہ ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مذہبی عبادت ہے مگر اس عبادت کا اجر آخرت میں ملے تو ملے مگر یہاں تو فلاں دفعہ کے تحت سزا بھگتنی ہی پڑے گی۔ خوب ہی فیصلہ دیا بعض حکام بڑے دانشمند ہوتے ہیں بعض حکام کی دانشمندی پر یہ حکایت بیان کی کہ ایک مولوی صاحب نے جن پر تحریکات خلافت کے زمانہ میں بعض نوکریوں کی حرمت کے فتویٰ پر کراچی میں جیل کی سزا ہوئی تھی یہ کہا کہ فلاں شخص نے بھی تو (اس سے میں مراد تھا) یہی فتویٰ دیا ہے جس کی بناء پر ہم مجرم قرار دیئے گئے۔ حاکم نے جواب دیا کہ آپ کی نیت اضرار سلطنت کی ہے۔ یہ جرم ہے ان کی نیت اضرار سلطنت نہیں وہ جرم نہیں یہ فرق سمجھنا فہم کے متعلق ہے پھر فرمایا کہ عنایت فرماؤں کی عنایت مجھ پر ہمیشہ رہی۔ اس پر مجھ کو ایک شعر یاد آ گیا ہے:

قتل ایں خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دل بے رحم تو تقصیر نبود

کافر اور مسلمان میں کوئی دوستی نہیں

(ملفوظ ۳۳۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی کافر کا کسی مسلمان کی نسبت یہ کہنا کہ فلاں شخص ہمارا دوست ہے ایسا ہے جیسے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے

متعلق بعض ہندوؤں کا یہ کہنا کہ ان کا کیا مسلمان اور کیا ہندو اس کہنے کا واقعہ یہ ہے کہ مولانا سے اکثر لوگ تبرک مانگتے تو مولانا نے ایک چورن کی گولیاں ایک بنئے کو بنوادی تھیں جو کوئی تبرک مانگتا' فرماتے وہ گولیاں خرید کر دم کرالو۔ چنانچہ بعض اوقات ہندو بھی دم کرانے لاتے تو چونکہ مولانا پر اکثر اوقات جذب غالب رہتا تھا اس لیے کبھی تو دم کر دیتے اور بعض مرتبہ تھوک دیتے اور اس سے ہندوؤں کو ذرہ برابر بھی ناگواری نہ ہوتی تھی ایسے لوگوں سے بعض غیر معتقد ہندوؤں نے بطور اعتراض کے کہا کہ تم مسلمان کا تھوک کھاتے ہو اس پر ان معتقدین نے جواب دے دیا تھا کہ ان کا کیا ہندو کیا مسلمان۔

دوستوں کی محبت سرمایہ نجات

(ملفوظ ۳۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت ہمارے پاس تو یہی ایک سرمایہ ہے کہ دوستوں کو محبت ہے اسی سے امید ہے کہ شاید آخرت میں نجات ہو جائے اور کچھ بھی نہیں۔

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

اکیلے بہنوئی کے ساتھ جانا جائز نہیں

(ملفوظ ۳۳۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں بی بی بیعت کے لیے یہاں پر آنا چاہتی ہیں اگر اجازت ہو تو دریافت فرمایا کہ ہمراہ کون آئے گا' عرض کیا کہ میں ہمراہ آؤں گا' وہ شخص اس بی بی کا بہنوئی تھا' فرمایا کہ اکیلی عورت کا بہنوئی کے ساتھ آنا شریعت میں جائز نہیں اور کوئی عورت بھی ہمراہ آئے گی۔ عرض کیا کہ میری والدہ آ جائیں گی' فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے اب کہی کام کی بات' اب آنے کی اجازت ہے۔ ان سے کہہ دینا کہ فلاں دن دس بجے دن کے قریب آؤ' کھانا کھا کر آؤ اور اگر اس وقت کسی وجہ سے بیعت نہ کر سکوں تو شب کو ٹھہرو مگر اپنا انتظام ٹھہرنے کا خود کرنا ہوگا' شب کا کھانا ساتھ لانا ہوگا' ان شرائط کے ساتھ آ سکتی ہو یہ سب باتیں تفصیل سے کہہ دینا اگر زبانی یاد نہ رہیں تو ایک پرچہ پر بطور یادداشت لکھ لو اگر اس کے خلاف ہوا تو آپ ذمہ دار ہوں گے میں ذمہ دار نہ ہوں گا۔ صاف بات ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل پیروں نے اصول چھوڑ دیئے وصول پر پڑ گئے اس لیے نفع دینی کا حصول نہیں ہوتا۔

فرضی سوال کی ممانعت

(ملفوظ ۳۳۴) ایک صاحب کے غیر واقع سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہاء کو تو ضرورت تھی کہ فرض کر کے مسائل فرماتے تھے کہ شاید وقوع ہو جائے مگر سائل کو کون ضرور ہے کہ وہ فرض کر کے مسائل کی تحقیق کرے اس کو تو واقعی ضرورت کا سوال کرنا چاہیے فضولیات سے بچنا چاہیے۔ بزرگان دین نے فضولیات سے بچنے کی قولاً بھی بہت تاکید فرمائی ہے اور فعلاً بھی حتیٰ الامکان فضولیات سے بہت بچاتے تھے۔

معاصی کا زیادہ صدور نفس کی وجہ سے ہوتا ہے

(ملفوظ ۳۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیطان تو کم بختی مارا بدنام ہی ہو گیا ورنہ ہم جیسوں کے بہکانے کے لیے تو نفس ہی بڑی چیز ہے شیطان کی بھی ضرورت نہیں مشطو تگڑے ہی یعنی ذریت شیطان کافی ہیں باقی اگر ان سب کے شر سے بچنا چاہو تو پہلے یہ معلوم کر لینے کی ضرورت ہوگی کہ دشمن مقابلہ پر کون ہے؟ یہ معلوم ہو جانے کے بعد مقابلہ آسانی سے ہو سکتا ہے یعنی پہلے یہ معلوم کر لو اس خاص گناہ کی طرف شیطان رغبت دلا رہا ہے یا نفس سو اس کا معیار یہ ہے کہ جس وقت قلب میں معصیت کا وسوسہ پیدا ہو تو یہ دیکھو کہ باوجود بار بار کے دفع کرنے کے بعد اگر پھر وہی وسوسہ ہوتا ہے تو یہ نفس کی طرف سے ہے اس لیے کہ نفس کو گناہ سے محض حظ مقصود ہے اور خاص وقت میں حظ خاص ہی گناہ میں ہے اور اگر دفع کرنے کے بعد قلب سے وہ وسوسہ نکل جائے دوسرے گناہ کا وسوسہ پیدا ہو تو سمجھو کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اس لیے کہ شیطان کو کوئی خاص حظ مقصود نہیں بلکہ عداوت کی وجہ سے مطلق گناہ میں مبتلا کرنا مقصود ہے اس لیے یہ شخص اگر ایک سے ہٹے گا تو وہ اس کو دوسرے میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زیادہ تر صدور معاصی کا نفس ہی کی طرف سے ہے مگر لوگ دھوکہ میں ہیں کہ ایسے خطرات کے وقت کثرت سے لاحول پڑھتے ہیں مگر پھر بھی وسوسہ میں کمزوری پیدا نہیں ہوتی کیونکہ لاحول نفس کا علاج نہیں سو کتنی بڑی غلطی میں بوجہ عدم علم کے ابتلاء ہو رہا ہے نفس کا علاج کرو جو گناہ کرانے میں شیطان کی بھی اصل ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اوروں کو تو

شیطان بہکاتا ہے مگر شیطان کو کس نے بہکایا تھا ظاہر ہے کہ شیطان کو اس کے نفس نے بہکایا تھا تو اصل کون ہوا نفس ہی تو ہوا البتہ بعد میں حق میں دخل دونوں کو ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو شیطان کا مقابلہ لاحول اور ذکر سے کرو اور نفس کا مقابلہ ہمت سے کرو آج کل گڈ مڈ معاملہ ہے سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ ناکامی ہے اسی لیے کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ ایسے علوم اسی کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے بھی زیادہ بھاری ہے کیونکہ وہ خود بھی اس کے مکر و فریب سے بچتا ہے اور دوسروں کو بھی حقائق بتلا کر بچاتا ہے۔

کبھی کرنا کبھی نہ کرنا ایک قسم کا دوام ہے

(ملفوظ ۳۳۶) ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے اسی سے سب کچھ ہو جائے گا۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے شکایت کی کہ حضرت اعمال پر دوام نہیں ہوتا' حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس مجموعہ پر ہی دوام کر لو کہ کبھی ہو گیا کبھی نہ ہوا' یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے یہ حضرت کا فرمانا ان کے حکیم ہونے پر دال ہے اس میں راز یہ ہے کہ گو یہ دوام مطلوب نہیں مگر اس کو دوام میں داخل کر دینے سے طالب علم کا دل بڑھے گا اس سے دوام مطلوب نصیب ہو جائے گا۔ غرض یہ جواب تحقیقی نہیں علاج ہے' اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اگر تہجد کے لیے ہمت نہ ہو اُٹھنے کی تو اتنا ضرور کرے جس کو فرماتے ہیں: "تتجافی جنوبھم عن المضاجع" جب لیٹے سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ تجافی تو صادق آ گیا پھر اُٹھ کر زیادہ ذکر کی توفیق نہ ہو' کوئی چھوٹی سی دُعا ہی کر لو' دو تین بار لا الہ الا اللہ ہی پڑھ لو' انشاء اللہ تعالیٰ اگلے روز اُٹھنا آسان ہو جائے گا۔ یہ سب تدابیر ہیں جو آئندہ کام کرنے کی ہمت میں معین بن جاتی ہیں۔

استغناء کے جواب میں حکیمانہ تدابیر

(ملفوظ ۳۳۷) فرمایا کہ ایک خط آیا لکھا ہے کہ ایک عورت ہے اس سے زنا تو نہیں کیا

مگر اس نیت سے اشارہ سے اس کو بلایا اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ابھی جواب مسئلہ کا نہیں دیا بے باکی بڑھتی ہے بلکہ یہ پوچھا کہ کسی اور عورت سے تو ایسا کرنے کا ارادہ نہیں، خوب پریشان کر کے جواب دیا جائے گا' اسی سلسلہ میں حکیمانہ جواب کی تائید میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص دوسرے کو پکڑ کر لایا کہ اس نے ایک انگریز کا جھوٹا کھالیا ہے آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت غلطی ہوئی' اب ایسا نہ ہوگا' فرمایا اچھا بھائی پھر آنا بہت نازک مسئلہ ہے' چھوٹی موٹی کتابوں میں بھی نہ ملے گا۔ کتابوں میں دیکھ کر بتلاؤں گا' غرض خوب پریشان کر کے بتلایا یہ سب حکیمانہ تدابیر ہیں۔

ذکر و شغل اور حقہ پینے کی ضرورت

(ملفوظ ۳۳۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ذکر و شغل جب سے شروع کیا ہے حقہ پینا چھوڑ دیا تھا اب پھر پینے کی ضرورت محسوس ہوئی اس لیے کہ پیٹ میں درد اور نفخ رہتا ہے اب اس کا پینا میرے لیے مضر تو نہ ہوگا' جواب یہ دیا گیا کہ ضرورت کی وجہ سے کوئی حرج نہیں مگر پی کر فوراً منہ صاف کر لیا جائے' مسواک کر لی جائے۔

بیعت کی حقیقت کیا ہے؟

(ملفوظ ۳۳۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصل میں بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ جانبین کی طرف سے خاص خاص التزام ہوتا ہے۔ شیخ تعلیم کا وعدہ کرتا ہے اور مرید اس تعلیم کی اتباع کا بس یہی بیعت ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو مرید نہ کرنا

(ملفوظ ۳۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بغیر شوہر کی اجازت کے عورت کو مرید نہیں کرتا اس لیے کہ بہت ممکن ہے کہ مرد غیر معتقد ہو اور عورت معتقد ہو اور مرد اس پیر کی نسبت کچھ کہنے لگے تو عورت کو ناگوار ہو اس لیے یہ مرد کو کوئی جواب دے پھر گھر میں فساد ہو اس لیے مرید کرنا مناسب نہیں میرے یہاں ہر بات الحمدللہ اصول کے ماتحت ہوتی ہے۔

شکایت تو نہیں البتہ حکایت ہے

(ملفوظ ۳۴۱) ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا تھا کہ حضرت کو اب تو نیند کی شکایت نہیں جواب لکھا گیا کہ شکایت تو نہیں حکایت ہے کہ نیند اب بھی کم ہے شکایت وہ ہے جس میں ناگواری ہی کا اظہار ہو۔

نماز میں غلط جگہ بسم اللہ پڑھنا

(ملفوظ ۳۴۲) ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا کہ قیام میں سبحانک اللھم سے پہلے اور رکوع میں سبحان ربی العظیم سے پہلے اور قعدہ میں التحیات سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ جواب لکھا گیا کہ بدعت ہے۔

لوگوں میں عجمیت کی رسم غالب ہیں

(ملفوظ ۳۴۳) ایک صاحب نے خط کے پتہ پر صرف حکیم الامت لکھا تھا اس پر حضرت والا نے جواب میں لکھا کہ کیا حکیم الامت میرا نام ہے اور آپ کو کس دلیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ ڈاک خانہ والے مجھے اس لقب سے پہچان لیں گے۔ فرمایا کہ آج ان صاحب کا خط آیا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ادب کی وجہ سے نہیں لکھ سکے' فرمایا کہ ادب کی وجہ سے پھر خط بھی کبھی نہ آئے اور نہ خود کبھی آئیں گے کہ میری کیا مجال ہے کہ میں کچھ لکھ سکوں یا حاضر ہو سکوں۔ ایک پہلو پر تو نظر جاتی ہے دوسری جانب کا احتمال ہی نہیں ہوتا' نظر محیط ہونی چاہیے یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب رسم کے ماتحت ہے اور کچھ نہیں محض تکلفات ہیں' لوگوں میں عجمیت غالب ہے حالانکہ عربیت ہونا چاہیے۔

غلطی کے اقرار سے شیخ پر اثر ہونا

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب آدمی بار بار اپنی کوتاہیوں کا اقرار کرتا ہے مصلح پر اس کا اثر ہوتا ہی ہے اور ایسے شخص کی اصلاح کی اُمید ہوتی ہے بخلاف اس شخص کے کہ جو اپنی کوتاہیوں کا اقرار نہ کرے بلکہ تاویل سے کام لے اور سخن پروری کرے' اس کی اصلاح کی اُمید نہیں نہ مصلح کی اس پر توجہ ہوتی ہے۔

قابلِ اصلاح مرض

(ملفوظ ۳۴۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جن امراض کی اصلاح کی ضرورت ہے ان سب کا مجموعہ ہو جائے' فرمایا کہ ایسے خطوط کو ایک ایک کر کے جمع کر لو اسی طرح مجموعہ جمع ہو جائے گا۔ جیسے ایک عورت سے دوسری عورت نے پوچھا تھا کہ فوج کسے کہتے ہیں اس نے جواب دیا کہ میرا میاں اور تیرا میاں سب مل کر فوج ہو گئی تو یہی جو حالات پیش آتے رہتے ہیں وقتاً فوقتاً ان ہی کے جمع ہونے سے مجموعہ بن جائے گا اور اس کے لیے کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں۔

دور سے پاس کرنا

(ملفوظ ۳۴۶) ایک صاحب نے اپنے بعض امراض لکھ کر لکھا تھا کہ فلاں مرض کا علاج میں اس طرح کر رہا ہوں' اگر آپ پاس فرمادیں' جواب لکھا گیا میں دور ہی سے پاس کرتا ہوں۔

مزاج مقدس کیسا ہے؟

(ملفوظ ۳۴۷) فرمایا کہ ایک صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ مزاج مقدس کیسا ہے؟ میں نے جواب میں لکھ دیا کہ مقدس تو معدوم مگر غیر مقدس اچھا ہے۔

اخلاق کی درستی درشتی پر موقوف ہے

(ملفوظ ۳۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اخلاق کی درستی درشتی پر موقوف ہے مصلح بدون تھوڑی سی سختی کے دوسرے کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ مامون رشید کے پاس قاضی یحییٰ بن اکثم امام بخاری کے شیخ قیام فرمائے ہوئے تھے' شب کو کسی ضرورت سے مامون رشید نے پکارا یا غلام یا غلام یا غلام اول تو غلام بولا نہیں اور جب بولا تو بہت ہی بگڑا کہ غلاموں کو زہر دے دو' تلوار سے سر قلم کر دو' دن بھر تو راحت ملتی نہیں شب کی بھی چین نہ رہی یا غلام یا غلام یہی ہر وقت رہتا ہے۔ باوجود اس قدر گستاخی کے مامون رشید غلام پر برہم نہیں ہوا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ بہت گستاخ ہو گئے ہیں ان کی اصلاح ہونا چاہیے۔ مامون رشید نے کہا کہ پہلے میں اپنے اخلاق خراب کروں جب ان کے اخلاق درست ہوں اور ان کی اصلاح ہو سو میری جوتی کو کیا غرض پڑی

کہ میں ان کی وجہ سے اپنے اخلاق خراب کروں اور بدون مواخذہ و مطالبہ و محاسبہ اصلاح ہو نہیں سکتی پھر فرمایا میرے یہاں اصلاح کے لیے مواخذہ تو ہے مگر بحمد اللہ عین مواخذہ کے وقت بھی تحقیر کسی کی قلب میں نہیں ہوتی ہاں مجھ سے ہر ایک کی بنتی بھی نہیں اور یہ عدم توافق کسی نقص ہی کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ عدم مناسبت اس کا اصل سبب ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ عدم مناسبت ہی کی بناء پر تھا جس پر "هذا فراق بيني وبينك" کہا گیا ورنہ موسیٰ علیہ السلام میں کس قسم کا شبہ ہو سکتا ہے۔ (نعوذ باللہ) ایسے ہی یہاں پر ہے کہ میں کسی نقص ہی کی بناء پر فراتی جواب نہیں دیتا بلکہ عدم مناسبت ہی اکثر سبب ہوتا ہے۔

کثرت ازدواج کا اعتراض

(ملفوظ ۳۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخالفین کی طرف سے نفس پرستی کا اعتراض ہے کثرت ازدواج کے متعلق مگر یہ نہ دیکھا کہ عرب کے بڑے بڑے عمائد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حسین سے حسین عورتیں اور سلطنت اور حکومت اور مال پیش کرنے کی درخواست کی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ ہمارے لات اور عزیٰ کو برا نہ کہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف انکار فرما دیا' کیا حظ نفس والے کا یہی رنگ ہوتا ہے اس قسم کا اعتراض ایسی ذات مقدس پر وہی کر سکتا ہے جو یا تو اندھا ہو اور اگر اندھا نہیں تو شرارت ہے۔

معمولات اصل نہیں تعلیمات اصل ہیں

(ملفوظ ۳۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معمولات تو افعال ہوتے ہیں اور اتباع اقوال کا ہوتا ہے اس لیے کسی بزرگ کے معمولات لکھنا بے کار ہے بلکہ یہ مؤرخین کا مذہب ہے کہ دوسروں کے معمولات لکھنے پڑتے ہیں طالب کو اس سے کیا بحث' حضرت تعلیم پر عمل ہونا چاہیے کہ اصل چیز قدر کی یہی ہے اور نری تعلیم سے کیا ہوتا ہے اور اس کو پوچھتا کون ہے؟

۱۷ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

تصنیف کثرت الازواج لصاحب المعراج

(ملفوظ ۳۵۱) فرمایا کہ آج کل میں ایک رسالہ لکھ رہا ہوں جس کا نام کثرت الازواج

لصاحب المعراج ہے اس میں چھوٹی چھوٹی عبارتوں میں بڑے بڑے اشکال کا حل کر دیا گیا ہے۔ طالب علموں کے نہایت کام کی چیز ہے مگر مشکل یہ ہے کہ آج کل لوگ ان مضامین کو پسند کرتے ہیں کہ جن میں نئے طرز کے الفاظ ہوں اور ناول کا سا طرز اور رنگ ہو۔

غیر اہل فن کا قیل وقال

(ملفوظ ۳۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں غیر اہل فن سے قیل وقال کو پسند نہیں کرتا۔ غیر اہل فن کے دخل دینے سے تکدر ہوتا ہے۔ اہل فن کے سامنے غیر اہل فن کا قیل و قال کرنا دوسرے کا وقت ضائع کرنا ہے۔

مفرحات مقرحات نہ بن جائیں

(ملفوظ ۳۵۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر آپ طبیب ہوتے تو آپ کے قول پر عمل کر لیتا اور اگر اب بدون طبیب کے مشورہ کے مفرحات استعمال کروں تو وہ مقرحات ہو جائیں۔ بڑی راحت اسی میں ہے کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے سے حالت بیان کر دی اور جو اس نے تدبیر بتلا دی اس پر عمل کر لیا آگے سب گڑ بڑ ہے۔ یہ تو فرض ہے مرید کا باقی شیخ میں بھی تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ دین انبیاء کا سا ہو تدبیر طبیب کی سی ہو سیاست ملوک کی سی۔

کذا فی رسالة الشیخ محی الدین ابن العربی

قلب کو فضولیات سے خالی رکھنے کا اہتمام

(ملفوظ ۳۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو اس کا خاص اہتمام رکھتا ہوں کہ قلب فضولیات سے خالی رہے کیونکہ فقیر کو تو برتن خالی رکھنا چاہیے نہ معلوم کس وقت کسی سخی کی نظر عنایت ہو جائے۔ ایسے ہی قلب کو خالی رکھنے کی ضرورت ہے نہ معلوم کس وقت نظر رحمت ہو جائے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی   شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(ایک پل بھر کو اس شاہ کی طرف سے غافل نہ ہو ممکن ہے کہ کسی وقت نظر عنایت ہو اور بوجہ غفلت کے تم کو خبر بھی نہ ہو تو محروم رہ جاؤ)

غرضیکہ قلب کو خالی رکھنا چاہیے فضولیات سے اور معصیت سے تو خالی رکھنا ضروری ہی ہے۔ بعض سالکین تو مباحات سے بھی خالی رکھتے ہیں مگر اس میں غلو کرنا مضرت ہے کیونکہ شیطان خالی گھر دیکھ کر اپنا تصرف کرنے لگتا ہے اس لیے اگر طاعات سے پر رکھنا مشکل ہے تو مباحات نافعہ سے پر رکھے مثلاً دوستوں سے ملنا' کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا یا کتاب دیکھ لینا خواہ وہ طاعات کی جنس سے نہ ہو تفریح ہی کی جنس سے ہو یہاں پر تفریح سے مراد تھیٹر اور سینما وغیرہ نہیں بلکہ مباحات ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وہ مباح فی الجملہ نافع ہو اور اس میں معصیت نہ ہو یہ سب تدابیر ہیں دین کی درستی کی اس ہی لیے تو یہ فن بڑا دقیق ہے اسی لیے یہاں شبہ ہو سکتا ہے کہ مباح کا دین سے کیا تعلق اسی طرح اگر خلوت میں نشاط جاتا رہے واجب ہے ہنسنا بولنا مجمع میں آ کر بیٹھ جانا صوفیاء نے جو سمجھا ہے وہ حقیقت ہے بڑے سے بڑے فلاسفروں کی تحقیق ان کے سامنے گرد ہے' افلاطون کو کسی نے خواب میں دیکھا تھا بعض حکماء کا نام لے کر پوچھا کیا یہ حکماء ہیں جواب نفی میں دیا۔ پھر پوچھا اچھا بایزید شہاب الدین سہروردی کو بتلاؤ' کہا "اولئک هم الفلاسفه حقا" (وہ یقیناً حقیقی فلاسفر ہیں۔۱۲)

میں ایک مثال بیان کرتا ہوں جو فی نفسہ تو مباحات کے درجہ میں ہے لیکن بعض اوقات وجوب کے درجہ میں ہو جاتا ہے۔ مثلاً بیوی کے ساتھ ہنسنا' بولنا کہ بیوی سے ہنسنے بولنے میں اجنبیہ کی طرف میلان نہیں ہوتا تو یہ کتنی بڑی مصلحت ہے۔ نواب ڈھاکہ سے ایک درویش کہہ گئے تھے کہ بیوی کے ساتھ مشغول رہنے میں حق تعالیٰ سے غفلت ہوتی ہے انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا جتنی زیادہ محبت ہوگی بیوی سے اتنا ہی اجر اور ثواب وقرب حق ملتا ہے۔ یہ ہی شریعت کی خوبی ہے اگر شریعت نہ بتلاتی اور طبیعت سلیم ہوتی اس کو ہی تجویز کرتے مگر باوجود تعلیم شریعت کے فن کے جاننے والے کی اب بھی ضرورت ہے۔ مثلاً طبیب کے پاس جا کر کہا جائے کہ یہ مصالحہ ہے وہ کہتا ہے کہ دھنیا اور اتنا بڑھا لیا جائے۔

ذمہ دار کو صاحب بصیرت ہونا ضروری ہے

(ملفوظ ۳۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذمہ دار کو صاحب بصیرت ہونے کی ضرورت ہے یہ بڑا ہی دقیق فن ہے۔ دیکھ لیجئے گورنمنٹ اگر کسی چیز کو نافذ کرنا چاہتی ہے تو

پہلے اعلان کرتی ہے نافذ نہیں کرتی' اس کا چرچا ہو جاتا ہے چند روز میں سنتے سنتے طبیعت خوگر ہو جاتی ہے پھر نافذ کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب تدابیر ہیں جس سے انتظام کو بقا ہوتا ہے۔

طریق بحمداللہ واضح ہو گیا

(ملفوظ ۴۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ طریق تو واضح ہو گیا اب آگے توفیق عمل رہ گئی ہے۔

صاحب فن کے پاس بیٹھنے سے فن سے مناسبت پیدا ہوتی ہے

(ملفوظ ۴۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو ان نو تعلیم یافتوں سے جو قابلیت کے بڑے مدعی ہیں' کہا کرتا ہوں کہ تم چند روز کسی محقق کے پاس بیٹھو' تب تم میں سوال کی قابلیت پیدا ہوگی اور پاس بھی اس طرح بیٹھو کہ مجلس میں بالکل مت بولو اس محقق کی باتیں دن کو سنا کرو اور رات کو سوچا کرو۔ بعضے لوگوں کو اپنی قابلیت پر بڑا ناز ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو سوال کرنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی۔ ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا تو ادائے حق کے لیے کچھ گفتگو کرنا چاہی اور یہ گفتگو کی کہ حضرت وہ چھوٹی چھوٹی باتیں کون سی ہیں جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت نے مزاحاً فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے انبٹہ والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا ہوگا' ہمارا نہیں ٹوٹتا کہنے لگے حضرت یہی کفر و شرک کی باتیں حضرت نے فرمایا کہ حضرت کفر و شرک کی باتیں تو چھوٹی ہو گئیں پھر بڑی کون سی باتیں ہوں گی' شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے تو حضرت نری نقل سے کام نہیں چلتا جیسے انہوں نے اہل فہم کو مسائل کی تحقیق کرتے دیکھا تو خود بھی تحقیق کا جوش اٹھا۔ ایک جاہل مجسٹریٹ کی حکایت ہے کہ وہ مجسٹریٹ ہو گیا' آتا جاتا کچھ تھا نہیں اب فکر ہوئی کہ فیصلے کس طرح دیا کروں گا' فیصلے دیکھنے کے لیے ایک اور مجسٹریٹ کے اجلاس میں پہنچے وہاں جا کر دیکھا اتفاق سے ایک درخواست پیش آ گئی اس کو منظور کر لیا دوسری آئی اس کو نامنظور کر دیا بس آپ نے اپنے اجلاس میں آ کر اس طرح نقل شروع کر دی جو طاق کے سلسلہ میں درخواست آ گئی منظور اور جو جفت کے سلسلہ میں درخواست آ گئی نامنظور۔ حضرت جس فن میں بدون شیخ یا استاد کے قدم رکھے گا یہی حالت ہوگی کہ اس کا درجہ نقال سے نہیں بڑھ سکتا۔ ایک صاحب کی حکایت ہے کہ

ان کی بیوی گلگلے پکارہی تھی ان کو بیوی سے کسی کام کی ضرورت تھی' بیوی نے کہا کہ میں اس وقت اس کام میں لگی ہوئی ہوں اس سے فارغ ہوکر کردوں گی' کہنے لگے یہ کام میں کردوں گا وہ بیچاری چھوڑ کر کھڑی ہوگئی میاں گلگلے پکانے پر تیار ہوئے اور کھڑے کھڑے کڑاہی میں آٹا چھوڑ دیا تمام تیل کی چھینٹیں اوپر آئیں' بھاگے چولہے کے پاس سے۔ دیکھ لیجئے ایک معمولی سی بات مگر چونکہ کسی اہل فن سے سیکھی نہ تھی اس کو انجام نہ دے سکے تو بھلا اور کام تو کیا کوئی انجام دے سکتا ہے۔ خصوص جن کاموں کا تعلق ذوق اور وجدان سے ہو۔

حضرت حاجی صاحب اس فن کے امام مجتہد ومجدد تھے

(ملفوظ ۳۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب اس فن کے امام مجتہد ومجدد تھے اور یہ بھی حضرت ہی کی برکت تھی کہ مجھ کو حضرت کی کسی بات پر کبھی نکیر اور اعتراض نہیں ہوا فوراً سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ منجانب اللہ مناسبت ہوتی ہے یہ مکتسب نہیں۔

لوگوں کی تحقیر سے بچنا واجب ہے

(ملفوظ ۳۵۹) ملقب بہ التحذیر عن التحقیر ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب نیت خالص ہو اور محض حق کے واسطے کوئی کام ہوتا ہے حق تعالیٰ اس میں برکت وامداد فرماتے ہیں۔ مولوی رحم الٰہی صاحب منگوری مرحوم کا ایک عجیب واقعہ ہے یہ بات سب کو معلوم ہے کہ یہ سنت اللہ ہے کہ جہاں اللہ والے ہوتے ہیں وہاں ان کے مخالف بھی ہوتے ہیں لہٰذا مولوی صاحب کے پڑوس میں ان کے مخالف بھی رہتے تھے جہاں برہمن وہیں قصائی پھر مخالفین میں بھی بعض کی طبائع میں خبث ہوتا ہے ان کا جی اسی سے خوش ہوتا ہے کہ دوسروں کو تکلیف میں دیکھیں۔ ان اہل محلہ نے یہ شرارت کی کہ مولوی صاحب کے گھر سے مسجد جانے کا ایک چوک کی شکل میں جو راستہ تھا اس میں گانے بجانے کا انتظام کیا اور ایک طوائف کو بلا کر مجلس رقص قائم کی۔ مولوی صاحب گھر سے نماز کے لیے مسجد کو چلے تو راستہ میں یہ طوفان بے تمیزی برپا دیکھا چونکہ نماز کا وقت قریب تھا صبر کیے ہوئے مسجد پہنچ گئے بعد فراغ نماز گھر کو واپسی ہوئی' دوبارہ دیکھ کر صبر نہ ہوسکا۔ آخر صبر اور ضبط کی بھی تو کوئی حد ہے۔ اب مولوی صاحب نے سوچا

کہ جڑ ہی کی خبر لینا چاہیے جوتا نکال کر مجمع سے پھاندتے ہوئے اور بیچ مجمع میں پہنچ کر جو جڑ اور بنا تھی اس کے سر پر جوتا بجانا شروع کر دیا مگر اہل مجلس میں سے کسی کی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ کوئی کچھ بولتا یہ ہیبت حق ہے جو اہل اللہ کو عطاء فرمائی جاتی ہے اور یہ مولوی صاحب کا جوش اور ہمت تمام تر محض حق کے واسطے تھی اس واقعہ کے بعد جلسہ تو ختم ہو گیا اور شریر لوگوں نے اس عورت سے کہا کہ ہم روپیہ صرف کریں گے اور گواہی دیں گے تو مولوی صاحب پر دعویٰ کر اس نے کہا کہ روپیہ تو میرے پاس بھی بہت ہے اور گواہ ہو ہی مگر دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص کا مقابلہ کرنے کی تیاری کا مجھ کو مشورہ دیا جا رہا ہے وہ خالص اللہ والا ہے اس لیے کہ اگر اس شخص کے قلب میں دنیا کا ذرا برابر بھی شائبہ ہوتا تو مجھ پر اس کا ہاتھ ہرگز نہ اُٹھتا اس سے ثابت ہوا کہ یہ شخص محض اللہ والا ہے تو اس کا مقابلہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کا تو کمال تھا ہی مگر اس عورت کا بھی معتقد ہونا پڑتا ہے۔ پھر اس ہی پر بس نہیں کیا وہ عورت مولوی صاحب کے مکان پر پہنچی اور معافی کی درخواست کی اور یہ کہا کہ مجھ کو اس فعل سے توبہ کرا دیجئے اور کسی نیک شخص سے میرا نکاح کرا دیجئے۔ مولوی صاحب نے توبہ کرا کر کسی بھلے آدمی سے نکاح کرا دیا' وہ پردہ میں بیٹھ گئی اور بھلی بی بی بن گئی۔

یہ سب حق تعالیٰ کا فضل اور مولوی صاحب کے خلوص اور جوتیوں کی برکت تھی۔ اگر ہر شخص خلوص سے ہمت کر کے دین کے کاموں کو انجام دے انشاء اللہ برکت ہو' کامیابی نصیب ہو۔ آج کل خلوص کا تو کہیں نام و نشان نہیں' محض فلوس کی فکر ہے۔ عجیب ہی حکایت ہے اس سے کام کرنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اس واقعہ پر یہ تفریع بھی کیا کرتا ہوں کہ کسی کی تحقیر نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہر شخص کے متعلق بدرجہ احتمال یہ اعتقاد رہنا چاہیے کہ ممکن ہے کہ اس میں خدا کے نزدیک کوئی بات ہم سے بہتر ہو۔ دیکھئے اس عورت کے اس فہم و خلوص کی کس کو خبر تھی پھر مولوی صاحب کی للّٰہیت کی برکت کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ برکت کا اثر بھی ہر شخص پر نہیں ہوتا۔ دیکھئے انبیاء کی برکت ابوجہل اور ابو طالب کے لیے کارگر نہ ہوئی اور تو کس کا منہ ہے کہ ایسی غیر مستخلف برکت کا دعویٰ کرے۔ پس برکت کی بھی ایک حد ہے اس کو بھی بلکہ ہر چیز کو اپنی حد پر رکھنا چاہیے' غلو ہر چیز میں برا ہے

اس عورت کی حکایت کے مناسب ایک اور حکایت حضرت مولانا گنگوہی نے نقل فرمائی۔ گنگوہ میں ایک بے قید درویش آیا' شہرت ہوئی' ایک آوارہ عورت کو بھی معلوم ہوا اس نے اپنے آپ سے کہا کہ چلو ہم بھی اللہ والے کی زیارت کر آئیں' دونوں گئے' مرد تو جا کر شاہ صاحب کے پاس بیٹھ گیا اور عورت بوجہ شرمندگی ایک طرف بیٹھ گئی۔ شاہ صاحب نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ بازاری عورت ہے آپ کی زیارت کو آئی ہے مگر بوجہ اس پیشہ کے شرمندگی کے سبب پاس آنے سے رکتی ہے۔ وہ شاہ صاحب کیا کہتے ہیں کہ بی بی پاس آ جاؤ' شرمندگی کی کون سی بات ہے وہی کرتا ہے وہی کراتا ہے یہ الفاظ سن کر اس عورت کے سر سے پیر تک آگ لگ گئی اور کھڑی ہوگئی اور اس آشنا یعنی اپنے ساتھی سے کہا کہ بھڑوے تو تو اس کو بزرگ بتلاتا تھا یہ تو مسلمان بھی نہیں یہ کہہ کر وہاں سے چل دی۔ کہتا ہوں کہ ان الفاظ سے اس حقیقت تک کسی مفتی کا ذہن تو پہنچ سکتا تھا مگر بیچاری جاہل نے کیسا سمجھا' یہ فہم کی بات ہے اور اس میں فہم تو تھا ہی بغض فی اللہ کس درجہ تھا کہ بیٹھ نہ سکی' خاموش نہ رہ سکی چل دی۔

بھلا ان واقعات سے کیا کوئی کسی کی تحقیر کر سکتا ہے؟ اور حقیر سمجھ سکتا ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میرے ایک دوست تھے قنوج میں وہ شاعر بھی تھے ان کا ایک ماہواری رسالہ بھی نکلتا تھا' اب انتقال ہوگیا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ آپ میرے نام پر ہنسیں گے میرا نام ہے بھگو خان۔ میں نے لکھا کہ میں ہنسوں گا نہیں یہ تو "ففروا الی اللّٰہ" کا ترجمہ ہے اللہ کی طرف بھاگنے والا اس پر خط آیا مسرت کا اظہار کیا' غرض کسی کے نام پر کسی کے اعمال پر کسی کے لقب پر کسی کی ظاہری حالت پر ہرگز تحقیر نہ کرنا چاہیے مگر اتنی بھی رعایت نہ چاہیے جیسے ان شاہ صاحب نے کی کہ اس کے فعل معصیت کو توحید میں داخل کیا۔ (نعوذ باللہ منہ) مگر اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ جیسے ان شاہ صاحب نے اس آوارہ اور بازاری عورت کی رعایت کی گو اس کی نظر میں شاہ صاحب مسلمان بھی نہ رہے۔ اسی طرح لوگ علماء کو مشورہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمانہ کے اعتبار سے مسائل میں عوام کی رعایت کرنا چاہیے مگر معلوم بھی ہے کہ ایسا کرنے سے سب سے اول ہم ہی ان کی نظروں سے گریں گے۔ پس نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری نظر سے بھی گریں گے اور دین داروں کی نظر سے بھی۔ اب اہل حق کی نسبت کہتے

ہیں کہ میاں یہ تو پرانے خرانٹ ہیں' پرانی لکیر کے فقیر ہیں ان سے تو زمانہ شناسی کی اُمید نہیں' یہ تو پک گئے اچھا صاحب ہم تو جیسے کچھ ہیں' تم اپنے بچوں کو روشن دماغ مولوی بناؤ' ہم خاک نشین سہی ذلیل سہی تم کو ہماری خیر خواہی کرنے کی کیا ضرورت تم اپنی فکر کرو۔

آج کل کے شمس العلماء شمس مکسوف ہیں

(ملفوظ ۳۶۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل شمس العلماء شمس تو ہیں مگر شمس مکسوف ہیں۔

حد سے تجاوز تقویٰ میں بھی برا ہے

(ملفوظ ۳۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حد سے تجاوز کرنا کسی چیز میں بھی پسندیدہ نہیں حتیٰ کہ تقویٰ میں بھی اسی واسطے ایک مولوی صاحب جو نہایت متقی تھے وہ کہتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں اس پر مواخذہ نہ ہو کہ تو اتنا متقی کیوں تھا ان کی مراد یہی غلو ہے۔ حقیقت میں صوفیاء اور فقہاء حکماء اُمت ہیں۔ یہ تو ایک صوفی کا قول تھا باقی فقہاء نے لکھا ہے کہ زہد بارد قابل تعزیر ہے اس کی مثال لکھی ہے کہ کوئی شخص گیہوں کا ایک دانہ اُٹھا کر دکھاتا پھرے کہ اس کا کون مالک ہے تو اس کو مستحق تعزیر فرمایا ہے کیونکہ شریعت نے اس کو متقوم نہیں فرمایا اور یہ اس کو لقطہ بنا کر متقوم میں داخل کرتا ہے اس کو زہد خشک اور زاہد بارد کہتے ہیں اور درحقیقت اس میں اظہار ہے اپنے ورع اور تدین کا۔

۷ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ہمارے اکابر اور اہل بدعات

(ملفوظ ۳۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے اکابر اہل بدعت کی مذمت میں بھی غلو نہیں فرماتے کیونکہ یہ اہل بدعت اگر اپنے علماء کے کہنے سے غلطی اور دھوکہ میں ہیں تو معذور ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے اور اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو مواخذہ فرمائیں گے ہم کیوں اپنی زبان گندی کریں اس لیے اپنے بزرگوں کو کچھ زیادہ کہتے ہوئے یا لکھتے

ہوئے نہیں دیکھا' پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جاویں۔ اہل باطل کے پاس روپیہ وافر ہے اس کے لالچ میں ان کی خواہشوں کی موافقت کرتے ہیں۔ اہل حق بیچاروں کے پاس روپیہ کہاں مگر اس پر بھی ان کو شب و روز "ان تعدوا نعمة اللّٰه لاتحصوها" کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

بڑا بننے کا مرض عام ہو گیا ہے

(ملفوظ ۳۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کیا ٹھکانا ہے ترفع کا عموماً چھوٹی چھوٹی قومیں اپنے حسب نسب ہی کو چھپانا چاہتی ہیں اور بڑے خاندانوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں مگر شرعاً یہ بڑا گناہ ہے پھر علاوہ گناہ کے ان چیزوں میں کیا رکھا ہے کام کی باتیں کرنا چاہیے یعنی وہ کام کرو جس سے ذلت گلو گیر نہ ہو پھر خود بخود معزز ہو جاؤ گے قوم کو کوئی دیکھے گا بھی نہیں۔ اصل عزت افعال کی ہے نہ کہ قوم کی اب شرفاء ہی کو دیکھ لیا جائے جو جیسے عمل کر رہا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ لوگ برتاؤ کرتے ہیں باقی بعض لوگوں کا یہ خیال کہ شرفاء ہم کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اخلاق و افعال میں جو جس درجہ کا ہوتا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جو شرفاء کے لیے بھی عام ہے اگر وہ ذلیل کام کرتے ہیں ان کو بھی ذلیل سمجھا جاتا ہے پھر غیر اختیاری چیز پر کسی کو کیا حق ہے کہ دوسرے کو حقیر سمجھے' اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ اگر کسی کی دونوں آنکھیں ہوں تو شکر تو واجب ہے مگر اندھوں کو حقیر سمجھنا تو جائز نہیں ہے۔

بیوی کو اپنے خاوند کیلئے تعویذ کرانے میں تفصیل

(ملفوظ ۳۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ بیوی اگر خاوند کے لیے محبت کا تعویذ کروالے تو حرام ہے یہ ایک جزئی ہے جو ظاہراً مطلق ہے مگر واقع میں یہ تفصیل کی محتاج ہے۔ وہ تفصیل یہ ہے کہ جو حقوق خاوند کے ذمہ واجب ہیں ان کے لیے تو حب کا تعویذ وغیرہ جائز ہے اور جو حقوق شرعاً اس پر واجب نہیں محض تبرع ہیں اس میں ایسی تدبیرات سے اس کی رائے اور آزادی کو سلب کرنا یہ حرام ہے کیونکہ تبرع میں جبر حرام ہے

اور واجب میں جائز ہے اسی طرح جس چیز پر حساً جبر جائز ہے وہاں جبری سفارش بھی جائز ہے اور جہاں حساً جبر جائز نہیں وہاں پرزور سفارش بھی جائز نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ حقوق غیر واجبہ میں رائے کی آزادی سلب نہ ہونا چاہیے مضطر نہ کرنا چاہیے۔ امیر آدمیوں کو اکثر لوگ ان تعویذات وغیرہ سے مسخر کرتے ہیں سو اگر ایسا مسخر ہو جائے کہ مضطر و مغلوب ہو جائے یہ قطعاً حرام ہے عوام کے نزدیک یہ چیزیں آج کل کمالات میں شمار ہوتی ہیں حالانکہ اس کی ایک فرد یعنی جس میں دوسرا مغلوب ہو جائے معصیت بھی ہے۔

پردہ کی ضرورت فطری امر ہے

(ملفوظ ۳۶۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پردہ کی ضرورت چونکہ امر فطری ہے اس لیے اگر اس میں نص بھی نہ ہوتی تو ضرر نہ تھا جیسے پیشاب پینے کا قبح امر فطری ہے اگر اس میں کوئی نص بھی نہ ہوتی مضر نہ تھا۔ پس اگر خصم اس کا قائل ہو جائے کہ پیشاب پینا اور بے پردگی ایک ہی درجہ میں ہیں تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یک شنبہ

لوگوں کی بدفہمی کی حد نہیں رہی

(ملفوظ ۳۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کی بدفہمی کی بھی کوئی حد نہیں یہ کہ ایک شخص ہے (یہ شخص بے اجازت آ گیا تھا) اس نے کئی سال سے اذیتیں پہنچانے پر کمر باندھ رکھی ہے مجھ کو اس شخص کی صورت دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے گو اس وقت جو تازہ تکلیف دی ہے وہ کوئی بڑی تکلیف نہیں اور ایک تکلیف تو ایسی پہنچائی ہے کہ اگر یہ بھی سو برس زندہ رہے اور میں بھی تو اس کا اثر نہیں جا سکتا۔ وہ یہ ہے کہ اس شخص نے مجھ کو لکھا تھا کہ میری حالت افلاس کی ہے اگر کوئی صورت افلاس سے خلاصی کی نہ ہوئی تو میں عیسائی ہو جاؤں گا' میں ہر چند چاہتا ہوں کہ اس سے قلب میں ذہول ہو جائے مگر نہیں ہوتا کیا کروں' وہ یاد آ کر قلب میں کانٹا سا چبھتا ہے مجھ کو تو لوگ بدنام کرتے ہیں اس کو کوئی نہیں دیکھتا کہ نالائق موذی لوگ کیا کرتے ہیں اگر یہ شخص آنے کے وقت بذریعہ خط مجھ سے

اجازت نے لیتا تو میں اجازت دے دیتا مگر کچھ شرائط کے ساتھ خدانخواستہ میں کوئی جلاد نہیں ہوں' قصائی نہیں ہوں مگر بدون اجازت آ دھمکے نہ کوئی اصول نہ کوئی قاعدہ سو یہ خود رائی اور حکومت اور آزادی کی صورت مجھ کو گوارا نہیں اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اگر یہ واقعہ کسی کو نہ معلوم ہو جو میں نے اس شخص کا بیان کیا اور محض میرا اس وقت کا برتاؤ دیکھئے تو آخر کیا کہے گا کہ بڑا ہی ظلم کیا بے چارے پر اور اس کے ظلم کو کوئی بھی نہ سنتا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جو جس کے ساتھ میں برتاؤ کرتا ہوں اس میں میری کوئی مصلحت نہیں ہوتی بلکہ اسی کی مصلحت ہوتی ہے اور اس کی بھی کیا اس کے دین کی مصلحت ہوتی ہے۔ خوب اچھی طرح پر کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ طریق میں جس کا بھی داخل ہونے کا ارادہ ہو اس کو چاہیے کہ وہ تابع بن کر داخل ہو جو اس کی حالت کے مناسب ہوگا اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا ذرا برابر رعایت نہ ہوگی اور ذرا سی بات پر بھی درگزر نہ کیا جائے گا۔ ایسا تسامح کرنے کو میں خیانت سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر طریق میں داخل نہ ہوں تو پھر میں پاخانہ اُٹھانے کو تیار ہوں مگر طریق میں داخل ہونے کی نیت سے آ کر دق کرنا یہ کونسا طریق ہے اور یہ طریق کا کون سا ادب ہے اگر میری خدمت تربیت کے لیے پسند نہیں دوسری جگہ جاؤ اور جب یہ چاہتے ہو کہ ہماری خدمت کی جائے تو تابع بن کر آؤ یہ کونسا انصاف ہے کہ مصلح کا کیا اتنا بھی حق نہیں کہ وہ تم کو روک ٹوک کر سکے۔ عجیب فلسفہ ہے جس میں اس کو مقید بھی کریں یہ تو کھلی بے انصافی ہے۔ ایک بی بی تین مرتبہ آ چکی ہے اور تینوں دفعہ محروم گئیں۔ سمجھتی ہوں گی کہ اس سے زیادہ کوئی سخت نہیں اور آج سلیقہ سے آنا ہوا سب دفعہ کی کلفت جاتی رہی۔ اب کہتی ہوں گی کہ اس سے زیادہ کوئی نرم نہیں حالانکہ میں سخت ہوں نہ نرم میں تو اصول کے ماتحت کام کرتا ہوں یہی دوسروں سے چاہتا ہوں باقی کسی کا اصول اور سلیقہ سے کام کرنے کا قصد نہ ہو اس کی تو فصد ہی لیجائے گی یہی ناگوار ہوتا ہے کیونکہ مذاق وہ ہو رہا ہے جیسا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کسی گرو کے پاس ایک شخص گیا کہ چیلا بنا لو گرو نے کہا چیلا بننا بڑا مشکل ہے تو کہتا ہے کہ گرو ہی بنا لو یہ لوگ گرو بننے آتے ہیں سو میں بھی گرو بنا کر بھیجتا ہوں' میرے یہاں ان سب شرائط اور صورتوں کا مشترک مقصد حصول

مناسبت ہے ان سب تدابیر سے مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور اسی سے اذیت ہوتی ہے کہ یہ اپنے منصب کے خلاف کر رہا ہے' محروم رہے گا۔

اس زمانہ میں ایمان کے لالے پڑ رہے ہیں

(ملفوظ ۳۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل اس قسم کے خطوط بصورت دھمکی کے اکثر آتے ہیں کہ یا تو افلاس کا علاج یا تدبیر بتلاؤ ورنہ تبدیل مذہب کی نوبت آ جائے گی۔ میں ایسے موقع پر نہ سختی کرتا ہوں اس لیے کہ اس سے اشتعال ہوگا اور اشتعال میں زیادہ اندیشہ ہوتا ہے اور نہ نرمی کرتا ہوں اس سے چاپلوسی کی سی صورت معلوم ہوتی ہے یہ بھی مضر ہے۔ بس یہ اکثر لکھ دیتا ہوں کہ اس قدر تکلیف پہنچی ہے کہ جواب دینے کی ہمت نہیں' تجربہ سے یہ جواب بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ اکثر جواب میں ندامت اور توبہ ہی لکھی ہوئی آتی ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ ایمان ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں کہ افلاس کے سبب اسلام چھوڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں پیسہ کی قدر کرنی چاہیے اور فضول اخراجات سے مسلمانوں کو اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔ آج کل فضول خرچ کرنے والے کو سخی سے تعبیر کرتے ہیں جو غلط ہے وہ شخص مسرف ہے جو بے موقع اور بے محل خدا کی عطاء کی ہوئی نعمت کو صرف کرتا ہے اور یہ معصیت کی ایک فرد ہے۔

یکسوئی کو نسبت مع اللہ سمجھنا

(ملفوظ ۳۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب جو بظاہر لکھے پڑھے بھی معلوم ہوتے تھے کہنے لگے کہ تمہاری تصانیف دیکھ کر حقیقت کا انکشاف ہوا' بڑی زبردست غلطیوں میں ابتلاء تھا' یکسوئی اور کیفیت پیدا ہونے کو نسبت مع اللہ سمجھتا تھا۔ بات یہ ہے کہ بدون رہبر کامل کے اس طریق میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اس راہ میں یہ بڑی ضروری چیز ہے کہ استفادہ کے لیے مصلح کی تقلید کرے۔ میری ان تمام تر سعی اور کوششوں و تدابیر سے غرض یہی ہے اور یہی چاہتا ہوں کہ سب کام کے ہو جائیں اجی نام کے تو سب ہیں ہی اور اگر کسی اور کے کام کے نہ ہوں تو اپنے ہی کام کے ہو جائیں اور یوں ہی بھرتی بھر دی' کیا

مطلب کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے اور اگر کسی کو فوج بھی مقصود ہو تو فوج بھی وہی ہے جو کارآمد ہو بے کار تو فوج بھی کارآمد نہیں۔ یہ تو ایسی بات ہے جیسے آج کل سنا ہے بعض مدارس میں حدیث کا دورہ ہوتا ہے۔ ایک پارہ نو ماہ میں اور انتیس پارے ایک ماہ میں ایسی صورت مدارس میں ظاہر ہے کہ کیا خاک کام ہوگا سوائے نام کے اور طلبہ کیا سمجھتے ہیں سوائے اس کے کہ تعداد گنوادی جائے کہ امسال اس قدر فارغ ہوئے تو کیا تعداد مقصود ہے جب کام ہی نہ ہو اور جب یہ حالت ہے تو ایسی باتوں پر روک ٹوک کرنے والے سے کون خوش ہو سکتا ہے خیر سے ہوں ناراض جوتی سے وہ کتمان حق کر کے اپنی گردن پر کوئی بوجھ تھوڑا ہی رکھ سکتا ہے۔

معاصی کے ساتھ نسبت شیطانی

(ملفوظ ۳۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بعضے اس پر فخر کرتے ہیں کہ معاصی سے بھی ہماری نسبت سلب نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ نسبت کیا ہوئی' بی بی تمیزہ کا وضو ہو گیا' لو ہالاٹ کہ سب کچھ کیا اور وضو باقی رہا اور ایسی نسبت کے متعلق بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ شیطانی نسبت تھی۔

عقل کی مثال

(ملفوظ ۳۷۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عقل ایسی ضعیف چیز ہے کہ وہم کا تو مقابلہ کر ہی نہیں سکتی نہ کہ حق تعالیٰ کے احکام کا مقابلہ کرے۔ مثل دوسرے مدرکات کے عقل کے احکام بھی ایک حد خاص تک ہیں آگے وحی کی ضرورت ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی پہاڑ پر چڑھنا ہے تو گھوڑا دامن کوہ تک جا سکتا ہے اور آگے خود طے کرنا پڑتا ہے اسی طرح بے چاری عقل کا پہاڑ کے اوپر گزر نہیں۔ یہ حقیقت ہے اس کی جس پر اتنا بڑا ناز ہے۔

غیر اختیاری وساوس کفر کے بھی مضر نہیں

(ملفوظ ۳۷۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وساوس غیر اختیاریہ چاہے کفر ہی کیوں نہ ہوں اگر یہ شخص صراط مستقیم سے نہ ہٹے تو وہ گمراہ نہیں بلکہ میں تو توسیع کر کے کہتا ہوں کہ یہ عین قوت ایمانیہ کی دلیل ہے کہ باوجود مزاحم کے پھر اس راہ پر لگا ہوا ہے ایسی حالت میں گھبرانا نہیں چاہیے

اور قوت وہمت کے ساتھ راہ طے کرتا ہوا چلا جائے بڑا اجر ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ مسلمان کی کوئی حالت غیر اختیار یہ ایسی نہیں کہ وہ محمود نہ ہو اور اس پر اس کو اجر اور ثواب نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں:

درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست   بر صراط مستقیم ایدل کسے گمراہ نیست

کام میں لگے رہنے کی ضرورت ہے لگے رہو جو کچھ بن پڑے کئے جاؤ۔ ایک صاحب کا مقولہ مجھ کو تو بہت ہی پسند آیا کہ وہ تو ایسا دربار ہے کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی کمی کیا ہے کوئی لینے والا چاہیے مگر محض قیل وقال سے کام نہیں چلتا ہے۔ پھر دیکھو کیا کچھ عطا ہوتا ہے کام کرنے اور نہ کرنے پر۔ ایک مثال یاد آئی ایک شخص کہتا ہے کہ میں بھوکا ہوں مگر جو روٹی مجھ کو دی جائے اس کا قطر چار انگشت کا ہو۔ اس سے معلوم ہوگا کہ اس کو بھوک نہیں ورنہ قیل و قال نہ کرتا' ارے بھائی روٹی ہونا چاہیے وہ ایک بالشت کی ہو یا چار انگشت کی ہو اسی طرح جنت میں تو پہنچ جاؤ چاہے وہ درجہ داہنے یا بائیں نیچے ہو یا اوپر۔

آج کل کی ترقی' اعلیٰ درجہ کی پستی ہے

(ملفوظ ۳۷۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل ترقی کرنے کا مرض ایسا عام ہوا ہے کہ شاید ہی کوئی بچا ہو حالانکہ جس کو یہ لوگ ترقی سمجھتے ہیں وہ اعلیٰ درجہ کی پستی اور تنزلی ہے۔ میں نے لکھنؤ میں ایک وعظ میں جس کا نام الحدود والقیود ہے اور بڑے بڑے بیرسٹر اور نو تعلیم یافتہ لوگ اس وعظ میں شریک تھے یہ کہا تھا کہ کیوں صاحب اگر ترقی مطلقاً مطلوب ہے تو پھر جسم پر جو ورم آ جاتا ہے اس کا علاج کیوں کرتے ہو' بس جیسے طب میں ترقی کی ایک حد ہے وہی ہمارے یہاں شریعت میں بھی اس کی ایک حد ہے حد سے گزر کر کسی چیز کا ہونا وہ مرض کہلاتا ہے صحت نہیں۔ اس پر سب کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ بعد وعظ کے اکثر نے کہا کہ آج حقیقت معلوم ہوئی بڑی زبردست غلطی میں ابتلاء تھا۔

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ایک صاحب کی اپنی غلطی کی تاویل

(ملفوظ ۳۷۳) ایک صاحب کی غلطی پر جنہوں نے اپنی غلطی کا کوئی منشاء بغرض برأت

کے بیان کیا تھا مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بے منشاء سمجھے تو کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی' کوئی منشاء ہی سمجھ کر غلطی ہوتی ہے' شیطان بھی تو کچھ سمجھا ہی تھا اور یہ سمجھا تھا کہ میں بڑا ہوں اور یہ چھوٹا مگر وہ سمجھ غلطی نکلی۔ معلوم ہوا کہ محض منشاء کا ہونا برأت کے لیے کافی نہیں ورنہ پھر تو کسی بات پر بھی مواخذہ نہ ہونا چاہیے۔ اس پر صاحب خاموش رہے اور منشاء کے غلط ہونے تک کا اقرار نہیں کیا۔ فرمایا کہ یہ دوسری غلطی ہے کہ جواب نہیں دیتے کہاں تک آپ لوگوں کے اقوال و افعال میں تاویلات کیا کروں' کیوں ستانے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ بتلائیے باوجود تنبیہ کے پھر بھی کوئی جواب نہیں کیا ٹھکانا ہے اس تمرد اور سرکشی کا۔ یہ اصلاح کرانے کے لیے آتے ہیں پتھر کے بت بن کر خود اپنی پرستش چاہتے ہیں۔ میں تو کہتا کہتا تھک گیا' قریب قریب ناامید ہو گیا اس قدر بدفہمی اور کم عقلی کا دور دورہ ہے کہ کوئی بات بھی تو ڈھنگ اور سلیقہ کی نہ رہی اور یہ بات تو دنیا سے قریب قریب مفقود ہی ہو گئی کہ اس کا خیال ہو کہ ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف اور اذیت نہ پہنچے اور زیادہ افسوس ناک تو میری حالت ہے کہ میں ہی ساری دنیا سے کیوں جدا ہوں اور لوگوں کی غلطیاں نکالتا ہوں۔ حالت موجودہ بالکل اس کے مشابہ ہے کہ ایک وزیر نے آثار سے معلوم کیا کہ ایک بارش ہوگی اور جو کوئی اس کا پانی پیئے گا مجنوں ہو جائے گا۔ بادشاہ سے عرض کیا اور اس کی اجازت سے یہ انتظام کیا کہ اچھے پانی کا ایک حوض بھر لیا گیا تا کہ اس بارش کا پانی استعمال نہ کریں۔ چنانچہ وہ بارش ہوئی اور بجز بادشاہ اور وزیر کے سب نے اس کا پانی پیا اور مجنوں ہو گئے۔ اب شہر میں جلسے شروع ہوئے کہ وزیر بادشاہ مجنوں ہو گئے ہیں ان کو تخت و تاج سے الگ کر دینا چاہیے' بادشاہ بہت گھبرایا اور وزیر سے مشورہ کیا' بعد مشورہ یہ قرار پایا کہ ہم تم بھی پی لیں' غرض کہ بادشاہ اور وزیر نے بھی وہ پانی پی لیا ان کی بھی وہی مجنونانہ حالت ہو گئی سب رعایا میں خوشی ہوئی کہ بادشاہ اور وزیر کو خدا نے صحت عطاء فرمادی وہی صورت قریب قریب یہاں نظر آ رہی ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ آدمی جس کے پاس اپنا کام لے کر جائے کم از کم اس کی بھی تو کچھ رعایت کرنا چاہیے کہ اس کو تکلیف نہ دے یہ میں نہیں کہتا کہ تم بزرگ سمجھ کر آؤ معتقد بن کر آؤ' آ کر جوتے سیدھے کرو' صرف یہ چاہتا ہوں کہ خدمت لو مگر انسانیت سے تہذیب سے

گنوار پن سے کام مت لو۔ فرض کرلو کہ جس کے پاس تم آئے ہو وہ بزرگ نہ سہی مگر کیا اس کو بلاوجہ ستانا چاہیے مجھ کو تو اس کا رنج ہوتا ہے کہ جو باتیں طبعی تھیں جنہیں تعلیم کی حاجت نہیں ان کی تعلیم میں تمام وقت صرف ہوتا ہے کہ جو باتیں تعلیم کی تھیں ان کی تعلیم کی نوبت بھی نہیں آتی ان ہی خرافات میں وقت ضائع ہوجاتا ہے میں تو دوسروں کی یہاں تک رعایت کرتا ہوں کہ اپنا کام چھوڑ کر دوسرے کا پہلے کام کردیتا ہوں سو جو شخص دوسروں کی اتنی رعایت کرے ظاہر ہے ایسے شخص کو تو بے اصول بات سے اذیت پہنچے ہی گی۔ اگر کوئی اصول سے کام لے خادم ہوں اور بے اصولی کے ساتھ تو مخدوم بھی بننا نہیں چاہتا۔

ہر قسم کے تعلیمی خزانے اسلام میں ہیں

(ملفوظ ۴۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام کی ہر تعلیم عجیب وغریب ہے عیادت کے باب میں حکم ہے فلیخفف الجلوس اور یہ حکم ہے کہ اگر تین شخص ایک جگہ ہوں تو دو شخصوں کو سرگوشی کرنے کی اجازت نہیں، تیسرے کی دل شکنی ہوگی کہ مجھ کو غیر سمجھا اس لیے مجھ سے اخفاء کیا گیا۔ اگر تعزیت کے لیے جائیں تو غمزدوں کی تسلی کی باتیں کرنے کا حکم ہے تاکہ وہ خیال ان کے دلوں پر سے ہٹ جائے نہ یہ کہ جیسی آج کل رسم ہے کہ مرنے والے کی جدائی کا صدمہ بیان کرتے ہیں اس سے تو گھر والوں کو اور بھی تکلیف ہوتی ہے۔ غرض کہ تمہارے گھر میں ہر قسم کے تعلیمی خزانے دبے ہوئے ہیں مگر تم کو قدر نہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں:

یک سبد پر ناں ترا بر فرق سر تو ہمیں جوئی لب ناں دربدر
تابزانوئی میان قعر آب وزعطش وزجوع گشتی خراب

آنے والے سے اپنے کام کی فرمائش نہ کرنا

(ملفوظ ۴۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی شخص سے میرا کوئی کام متعلق ہو اور اتفاق سے وہ میرے پاس آجائے تو میں اپنے کام کی اس سے اس وقت فرمائش نہیں کرتا اس سے اس کو آئندہ کے لیے یہ وہم نہ ہو کہ جب وہاں جاؤں گا ممکن ہے کہ کوئی کام کہہ دے اور آتے ہوئے بعض اوقات بار ہو بلکہ خود اس شخص کے پاس جا کر جو کام ہوتا ہے کہہ دیتا ہوں یہ

حسن معاشرت ہے ایک عالم غیر مقلد یہاں پر قیام کیے ہوئے تھے اور میرے پاس بیٹھے تھے مجھ کو ایک کتاب کی ضرورت تھی میں خود جا کر کتب خانہ سے لے آیا تو ان پر بڑا اثر ہوا اپنے دوستوں سے کہا کہ ہم لوگوں کا تو محض دعویٰ ہی ہے کہ اتباع سنت کا باقی سنت تو فلاں شخص میں ہے اور کتاب لانے کا قصہ بیان کیا' میں نے کہا کہ یہ بھی کوئی بڑے کمال کی بات تھی مجھ کو تو اس کا وسوسہ بھی نہیں کہ میں نے کوئی کام کیا یہ تو حسن معاشرت ہے۔

سیدھی سچی بات آسان ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ منکر نکیر کے سوالات کے جواب تو آسان مگر اس کے (یعنی میرے) سوالات کا جواب مشکل ہے۔ میں نے کہا کہ بالکل صحیح ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں تو اینچ پینچ سے کام نہ لو گے سیدھی اور سچی بات کہو گے اس لیے خود ہی وہاں کے سوالات کا جواب آسان ہوگا اور یہاں پر اینچ پینچ سے کام نکالنا چاہتے ہو اور وہ چلتا نہیں اس لیے یہاں کے سوالات کا جواب مشکل ہو جاتا ہے۔

ادب تعظیم کا نہیں حفظ حدود کا نام نہیں

(ملفوظ ۳۷۷) ایک نوعمر شخص نے آ کر تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ اس پر حضرت والا نے اس کو تنبیہ فرمائی۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بے خبری کا نتیجہ ہے' فرمایا کہ یہ بے خبری کا نتیجہ نہیں آپ کو تجربہ نہیں یہ خبر کا نتیجہ ہے جو فطری چیزیں ہیں۔ ان میں ضرورت نہیں' تعلیم کی خلاف فطرت میں ضرورت ہے تعلیم کی جس وقت گھر سے چلا ہوگا یہ تو ضرور معلوم ہوگا کہ کس چیز کا تعویذ لاؤں گا وہی آ کر ظاہر کر دیتا مگر اس کو خلاف پر تعلیم کی گئی ہوگی کہ جا کر چپ بیٹھ جانا جب تک وہ خود نہ پوچھیں تو خود کچھ مت بولنا اور اس کو ادب قرار دیا گیا ہوگا۔ اگر آپ کو شبہ ہے تو میں ابھی معلوم کرائے دیتا ہوں تاکہ آپ کو بھی تجربہ ہو جائے۔ حضرت والا نے اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ ہی مجھ سے کہا گیا تھا' فرمایا کہ مجھ کو تو شب و روز ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ ایک گھنٹہ کے بعد آ کر پوری بات کہنا تب

تعویذ ملے گا۔ وہ شخص چلا گیا' فرمایا کہ اب کبھی انشاء اللہ ادھوری بات نہ کہے گا۔ یہ طریق ہے اصلاح کا تا کہ ہمیشہ یاد رہے اب اس ہی واقعہ میں بتلایئے کہ میری کونسی مصلحت ہے اس کی ہی مصلحت ہے میں نے ایسا کیا اس پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ بدخلق ہے آنے والوں کے اخلاق کو کوئی نہیں دیکھتا کہ وہ کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اس کو ادب سمجھتے ہیں کہ خاموش آ کر بیٹھ جائے کچھ بولے نہیں میرے نزدیک ادب تعظیم کا نام نہیں بلکہ ادب کا ایسا مفہوم ہے کہ جو چھوٹوں بڑوں میں سب میں مشترک ہے وہ یہ کہ ادب کے معنی ہیں حفظ حدود اور اس کے لیے لازم ہے کہ کسی کو ایذاء نہ پہنچی چاہے بڑا ہو یا چھوٹا' کافر ہو یا مسلمان ہو سو یہ سب کے لیے مساوی ہے۔

حاجی صاحب کے یہاں حضرت گنگوہی کا کھانے پر امتحان

(ملفوظ ۳۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو محبت وعقیدت کا دعویٰ ہے' محبت اور عقیدت تو اس کو کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے ساتھ حضرت مولانا گنگوہی صاحب کو کھانا کھلا رہے تھے' مولانا شیخ محمد صاحب تشریف لے آئے دیکھ کر فرمایا کہ آہا آج تو مرید کے حال پر بڑی نوازش ہو رہی ہے کھانا ساتھ کھلایا جا رہا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقعی ہے تو نوازش ورنہ مجھ کو تو یہ حق تھا کہ ایک روٹی اور اس پر دال ان کے ہاتھ پر رکھ کر کہتا کہ وہاں الگ بیٹھ کر کھاؤ۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت یہ فرما کر کن انکھیوں سے میرے چہرہ کو دیکھ رہے تھے' کسی نے حضرت مولانا گنگوہی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اس وقت آپ کی کیا حالت تھی؟ فرمایا کہ خدا کی قسم اس وقت قلب پر اس کا استحضار تھا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ ذلیل وحقیر ہوں جو حضرت میری نسبت فرما رہے ہیں۔ اھ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مربہ بننا آسان نہیں جب تک تکلوں سے چاقو سے اس کو کوچا نہ جائے' مٹھائی اندر تک اثر کر نہیں سکتی۔ نیز جوش بھی دیا جائے چونے کے پانی میں اور وہ چوں نہ کرے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے   بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

سچائی کا دوسرے کے دل پر اثر ہوتا ہے

(ملفوظ ۳۷۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ صدق کا اور اثر ہوتا ہے کذب کا اور اثر ہوتا ہے صدق سے قلب کو اطمینان ہوتا ہے سکون ہوتا ہے کذب میں اضطراب ہوتا ہے بے اطمینانی ہوتی ہے۔ خدانخواستہ مجھ کو کسی مسلمان کو ذلیل کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے استغفر اللہ لیکن اگر میں اس طرح پر کھود کرید نہ کروں تو پھر آخر اصلاح ہو کیسے جو بات اس وقت آپ نے کہی دق کر کے تکلیف پہنچا کر پہلے ہی کیوں نہ کہہ دی تھی مجھ کو خدانخواستہ آپ سے بغض نہیں کینہ نہیں عداوت نہیں اب آپ نے سچ بات کہی سب کلفت دور ہو گئی یہ آپ کے صدق کا اثر ہے پہلی باتوں میں سے ایک بھی دل کو نہ لگی تھی بہت اچھا میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

ہندوؤں کے دو انگریزوں کے دو اور مسلمانوں کے تین دشمن

(ملفوظ ۳۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ وقت مسلمانوں کی غفلت کا نہیں مگر مشکل تو یہ ہے کہ اگر مسلمان غفلت سے بیدار ہوتے ہیں تو اس کے مصداق ہو جاتے ہیں۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی یعنی اس بیداری میں نہ اتباع احکام کا ہوتا ہے نہ باہمی اتفاق ہوتا ہے۔ اسی نا اتفاقی کے متعلق ایک انگریز حاکم نے ایک بات خوب کہی کہ ہندوؤں کے دو دشمن ایک مسلمان اور ایک انگریز، انگریزوں کے دو دشمن ایک ہندو اور ایک مسلمان اور مسلمانوں کے تین دشمن ایک ہندو ایک انگریز، ایک خود مسلمان۔

۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ بندر بھبکی

(ملفوظ ۳۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریز نے تاریخ لکھی ہے بھائی اکبر علی مرحوم بیان کرتے تھے اس نے ایک خود غرض قوم کے بارے میں یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اور چمار ایک دادا کی اولاد ہے ان کی حرکات بھی چماروں سے کم نہیں نہایت کم حوصلہ اور بزدل قوم ہے اب ان تحریکات کی بدولت بہادری کا دعویٰ ان کے اندر بھی پیدا ہو گیا ہے مگر پھر بھی

بندر بھبکی سے زیادہ نہیں جہاں کہیں خانہ جنگی ہوئی ہے میدان میں ان کو کہیں فتح نصیب نہیں ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوٹھے پر چڑھ کر اینٹیں برسا دیں یا جہاں کہیں سارے گاؤں میں دو چار گھر مسلمانوں کے ہوئے وہاں پر سارے گاؤں نے مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا دیا۔

ایک عالم کی ذہانت

(ملفوظ ۳۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب کی ایک عجیب حکایت ہے ذہانت کی اس سے پہلے کبھی ایسی حکایت کسی عالم کی سننے میں نہیں آئی۔ جب لاہور تشریف رکھتے تھے اس زمانہ میں ایک خربوزہ والے کی دکان سے چار آنے کے خربوزے خرید کر گھر لائے ان کو تراش کر دیکھا تو سب پھیکے' واپس لے کر دکان پر پہنچے کہ بھائی یہ تو سب پھیکے ہیں۔ اس دُکاندار نے کہا کہ مولانا صاحب اب میرے یہ کس کام کے ہیں آپ نے سب کو تراش ڈالا' اب ان کو کوئی خرید نہیں سکتا' کہا کہ اچھا بھائی یہ کہہ کر اس کی دکان کے قریب چادر بچھائی اور اس پر خربوزے رکھ کر بیٹھ گئے' اب جو خریدار اس کی دکان پر آتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ میاں خربوزے تو خرید ہی گے مگر پہلے نمونہ چکھ لو اب کوئی نہیں خریدتا' اس دُکاندار نے کہا کہ مولانا اپنے چار آنے پیسے لے لو اور مجھ کو معاف کرو' بس چار آنہ واپس لے کر گھر آ گئے' غضب کی ذہانت کی حکایت ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر درسی کتابیں کوئی سمجھ کر پڑھ لے تو وہ سب کام کر سکتا ہے حتیٰ کہ سلطنت بھی اگر ہاتھ میں آ جائے تو اس کو بھی اوروں سے اچھی طرح پر انجام دے سکتا ہے اور ایک چیز درسی کتابوں سے بھی بڑھ کر ہے یعنی صحبت دیکھئے صحابہ کرام نے کون سا تمدن سیکھا تھا محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت تھی قیصر اور کسریٰ ان کا لوہا مان گئے۔ ایک ادنیٰ سا کمال ان حضرات کا یہ ہے کہ اس وقت نقشے نہ تھے' قبلہ نما نہ تھا ریاضی کے آلات نہ تھے وہ خود ریاضی کے قواعد نہ جانتے تھے اس پر دور دراز ممالک مفتوحہ میں جو مساجد بنائی گئی ہیں سب کا سمت قبلہ نہایت صحیح اسی طرح آج کل کے تمدن والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمدن کا لوہا مانے ہوئے ہیں۔

اپنی اصلاح مقدم ہے

(ملفوظ ۳۸۳) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ

آدمی دوسروں کی وجہ سے اپنے دین کو خطرہ میں کیوں ڈالے اپنی اصلاح مقدم ہے اپنی تو کچھ فکر نہیں، دوسروں کی فکر ہے یہ بھی آج کل مرض عام ہو گیا ہے اوران کی نسبت یہ بھی فرمایا کہ ان سے کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر ذوق نہیں حالانکہ انہوں نے مجھ سے اس وقت تک کوئی بات نہیں کی تھی مگر مجھ کو ان کے بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ ذوق کی کمی ہے۔ آخر بات چیت کرنے سے وہی بات ثابت ہوئی۔

کپڑا گھٹیا پہنے، کھانا بڑھیا کھائے

(ملفوظ ۳۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کپڑا تو گھٹیا پہننا چاہیے کہ مقصود اس سے بھی حاصل ہے مگر کھانا اگر خدا دے تو اچھا کھانا چاہیے کیونکہ نہ کھانے سے مضمحل ہو جائے گا اور لوگ اس کا عکس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کھانے کو کس نے دیکھا ہے پہننے کو سب دیکھتے ہیں یہ بھی ایک مرض ہے جس کا تعلق جاہ سے ہے اور مزاحاً فرمایا کہ کھانے کا تعلق باہ سے ہے۔

۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

لڑکیوں کی دینی تعلیم ضروری ہے

(ملفوظ ۳۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لڑکیوں کو کچھ نہیں پڑھاتے بالکل جاہل رکھتے ہیں یہ برا ہے کم از کم قرآن شریف اور دینیات کے چند رسالے جس سے نماز روزہ اور ضروری معاملات کے احکام سے بخوبی واقفیت ہو جائے پڑھا دینا چاہیے۔

خانقاہ میں حضرت مولانا یعقوب کا تہجد کیلئے اُٹھنا

(ملفوظ ۳۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں جب سب حضرات یہاں حاضر ہوتے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب جو ذرا نازک تھے جب شب میں اُٹھتے تو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے کہ ابھی نہیں لیٹے رہو جب وقت ہوگا ہم خود جگا دیں گے۔ یہ شفقت ہے شیخ کی مطلب یہ تھا کہ کام وہ کرنا چاہیے جس میں مداومت ہو سکے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طریق میں رہبر کامل کی سخت ضرورت ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

قال را بگذار و مرد حال شو　پیش مردے کاملے پا مال شو

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا انتظام

(ملفوظ ۳۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی لوگ بدنام کرتے تھے کہ خشکی ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے حضرت کے یہاں انتظام تھا اس کو نخوت سے تعبیر کیا۔

ہمیں سیدھا سادہ طرز پسند ہے

(ملفوظ ۳۸۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر لوگ آ کر سیدھی اور سچی بات کہہ دیا کریں تو کوئی بھی جھگڑا نہ ہو گنوار بھی تو شہریوں والی باتیں آ کر بگھارتے ہیں اس میں کھنڈت پڑتی ہے ہم تو دیہاتی آدمی ہیں ہم کو تو وہی سیدھا سادہ طرز پسند ہے بات وہ ہونی چاہیے جس میں دوسرے کو اذیت نہ ہو تکلیف نہ ہو اُلٹی پلٹی بات سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے خدا ناس کرے اس رسم ورواج کا جس نے معاشرت ہی بدل دی۔ ان بیہودہ باتوں میں نہ راحت ہے نہ اطمینان نہ سکون سوائے اذیت اور کلفت کے کچھ بھی نہیں۔

۲۱ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

آزادی اور بے پردگی سے مسلمانوں کی عظمت کو نقصان پہنچا ہے

(ملفوظ ۳۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پردہ کے متعلق آج کل بہت ہی گڑ بڑ ہو رہی ہے بڑے بڑے مدعیان عقل کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اس بے باکی اور جرأت کی کوئی انتہا ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حج فرض ہے۔ عورت سفر کر کے جاسکتی ہے مگر یہ بھی فرض ہے کہ محرم ساتھ ہو اتنی بڑی فضیلت کی چیز اور اتنا بڑا اشعار مگر وہ بھی مشروط ہے۔ مگر آج آزادی کا اس قدر زہریلا اثر پھیلا ہوا ہے کہ قطعاً احکام کی پروا ہ نہیں کی جاتی اور یہ سب بے فکری کے کرشمے ہیں۔ اگر نتائج کی فکر ہو ایسا کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوسکتی۔ فکر عجیب چیز ہے اس سے سب راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ اس وقت تحریکات کی بدولت بہت آزادی بڑھ گئی۔ ان تحریکات میں مسلمانوں کو شریعت کا بھی پاس واحترام نہیں

رہا جو نہایت خطرناک بات ہے اور اسی کی بدولت اہل باطل خصوص اہل ہنود کو بڑی قوت پہنچی' ان کے قلب میں مسلمانوں کی کوئی وقعت ہی نہ رہی۔ اس پر ایک حکایت فرمائی کہ کاندھلہ میں ایک وکیل صاحب ہیں جو ظریف بھی ہیں وہ ریل میں سفر کر رہے تھے چند ہنود بھی اسی ڈبہ میں تھے۔ اہل باطل کو ہمیشہ عادت ہوتی ہے چھیڑ کیا کرتے ہیں ان ہنود میں سے ایک شخص نے ان وکیل صاحب سے پوچھا کہ اگر تم کو سلطنت مل جائے تو تم ہنود کے ساتھ کیا کرو انہوں نے کہا کہ کیا کریں گے جو شریعت کا حکم ہے وہی کریں گے اول اسلام کی دعوت پھر جزئیہ کی دعوت اس کو بھی نہ مانا تو جائے تو جنگ کی دعوت اب انہوں نے نادانی کی ان سے پوچھا کہ اگر تم کو سلطنت مل جائے تو تم مسلمانوں کے ساتھ کیا کرو گے کہا کہ مسلمانوں کے اتنے جوتے لگائیں گے کہ سر پر کیل بھی باقی نہ رہے۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شروع کی کہ اللہ تیرا شکر ہے احسان ہے وہ بولے کے کس بات کا شکر ادا کرتے ہو کیا جوتے کھانے کا شکر ادا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں یہ نہیں بلکہ اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو کبھی سلطنت اور حکومت نہ ملے گی کیونکہ تمہاری نیت پہلے ہی سے ظلم کی ہے اور کہیں تاریخ میں نہیں کہ کسی ایسی قوم کو سلطنت ملی ہو جن کا ارادہ پہلے سے ظلم کا ہو۔

انگریز اپنے مطلب کے ہیں

(ملفوظ ۳۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب کہتے تھے اہل یورپ میں علاوہ کفر کے اور سب خوبیاں ہیں' میں نے کہا کہ ایک خوبی تو میں بھی بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ کسی پر شفقت نہیں سوائے اپنے مطلب کے اس پر خاموش ہو گئے کوئی جواب نہیں دیا۔

مسلمانوں میں نظم نہیں رہا

(ملفوظ ۳۹۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی سمجھ میں اگر اور بھی کچھ نہیں آتا مگر دوسری قوموں کی ان سے عداوت یہ تو کھلم کھلا نظر آ رہی ہے مگر یہ جان کر بھی دھوکے میں آ جاتے ہیں اور اس سے بھی بڑا سبب مسلمانوں کے نقصان کا یہ ہے کہ ان میں نظم نہیں۔

دوسری قوموں کی نقل کرنا

(ملفوظ ۳۹۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسلمانوں کی تو اس بات پر افسوس ہے کہ دوسری قوموں کی سی صورت بناتے ہیں' فرمایا کہ یہ بالکل صحیح ہے مگر وہ لوگ ہماری جیسی شکل نہیں بناتے' پھر ہمیں ہی کیا ضرورت ہے کہ دوسروں کی وضع اور لباس اختیار کریں۔

عجب اور تکبر میں فرق

(ملفوظ ۳۹۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عجب اور کبر دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ عجب میں دوسرے کو حقیر نہیں سمجھتا اپنے کو عظیم سمجھتا ہے اور کبر میں دوسرے کو بھی حقیر سمجھتا ہے۔

ناواقف کے لیے ہر فن دقیق ہے

(ملفوظ ۳۹۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ضروری علوم میں تدقیق ضروری نہیں دقائق میں پڑ کر فن کو مشکل کر دیا' باقی ناواقف کے نزدیک تو خود فن ہی مشکل ہے گو اس میں تدقیق بھی نہ ہو ایسے شخص کے سامنے فن کا بیان کرنا ایسا ہے جیسے طبیب مریض کے سامنے بیٹھ کر فن کو بیان کرنے لگے اس کو تو مشکل ہی معلوم ہوگا۔ گو تدقیق نہ کرے۔

رسومات کا غلبہ

(ملفوظ ۳۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل رسمی پیروں کی بدولت لوگوں کے قلب میں طریق کی عظمت وقدر نہیں رہی بلکہ رسم کا غلبہ ہو گیا۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں سادات کی عظمت بھی رسم کے ماتحت ہے بلکہ قرآن کی عظمت بھی وہی رسمی ہے اگر حقیقتاً عظمت ہوتی تو اس کی تعلیم پر تو عمل ہوتا حالانکہ دونوں چیزوں کے جمع کرنے کی ضرورت ہے یعنی عظمت بھی ہونی چاہیے اور عمل بھی۔ اسی طرح بزرگی کا معیار بھی رسمی رہ گیا جہاں ایک دو کرامت ظاہر ہوئی خواہ حقیقی یا خیالی اور بزرگی کی رجسٹری ہوئی کیا خرافات اور اگر کہیں کسی بزرگ نے لڑکے لڑکی بیوی نوکر سے کنارہ کر لیا پھر تو تارک دنیا ہی ہو گئے۔ اگر غلبہ سے ایسا ہو تب بھی

کمال نہیں، سالک تو وہ ہے کہ اس کے مقام کو غلبہ ہو اور اس کا حال مغلوب ہو۔

مغلوبیت میں شعور رہتا ہے اختیار نہیں رہتا

(ملفوظ ۳۹۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مغلوبیت میں اختیار نہیں رہتا اور بعض اوقات شعور رہتا ہے شعور اور چیز ہے اور اختیار اور چیز ہے جیسے آپریشن کے وقت نشتر لگنے پر آہ نکلتی ہے اس وقت اختیار نہیں رہتا مگر شعور ہوتا ہے۔ یہ حالت بے اختیاری کی اضطرار کہلاتا ہے اس کو غلبہ حال بھی کہتے ہیں اور حال کوئی مقصود چیز نہیں ایک وقتی بات ہے اور مقام مقصود ہے مگر غیر مبصر ان دونوں میں فرق نہیں کر سکتا اس لیے اس کو حق نہیں کہ وہ کسی پر اعتراض کرے اس کو تو اشتباہ کے موقع پر صرف یہ کرنا چاہیے کہ خاموش رہے ہاں مبصر کو حق ہے کہ اپنی بصیرت سے صاحب حال کو یہ بتلائے کہ یہ تیری حالت قابل اطمینان نہیں بلکہ ایک کیفیت کا غلبہ ہے جو چند روزہ ہے اور یہ بتلانا بھی جزئی طور پر ہو کلی تحقیق نہ کرنے لگے اور جب طالب کے سامنے کلی تحقیق مناسب نہیں تو غیر طالب سے تو ایسا خطاب ہرگز نہیں چاہیے اس میں فن کی بے قدری بھی ہے۔

لوگوں کے ناراض ہونے کی وجہ

(ملفوظ ۳۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زیادہ وجہ لوگوں کی مجھ سے ناراض ہونے کی یہ بھی ہے کہ میں سچی اور اصولی بات کہتا ہوں اس میں افراط تفریط نہیں ہوتی، وہ لوگوں کو پسند نہیں آتی اس پر خفا ہوتے ہیں مزاحاً فرمایا کہ یہ اس لیے کہ وہ بات صاف ہوتی ہے اس میں خفا نہیں ہوتا۔

مدرسہ کی سرپرستی سے انکار اور شرائط

(ملفوظ ۳۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس زمانہ میں ایک دم ایسی کایا پلٹ گئی ہے کہ جس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ کبھی ایسا وقت بھی آئے گا فلاں مدرسہ کے ارکان اور مجلس شوریٰ سے گفتگو ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے بزرگوں کے مسلک اور مشرب کی ان کو ہوا تک نہیں لگی۔ ایک بیہودہ تحریر پر جس سے ایک رکن صاحب نے مجھ کو خطاب کیا تھا یہ سب گڑبڑ ہوئی۔ آخر تہذیب بھی تو کوئی چیز ہے اس میں تہذیب بھی نہ تھی میں نے سرپرستی سے انکار کر دیا

اور کہہ دیا کہ خط کا معاملہ تو ماضی کا ہے وہ تو مفضٰی ما مضٰی مگر سرپرستی کا معاملہ مستقبل ہے جس میں مجھ کو ہر طرح کا اختیار ہے منسوخ بھی کر سکتا ہوں باقی بھی رکھ سکتا ہے میرے اختیار سے تو باہر نہیں مگر بقاء اسی وقت ہو سکتا ہے کہ حدود اور اصول شرعیہ سے تجاوز نہ کیا جائے' کہنے لگے کہ اس تحریر ماضی کے متعلق بھی کچھ تدارک ہونا چاہیے' میں نے کہا کہ میں کیا تدارک کروں' کیا میں خود اپنے منہ میاں مٹھو بنوں اور یہ لکھوں کہ میں ویسا نہیں جیسا اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہا کہ مسودہ لکھ دیجیے گا ہم لوگوں کی طرف سے اس کی اشاعت کر دی جائے گی۔ میں نے کہا کہ مجھ کو ضرورت نہیں آپ خود لکھیں اور اخیر بات یہ ہے کہ ان قصوں کی ضرورت ہی کیا ہے کسی اور کو سرپرست تجویز کر لیجئے مجھ کو تو ویسے ہی ایسے بکھیڑوں سے وحشت ہوتی ہے جو چیز یکسوئی میں مخل ہو اور ہو غیر ضروری اس سے علیحدہ ہی رہنے کو طبیعت چاہتی ہے کہا کہ سرپرست کے اختیارات کیا ہونے چاہئیں' میں نے کہا کہ جو پہلے سے مدرسہ کے قواعد میں سرپرست کے اختیارات ہیں وہی رکھے جائیں دیکھ لیا جائے کہ کیا اختیارات تھے' میں نے یہ بھی کہا کہ ہر حال میں یہ ضرور ہے کہ سرپرست ایسے شخص کو بنایا جائے جو اپنے بزرگوں کا نمونہ ہو اس کے خلاف کو میں خیانت سمجھتا ہوں مگر مجھ کو نہ بنائیے اس لیے کہ مجھ کو ایسے معاملات سے مناسبت نہیں اور نہ دلچسپی۔ اس پر کہا کہ آپ ہی کو منظور کرنا ہوگا' میں نے کہا کہ سرپرستی کی میری کوئی خواہش نہیں درخواست نہیں اگر آپ کی خواہش ہے تو مجھ کو شرائط کا حق ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ میری ذاتی رائے ہے کہ سرپرست کو بالکلیہ اختیارات ہوں اس پر ایک شخص بولے کہ تو اس صورت میں اہل شوریٰ نکمے ہوئے۔ میں نے کہا کہ نہیں اہل شوریٰ کا جو کام یعنی محض مشورہ وہ اس کام کو برابر انجام دیتے رہیں جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان کے مشوروں سے سرپرست کی رائے اور نظر محیط ہو جائے گی کیونکہ ایک شخص کی رائے اور نظر ہر وقت اور ہر کام میں محیط نہیں ہوتی اس ہی لیے اہل شوریٰ کی ضرورت ہے اور اس سے زائد اہل شوریٰ کا کوئی منصب نہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "**وشاورھم فی الامر فاذا عزمت**"

نہیں فرمایا نہ **اذا عزم اکثر کم** فرمایا بلکہ **فاذا عزمت** فرمایا کہ اس سے جمہوریت کوئی چیز نہیں رہتی۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ اگر سرپرست کو بالکلیہ اختیارات دے دیئے جائیں تو اندیشہ ہے کہ صاحب غرض آ کر اس کی رائے کو بدل دیں اور متاثر

کردیں، میں نے کہا کہ یہی احتمال شوریٰ میں بھی ہے بلکہ اہل شوریٰ کے متعلق تو ایسے واقعات ہیں جس میں ان کی رائے پر اثر ڈالا گیا اور سرپرست کے تو ایسے واقعات بھی نہیں۔ غرض اس پر اتفاق رائے ہوگیا کہ مجھ کو سرپرست بنایا جائے۔ میں نے کہا کہ ایک میری رائے اور ہے وہ یہ کہ عجلت سے کام لینا مناسب نہیں، مرکز پر جا کر اور اپنے احباب سے مشورہ کر کے اور خود بھی آزادی کے ساتھ فکر اور غور کر کے جو بات قرار پائے مجھ کو لکھ دی جائے اور یہ بھی سن لیجئے کہ مجھ کو اس کا انتظار بھی نہ ہوگا اس لیے کہ مجھ کو اس کا اشتیاق نہیں جن صاحب کے ہاتھ کی وہ بیہودہ تحریر تھی جس سے انہوں نے معافی مانگ لی تھی اس معافی کی اشاعت کے متعلق انہوں نے تو کچھ نہیں کہا مگر ان کی طرف سے ایک صاحب بطور وکیل گفتگو کرنے لگے کہا کہ وہ مضمون معافی کا النور یا الہادی میں شائع کر دیا جائے، میں نے کہا کہ یہ رسالے تو میری طرف منسوب ہیں ان میں چھاپنا موہم ہوگا۔ میری استدعا کو مستقل چھاپو۔ کہا کہ اخبارات میں مضمون دے دیا جائے، میں نے کہا کہ یہ بھی مناسب نہیں اس لیے کہ اخبارات نااہلوں کے ہاتھ میں جاتے ہیں مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ ان صاحب تحریر کی اہانت نااہلوں کی نظر میں ہو، غرض کہ میری طرف منسوب رسالوں میں شائع ہو، یہ میری وضع کے خلاف ہے اور اخبارات میں شائع ہو وہ آپ کی شان کے خلاف ہے اور جو کچھ مجھ کو شکایت ہوئی محض اس وجہ سے کہ آپ کو محبت کا دعویٰ ہے معاملہ سے بھی اس کا اظہار کیا جاتا ہے اور زبان سے بھی کہا جاتا ہے انا محب لک ورنہ میں تو اپنے کو اس سے بھی بدتر سمجھتا ہوں جتنا مجھ کو کہا جاتا ہے دیکھئے احمد رضا خاں صاحب نے مجھ کو ہمیشہ برا کہا مگر مجھ پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔ ایک صاحب بولے کہ جس تحریر پر شکایت ہے ان صاحب تحریر کی عادت ہی ایسی ہے ان کی تحریر کا طرز ہی یہ ہے میں نے کہا کہ آپ کچھ خیال نہ کریں اس جاننے کے ساتھ کہ ان کا یہ طرز ہے یہ بھی جان لینا چاہیے کہ دوسرے کا یہ طرز ہے کہ وہ اس سے دلگیر دل گرفتہ ہوتا ہے ان کا یہ طرز ہمارا یہ طرز پھر ہمارے طرز سے ہم کو کیوں روکا جاتا ہے اس پر خاموش ہوگئے، کوئی جواب نہ دیا اور صاحب تحریر نے مجھ سے جب معافی مانگی میں نے صاف کہہ دیا کہ معافی تو یہ ہے میں نہ دنیا میں مواخذہ کروں گا نہ

آخرت میں لیکن اگر تعلقات بھی ویسے ہی رکھنا چاہتے ہوتو اس کے لیے یہی شرط ہے کہ اپنی غلطی کو چھپوا کر شائع کرو اور میں جو مدرسہ کی وجہ سے مدرسہ والوں کی موافقت کرتا تھا لوگ کہتے تھے کہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم سے متاثر ہے۔ مولوی مرتضٰی حسن صاحب نے خوب جواب دیا تھا کہ میاں جو زمانہ تحریکات میں سارے ہندوستان کی مخالفت سے متاثر نہیں ہوا وہ ایک بے چارہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے کیا متاثر ہوگا۔

حضرت شیخ الہند

(ملفوظ ۳۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سبحان اللہ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی عالی حوصلگی قابل دید ہے کہ میرا مسلک جو حضرت مولانا کے مسلک سے ظاہراً مختلف تھا ڈھکا چھپا نہ تھا مگر حضرت ذرا بھی دل گیر نہ ہوئے بڑے اور چھوٹوں میں یہ فرق ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۶۳ اونٹ ذبح فرمانا

(ملفوظ ۳۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں قوت بدنیہ بھی اس قدر تھی کہ حجۃ الوداع میں تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح کیے اونٹ کا ذبح کرنا کوئی آسان بات نہیں کل سو اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ملک سے قربانی کیے تھے اب تو کسی کو یوں کہنے کا حق نہیں رہا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) مفلس تھے۔ دکھائے تو کوئی کسی تاریخ میں کہ کسی بادشاہ نے سو اونٹ اپنی ملک سے قربانی کیے ہوں اور اس بادشاہی شان کے ساتھ محبوبیت کی شان یہ ظاہر ہوئی کہ ذبح کے وقت ہر اونٹ کی یہ حالت تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مجھ کو ذبح کریں بس یہ حالت تھی:

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف   بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

طاعون سے بھاگنا کیوں ناجائز ہے؟

(ملفوظ ۴۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک تحصیلدار صاحب میرے پاس آئے کہنے لگے کہ طاعون سے بھاگنا کیوں ناجائز ہے؟ میں نے کہا کہ پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں وہ یہ کہ سپاہی کا میدان جنگ سے بھاگنا کیوں جرم ہے؟ حالانکہ وہاں

پر جان کا خوف' طاعون سے بھی زیادہ ہے تو میدان میں رہنا تو خلاف عقل نہیں اور طاعون میں رہنا خلاف عقل ہے وہ سمجھ گئے میں نے کہا کہ بادشاہ مجازی کو ۳۰ روپیہ تنخواہ دے کر حق حاصل ہے کہ وہ جان کا مالک بن جائے اور حق تعالیٰ کو پیدا کر کے بھی یہ حق نہ ہو اس جواب پر بہت مسرور ہوئے' پوری تسلی ہوگئی اور بہت ہی خوش ہوئے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وہاں تو احتمال بہت ضعیف ہوتا ہے کہ جان بچا کر آ جاؤں گا بلکہ اگر یقینا معلوم ہو جائے کہ گولی سے مار دیا جائے گا تب بھی کوئی نہ سنے گا کہ مجھ کو یقین ہو گیا کہ مارا جاؤں گا' بھاگ جانے کو جرم ہی قرار دیا جائے گا اور طاعون میں تو یہ یقین بھی نہیں۔

صفات باری تعالیٰ میں افعال مراد ہے' مبادی اور انفعالات مراد نہیں

(ملفوظ ۴۰۱) ایک مولوی صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کو معذب دیکھیں گے کیا ان کو رحم نہ آئے گا جبکہ ہم کو رحم آ جاتا ہے؟ فرمایا کہ رحیم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے بندوں کے ساتھ اپنے ارادہ سے لطف کا معاملہ کرتے ہیں یہ نہیں کہ وہ مخلوق کی طرح کسی کی تکلیف دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ ان صفات میں افعال مراد ہیں نہ کہ مبادی۔ بس وہاں انفعالات نہیں محض افعال ہیں معترض نے اپنے اوپر قیاس کر لیا' یہ درسیات تمام شبہات کے لیے بالکل کافی ہیں اگر سمجھ کر پڑھ کر لے سب ظلمات وشبہات دور ہو جائیں۔ چنانچہ مبادی کا مراد نہ ہونا افعال کا مراد ہونا صریح الفاظ میں کتابوں میں موجود ہے مگر سمجھ کر نہیں پڑھتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سارے ملک کو درس گاہ بنا دینا

(ملفوظ ۴۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قانون مقرر کر کے کیا اچھا انتظام کیا تھا کہ سارے ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا وہ یہ کہ انہوں نے حکم دیا تھا کہ بازار میں بجز ایسے شخص کے کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہیں جو مسائل فقیہ جانتا ہو۔ مطلب یہ تھا کہ جو خریدار ان سے معاملہ کریں گے ان کو بھی مسائل سے آگاہی ہو جائے گی۔ اس طرح

سے بلا مشقت تمام ملک مدرسہ ہو جائے گا سو وہ تو سارے ملک کو مدرسہ بنانا چاہتے تھے اور آج کل بقول مولانا رشید احمد مولویوں میں یہ کمی ہوگئی ہے کہ پڑھ کر یا تو دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں یا ذکر و شغل میں درس و تدریس چھوڑ بیٹھتے ہیں تو وہ اپنے مقام کو بھی مدرسہ نہیں بناتے۔

صحابہ کرامؓ کا ہنسنا اور ہنسنے کی دو قسمیں

(ملفوظ ۴۰۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم ہنستے بھی تھے؟ انہوں نے کہا کہ اس قدر کہ ایک کے اوپر ایک گرتا تھا مگر ایک ہنسنا ہوتا ہے غفلت کا اور ایک ہنسنا ہوتا ہے خوش خلقی اور محبت کا جو کہ دوستوں کا حق ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود کمال عشق ومحبت الٰہی کے جس کو ہر ایمان والا سمجھ سکتا ہے یہ حالت تھی کہ خالق اور مخلوق دونوں کا حق ادا فرماتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک دنیا کی حقیقت

(ملفوظ ۴۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلب میں تو بسی ہوئی تھی آخرت اور دنیا ان کی نظر میں اس سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی جیسے پیشاب پاخانہ کا معاملہ بضرورت کرنا پڑتا ہے اور آج کل اس کے عکس معاملہ ہے کہ آخرت کی طرف تو بقدر ضرورت بھی توجہ نہیں اور دنیا میں انہماک ہے۔

قلبی کیفیت کے اثرات

(ملفوظ ۴۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قلبی کیفیت کی حقیقت سے عشاق ہی کچھ آشنا ہوتے ہیں اور آخر وہ کیا چیز تھی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑی پر چڑھ کر جان دینے کو تیار تھے' آخر کوئی تو چیز تھی اور اس کیفیت میں شعور ہوتا ہے اختیار نہیں ہوتا۔

اسلام میں عظمت باری تعالیٰ کی تعلیم

(ملفوظ ۴۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام میں حق تعالیٰ کی عظمت کی تعلیم اس قدر کی گئی ہے کہ دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ یہ بات ہر شخص کی سمجھ میں ابتداءً نہیں آتی

کام کرنے سے سمجھ میں آتی ہے بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ وہ کرنے سے سمجھ میں آتی ہیں۔

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنج شنبہ

طلب کی شان

(ملفوظ ۴۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل طلب ہی نہیں اگر طلب ہو تو سخت سے سخت شرائط اور باتیں بھی منظور کرلیں اور شبہات بھی سب عدم طلب ہی کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں۔ جب طلب ہوتی ہے تو طالب کی شان ہی کچھ اور ہو جاتی ہے اگر وہ زبان سے بھی اپنے حال کا اظہار نہ کرے تب بھی چھپا نہیں رہتا۔

ایک بیوہ اور بیمار عورت کی شکایت

(ملفوظ ۴۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ میرے دو ماموں ہیں جن کی دو دو اڑھائی اڑھائی ہزار روپیہ تنخواہ ہے۔ میں بیوہ ہوں عرصہ دو سال سے بیمار ہوں، کئی خط دونوں ماموں صاحب کے پاس روانہ کر چکی ہوں، خرچ تو بڑی چیز ہے خط کا جواب بھی نہیں دیتے، فرمایا کہ ایسے واقعات معلوم ہو کر بہت ہی دل دکھتا ہے۔ آدمی تو آدمی جانوروں کی تکلیف سے بھی دل کی یہی حالت ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ محبت نہ ہو تو کم از کم دل میں ترحم تو ہو کس قدر بے رحمی اور سنگ دلی کی بات ہے خط کے ذریعے سے بھی بیچاری کی تسلی تشفی نہیں کر دیتے۔

گناہ کم کرو موت آسان ہوگی

(ملفوظ ۴۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مضمون عجیب و غریب نظر سے گزرا کہ گناہ کم کرو یعنی نہ کرو موت آسان ہو جائے گی اور کسی سے قرض مت لو دنیا میں آزاد رہ کر زندگی بسر ہوگی، ترک ذنوب میں یہ خاصہ ہے کہ موت کے وقت آسانی ہوتی ہے کیونکہ مرنے کے وقت بشارت نصیب ہوگی جس سے موت سہل ہو جائے گی۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قرض لینا ضرورت شدید میں جائز ہے جیسے جہاد کے لیے یا

کفن ڈالنے کے لیے یا کپڑے پھٹ گئے ہوں ھستور ظاہر ہونے لگا اس کے چھپانے کے لیے و مثل ذلک ایسے شخص کے حق تعالیٰ قرض ادا ہو جانے کے کفیل ہیں۔

۲۳ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ایک نئے خیال کے مولوی صاحب کی تھانہ بھون آمد

(ملفوظ ۴۱۰) ایک نئے خیال کے مولوی صاحب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ یہاں پر آئے تھے میں نے مہمان سمجھ کر اچھا برتاؤ کیا وہ کھلے تو مجھ سے کہا کہ مجھے تنہائی میں کچھ کہنا ہے میں نے ان کو تنہائی کا وقت دیا' مختلف باتیں ہوتی رہیں' میں نے کہا کہ آپ کو کیا ضرورت ہوئی کہ آپ نے ترجمہ قرآن پڑھانے کا نیا طرز نکالا متقدمین کے خلاف کہنے لگے کہ اب نئے نئے شبہات ہونے لگے ہیں' ان نئے شبہات کا جواب بدون اس طرز جدید کے نہیں ہوسکتا میں نے کہا کہ پرانے طرز کی تفسیروں کو اگر سمجھ کر پڑھ لیا جائے سب شبہات کا جواب ان میں موجود ہے اور میں نے یہ بھی کہا کہ اس کا ایک امتحان ہے وہ یہ کہ دو گریجویٹ لے لیے جائیں ایک کو میں پرانے اصول پر ترجمہ پڑھاؤں اور ایک کو آپ اپنے نئے اصول پر پڑھائیں پھر کوئی شخص نئے شبہات دونوں کے سامنے پیش کرے اور دونوں اپنے اپنے طرز پر جواب دیں پھر اس سائل سے پوچھ لیا جائے کہ بولو کس کے جوابوں سے تسلی ہوئی' کہنے لگے کہ پرانے طرز سے تسلی کر دینا آپ کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا کہ میں کیا چیز ہوں مجھ سے بڑے بڑے اکابر ہیں اور اگر یہی فرض کر لیا جائے تو جن کو آپ پڑھاتے ہیں یہاں بھیج دیا کیجئے' آپ کیوں پڑھاتے ہیں اس کا کوئی شافی جواب نہ دے سکے۔

بہانہ بنا کر دوسرے سے کرایہ حاصل کرنا

(ملفوظ ۴۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب یہاں پر آئے' میں نے دریافت کیا کہ کیسے تشریف لائے' کہا کہ فلاں مولوی صاحب نے بھیجا ہے کہ تم جا کر لے آؤ' میں نے کہا کہ شاید میرے عذر کی خبر نہیں' آپ کو کہا کہ مجھ کو تو خبر ہے میں نے کہا کہ پھر کیوں آئے' کہا اس خیال سے کہ اس بہانہ سے زیارت ہو جائے گی۔ میں نے کہا کہ کرایہ ان کا اور

زیارت تم کر دو یہ جائز ہے یہ تو خیانت ہے آپ کو مشورہ دینا چاہیے تھا اس کے متعلق کہ اس کو آنے میں یہ عذر ہے مجھ کو ان کی یہ حرکت سخت ناگوار ہوئی میں نے کہا کہ آپ کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں واپس تشریف لے جایئے' گاڑی جانے والی تھی' وقت قریب تھا' چلے گئے' بعد میں کوئی خط وغیرہ نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے خفا ہو گئے ایسے ایسے کوڑ مغز آتے ہیں اور مجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ اخلاق اچھے نہیں ان کے اخلاق بہت پاکیزہ ہیں' لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

نئی روشنی والوں کا ہر چیز کا قرآن سے ثابت کرنا

(ملفوظ ۴۱۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نئی روشنی والوں کو حضرت کی تقریر اور تحریر سے بہت تسلی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ان کو دوسرے اہل تحقیق کی خبر نہیں اس لیے تسلی ہونا ہی چاہیے اور ایک بڑا سبب تسلی کا یہ ہے کہ میرے یہاں سیدھی اور سچی بات ہوتی ہے یہ اس کا اثر ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ رنڈی اور گرستن کو پاس پاس بٹھلاؤ' اول وہلہ میں لوگ رنڈی ہی کو پسند کریں گے اس لیے کہ وہ چکنی چپڑی ہوتی ہے' اچھی معلوم ہوتی ہے مگر چندروز کے بعد جب حقیقت منکشف ہوگی اس وقت گرستن ہی کو پسند کریں گے گو وہ چکنی چپڑی ہی نہیں ایسے لوگ اول وہلہ میں چکنی چپڑی باتوں کو پسند کرتے ہیں مگر کشف حقیقت کے بعد پھر سادہ ہی باتیں پسند ہوں گی۔ اسی طرح تسلی بھی ان نئی روشنی والوں کی ہوتی ہے جن کو کچھ بھی لگاؤ ہے کیونکہ کچھ حقیقت ان پر بھی منکشف ہو جاتی ہے ورنہ اکثر نئی روشنی والے تو ایسے احمق ہیں کہ جہاں کوئی نئی بات دیکھتے ہیں کہتے ہیں واہ کیا عجیب تحقیق۔ ہے پرانی بات کیسی ہی ہو اس کو پسند نہیں کرتے جیسے کسی ناحقیقت شناس کو اگر گرستن چودہ سال کی بھی ہو تو پسند نہیں اور بازاری اگر پچاس برس کی بھی ہو پسند ہے ان کا یہی مذاق ہے اور ہم مذاق میں مزاحمت نہیں ہوتی مگر اس مذاق کی تائید میں قرآن و حدیث پر کیوں مشق کرتے ہیں ناگواری اس پر ہوتی ہے مگر آج کل کے مدعیان عقل کا مذاق یہ ہو گیا ہے کہ ہر چیز کو قرآن شریف میں ٹھونسنا چاہتے ہیں خواہ وہ چیز قرآن سے کچھ بھی تعلق نہ رکھتی ہو یہ تو ایسا ہے جیسے طب اکبر میں کوئی شخص جوتی سینے کی ترکیب ٹھونس دے۔ بس یہ تفسیریں ہیں

آج کل کی چنانچہ ایک صاحب نے اذا الصحف نشرت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قیامت کے قریب اخبار بہت جاری ہو جائیں گے ایک اور شخص نے کہا تھا کہ تحقیق جدید سے ثابت ہے کہ منی میں کیڑے ہوتے ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے: خلق الانسان من علق

ایک اور شخص نے کہا تھا کہ آج کل سائنس سے ثابت ہو گیا ہے کہ تخم میں گٹھلی میں دو حصے ہوتے ہیں ان میں نر و مادہ کے خواص ہیں اس کے بعد کہتے ہیں کہ سورۂ یٰسین میں "سبحان الذی خلق الازواج کلها مماتنبت الارض" سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ نباتات میں بھی میاں بیوی ہوتے ہیں ان چیزوں کو قرآن میں ٹھونسنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پچاس برس کے بعد اگر کوئی ان تحقیقات کا نافی پیدا ہو گیا اور تم نے ان تحقیقات کو قرآن کا جزو تسلیم کر لیا تھا تو وہ بہت آسانی سے قرآن کی تکذیب کر سکے گا۔

مولویوں میں نئے نئے القاب آورد

(ملفوظ ۴۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں میں نئے نئے لقب کہاں سے گھس آئے، ہمارے اکابر اتنے اتنے بڑے گزرے ہیں کسی کا کوئی لقب نہ تھا نہ امام الہند نہ شیخ الہند نہ شیخ الحدیث نہ شیخ التفسیر نہ ابوالکلام نہ امیر الکلام محض سادگی تھی۔ ہم کو تو وہی طرز پسند ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو کتبہ ہے اس پر حضرت کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام لکھا ہے، فرمایا کہ یہ آج ہی آپ کی زبانی سنا ہے مگر خیر یہ لقب پھر پرانا ہے نئے القاب کی سی اس میں ظلمت نہیں؛ ہمارے بزرگوں کی سادگی کی تو یہ حالت تھی ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پاؤں دبوا رہے تھے ایک گنوار آیا اس نے نہایت بے باکی سے کہا کہ مولوی صاحب بڑا جی خوش ہو رہا ہوگا کہ ہم ایسے ہیں کہ لوگ ہمارے پاؤں دبا رہے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی راحت سے تو جی خوش ہوتا ہی ہے اس نے کہا کیا یہ جی میں نہیں آتا کہ میں بڑا ہوں، فرمایا الحمدللہ بڑے ہونے کا تو قلب میں وسوسہ تک بھی نہیں آتا اس نے کہا کہ مولوی جی تو پھر تم کو پاؤں دبوانا جائز ہے۔ اس واقعہ سے حضرت کی بے نفسی اور سادگی اور اس شخص

کی بھی بے تکلفی اور سادگی کا پتہ چلتا ہے۔ آج کل کے مدعیان تہذیب اس واقعہ سے سبق حاصل کریں اگر یہ نہیں تو میں تو آج کل کی تہذیب کو تعذیب کہا کرتا ہوں۔

۲۳ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

جواب مختصر مگر کافی اور شافی

(ملفوظ ۴۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ آپ کا جواب مختصر بہت ہوتا ہے جی نہیں بھرتا' میں نے پوچھا کہ کافی بھی ہوتا ہے کہا کافی تو ہوتا ہے میں نے کہا کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ جواب وافی بھی ہو اور جب کافی تو شافی بھی ہے وافی نہ سہی۔

تکلفات لباس اور حافظ شیرازی

(ملفوظ ۴۱۵) ایک صاحب کے لباس پر حضرت والا نے تکلفات کی مذمت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ لباس میں کیا رکھا ہے حافظ صاحب فرماتے ہیں:

مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

حافظ صاحب کا بھی عجیب کلام ہے موجد ہیں اس طرز کے اس سے قبل کسی نے یہ طرز نہیں اختیار کیا البتہ ان کے بعد لوگوں نے اس طرز کا اتباع کیا مگر ہو نہیں سکا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص خشک مزاج مدعی عمل بالحدیث کہنے لگے کہ حافظ شیرازی کو باوجود ان کے رندانہ کلام کے کیوں بزرگ مانا جاتا ہے اور کلام میں تاویل کیوں کی جاتی ہے' ان میں کونسی حدیث ہے؟ میں نے کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: "انتم شهداء الله في الارض"

اب تم جامع مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور ہر شخص سے ان کے متعلق دریافت کرنا شروع کرو' دیکھو کہ کیا جواب ملتا ہے' دوسرے علی سبیل التنزل اگر غیر بزرگ کو کوئی بزرگ خیال کر لے تو کوئی معصیت نہیں اور اس کے عکس میں اندیشہ ہے معصیت کا۔

بزرگوں کی شان اتباع شریعت کے چند واقعات

(ملفوظ ۴۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی جیسی شان تھی وہ ان کے

واقعات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ایک شخص نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ایک صاحب ہیں انبیٹے میں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ کو سماع کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اگر ایسا ہوا بھی ہو تو حجت نہیں، حضرت حاجی صاحب جس فن کے امام ہیں ان میں ہم ان کے غلام ہیں باقی یہ مسائل فقہیہ ہیں اس میں فقہاء کا اتباع کیا جائے گا۔ دیکھئے حضرت مولانا ہمیشہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں اپنے نام کے ساتھ یہی لکھتے تھے کہ کمترین غلام کمینہ خدام مگر اس موقع پر صاف صاف حقیقت ظاہر کر دی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان مسائل میں حضرت کو ہم سے فتویٰ لے کر عمل کرنا چاہیے نہ کہ ہم آپ کے قول پر عمل کریں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میں انتظامی شان بڑی زبردست تھی جس کو بعض بدفہموں نے نخوت سے تعبیر کیا نخوت نہ تھی بلکہ صفائی تھی جو ایک مجتہدانہ محققانہ شان کی مظہر تھی اس کے بعد ایک واقعہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کا بیان فرمایا کہ جب حضرت شاہ صاحب ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو اجمیر کی طرف سے ارادہ فرمایا۔ اس وقت ریل نہ تھی، یہی گاڑی چھکڑے تھے، اجمیر میں شاہ صاحب کے ایک شاگرد تھے عالم تھے ان کو لکھا کہ میں مکہ کو جا رہا ہوں اور اجمیر کی طرف سے جاؤں گا اور وہاں پر ٹھہروں گا اور حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کروں گا۔ شاگرد لکھتے ہیں کہ آپ یہاں پر تشریف نہ لائیے، آپ کی تشریف آوری سے انتظام شریعت میں گڑبڑ ہو گی اس لیے کہ میں یہاں پر تبلیغ کر رہا ہوں اور سفر کر کے قبر کی زیارت کرنے کو انتظاماً منع کرتا ہوں آپ کے آنے سے میرا سب انتظام بگڑ جائے گا۔ شاہ صاحب نے شاگرد کو اس کا جواب لکھا وہ قابل غور ہے لکھا کہ اس انتظام شریعت کے محفوظ رہنے کی ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ میں جب اجمیر آؤں تو تم مجمع کر کے وعظ کہنا اور یہ کہنا کہ بعض لوگ بڑے بڑے عالم کہلاتے ہیں مگر بزرگوں کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کر کے آتے ہیں جو جائز نہیں اور ان کا یہ فعل حجت نہیں میں اسی مجمع میں کہوں گا کہ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مجھ سے غلطی ہوئی پھر ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کی حق پرستی کا، یہ لوگ عاشق تھے شریعت کے، کہ آج کل تو کوئی ایسی بات کر کے دکھلائے۔ ایک سلسلہ گفتگو میں ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ مولوی فضل حق

صاحب خیرآبادی مولانا شاہ عبدالقادر صاحب سے حدیث کی سند لینے جایا کرتے تھے' کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیا حاجت ہے آپ وہاں جاتے ہیں؟ کہنے لگے معقول تو ہمارے گھر کی لونڈی ہے اس میں تو ہم کسی کے محتاج نہیں البتہ حدیث میں بزرگوں کا معمول ہے کہ برکت کے لیے سند لیتے ہیں سند ہی کے لیے میں جایا کرتا ہوں۔ شاہ صاحب کشف میں بڑے تھے غالباً ان پر اس کا انکشاف ہوگیا جب یہ حاضر ہوئے ان کا دعویٰ توڑنے کے لیے فرمایا آج سبق رہنے دو کچھ تفریح کے لیے معقولات میں گفتگو کریں۔ اول انہوں نے ادب کے سبب عذر کیا پھر راضی ہوگئے۔ جب گفتگو کی رائے ٹھہر گئی اس وقت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے لیے تو چٹائی مسجد کے حصہ میں بچھوائی اور مولوی فضل حق صاحب کے لیے مسجد سے باہر کے حصہ میں۔ گفتگو شروع ہوئی تو تھوڑی ہی دیر میں مولوی فضل حق صاحب کو بند کر دیا' خیر یہ کمال تو ظاہر ہے باقی ایک اور دقیق کمال اس واقعہ میں قابل غور ہے وہ چٹائیوں کے مواقع کا اختلاف ہے۔ سو میں سمجھا ہوں کہ مسجد عبادت کے لیے ہے شاہ صاحب کی نیت گفتگو میں اصلاح تھی۔ مولوی صاحب کی اور وہ عبادت ہے اس لیے مسجد کے اندر بیٹھے اور مولوی صاحب کی نیت اظہار علم تھا اس لیے ان کو مسجد سے باہر بٹھلایا۔ واللہ اعلم

بڑے لوگوں کی غلطی کی وجہ

(ملفوظ ۴۱۷) مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی مصنفین کی غلطی کی بھی ہمیشہ توجیہ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ بڑے لوگ ہیں ہمارا منہ نہیں ان پر اعتراض کرنے کا' آج کل مدرسین اعتراض بھی کر لیتے ہیں پہلے بزرگوں کی طبیعت کا یہ رنگ تھا۔

حضرت شیخ محمد تھانوی کی پیشین گوئی

(ملفوظ ۴۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بچپن میں کسی کے ہمراہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا' مجھ سے فرمایا کہ قرآن شریف سناؤ' سن کر بہت خوش ہوئے اور حاضرین سے فرمایا کہ یہاں میرے بعد یہ لڑکا ہوگا۔ پھر یہ قصہ بیان کر کے فرمایا کہ بھائی ہمارے پاس اور سرمایہ ہی کیا ہے بس یہی اپنے بزرگوں کی توجہ و عنایت ہے۔

محمود غزنوی اور ایک ہندو لڑکا

(ملفوظ ۴۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرات سے جب تک کوئی ملتا نہیں جبھی تک وحشت ہے مگر اختلاط کے بعد پھر اپنی وحشت پر تعجب ہوتا ہے جیسے محمود غزنوی کی حکایت ہے جب وہ ہندوستان آئے چند ہندو لوگوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ ان میں سے ایک لڑکے میں آثار لیاقت کے پاکر اس کو ایک بڑا عہدہ دیا۔ اس وقت وہ لڑکا رویا۔ محمود غزنوی نے پوچھا کہ یہ رونے کا وقت ہے' لڑکے نے کہا کہ میں غم سے نہیں روتا بلکہ مجھ کو میری ماں کی ایک بات یاد آ گئی وہ یہ کہ جب آپ بار بار ہندوستان پر آتے تھے تو بچوں کو یہ کہہ کر ڈرایا جاتا تھا کہ تجھے محمود کو دے دیں گے ہم یہ سن کر ڈر جاتے اور سہم جاتے کہ یا اللہ محمود کیسا ہوگا' اگر آج میرے پاس ماں ہوتی تو اس کو دکھاتا کہ دیکھ یہ ہے محمود۔

علامہ تفتازانی اور تیمور لنگ

(ملفوظ ۴۲۰) سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علامہ تفتازانی جب اول مرتبہ بلائے ہوئے تیمور لنگ کے دربار میں تشریف لے گئے تو تیمور نے اپنے تخت پر ان کو جگہ دی' تیمور بوجہ لنگ ہونے کے تخت پر پاؤں پھیلا کر بیٹھتا تھا۔ علامہ نے بھی اپنا پاؤں پھیلا دیا' تیمور کو ناگوار ہوا' نرمی سے کہا کہ معذور دار مرا لنگ است انہوں نے فی الفور فرمایا معذور دار مرا ننگ ست۔ یہ حضرات تو سلاطین کے دربار میں بھی اظہار حق سے نہیں رکے۔

علی گڑھ کالج میں حضرت کا تشریف لے جانا

(ملفوظ ۴۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ وقار الملک کے بلانے پر علی گڑھ کالج میں جانا ہوا' وہاں مجھ کو ایک سائنس کے کمرہ کی بھی سیر کرائی گئی اس میں بجلی بھی دکھلائی گئی اس کے بعد جمعہ کی نماز پڑھ کر میرا بیان ہوا' میں نے اس میں ایک موقع پر یہ بھی کہا کہ ممکن ہے کہ آپ کو اس پر شبہ ہو کہ جو برق کی حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں بیان کی ہے وہ اس برق پر صادق نہیں آتی۔ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ برق کی دو قسمیں ہیں ایک برق سماوی اور ایک برق ارضی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس برق کی حقیقت بیان فرمائی ہے وہ سماوی ہے اور یہ قسم برق کی

ارضی ہے۔ اسی طرح اور بھی بعض چیزوں کو میں نے بیان کیا۔ سامعین حیرت سے منہ تکتے تھے آنکھیں کھل گئیں اور اس تقریر کا بے حد اثر ہوا پھر کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا کیونکہ پھر بلایا نہیں گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ نئی روشنی کے بعض اخباروں نے یہ لکھا کہ اگر ایک دو مرتبہ یہ شخص کالج میں اور آ گیا تو سرسید کے کعبہ کو ویران بنا دے گا۔ یہ حقیقت ہے ان کی تحقیقات کی اور فہم کی۔

ذبیحہ میں بے رحمی نہیں ہے

(ملفوظ ۴۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو خدا کا قائل نہیں اس نالائق سے خطاب نہیں مگر جو قائل ہیں ان کی طرف سے جو مسلمانوں پر الزام اور اعتراض ہے کہ یہ لوگ بے رحم ہیں اور بے رحمی کی وجہ سے ان کے یہاں ذبیحہ ہے میں ان کو جواب دیتا ہوں کہ تمہارے یہاں گو ذبیحہ نہیں مگر جانوروں کو پھر بھی مارتے ہو تم بڑے بارحم ہو۔ پھر یہ کہ جو جانور ذبح نہیں ہوتے آخر مرتے ہیں تو یہ بتلاؤ کہ ان کو کس نے مارا۔ ظاہر ہے کہ تمہارے اعتقاد میں بھی خدا نے مارا تو اس کو بھی رحیم نہ کہنا چاہیے پس جس طرح انہوں نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ روح نکال لو جو حقیقت ہے موت کی اسی طرح ہمیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بس ایک صورت ہلاک کی یہ ہے اور ایک صورت ہلاک کی وہ ہے اگر یہ ترحم کے خلاف ہے تو وہ بھی ہے اگر وہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ جیسے اگر نوکر سے کہے کہ اسے مارو ایک چپت یا خود مار دے ان میں فرق کیا ہوا اور صاحب تمام شبہات کی جڑ ضعف تعلق ہے اور بڑی چیز خدا سے تعلق محبت ہے اس کے بعد تمام قانونوں کی حکمت سمجھ میں آنے لگتی ہے جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو جائے تو اس کی ہر اداء اور اس کا ہر حکم محبوب معلوم ہونے لگتا ہے۔ عظمت اور محبت ایسی ہی چیز ہے خدا کی محبت اور اس کی عظمت پیدا کرو سب اشکال رفع ہو جائیں گے اور اس کے پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی جوتیاں سیدھی کرو۔ مولانا اسی کو فرماتے ہیں:

قال را بگذار مرد حال شو   پیش مردے کاملے پامال شو

تقدیر سے متعلق ایک سوال کا جواب

(ملفوظ ۴۲۳) تقدیر کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر لکھا

ہوا بھی نہ ہوتا تب بھی چونکہ علم وقدرت کا تو ہر حادثہ سے تعلق ہے اس لیے جو ہو رہا ہے اس کے خلاف ہرگز نہ ہوتا۔ قضیہ عقلیہ مسلمہ ہے کہ

الشیء مالم یجب لم یوجد

پھر اس وجوب پر جو اشکالات ہیں ان کو نہ متکلمین حل کر سکے اور نہ فلاسفر' یہی مسئلہ ہے تقدیر کا جس کی کنہ کسی مخلوق کو معلوم نہیں اسی لیے اس میں خوض کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس کا انکشاف نام جنت میں بھی نہ ہوگا ہاں اتنا فرق ہے کہ یہاں وساوس اور تردد ہوتا ہے۔ جنت میں تردد اور وساوس نہ ہوں گے بوجہ غلبہ محبت کے اور اس مسئلہ میں شفاء جبھی ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق صحیح ہو جائے اور قیل وقال سے اور زیادہ شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی واسطے سلف نے علم کلام میں انہماک کو منع کیا ہے سو ان دلائل اور چھان بین سے تو یہ بہتر ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی جاوے اور یہ سمجھا جائے کہ ہمارے نوکر ہمارے اسرار نہیں جانتے اور اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا نوکر ہمارے اسرار معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ مستوجب سزا ہوگا کہ تجھ کو منصب کیا ہے ہمارے اسرار پر مطلع ہونے کا۔ بس ایسے ہی یہاں پر سمجھ لیا جائے اس معاملہ میں تو صحابہ کرامؓ کی عجیب شان تھی ان کی طبیعتیں اس قدر سلیم تھیں کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی طرح ان کو یقین ہو گیا ان کو ایسے اشکال بھی نہیں ہوتے تھے اس قدر عقل سلیم اور طبیعتیں پاک تھیں اور ہماری تحقیق ہی کیا کہ جس کی بناء پر حقیقت کا انکشاف ہو اور اسرار پر مطلع ہوں' حقائق کے سامنے ہماری یہ مثال ہے کہ پانی کے ایک قطرہ میں لاکھوں کیڑے ہوتے ہیں اگر ان میں سے ایک کیڑا سر اُبھار کر آئے اور کہے کہ اس ریل سے کیا فائدہ اور اس تھرمامیٹر سے کیا نفع اور ٹیلی فون کیا چیز ہے اور ٹیلی گراف کس کو کہتے ہیں؟ تو کیا اس کی یہ کوشش معقول ہو سکتی ہے سو جیسے اس کیڑے کی حقیقت ہے انسان کے سامنے ایسے ہی انسان کی حقیقت ہے حق تعالیٰ کے سامنے بلکہ اس کیڑے کو تو کچھ انسان سے نسبت ہے بھی کیونکہ دونوں محدود ہیں اور انسان کو حق تعالیٰ کی ذات کے سامنے اتنی بھی نسبت نہیں کیونکہ محدود کو غیر محدود سے کیا نسبت۔

صوفیاء کے علوم مکاشفہ کا مطالعہ مضر ہے

(ملفوظ ۴۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیاء کے ایسے کلام کو دیکھنا جو علم مکاشفہ سے تعلق رکھتا ہو عوام الناس کے لیے حرام ہے' اندیشہ گمراہی کا ہے اور وہ اس وجہ سے کہ سمجھ تو سکتے نہیں یوں ہی گڑبڑ میں پھنس کر گمراہ ہوں گے۔

۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

امام شافعی کے چند دلچسپ واقعات

(ملفوظ ۴۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحیح اصول بھی حضرات اہل اللہ ہی کو نصیب ہیں دنیادار کو یہ بھی نصیب نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بصورت مہمان پہنچے' کھانے کے وقت خادم نے اول امام شافعی کے ہاتھ دھلانے چاہے' امام مالک صاحب نے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ پھر خادم نے پہلے کھانا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھنا چاہا' امام مالک صاحب نے فرمایا کہ پہلے ہمارے سامنے کھانا رکھو اس کے بعد کھانا بھی خود ہی شروع کر دیا۔ میری سمجھ میں اس کی جو حکمت آئی وہ یہ ہے کہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کو کھانے میں سبقت کرتے ہوئے ایک قسم کا حجاب ہوتا ہے تو امام مالک کو اصل تو کھانے میں اپنی تقدیم مقصود تھی مگر جو مقصود کا حکم ہوتا ہے وہی مقدمات کا حکم ہوتا ہے اس لیے کھانے کے مقدمات میں بھی تقدیم کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک رئیس کے یہاں مہمان تھے ان کے یہاں غلام کو کھانے کی فہرست دے دی جاتی تھی کہ اس کے مطابق کھانا تیار کر کے لادے' ایک روز امام شافعی نے اس سے فہرست لے کر اس میں ایک کھانے کا اضافہ کر دیا۔ عین کھانے کے وقت میزبان نے دیکھا کہ ایک کھانا دسترخوان پر زائد ہے۔ غلام سے وجہ دریافت کی اس نے عرض کیا کہ حضرت امام صاحب نے ایک کھانے کا اضافہ فہرست میں فرما دیا تھا اس سے میزبان کو اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ اس غلام کو آزاد کر دیا محض اس کی خوشی ہوئی کہ مجھ پر مہمان نے فرمائش کی قدردانی بھی ہو تو ایسی ہو اور مہمان نوازی اس کو کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق

محبت اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوا کرے گی تب سے جنت کی تمنا کرنے لگا۔ واقعی یہ حظ تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر فرمایا اس باب میں میری طبیعت ایک خاص رنگ کی ہے وہ یہ کہ مجھ کو کسی سے ملنے کا اشتیاق نہیں ہوتا البتہ مل کر مسرت ہوتی ہے اشتیاق وانتظار سے آزادی یہ سب مجذوب صاحب کا اثر ہے جن کی دعاء سے پیدا ہوا ہوں۔

تصوف کا مطالعہ کافی نہیں

(ملفوظ ۴۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتاب سے کیا ہوتا ہے ضرورت مہارت کی ہے جو موقوف ہے ماہر کی صحبت پر اس کی تائید میں ایک قصہ بیان فرمایا کہ مجھ کو ایک زمانہ میں قلت نوم کی شکایت ہوگئی اپنے معالج سے ظاہر کرتا تھا مگر تدبیر سے نفع نہ ہوتا تھا۔ مجھ کو خیال ہوا کہ حکیم صاحب کچھ یاد سے بتلا دیتے ہیں کتاب کا مطالعہ کر کے نہیں بتلاتے۔ یہ خیال کر کے ایک روز میں خود حکیم صاحب کے پاس پہنچا اور یہ کہا کہ مجھ کو شرح اسباب دے دیجئے اور میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ کتاب میں میں خود دیکھوں گا اور سبب کی تعیین کر کے تدبیر کروں گا۔ چنانچہ کتاب میں وہ بحث دیکھی اب جتنے اسباب دیکھتا ہوں سب اپنے اندر پاتا ہوں میں نے کہا کہ اے اللہ یہ تو سب میرے اندر ہیں اب کس کی تعیین کروں' کتاب کو سمجھتا تھا مگر اپنا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ ہر سبب مؤثر نہیں ہوتا بلکہ وہی مؤثر ہوتا ہے جو معتد بہ ہو اور اس کی تحقیق موقوف ہے مناسبت اور ذوق پر وہ طبیب میں ہوتا ہے مجھ میں نہ تھا۔ اسی طرح ہر فن کی حالت ہے اس لیے تصوف کے مطالعہ کو کافی نہ سمجھنا چاہیے۔

شیخ کی ضرورت اور سلب نسبت کی تحقیق

(ملفوظ ۴۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر فہم سلیم ہو تو پھر شیخ کی ضرورت نہیں' کتاب وسنت پر عمل کیا جائے کافی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا اس قدر فہم سلیم ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہو سکتا ہے مگر قلیل باقی جو اس قدر فہم سلیم نہ رکھتا ہو اس کو اس راہ میں بدون شیخ کے قدم رکھنا نہایت خطرناک ہے اس وقت نہ کتاب سے کام چلے گا نہ اپنی

رائے سے۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ:

جملہ اوراق و کتب در نار کن سینہ را از نور حق گلزار کن

البتہ کتابیں معین ضرور ہیں کتابیں پڑھنے والا جس قدر سمجھ سکتا ہے نہ پڑھنے والا سمجھ نہیں سکتا۔ پس یہ شرط کے درجہ میں ہے علت کے درجہ میں نہیں اور یہ جو میں کہا کرتا ہوں کہ اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہے تو پھر پیر کی کون سی ضرورت ہے۔ یہ کتابوں کی مدد سے نہیں کہتا یہ بھی شیخ ہی کی صحبت کا فیض ہے ورنہ کتابیں اوروں سے زیادہ ہم نے بھی نہیں پڑھیں۔ پس یہ سب کچھ صحبت شیخ ہی کی بدولت ہے اور یہ ضرورت شیخ کی ایسی ہے کہ جیسے کسی بچہ کا باوا چاہے جنوا کر مر جائے پرورش میں اس کی ضرورت نہیں مگر جنوانے میں تو ضرورت ہے باوا کی یا جیسے مرغی کے نیچے انڈے رکھتے ہیں تو ضرورت تھی مرغی کی لیکن اگر انڈے بطخ کے ہیں تو بچے نکلنے کے بعد خود مرغی تو دریا کے کنارے کھڑی ہے اور اس کے بچے تیر رہے ہیں یہ تفاوت استعداد کا ہے پس ممکن ہے کہ مرید اکمل ہو جائے پیر سے مگر تربیت کے لیے اس کو بھی پیر کی ضرورت ہوگی پھر بعد حصول مقصود بعض اوقات پیر کو مرید کے مقام کی خبر بھی نہیں ہوتی یہاں سے ایک شخص کا جہل بھی ثابت ہو گیا ہے جو اپنے شیخ کے ساتھ گستاخی کرنے سے مسلوب الحال ہو گیا تھا مگر وہ اس گمان میں تھا کہ میں صاحب حال ہوں جب دوسروں کے کہنے سے اس کو شبہ واقع ہوا تو اس نے ایک مجذوب سے کہا کہ دیکھنا مجھ میں نسبت باقی ہے یا نہیں؟

اس کی ایسی مثال سمجھ لو کہ ایک ضعیف الباہ شخص کسی طبیب سے کہے کہ میرا خاص بدن پکڑ کر دیکھ کہ میں مرد ہوں یا نہیں۔ اس سے خود معلوم ہو گیا کہ مرد نہیں دوسروں سے معلوم کراتا پھرتا ہے۔ یہی حالت اس مسلوب الحال کی تھی اور اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ابتداء ہی سے جو محجوب ہو وہ اتنا برا نہیں جس قدر مسلوب الحال برا ہوتا ہے محجوب کو نسبت حاصل ہو سکتی ہے مگر مسلوب النسبت کو عادۃً پھر نسبت حاصل نہیں ہوتی اور یہ مسلوب کہنا باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ واقع میں یہ شخص صاحب نسبت ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ نسبت حقیقی حاصل ہو کہ پھر غیر اہل نسبت نہیں ہو سکتا جیسے پھل پک کر کچا نہیں ہوتا یا بالغ ہو کر نابالغ نہیں ہو سکتا۔ گو غلطی سے اس کو شبہ ہو گیا کہ میں صاحب نسبت ہو گیا جیسے صبح کاذب کو کوئی صادق سمجھ لے جس کو مولانا فرماتے ہیں:

اے شدہ تو صبح کاذب رار ہیں   صبح صادق راز کاذب ہم ہیں

نابالغی کے زمانہ میں کسی کا نکاح ہوگیا' کچھ عارضی جوش اُٹھا مگر عورت کے پاس جا کر دیکھا کہ اب کچھ نہیں تو حقیقت میں وہ بلوغ نہ تھا دھوکہ ہوا بلوغ کا' حاصل یہ ہے کہ بلوغ کا جو درجہ مطلوب ہے وہ نہیں ہوا اس لیے اپنے خیال پر اعتماد نہ کرے شیخ کی شہادت کا انتظار کرے اور شیخ کو حقیقی تعلق مع اللہ کا جو کہ محض غیب ہے علم نہیں ہوتا مگر نقص کا تو علم ضروری ہے پس شیخ عالم الغیب نہیں ہوتا مگر عالم العیب ہوتا ہے۔ اسی طرح شیخ کا صاحب کشف ہونا صاحب الہام ہونا ضروری نہیں حتیٰ کہ شیخ کا من الحیث الشیخ صاحب تقویٰ ہونا بھی ضروری نہیں' غیر متقی صحیح راہ بتا سکتا ہے البتہ شیخ اگر متقی ہوگا اس کی تعلیم میں برکت ہوگی۔ اگر متقی نہ ہوگا برکت نہ ہوگی' البتہ حق کا جاننا شیخ کے لیے ضروری ہے مگر ولی و مقبول ہونا شیخ کے لیے شرط نہیں' یعنی افادہ کی۔

یہاں پیر پرستی نہیں خدا پرستی ہے

(ملفوظ ۴۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں رسمی پیروں کی طرح پیر پرستی نہیں' میں مخلوق پرستی کراتا نہیں یہاں تو خدا پرستی کا سبق ملتا ہے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے کام میں لگے رہیں اور ایک یہ کہ عمل میں میری تعلیم کے خلاف نہ کریں گو میری خدمت بھی نہ کریں۔ اس خدمت کے متعلق تو یہ مذہب ہونا چاہیے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے رابا کسے کارے نباشد

اپنے کام میں لگا دوسروں کے تعلقات سے تم کو کیا سروکار

حضرت کی سختی کی حقیقت

(ملفوظ ۴۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر میرا خطاب میری اصلاح میری تدبیر میرا انتظام طالبین کے نزدیک نا کافی ہے تو کہیں اور جائیں' میں بلانے کب جاتا ہوں مگر یہ یاد رہے کہ میرے اندر سختی سیاست سب کچھ سہی لیکن طالب طریق کو یا طالب علم کو بحمد اللہ کبھی نظر تحقیر سے نہیں دیکھا بلکہ اس کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ میں ایک طالب علم کو کان پور میں نصیحت کر رہا تھا ایک شہر کے شخص میرے پاس بیٹھے تھے' انہوں نے بھی میری تائید میں طالب

علم کو کچھ کہا' میں نے ان سے بگڑ کر کہا کہ آپ کو کہنے کا کیا حق ہے آپ ان کو غریب اور مسکین سمجھ کر ذلیل سمجھتے ہیں اور ڈانٹتے ہیں مجھے ان کے کہنے کی برداشت نہیں ہوئی اور نہ گوارا ہوا مجھ کو طالبین سے محبت ہے مگر ماں کی سی نہیں بلکہ باپ کی سی ہے مگر باپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی ماں کی محبت ظاہر ہو جاتی ہے اس لیے کہ وہ پیار کرتی ہے' چومتی' چاٹتی ہے اور باپ ہے کہ ادھر سے چپت اُدھر سے دھول رسید کی' باپ بلائیں دے رہا ہے اور ماں بلائیں لے رہی ہے یہاں پر جو لوگ آتے ہیں مجھے کبھی گوارا نہیں ہوا کہ دوسرے انہیں کچھ کہیں میں چاہے کچھ معاملہ کروں یہ جہاد اصلاح تو فرض کفایہ ہے میں ہی سب کی طرف سے کافی ہوں جس اصلاح میں سب شور و شغب کرنے لگیں وہ جہاد نہیں ہوتا فساد ہوتا ہے ان مجموعی باتوں کو لوگ دیکھتے نہیں۔ یونہی مشہور کر دیتے ہیں کہ سخت ہے حالانکہ یہ سختی نہیں قوت ہے۔ دیکھئے ریشم کا ڈورہ ہے اس کو جس طرف کو چاہو موڑ لو' مسوس لو گرہ لگا لو نرم تو اتنا ہے ہاں مضبوط ہے حتیٰ کہ اگر ہاتھی بھی زور لگائے تو نہیں توڑ سکتا تو سختی اور چیز ہے اور مضبوطی اور چیز ہے۔ اب لوگ چاہتے ہیں کہ کچا ڈورا ہو ہاتھ لگاتے ہی بکھر جائے تو میں ایسا بھی نہیں۔ "جعل لکم الارض"

میں مفسرین نے فرمایا ہے کہ زمین نہ اس قدر نرم ہے کہ چلنے والا پانی کی طرح اس میں اترتا چلا جائے اور نہ اس قدر سخت کہ کھودنے سے بھی کچھ اثر نہ ہو۔ اصل یہ ہے کہ لوگ نہ نرمی کو سمجھتے ہیں اور نہ سختی کو جو چاہا ہانک دیا مگر میں نے اس کا بھی اہتمام نہیں کیا کہ کوئی مجھ کو برا نہ کہے' کوئی برا کہا کرے میرا بگڑتا کیا ہے۔

مولوی مسیح الزماں صاحب کی ظرافت

(ملفوظ ۴۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی مسیح الزمان خان صاحب حضور نظام کے استاد شاہ جہاں پور کے رہنے والے تھے' بڑے ظریف تھے' ان کے پاس ایک فقیر آیا کہ میں یہاں کا قطب ہو کر آیا ہوں' یعنی میرے معتقد ہو جائیں' انہوں نے کہا کہ میں اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں اس لیے کہ پہلے سے میں یہاں کا قطب ہوں اور میرے پاس کوئی حکم نہیں آیا کہ میں آپ کو چارج دے دوں یا تو میرے پاس حکم منگا دو ورنہ اپنی قطبیت سے تم میں اخراج کا تصرف کروں گا اپنا سامنہ لے کر چل دیا۔

مسئلہ تقدیر پر ایک آریہ کے اعتراض کا جواب

(ملفوظ ۴۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک آریہ کا اعتراض مسئلہ تقدیر پر میرے ایک عزیز نے میرے پاس بغرض جواب لکھ کر بھیجا' میں نے جواب دیا کہ یہ مسئلہ مخصوص نہیں' اسلام کے ساتھ بلکہ عقلی ہے اس لیے ہمارے یہاں بھی ہے اور تمہارے یہاں بھی' سو جس طرح ہمارے ذمہ اس کا ثبوت ہے ویسے ہی تمہارے ذمہ بھی اس کا ثبوت ہے' ہم بھی غور کریں تم بھی غور کرو' صرف ہمیں ہی اس کا ذمہ دار کیوں بنایا جاتا ہے۔

۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

حضرت کی حالت قبض

(ملفوظ ۴۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ طریق بہت نازک ہے اس میں مجھ پر خود ایسی حالت گزر چکی ہے کہ اگر حضرت حاجی صاحبؒ کا اس حالت کے قبل یہ ارشاد نہ ہوتا کہ جلدی نہ کرنا تو میں خودکشی کر لیتا۔ اس لیے میں اس کے متعلق جو کچھ کہتا ہوں دیکھ کر کہتا ہوں۔ اس حالت کا قصہ ہے کہ میرے ایک دوست مجھ سے ملنے آئے' ان کے پاس بھری بندوق تھی' کئی مرتبہ جی میں آیا کہ ان سے کہوں کہ میرے گولی مار دیں مگر اللہ تعالیٰ نے سنبھال لیا۔ اس حالت میں مجھ کو بڑے گھر میں سے بہت امداد ملی اور کوئی ایسا تھا نہیں جس سے کہتا حق تعالیٰ نے ان کو ہی غمگسار بنا دیا تھا ان سے اپنی حالت کہتا تھا ان کے جواب ایسے ہوتے تھے جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جوابات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتے تھے۔

طلب سے پہلے مطلوب کی تعیین ضروری ہے

(ملفوظ ۴۳۳) ایک خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اب راہ پر آئے' اب یہ لکھو کہ طریق کی حقیقت کیا سمجھے' اگر خود سمجھ میں نہ آوے تو قصد السبیل دیکھ کر لکھو' اگر قصد السبیل دیکھ کر بھی سمجھ میں نہ آئے تب پوچھیں میں بتاؤں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ طلب سے پہلے مطلوب کا تعیین ہو جائے تاکہ پھر کبھی الجھن نہ ہو۔

درمیان گفتگو سوال کرنا حماقت ہے

(ملفوظ ۴۳۴) حضرت والا نے ایک مضمون بیان کرنا شروع ہی فرمایا تھا ایک صاحب درمیان میں ایک بے تعلق سوال کر بیٹھے' اس پر فرمایا کہ ایک شخص تو مشقت کر کے افادہ کرے اس کی یہ قدر کی جائے بے محل سوالوں سے تقریر بالکل بے لطف ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جو چیز مفت میں ملتی ہے اس کی یہ ہی گت بنتی ہے اگر ناک رگڑوا کر چھ مہینے میں ایک بات کہتا تب قدر ہوتی پھر ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جواب دیجئے آپ نے یہ بے جوڑ سوال کیا' اس وقت کیا محل تھا ان صاحب نے عرض کیا کہ غلطی ہوئی آئندہ انشاء اللہ ایسا کبھی نہ ہوگا' فرمایا کہ آدمی کو فہم سے کام لینا چاہیے اس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ ایسی بات نہ کی جائے کہ جس سے دوسرے کو اذیت پہنچے۔ یہ اول عمل ہے اس راہ میں۔

ہر حالت میں خدا کو یاد رکھنے کا حکم

(ملفوظ ۴۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام کی تعلیم کا اصل مقصد خدا کی یاد خدا کی اطاعت خدا سے صحیح تعلق رکھنا ہے ایسی تعلیم غیر اسلام میں کوئی نہیں دکھا سکتا۔ چنانچہ تمام احوال کے متعلق مثلاً گھر میں جاؤ گھر سے باہر آؤ پاخانہ جاؤ پاخانہ سے باہر آؤ وضو کرو نماز پڑھو حتیٰ کہ انزال کے وقت جبکہ سوائے بیوی کے اور کوئی چیز نظر میں نہیں ہوتی اس وقت کے لیے بھی اس کی تعلیم موجود ہے کہ خدا کو یاد رکھو۔ پس ہر کام میں دین کو مقصود بنایا گیا ہے یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی۔ ہے کہ ہر مذہب کے مقتداؤں کو کیف ما اتفق بلا انتخاب دیکھنا چاہیے کہ کثرت سے دین کی طرف لگاؤ والوں کی تعداد کن ادیان میں زیادہ ہے سو جیسے مسلمانوں کے مقتداء ہیں کسی مذہب کے ایسے پیشوا نہیں بعضے ادیان کے پیشوا تو اکثر فاسق فاجر ہیں۔

کتاب حیات المسلمین کی اہمیت

(ملفوظ ۴۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اپنی تمام تصنیفات میں رسالہ حیات المسلمین کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں کیونکہ اس میں انتظام ہے مسلمانوں کے دین و دنیا کا قیامت تک کے لیے لیکن بعض ثمرات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بدون جماعت کے

مرتب نہیں ہو سکتے جیسے نماز میں جماعت کے فضائل ہیں مگر جب تک سب جمع ہو کر نہ پڑھیں وہ فضائل نہیں حاصل ہو سکتے ایسے ہی حیات المسلمین کے اعمال کے ثمرات بدون کثرت سے مسلمانوں کے جمع ہوئے اور عمل کیے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اگر سب مسلمان اس کی تعلیم پر عمل کریں اور اس کو اپنا دستور العمل بنالیں تو میں خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ دین و دنیا میں ان کو اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور فتح نصیب ہو۔

عربی زبان علمی زبان ہے

(ملفوظ ۴۳۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عربی زبان علمی زبان ہے دوسری زبانیں علمی نہیں چنانچہ اگر اردو فارسی میں سے مثلاً عربی الفاظ نکال دیئے جائیں تو مطلب اس طرح ادا ہو ہی نہیں سکتا جیسے عربی کے الفاظ سے یہ عربی زبان ہی میں ہے احاطہ اور جامعیت۔

لوگ اصول سے گھبراتے ہیں وصول پسند کرتے ہیں

(ملفوظ ۴۳۸) ایک شخص نے خاموشی کے ساتھ ایک رقعہ حضرت والا کے پاس رکھ دیا اور زبان سے کچھ نہیں کہا' حضرت والا ڈاک کی تکمیل میں مصروف تھے اس طرف خیال بھی نہ ہوا اتفاقاً نظر پڑ جانے پر دریافت فرمایا کہ یہ کن صاحب کا پرچہ ہے۔ تب ان صاحب نے عرض کیا کہ یہ میرا ہے۔ فرمایا کہ بندہ خدا کچھ تو زبان سے کہہ دیا ہوتا اگر میں نہ دیکھتا تو مجھ کو اس کا علم کس طرح ہوتا پھر مزاحاً فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ پہلے رکا دے (یعنی بلند آواز سے بات کہنا) اس کے بعد رقعہ دے اب غلطی پر متنبہ کیا جاتا ہے تو بدنام کرتے ہیں اس کا میرے پاس کیا علاج ہے کہ خواہ مخواہ بھیڑیا بنا رکھا ہے میرے تو کپڑے بھی سفید نہیں جن کی وجہ سے رعب ہو سکتا تھا اور سفید اس لیے نہیں کہ جمعہ کے روز نہ بدل سکا اور آج کا دن بھی یوں ہی گزر گیا' میں خادم تو بننا چاہتا ہوں مگر غلام بننا نہیں چاہتا اور خادم بھی اس طرح کا کہ نہ میں اس کا تابع نہ وہ میرا تابع بلکہ اصول صحیح کا دونوں کو تابع ہونا چاہیے مگر اصول سے لوگ گھبراتے ہیں وصول کو پسند کرتے ہیں وصول سے مراد رقم اینٹھنا ہے چاہے پھر کچھ بھی حصول نہ ہو۔

ایک صاحب کے کارڈ میں سات سوال

(ملفوظ ۴۳۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا کارڈ آیا تھا اس میں سات سوالات کیے تھے میں نے لکھ دیا کہ تمہیں رحم نہیں آیا خود لفافہ میں بھی دو سوال سے زیادہ نہ ہوں نہ کہ کارڈ میں سات سوال۔ اب بتلایئے کہاں تک خوش اخلاق بن سکتا ہوں۔ ایک کارڈ میں سات سوالات کا جواب کس طرح لکھ دیتا ایسے ایسے بدفہموں سے پالا پڑتا ہے یہ لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ اور کوئی کام نہ ہوگا اس لیے اتنے سوال بھیج دیتے ہیں پھر یہ سب سوالات اسی وقت تک ہیں کہ مفت جواب مل جاتا ہے اگر فی سوال قلیل فیس بھی مقرر کردی جائے تو امید ہے کہ ایک سوال بھی نہ آوے۔ ایک مولوی فتوٰی کی فیس لیتے ہیں اور وہ اس کو چھپاتے بھی نہیں اعلان کر کے لیتے ہیں اور صاحب تجارت کا تو اعلان ہونا ہی چاہیے اور دیوبند کثرت سے فتوے آتے ہیں ایک پیسہ بھی نہیں لیا جاتا اور گو لینا جائز ہے مگر اس طرز میں یعنی لینے میں آزادی نہیں رہ سکتی اس لیے یہ اچھا طرز نہیں۔

ہر چیز کا اہتمام

(ملفوظ ۴۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں الحمدللہ ہر چیز کا اہتمام ایسا ہے کہ اس میں رائی برابر بھی کسی پر گرانی نہ ہو سالہا سال میں مرتب ہوئے ہیں قواعد۔

شرح صدر ہونے پر قواعد سے جواب لکھ دینا

(ملفوظ ۴۴۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں بعض اوقات قواعد سے جواب لکھ دیتا ہوں مگر جبکہ شرح صدر ہو جائے اور اگر شرح صدر نہ ہو تو نہیں لکھتا۔

قواعد سے دوسروں کی راحت مقصود ہے

(ملفوظ ۴۴۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان قواعد اور اصول کی بدولت اگر مجھ کو بھی طبعی راحت مل جائے تو اس کو بھی جی چاہتا ہے لیکن اگر یہ نہ ہو تو دوسروں کو تو راحت ہوتی ہے سو یہ بھی میری ہی راحت ہے۔

رعایت کرنے والے کی رعایت

(ملفوظ ۴۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معاملہ تربیت میں جب میری کوئی رعایت کرتا ہے تو میرا بھی جی چاہتا ہے کہ رعایت کروں، اگر وہ رعایت کا اہتمام نہیں کرتا' میں بھی نہیں کرتا کہ اس سے اس کا جہل بڑھتا ہے۔

برسوں کی ریاضت کے بعد یہ سمجھنا کہ کچھ حاصل نہیں ہوا

(ملفوظ ۴۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ برسوں کے مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اگر یہ سمجھ میں آ جائے کہ مجھ کو کچھ حاصل نہیں ہوا تو اسکو سب کچھ حاصل ہو گیا لیکن آج کل تو بھول کر بھی یہ خیال نہیں ہوتا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ چنانچہ ذرا ذرا سے بچے شیخ الحدیث شیخ التفسیر شیخ الادب کہلائے جانے پر نازاں ہیں مگر ابھی تک کوئی شیخ الشرارت نہیں ہوا۔

لوگ شیخ العالم کو شیخ الہند کہتے ہیں

(ملفوظ ۴۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر لوگ حضرت مولانا دیوبندیؒ کو فخراً شیخ الہند کہتے ہیں اور لکھتے ہیں یہ مجھ کو اس قدر ناگوار ہوتا ہے کہ شیخ العالم کو شیخ الہند کہتے ہیں اگر ایسا ہی تھا تو شیخ العرب کہنا چاہیے تھا نسبت بھی کی تو کفر کے ملک سے یہ کون سے فخر کی بات ہے۔ اصل میں یہ نیچریوں کا لقب تجویز کیا ہوا ہے مگر افسوس اپنی جماعت کے لوگ بھی بڑے فخر سے شیخ الہند کہتے ہیں۔ بس افسوس ان کی سمجھ پر ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ وائسرائے کو کوئی کانسٹیبل کہے' کیا یہ اہانت نہیں ہے یہ تعریف ایسی ہی ہے جس کو مولانا فرماتے ہیں:

شاہ را گوید کسے جولاہا نیست   ایں نہ مدح ست اور مگر آگاہ نیست

(کوئی بادشاہ کو کہے کہ وہ جولاہا نہیں ہے یہ تعریف نہ ہوئی مگر کہنے والا تعریف کے اصول سے واقف نہیں ۱۲)

نئے نئے لقب ایجاد ہو رہے ہیں۔ امام الشریعت امام الہند ہمارے بزرگوں کو ہمیشہ ایسی باتوں سے اجتناب رہا۔ ان حضرات کی زندگی سلف کا نمونہ تھی مگر آجکل وہ باتیں پرانی اور دقیانوسی خیال کی جاتی ہیں۔

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یک شنبہ

حضرت حاجی صاحب کے فیض عام کا درجہ

(ملفوظ ۴۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے فیض اسی وجہ سے زیادہ ہوا کہ حضرت طالبین کے ساتھ توجہ اور سہولت اور تسلی بہت فرماتے تھے ظاہر میں کیسی ہی منکر بات ہوتی مگر اس کو بھی بشرط گنجائش اچھی ہی حالت پر منطبق فرما دیتے اور یہ فرماتے کہ فلانی حالت میں ایسی بات ہو جاتی ہے کہ کیا ٹھکانا ہے اس شفقت کا۔

محبت امرد اعاذنا اللہ منہ

(ملفوظ ۴۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے بعضے جاہل صوفی اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ مخلوق کا جمال مظہر جمال الٰہی ہے اس لیے حسین جمیل آدمی کو گھورنے سے مقامات میں ترقی ہوتی ہے۔ استغفر اللہ ایک درویش کا قصہ سنا ہے کہ ایک مقام پر ٹھہرے ان کے ہمراہ ایک لڑکا تھا جو ان کا محبوب تھا' سردی کا زمانہ تھا' لوگوں نے پوچھا کہ اس کی چارپائی کہاں بچھے گی کہا کہ ہماری چارپائی کے پاس لوگوں کو شبہ ہوا' رات کو جھانک کر دیکھا تو وہ درویش رات بھر اس کو گھورتے رہے کیا ٹھکانا ہے اس جہل کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی محبت میں مغلوب نہ تھے

(ملفوظ ۴۴۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رسالہ لکھ رہا ہوں' جگہ جگہ یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی محبت میں مغلوب نہ تھے جیسے عشق میں آدمی مغلوب ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مغلوب نہ تھے۔

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یک شنبہ

دیندار ہی حقوق ادا کرتا ہے

(ملفوظ ۴۴۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ادائے حقوق کا آج کل بہت ہی کم خیال ہے اگر خیال ہو سکتا ہے تو دینداروں ہی کو ہو سکتا ہے۔ دینداری بھی

عجیب چیز ہے ایک ایک پائی کا اہتمام کرنا ہے اور بد دین تو سینکڑوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

زنانہ سکول سخت خطرناک ہے

(ملفوظ ۴۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آئے دن ایک نیا فتنہ ملک میں ان مدعیان عقل کی بدولت کھڑا ہوتا ہے آج کل زنانہ سکولوں کی طرف عقلاء کی توجہ مبذول ہو رہی ہے وہی قصہ ہو رہا ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری..... کونسی کل سیدھی سر سے پیر تک ٹیڑھی ٹیڑھی ہے زنانہ سکولوں میں بڑی خرابی ہے ایسی عورتیں کہاں ہیں جن پر اعتماد ہو کہ وہ نگرانی کریں گی' مردوں سے واسطہ ہوتا ہی ہے اس لیے کہ جو عورتیں نگراں ہیں ان کا تعلق غیر مردوں سے ہوتا ہے ان کے واسطے سے لڑکیوں کا بھی تعلق ہوتا ہے یہ بھی سخت خطرناک ہے۔

انگوٹھے کا نشان دلیل شرعی نہیں

(ملفوظ ۴۵۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل جو کاغذ پر انگوٹھا لیا جاتا ہے کیا اس کی شریعت میں کچھ اصل ہے؟ فرمایا کہ شریعت کی یہی خوبی ہے کہ اس میں ان چیزوں کو کوئی اعتبار نہیں۔

زمانہ غدر میں بعض بزرگوں کا واقعہ

(ملفوظ ۴۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات عارفین کی شان ہی جدا ہوتی ہے۔ زمانہ غدر میں جب بعض بزرگوں پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تو ایک بزرگ گرفتار کر لیے گئے اور اجلاس پر ان حضرات کا بیان لیا گیا' حاکم نے دریافت کیا کہ آپ لڑے' فرمایا کہ میرے تو کبھی باپ دادا بھی نہیں لڑے۔ دریافت کیا کہ آپ نے گورنمنٹ کے خلاف ہتھیار اُٹھائے' حضرت نے تسبیح دکھلا دی کہ ہمارا ہتھیار تو یہ ہے دریافت کیا کہ تم نے فساد کیا' فرمایا کہ مسلمان فساد نہیں کر سکتا' ان حضرت کو جیل میں رکھا گیا تھا' ان کی برکت سے جیل خانہ خانقاہ ہو گیا تھا' یہ جہاں بیٹھ جائیں گے وہی رنگ پھیلائیں گے۔ ایک اور بزرگ تین دن تک چھپے رہے پھر ظاہر ہو گئے کسی نے تحدید کی وجہ پوچھی' فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن غار ثور میں رہے۔

بغیر کام کے تنخواہ اور بلا ٹکٹ سفر

(ملفوظ ۴۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرت نے نفس کے علاج کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ بعض مباحات بھی چھوڑ دینا چاہئیں جہاں یہ شبہ ہو کہ یہ غیر مباح کی طرف مفضی ہو جائے گا' یہ نفس کا علاج ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو جو کہ پہلے ڈپٹی انسپکٹر تھے مدارس کی چھ ماہ کی تنخواہ نہ ملی تھی جب غدر ہو گیا تو تنخواہ کا نوسو روپیہ آیا انکار کر دیا کہ میں نے کوئی کام نہیں کیا جس کی میں تنخواہ لوں کہا گیا کہ کام سے انکار بھی تو نہیں کیا' تسلیم نفس تو بحالہ رہا مگر پھر بھی آپ نے کچھ نہیں لیا۔ ایک تو یہ رنگ تھا اب کہتے ہیں کہ بدون ٹکٹ کے سفر کرنا جائز ہے۔ ایک صاحب سے میری گفتگو ہوئی' کہنے لگے۔ اگر ایسے عمل سے ہم پر دوسروں کا حق چاہتا ہے تو کیا حرج ہے ہمارا بھی تو دوسروں کے ذمہ ہے جب قیامت میں مانگے گا' کہہ دیں گے کہ اس سے وصول کر لو' میں نے کہا کیا واہیات ہے اگر عدالت کسی قرض خواہ کی ڈگری کر دے کسی پر اور وہ یہ کہے کہ میرا دوسرے پر ہے اس سے وصول کر لو تو کیا یہ عذر قابل قبول ہوگا' جب یہاں کافی نہیں تو قیامت میں تو کیا کافی ہوگا' تب ان کی آنکھیں کھلیں اور توبہ کی۔

لفظ جدّہ اصل میں جُدّہ ہے

(ملفوظ ۴۵۴) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ فرمایا کہ ابوقبیس جو ایک پہاڑ ہے مکہ معظمہ میں وہاں بتلائی جاتی ہے اور حضرت حوا کی جدہ میں بتلاتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہاں ہماری جدہ ہیں مگر یہ بالکل غلط ہے یہ لفظ جدہ ہے ہی نہیں بلکہ جدہ ہے بالضم دو پہاڑیوں کے درمیان کا جو راستہ جاتا ہے اس کو جُدہ کہتے ہیں۔

مؤمن پر موت کے وقت آسانی

(ملفوظ ۴۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشہور ہے کہ موت کا وقت بڑے خطرہ کا ہے مگر حقیقت میں مؤمن کے ساتھ بوقت موت کے بڑی رحمت ہوتی ہے اور بڑی آسانی کی جاتی ہے وہ وقت ہی خاص رحمت کا ہوتا ہے اور ظاہر بھی ہے کہ عجز وضعف کی حالت سے

زیادہ کون سا وقت رحمت کا ہوگا۔

جانور کو ستانے سے دل دکھتا ہے

(ملفوظ ۴۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی تو آدمی جانور کو ستانے سے بھی دل دکھتا ہے۔

بزدل کو غصہ زیادہ آتا ہے

(ملفوظ ۴۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جتنے بہادر ہیں ان میں غصہ کم ہوتا ہے بزدل کو غصہ بہت ہوتا ہے سمجھتا ہے کہ اگر اس وقت انتقام نہ لیا تو پھر کہاں موقع ملے گا بخلاف بہادر کے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب چاہوں گا انتقام لے لوں گا۔

خوف آخرت اور گنگوہ کے حافظ جی

(ملفوظ ۴۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خوف آخرت بھی عجیب چیز ہے۔ ایک حافظ صاحب گنگوہ میں تھے بچوں کو ان کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے مارتے پھر آخرت کا خوف غالب ہوتا تو بچوں سے کہتے تم بدلا لے لو اور بچے بھی ایسے بے حیاء تھے کہ حافظ صاحب کو مارتے۔

۲۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس ساڑھے سات بجے یوم دوشنبہ

بدعتیوں میں فساد ہی فساد ہے

(ملفوظ ۴۵۹) ایک صاحب نے رنگون کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ فلاں مولوی بدعتی کو فاش شکست ہوئی اور اہل حق کی فتح عظیم ہوئی۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ بدعتیوں میں نہ تبلیغ ہے نہ اصلاح بجز فساد کے اور اہل حق کے ستانے کے۔

۲۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

علماء کے برابر کسی کو سلیقہ نہیں ہوتا

(ملفوظ ۴۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حقیقت میں مولویوں کی برابر دوسروں کو سلیقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ آج کل کہ تعلیم یافتہ انگریزی خواں بیچاروں کو تو ان کے سامنے کیا سلیقہ ہوتا۔

زمینداری سے متعلق فقہی احکام جمع کرنے کا ارادہ

(ملفوظ ۴۶۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں زمینداری اور دوسرے نئے معاملات کے متعلق احکام جمع کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے بہت لوگوں سے کہا کہ سوالات جمع کر کے دو تا کہ ان کے احکام معلوم کیے جائیں اس لیے کہ واقعات کو تو ہم جمع نہیں کر سکتے' واقعات تو وہی جمع کر سکتا ہے کہ جس کو ان کی ضرورت پیش آتی رہتی ہو مگر کسی نے بھی مدد نہ کی نہ محکمے والوں نے نہ تجار نے نہ ملازموں نے نہ زمینداروں نے پھر مزاحاً فرمایا کہ پھر آسماں داروں ہی کو جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی' باقی اس وقت تو کچھ ہمت تھی اور اب تو اگر سوالات بھی مل جائیں تب بھی جوابات کی ہمت نہیں۔

حیات المسلمین کے لکھنے میں پریشانی

(ملفوظ ۴۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حیات المسلمین میں جو دقت مجھ کو ہوئی وہ اس کے سہل بنانے کی وجہ سے ہوئی' ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ کوئی ضروری بات رہ بھی نہ جائے۔ پھر مضمون کی مقدار برابر رکھنے میں بھی کہ ہر مضمون دو دو ورق کا رہے دقت ہوئی فرمایا کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ مدت دراز تک ضروری مضامین کے دو دو ورق مہینہ میں لکھ دیا کروں گا مگر اب جو دیکھتا ہوں تو تمام ضروری مضمون اس میں آ گئے' سلسلہ جاری رکھنے کی ضرورت نہ ہوئی' میں نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ جلدی فراغت ہو گئی۔

کثرت ازدواج کے اعتراض کا جواب

(ملفوظ ۴۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کثرت ازواج کے باب میں معترضین نالائقوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر قیاس کیا ہے اس لیے شہوت پرستی کا ناپاک اعتراض کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جتنی قوت تھی اس پر نظر کر کے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کے تقاضے کا پورا مقابلہ فرمایا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تیس مردوں کی قوت تھی اور بعض محققین نے کہا ہے کہ مرد بھی کون سے جنت کے مرد اور جنت کے ہر مرد میں سو مردوں کی قوت ہو گی۔ خیر اگر یہ بھی نہ سہی تو یہیں کے مرد سہی تب بھی

اس قوت کے ہوتے ہوئے تو پھر اکتفا کرنے میں کیا ٹھکانا ہے۔ضبط کا اس وقت کے قویٰ ایسے تھے کہ ایک صحابی کا واقعہ ہے کہ تمام شب بیوی سے مشغول رہتے' اس قدر قوت ممسکہ تھی سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے تیس مردوں کی قوت تھی تو اس اعتبار سے تو آپ نے نکاح میں بہت تقلیل فرمائی۔اسی طرح معترضین کا یہ بھی غلط الزام ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کو متعارف عشق کا درجہ تھا۔آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نویں دن تشریف لاتے تھے اگر ایسے عشق کا درجہ ہوتا تو آٹھ دن کیسے صبر ہوتا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ضعف بھی نہ تھا بلکہ شیخوخت میں بھی شباب کی قوت تھی' نہایت صحیح قویٰ تھے اور یہ شبہات جو پیدا ہوئے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے پیدا ہوئے مگر یہ رعایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے متعلقین کے ساتھ شان حاکمانہ تھی' عاشقانہ نہ تھی نیز یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت گزرتا تھا زیادہ تر یاد الٰہی اور اطاعت میں گزرتا تھا شب کو بھی' دن کو بھی اگر (نعوذ باللہ) نفس پرستی ہوتی تو زیادہ وقت اس میں گزرتا مگر وہاں تو اصل چیز یہ عبادت ہی رچی ہوتی تھی قلب میں اس کے علاوہ اور چیزیں بقدر ضرورت تھی پھر ایسے شبہات محض کورچشمی ہے۔

عام حالات میں عورت کا چار ماہ سے زیادہ نہ صبر کرنا

(ملفوظ ۴۶۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عورت چار ماہ سے زیادہ شوہر کے بدون صبر نہیں کرسکتی مگر صحیح المزاج ہونا شرط ہے ورنہ ضعف اعضاء کی وجہ سے زیادہ بھی صبر کرسکتی ہے۔یہ تجربہ کاروں کا قول نقل کرتا ہوں پھر اس کی تائید میں حضرت عمرؓ کا قصہ بیان فرمایا کہ آپ شب کو گشت فرما رہے تھے ایک مکان میں سے کچھ اشعار پڑھنے کی آواز آئی' نہایت دلکش وہ شوہر کو یاد کررہی تھی' آپ حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے کہ اے بیٹی میں ایک بات بضرورت دینی دریافت کرتا ہوں' اس میں حجاب نہ کرنا بتلا دینا' وہ یہ کہ عورت بدون مرد کے کتنا صبر کرسکتی ہے' انہوں نے نہایت جبر کرکے جواب دیا کہ چار ماہ پھر اس کے بعد تکلیف ہوتی ہے۔یہاں پر ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ

نے بیٹی سے دریافت کیا' بیوی سے کیوں نہ پوچھا' سو وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کو یہ خیال ہوا کہ شاید اس میں اپنی غرض سمجھ کر نہ بتلائیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت تمام امراء اور سپاہی اور لشکروں کو حکم دیا کہ کوئی سپاہی یا افسر چار ماہ سے زائد باہر نہ روکا جائے' گھر آنے کیلئے اس کو رخصت دے دی جایا کرے۔

قربت مقصود حمل ہے

(ملفوظ ۴۶۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جماع سے مقصود حبل ہے یعنی حمل جس سے نسل کا بقاء رہتا ہے' شہوت رانی مقصود نہیں۔

دو عرب سائلوں کی خانقاہ آمد

(ملفوظ ۴۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صبح دو شخص سائل عرب کے آئے تھے تھوڑے بہت پر اکتفانہ کرتے تھے ارب ہی کی تلاش تھی' میں نے کچھ خدمت کرنا چاہی قبول نہیں کیا حالانکہ جب یہ لوگ پھرنے والے ہیں تو آنے دو آنہ دس جگہ سے لے سکتے ہیں جس جس کا مجموعہ مقدار کثیر ہو سکتا ہے مگر یہ ایک ہی جگہ سے لینا چاہتے ہیں سو یہ مشکل ہے گو ایسے مد کا روپیہ میرے پاس آتا ہے مگر وہ زیادہ مقدار میں نہیں ہوتا پھر یہ کہ ضرورت مند زیادہ ہوتے ہیں ان کو تھوڑا تھوڑا پہنچا دیتا ہوں اور اس میں اول ان کو جن کی شان ہے کہ "لا یسئلون الناس الحافا" یعنی کسی سے نہیں کہہ سکتے مگر اہل غرض سمجھتے نہیں جس کی خدمت نہ کی جائے وہ مجھ کو روکھا سوکھا سمجھتے ہیں میں ان کو عقل سے سوکھا سمجھتا ہوں۔

مالی تحریک میں کسی کو تنگ نہ کرنا

(ملفوظ ۴۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے کہ ہم مالی تحریک میں کسی کو تنگ نہیں کرتے اور الحمدللہ نہ کسی کی طرف نظر ہے اور اسی میں مدرسہ کا کام بھی چل رہا ہے اپنی ذات کا بھی غریب مسکینوں کا بھی۔

۲۷ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

تحریک خلافت کے بعد سب نے آ کر معافی مانگی

(ملفوظ ۴۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب معافی کے لیے آئے تھے یہ کہتے تھے کہ میں نے زمانہ خلافت میں کچھ کہا تھا معاف کر دیجئے' میرا آخری وقت ہے میں نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سب کو معاف کر چکا ہوں اور اب بھی معاف کرتا ہوں آپ بھی معاف فرمائیں' اس پر بہت خوش ہوئے' مجھ کو معافی دینے میں کیا عذر تھا اس لیے کہ کسی کے برا کہنے سے میرا نقصان ہی کیا خصوصاً جبکہ ان تحریکات میں جو بعضے ایسے لوگ شریک تھے جن کی نیت شرارت کی نہ تھی صرف حرارت تھی جس میں خیسانده پینے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ فہم وانصاف کے خیسانده سے وہ حرارت جاتی رہتی اور یہ اللہ کی رحمت ہے کہ میں ہر بات میں سب سے کم مگر مجھ کو کسی کے سامنے جھکنا نہیں پڑا وہی آ کر جھکے۔

مسلمان خوف سے تو نہیں البتہ طمع سے متاثر ہو جاتا ہے

(ملفوظ ۴۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے مجھ کو تو بہت ہی پسند آیا کہ مسلمان خوف سے متاثر نہیں ہوتے مگر بعضے طمع سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اب وہ طمع بہت سی قسم کی ہے مثلاً مال کی طمع جاہ اور بڑائی کی طمع اس طمع کے سبب بعضے علماء نے بھی احکام کی پروانہ کی' زیادہ سبب یہ ہی ہوتا ہے کتمان حق کا اگر علماء اپنی تھوڑی سی اصلاح کر لیں' یعنی باخدا ہو جائیں تو خود ان کا اثر لوگ قبول کرنے لگیں۔

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

تعمیرات کے کام سے توحش کی وجہ

(ملفوظ ۴۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعمیر کے کام سے مجھ کو بہت تنگی ہوتی ہے اس میں کوئی صرفہ کی انتہا ہی نہیں رہتی اندازہ کرو سو روپیہ کا اور صرف ہو جائیں دو سو اڑھائی سو' گو ضرورت کی وجہ سے کرنا پڑتا ہے مگر دل گھبراتا ہے بزرگوں کو تو اس سے بڑی نفرت تھی

اس میں بڑے خرچ کی ضرورت ہے مسلمانوں کے پاس اس مد میں روپیہ صرف کرنے کو کہاں اور اگر ہو بھی تو اس زمانہ میں پیسہ کی حفاظت کی ضرورت ہے اس کی حفاظت کرنی چاہیے اور سوچ سمجھ کر صرف کرنا چاہیے بڑا ہی نازک زمانہ ہے۔

فقہاء کی عبارات سمجھنا

(ملفوظ ۴۷۰) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے جس میں فقہاء پر سب وشتم کیا ہے میں نے لکھا ہے کہ اللہ اللہ اس جہل کی بھی کوئی حد ہے معلوم ہوتا ہے تم کو فہم سے عقل سے دین سے خدا کی خشیت سے ذرا بھی لگاؤ نہیں تم سے کون خطاب کرے تم کو چاہیے کہ عار استکبار کو دل سے نکال کر کسی عالم سے فقہاء کی عبارت کے مطلب کو سمجھو ورنہ ضلوا فاضلوا کے مصداق ہو جاؤ گے اور ایسے بدفہم شخص کو فتویٰ دینا بھی حرام ہے۔

یہاں مسلمانوں کو اپنا انتظام کرنے کی وجہ

(ملفوظ ۴۷۱) ایک صاحب نے مہمانوں کے متعلق سوال کیا کہ ہمارے بزرگ مہمانوں کا انتظام کرتے تھے اور یہاں مہمانوں کو خود اپنا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ آخر کیا فرق ہے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا تھوڑا فرق ہے بہت بڑا فرق ہے کہ وہ قوی الطبیعت تھے اور میں ضعیف الطبیعت ہوں ان حضرات کے یہاں مہمانوں کا یہ معمول نہ تھا جو میرے یہاں ہے ان کے یہاں اہتمام ہوتا تھا میں اس قدر ضعیف طبیعت کا ہوں کہ میں کوئی اہتمام نہیں کر سکتا یہاں تو بس یہ ہے کہ آؤ کھاؤ جاؤ ہم کو نذرانہ دینے کی ضرورت نہیں۔ ایک وجہ یہ کہ اس زمانہ کے عوام میں اور اس زمانہ کے عوام میں بھی بڑا فرق اسی واسطے ایسے امور انتظامی سب بدل گئے ایک اور بھی فرق سمجھ میں آیا وہ یہ کہ یہ حضرات سب کام اپنے ہاتھ سے نہ کرتے تھے اوروں سے بھی کام لیتے تھے میں خود اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہوں اس لیے میں کسی اور کام کے لیے فارغ نہیں ہو سکتا خصوص کھانے پینے کے انتظام میں۔

پہلے طویل خطوط اب مختصر

(ملفوظ ۴۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے میرے خطوط میں بڑے بڑے

مضامین ہوتے تھے اس زمانہ میں ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں اسی (۸۰) سوالات تھے میں نے سب کا جواب لکھا مگر اب تجربہ سے معلوم ہوا کہ رعایت کرنے سے لوگ حدود میں نہیں رہتے اس لیے اب طرز بدل دیا آج ہی ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں سات سوالات ہیں اور اس پر یہ لکھا ہے کہ یہ امراض کا بیان تو اجمالی ہے میں نے جواب میں لکھا ہے کہ امراض کا بیان تو اجمالی ہوسکتا ہے مگر علاج کا بیان اجمالی نہیں ہوسکتا اور تفصیلی کا وقت نہیں لہٰذا ایک لفافہ میں ایک ہی مرض کا ظاہر کر کے علاج پوچھا جائے۔

دست بوسی کی خواہش کا جواب

(ملفوظ ۴۷۳) فرمایا کہ کہ ایک خط آیا ہے کہ حضرت کی دست بوسی کو بہت دل چاہتا ہے میں نے لکھا ہے کہ مجھ سے بھی پوچھا کہ میرا دل بھی چاہتا ہے یا نہیں تکلفات کا یہی جواب ہے۔

ہر ایک کی استعداد کے موافق معاملہ کرنا

(ملفوظ ۴۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بہت ہی بڑا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو مریدی کی ترغیب دے کر بھیجا جاوے بڑی غیرت کی بات ہے مجھ کو اگر شبہ بھی ہو جاتا ہے کہ یہ کسی کا ترغیب دیا ہوا آیا ہے اس کو جمنے نہیں دیتا' اب تو یہ آفت ہوگئی ہے کہ یہ باتیں مشائخ کو ناگوار نہیں ہوتیں' اچھی خاصی ایجنسی ہو رہی ہے معتقد لوگ دوسروں کو پھانس کر لاتے ہیں اور وہ دھڑا دھڑ مرید کرتے ہیں کیا خرافات ہے طالب کو مطلوب' مطلوب کو طالب بنا رکھا ہے اور اصل یہ ہے کہ اپنی اپنی رائے ہے ہم کیوں کسی کے مقلد بنیں ہم تو جو اپنے جی میں آئے گا وہ کریں گے پھر مریدی میں کیا رکھا ہے اگر کوئی چیز اہتمام کی ہے وہ شریعت مقدسہ ہے اور ایسی مریدی سے طالبوں کا کوئی بھی تو نفع نہیں کہ جو آیا مرید کر لیا اس میں تو مرید متبوع ہو گیا حالانکہ اس کو کام کرنے والا ہی جانتا ہے کہ کس کے لیے کس وقت کیا ضرورت ہے جیسے روٹی پکانے والی سمجھتی ہے کہ اب تیز آنچ کی ضرورت ہے یا نرم آنچ کی ضرورت ہے تو دوسرا اس میں کیوں دخل دے اور کیوں رائے دے' میرے متعلق یوں سمجھتے ہیں کہ یہ مرید کرنے سے یا مرید کو بنانے سے پہلو تہی کرتا ہے کسی کو کیا خبر میں نے دس دس برس بیس بیس برس نباہا

ہے ان کو کوئی ایک ہی مہینہ نباہ کر دکھا دے مگر جس میں گنجائش ہی نہ ہو اول ہی سے ان کو جواب مل جاتا ہے پھر وہ بعد میں ایسے ہی ثابت ہوتے ہیں اور میں دعویٰ سے تو نہیں کہتا مگر واقعہ ہے اور اس کے خلاف کا وقوع شاذ و نادر ہی ہوتا ہے وہ یہ کہ یہاں پر جو کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اس کی ایک تمثیل یاد آ گئی گو ظاہراً ایسا کہنا تو نہیں چاہیے مگر تفہیم کی ضرورت سے کہتا ہوں وہ یہ کہ حق تعالیٰ کا جو قانون ہے کافروں کے متعلق کہ ان کو جہنم میں ابدلآباد تک رکھیں گے اس پر ایک سطحی شبہ ہوتا ہے کہ ہزار دو ہزار برس سزا دے کر چھوڑ دیں' اس سزا سے تو ان کی تمام شرارت فنا ہو جائے گی' میں کہتا ہوں کہ اگر ان کو سزا دے کر چھوڑ دیا جائے اور ان کو امتحان کا موقع دیا جائے تو واللہ ثم واللہ وہ پھر ویسے ہی ثابت ہوں گے جیسے پہلے تھے اسی کو فرمایا:

ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار فقالوا یالیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین بل بدالهم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وانهم لکاذبون٥

(اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتادیں اور ہم ایمان والوں سے ہو جائیں بلکہ جس چیز کو اس سے قبل دیا کرتے تھے وہ ان کے سامنے آ گئی ہے اور البتہ لوگ پھر اس میں بھی بھیج دیئے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔۱۲)

اسی طرح فاسد الاستعداد یا فاقد المناسبت لوگوں کی اگر رعایت کی جائے وہ بعد میں ایسے ہی رہیں گے مگر معاملہ تو اپنے ہی علم کے موافق کیا جائے گا۔

تبحر فی العلوم فرض عین بن گیا

(ملفوظ ۴۷۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تبحر فی العلوم اصل میں فرض کفایہ ہے مگر اب ایسے حالات ہو گئے ہیں کہ تقریباً فرض عین ہے اس لیے کہ دین کی حفاظت فرض ہے اور وہ بدون علم کے ہو نہیں سکتی اور اتباع کا مادہ اب لوگوں میں نہیں رہا ہے اس لیے خود علم کافی حاصل کرنے کی ہر شخص کو ضرورت ہوئی اس لیے چند روز سے یہ خیال ہوا ہے کہ

ایسا تبحر فی العلوم اس زمانہ میں عجب نہیں کہ فرض عین ہو اور باوجود تبحر کے بھی ایک دوسری چیز بھی گویا فرض عین ہے یعنی صحبت اہل اللہ کی اس لیے کہ لکھے پڑھے لوگ بھی گڈ مڈ ہو جاتے ہیں اس لیے میں ان دونوں چیزوں کو یعنی تبحر فی العلوم اور صحبت اہل اللہ کو ایک درجہ میں فرض عین کہتا ہوں اس لیے کہ دین کی حفاظت ان ہی دو چیزوں پر موقوف ہے خصوص دوسری چیز پر۔

چھوٹوں سے زیادہ ڈرنا چاہیے

(ملفوظ ۴۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو اپنے تجربہ سے کہا کرتا ہوں کہ بڑوں سے ڈرنے کی اتنی ضرورت نہیں جس قدر چھوٹوں سے ڈرنا چاہیے مثلاً وائسرائے سے زیادہ ڈرنے کی ضرورت نہیں کانسٹیبل سے بہت ڈرنے کی ضرورت ہے۔ وجہ یہ کہ بڑوں کو حوصلہ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں ہوتا۔

بہادر رحم دل ہوتا ہے اور بزدل شقی القلب

(ملفوظ ۴۷۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بیہودہ ذبح انعام پر عدم ترحم کا اعتراض کرنے والے کیا جانیں ترحم کی حقیقت کیا ہے الفاظ رحم اور ترحم کے یاد کر لیے ہیں میں تو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ گائے کے گوشت کے کھانے والے میں ترحم ہوتا ہے اور اس کے ترک میں قساوت اور بعض لوگوں کو جو مخالفین ذبح پر رقت قلب کا شبہ ہو جاتا ہے جو تراحم اور ضد قساوت سمجھا جاتا ہے۔ سو وہ تراحم نہیں جبن اور ضعف ہے اور قساوت کے منافی نہیں بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جبن اور قساوت میں تلازم ہے ایک فلسفی کا قول ہے کہ شجاع میں ترحم نہ ہونا محال ہے ساری دنیا کی قوموں میں سب سے زیادہ شجاع ترک ہیں اور نہایت رحم دل اور ترکوں ہی میں کیا سب ہی مسلمانوں میں صفت یہ ہے جس کا سبب ایک تو شجاعت دوسرا سبب خدا تعالیٰ کی تعلیم اور وہ تعلیم یہ ہے کہ تم احکام کے سامنے اپنی جان سے بھی محبت نہ رکھو البتہ اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کی امانت ہے یہ سمجھ کر اسکی حفاظت کرو اپنی سمجھ کر نہیں اس حفاظت پر بھی اجر اور ثواب ہوگا اسی لیے ہم کو خودکشی سے منع فرمایا ہے۔ گویا یہ حکم ہے کہ وہ ہماری چیز ہے اس لیے تم بلا اذن اس میں تصرف نہ کرو اور یہی

راز ہے اس کا بھی کہ دوزخ میں جانے کے کام کرنا حرام ہے کیونکہ وہ اس حکم حفاظت کے خلاف کرنا ہے پس وہاں جانے سے حفاظت کرنے کا حکم ہے اور اس کی یہی صورت ہے کہ کفر سے شرک سے اور ہر قسم کی معصیت سے اجتناب کیا جائے۔ غرض یہ سب فرع اس کی ہیں ہماری جان ہماری مملوک نہیں' حق تعالیٰ کی مملوک ہے' اس پر ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک تحصیلدار صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ طاعون سے بھاگنا کیوں ناجائز ہے حالانکہ وہاں رہنا عقل کے خلاف ہے اس لیے کہ جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے میں نے کہا کہ لڑائی سے سپاہی کا میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا کیوں جرم ہے حالانکہ وہاں طاعون سے بھی زیادہ جان کی ہلاکت کا خوف ہے۔ یہاں تو موت میں رہنا عقل کے خلاف اور وہاں رہنا عقل کے خلاف نہیں' ایک نام کا بادشاہ تو بیس روپیہ مہینہ دے کر جان کا مالک ہو جائے اور حق تعالیٰ اس کو پیدا کر کے بھی مالک نہ ہوں۔ یہ جواب سن کر وہ بے حد مسرور ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ بس یہی ذبیحہ پر جواب ہے اور سیدھا جواب جس میں کوئی اینچ پینچ نہیں اور یہ ناشی ہے واقعات کے تجربہ سے جو بوڑھوں کو حاصل ہو جاتا ہے اسی لیے میں کہا کرتا ہوں اپنے نوجوان اہل علم سے کہ علم میں تو تم بڑھے ہوئے ہو مگر بڑھاپے میں ہم بڑھے ہوئے ہیں اور یہ سب تو ظاہر ہے اور اصل سبب دعا و توجہ ہے۔ بزرگوں کی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کی علمی شان یہ تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ چار مسئلوں میں مجھ کو شرح صدر ہے تقدیر' روح' وحدۃ الوجود' مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو مسائل عظیمہ ہیں ایسی شان والے کو اس ناکارہ کی طرف ایسا متوجہ فرما دیا کہ حضرت اکثر تقریر فرما کر فرما دیا کرتے تھے کہ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اشرف علی سے کچھ سمجھ لینا مگر حضرت کے اس برتاؤ کی وجہ سے بعضے سالہا سال کے رہنے والے پرانے خادموں پر یہ اثر ہوا کہ مجھ سے جلنے لگے اس لیے میں وہاں سے جلدی ہی چلا آیا۔

دُرودشریف ہمیشہ مقبول ہوتا ہے

(ملفوظ ۴۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک نکتہ عجیب ہے دُرودشریف کے متعلق

وہ یہ کہ علماء نے لکھا ہے کہ عبادتیں تو کبھی قبول ہوتی ہیں کبھی نہیں اور درود شریف ہمیشہ مقبول ہی ہوتا ہے میرے خیال میں اس کا یہ راز معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرا اسی کی درخواست کرے گا تو ضرور قبول ہوگی۔

حضرت کو استدراج کا خوف

(ملفوظ ۴۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض دفعہ انعامات کے تواتر سے ڈرا کرتا ہوں کہ اللہ کی حجت تمام ہو رہی ہے۔ دعا کیجئے کہ استدراج نہ ہو۔

علی گڑھ کالج میں لڑکے کے داخلے سے دین پر فالج

(ملفوظ ۴۸۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت علی گڑھ کالج میں لڑکے کو داخل کرتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں دین نہ برباد ہو جائے' فرمایا میاں ہوگا تو وہی جو اللہ کو منظور ہوگا مگر ظاہری اسباب میں یہ داخلہ بھی ایک قوی سبب ہے بربادی کا اور اس بناء پر کالج کے داخلہ سے فالج کا داخلہ اچھا ہے اس لیے کہ اس میں تو دین کا ضرر اور اس میں جسم کا ضرر۔ ان دونوں مرضوں میں حقیقی مرض وہی ہے جو کالج میں رہ کر پیدا ہوتا ہے۔

یکم ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

فتویٰ میں زمانہ کی رعایت کس حد تک؟

(ملفوظ ۴۸۱) ایک استفتاء آیا تھا اس کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جواب میں گو ضرورت وقت کی رعایت سہی مگر اس کے ساتھ ہی ایسا ہو کہ جس سے احکام نہ بدلیں' آج کل اس کی رعایت نہیں کی جاتی میں الحمدللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر جواب میں اس کی رعایت رکھتا ہوں فتویٰ کا کام بھی بڑا ہی نازک ہے اس سے میرا دل بہت ڈرتا ہے اور میں اکثر لوگوں کو اس ہی میں زیادہ بے باک دیکھتا ہوں۔

درسی کتابیں سمجھ لی جائیں تو کافی ہیں

(ملفوظ ۴۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ درسی کتابیں اگر سمجھ

کر پڑھ لی جائیں تو پھر کسی اشکال کے جواب میں باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ ان میں سب کچھ ہے یہ ایسا قلعہ ہے کہ اس میں ہر قسم کی رسد جمع ہے' کھانا پینا بھی' ہتھیار بھی' گولا بارود بھی اور درسی کتابیں پڑھ کر بھی اگر کسی کو دوسرے علوم کی ضرورت اور محتاجی ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابیں سمجھ کر نہیں پڑھی جاتیں۔

بزرگوں کے حالات میں ہر بات سمجھ میں آنا ضروری نہیں

(ملفوظ ۴۸۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نزہۃ البساتین کے علاوہ اور بھی کوئی ایسی کتاب ہے جس میں بزرگوں کے حالات ہوں' فرمایا کہ میری نظر زیادہ کتابوں پر ہے' نہیں ممکن ہے کہ اور بھی ایسی کتابیں ہوں۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ اور جو ایسی کتاب کی تلاش ہے کیا یہ کافی نہیں' عرض کیا کہ انگریزی والوں کو اس سے دلچسپی نہیں اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض حکایات اس کی ان کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ فرمایا کہ یہ احتمال تو اور کتاب میں بھی ہے اور بجائے دوسری کتاب ڈھونڈنے کے اچھی صورت تو یہ ہے کہ جو مضامین سمجھ میں نہ آئیں ان کو چھوڑ دیں' صرف سمجھ میں آنے والے کو پڑھیں باقی ان کی دلچسپی کس کس چیز میں دیکھی جائے اور ان کی دلچسپی کی رعایت کہاں تک کی جائے اور کہاں تک انتخاب کیا جائے ان کو تو قرآن وحدیث سے بھی دلچسپی نہیں تو اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ قرآن وحدیث میں بھی انتخاب کیا جائے اور اس تعلیم انگریزی کا اگر پورا اثر ہو جائے تو خدا تعالیٰ سے بھی دلچسپی نہیں رہتی۔ سو یہ تو بہت ہی واہیات بات ہے کہ ان کی وجہ سے ہم اپنے اصول بدل دیں اور اپنے بزرگوں کے طرز میں کتر بیونت شروع کر دیں۔ سیدھی بات یہ ہے جو مقام یا جو حکایت سمجھ میں نہ آئے جاننے والے سے سمجھ لیں اور اگر کوئی شبہ ہے اعتراض کریں ہم اس کا انشاء اللہ تعالیٰ جواب دیں گے۔ جب ہمارے پاس جواب ہے تو ہم کیوں کسی کی رعایت کریں اور میں پوچھتا ہوں کہ اچھا اگر کسی کتاب کو بدل بھی دیا گیا مگر قرآن وحدیث کا کیا کیا جائے گا اگر کل کو وہ کہنے لگیں کہ فلاں حدیث یا فلاں آیت سمجھ میں نہیں آتی یا ہمیں اس سے دلچسپی نہیں تو کیا اس میں بھی انتخاب کیا جائے گا یہ سب خیالی اور بے اصولی باتیں ہیں' کبھی ایسی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے ہم اس کے ذمہ دار یا ٹھیکیدار نہیں کہ ہر بات سمجھ ہی میں آجایا کرے۔ اگر ہر بات سمجھ میں آجایا

کرتی تو یہ اتنے باطل فرقے کیوں پیدا ہو جاتے ایک بھی نہ ہوتا اور اگر سب کی سمجھ یا دلچسپی کی رعایت کی جائے تو قیامت تک بھی کوئی اصول قرار نہیں پا سکتا۔

اہل کمال کو زیب وزینت کی احتیاج نہیں

(ملفوظ ۴۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل کمال کو زیب وزینت کی ضرورت نہیں ہوتی' ان کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ ایسی فضولیات کی طرف متوجہ ہوں میں تو جب کسی کو زیب وزینت کا اہتمام کرتا دیکھتا ہوں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ شخص کمال سے خالی ہے اور حصول کمال کی طرف متوجہ بھی نہیں۔

خاموش رہنے سے فہم پیدا ہوتا ہے

(ملفوظ ۴۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو نئے آنے والوں کے لیے قیود لگاتا ہوں کہ مکاتبت اور مخاطبت کچھ نہ کریں اس کا منشاء صرف طرفین کی راحت رسانی ہے اور مقصود اعظم یہ ہے کہ خاموش رہنے سے فہم پیدا ہو اور وقتاً فوقتاً کی صحبت اور گفتگو سے اپنے مطلوب کی حقیقت سے باخبر ہو جائیں اس لیے کہ طریق سمجھ میں آ جانے کے بعد پھر حصول میں بڑی سہولت اور آسانی ہو جاتی ہے اس کے سوا اور کوئی میرا مقصود نہیں ہوتا۔

آزادی کے زمانہ اور اتباع حق سے بھی انکار

(ملفوظ ۴۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل آزادی اور حریت کا زمانہ ہے لوگوں کو دوسروں کے اتباع سے عار آتی ہے اور اس طریق میں یہ طرز سم قاتل ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اتباع کی عادت ہو اور طبیعتیں اس کی خوگر ہوں تا کہ اتباع ظاہری کی عادت سے انقیاد باطنی کا مادہ پیدا ہو جائے۔ اب تو یہاں تک آزادی کا مرض بڑھ گیا ہے کہ کسی استاد یا شیخ یا والدین کا تو کیا اتباع کریں گے اللہ تعالیٰ ہی سے آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ استغفر اللہ)

یکم ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

چار آدمی محبت کرنے والے کافی ہیں

(ملفوظ ۴۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر چار آدمی ہوں محبت کرنے والے اور

مخلصانہ تعلق رکھنے والے اور سمجھدار وہ کافی ہیں یہ بہترین ہیں ان چار ہزار سے جو مہمل ہوں آج کل تو رسمی پیروں کے یہاں رجسٹر بنے ہوئے ہیں کہ اتنے مرید ہیں مجھ سے تو کسی خاص شخص کے متعلق بھی یہ یاد نہیں رہتا کہ یہ مجھ سے بیعت ہے یا نہیں' ہاں جو لوگ زیادہ ملتے رہتے ہیں یا کثرت سے خط و کتابت رکھتے ہیں وہ بے شک یاد رہتے ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ایک ہی کی یاد بہت ہے جس کو یہ دولت حق تعالیٰ نصیب فرماویں۔

اخلاق متعارفہ' اخلاق محمدی نہیں

(ملفوظ ۴۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص یہاں پر آئے تھے انہوں نے دوسرے لوگوں سے میرے متعلق کہا کہ اس میں اخلاق محمدی نہیں مجھ سے معلوم ہوا میں نے ظرافت سے کہا کہ اخلاق الٰہیہ تو ہیں ایسے ایسے خوش فہم لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں جو اخلاق متعارفہ کو اخلاق محمدی سمجھتے ہیں یہ سب قلت فہم کی دلیل ہے۔

حقیقت بتلانے سے نہیں عمل سے سمجھ میں آتی ہے

(ملفوظ ۴۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شریعت مقدسہ کے حدود اس قدر پاکیزہ ہیں اور ایسے اصول ہیں کہ اگر وحی کے ذریعے سے بھی اطلاع نہ کی جاتی تو فطرت سلیمہ بھی اسی کی مقتضی ہوتی مگر چونکہ طبائع سلیمہ بہت کم ہیں اس لیے وحی کی حاجت ہوئی اور وہ سراسر حکمت ہی حکمت ہے مگر عقول عامہ کی ان حکمتوں تک رسائی مشکل ہے اور عمل سے پہلے محض بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ البتہ عمل کر کے دیکھئے انشاء اللہ سمجھ میں آجائے گی کیونکہ وقوع نے اس کا مشاہدہ ہو جائے گا مگر اکثر لوگ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ پہلے حکمت سمجھ میں آجائے تو عمل کریں اور حکمت اس کی منتظر ہے کہ یہ شخص عمل کرے تو میں سمجھ میں آؤں پھر علاوہ حکمت کے بڑی چیز جو عمل سے میسر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قلب میں اس سے اطمینان وسکون پیدا ہوتا ہے یہ سب سے بڑی حکمت ہے۔ ایک شخص ہندو جواب ایک بڑے عہدے پر مامور ہیں انہوں نے ایک بار مجھ سے کہا میں حقیقت کے باب میں متردد ہوں' کسی حقیقت پر قلب کو سکون واطمینان نہیں ہوتا' اپنے مذہبی طریقہ پر خدا کی یاد بھی کرتا ہوں مگر اطمینان میسر نہیں ہوتا کوئی تدبیر

بتلایئے کہ جس سے اطمینان قلب میسر ہو اور حق واضح ہو جائے۔ میں نے کہا کہ کثرت سے "اھدنا الصراط المستقیم" پڑھا کرو اور ایک بات اور کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اب تک اپنے مذہب کے طریقہ پر عمل کر کے دیکھا اور اطمینان نہیں ہوا' اب ہماری شریعت کی تعلیم پر بھی عمل کر کے دیکھو' اگر پھر بھی اطمینان نہ ہو ہم ذمہ دار حق سبحانہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اطمینان میسر ہوگا اور پھر مولانا رومی اس کو فرماتے ہیں:

ہیچ کنجے بے درد و بے دام نیست　　جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

(دنیا کا کوئی کونہ بغیر تکلیف کے نہیں ہے صرف خلوت گاہ حق میں آرام ہے۔۱۲)

میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ خواہ اعتقاد کے ساتھ نہ دیکھو بطور امتحان ہی کر کے دیکھ لو تو مولانا رومی اسی کو فرماتے ہیں:

سالہا تو سنگ بودی دلخراش　　آزموں را یک زمانے خاک باش

(برسوں تک تو پتھر بنا رہا' آزمانے کے لیے چند روز خاک بن کر بھی دیکھ۱۲)

بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ بدون کھانے کے محض بتلانے سے مزہ کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی۔ مثال سے سمجھ لیجئے جیسے ولایتی شخص کو جس نے کبھی آم نہ کھایا ہو آم کا مزہ نہیں بتلا سکتے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ میٹھا ہے وہ اس پر کہے گا کہ انگور جیسا میٹھا کہیں گے نہیں وہ کہے گا سیب جیسا میٹھا' کہیں گے نہیں اب اس کے سمجھ میں آنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ آم اس کے ہاتھ میں دے کر کہا جائے کہ لے کھا کر مزہ سمجھ لے۔ ایک اردو رسالہ کی ایک حکایت یاد آئی بہت سی سہیلیاں آپس میں جمع رہتی تھیں اور یہ وعدہ تھا کہ جس کا بیاہ پہلے ہو جائے وہ اس مزہ سے سب کو آگاہ کرے' ایک سہیلی کا پہلے بیاہ ہوا' شب گزر جانے پر صبح کو سب سہیلیاں جمع ہوئیں اور اس سے مزہ کے متعلق سوال کیا' اب وہ بیچاری کیا بیان کرے بیان کرنے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آ نہیں سکتی تھی تو اس نے یہ کہا:

بیاہ یوں ہی جب تمہارا ہوئے گا　　تب مزہ معلوم سارا ہوئے گا

دوسری حکایت ایک اندھے حافظ جی کو لڑکوں نے نکاح کی ترغیب دی کہ حافظ جی نکاح کر لو' اس میں بڑا مزہ ہے حافظ جی نے کوشش کر کے نکاح کیا اور رات کو بی بی کے بدن سے

روٹی لگا لگا کر کھائی' مزہ کیا آتا صبح کو لڑکوں سے کہا کہ سسرو تم کہتے تھے بڑا مزہ ہے ہم نے تو روٹی لگا کر کھائی تھی ہم کو تو کچھ بھی مزہ نہیں آیا' لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں' آئی شب تو خوب بیچاری کو زدوکوب کیا تمام محلّہ میں غل مچ گیا' اہل محلّہ نے حافظ جی کو برا بھلا کہا صبح کو پھر آئے کہنے لگے سسروں نے دق کر دیا' کہتے ہیں کہ بڑا مزہ ہے کیا مزہ ہے ہم نے تو مار کر بھی دیکھ لیا' کچھ بھی مزہ نہ آیا بلکہ خود ہی پٹنے سے بچ گئے۔ تب لڑکوں نے مارنے کی حقیقت بتلائی کہ مارنے کے یہ معنی ہیں اور یہ مطلب ہے اب جو شب آئی اور لڑکوں کی تعلیم کے موافق عمل کیا تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی کہ واقعی مزہ ہے صبح کو جو آئے تو مونچھ کا ایک ایک بال کھلا ہوا تھا اور خوشی میں بھرے ہوئے تھے تو حضرت کر کے دیکھنے سے حقیقت معلوم ہوتی ہے ایک اندھے حافظ جی کی دوسری حکایت ہے کہ ایک لڑکے نے کہا کہ حافظ جی تمہاری دعوت ہے پوچھا کیا کھلائے گا کہا کہ کھیر' حافظ جی نے دریافت کیا کھیر کیسی ہوتی ہے کہا کہ سفید' سفید' دریافت کیا کہ سفید سفید کیسا ہوتا ہے کہ جیسا بگلہ دریافت کیا کہ بگلہ کیسا ہوتا ہے لڑکے نے اپنا ہاتھ حافظ جی کو کہنی سے پکڑ کر اور ہاتھ کے پہنچے کو جھکا کر کہا کہ ایسا ہوتا ہے۔ حافظ جی نے جو ہاتھ پھیر کر دیکھا تو کہنے لگے کہ نہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے یہ حلق سے نیچے کس طرح اترے گی۔ اب حافظ جی کو سمجھانے کی ایک ہی صورت تھی کہ کھیر کا طباق بھر کر سامنے لا رکھتا کہ یہ ہے کھیر کھا کر دیکھ لو۔ غرضیکہ جو چیز کر کے دیکھنے کی ہے وہ بیان میں کیسے آ سکتی ہے جب کھیر کی جو کہ حسی چیز ہے حقیقت محض بتلانے سے سمجھ میں نہ آئی تو دین جو کہ ایک معنوی چیز ہے کس طرح سمجھ میں آ سکتا ہے اس کو بھی کر کے دیکھو۔

دین اور دنیا کا فرق

(ملفوظ ۴۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا دین کی باتوں میں تو کہا جاتا ہے کہ جی نہیں لگتا' مزہ نہیں آتا' احکام گورنمنٹ میں بھی جو کہ نفس کے خلاف ہوں کبھی کہا ہے کہ جی نہیں لگتا' مزہ نہیں آتا' مثلاً گورنمنٹ حکم دے کہ مال گزاری داخل کرو یا ٹیکس داخل کرو اس وقت یہ کہہ کر الگ ہو جائیں کہ ہم داخل نہیں کرتے ہمیں مزہ نہیں آتا یہ جی نہیں لگتا' ایسا کر کے دیکھیں جیل خانہ میں پہنچ جائیں' جیل خانہ میں جا کر علم آ جاتا ہے۔ اے صاحبو! خدا کے

ساتھ محبت نہ سہی مگر ان کی حکومت تو ہے یہی سمجھ کر احکام بجالاؤ' میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایسی بیہودہ باتیں جو سوجھتی ہیں اس کا سبب ہے کہ نہ خدا کے ساتھ محبت ہے نہ خدا کی عظمت ہے اس لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں مثلاً یہ کہ جی نہیں چاہتا' میں کہتا ہوں کہ ماں کے پیٹ سے ہی نکلنے کو کب جی چاہتا تھا' دائی نے ٹانگیں پکڑ کر زبردستی کھینچ لیا تھا' سودائی کا اتباع کیا مگر داعی کا اتباع نہیں کرتے' اصل میں ان جذبات کے پیدا کرنے کے لیے صحبت کی ضرورت ہے۔ یہ باتیں نہ کتابوں کے دیکھنے سے حاصل ہوتی ہیں نہ پڑھنے سے یہ تو کسی کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوسکتی ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک مینڈک گندے چھچہ میں جس میں گندہ کیچڑ بھرا ہوا ہے رہتا ہے اور ایک مینڈک کسی کنویں میں جہاں پاک ہے رہتا ہے یہ کنویں کا رہنے والا مینڈک اس چھچہ کے رہنے والے مینڈک سے کہتا ہے کہ میاں کہاں اس گندگی اور ناپاک جگہ میں رہتے ہو ہم تو ایسی صاف اور شفاف اور پاک جگہ میں رہتے ہیں یہ گندگی کا رہنے والا مینڈک۔ اس وجہ سے کہ اس نے وہ صاف شفاف پانی دیکھا ہی نہیں تکذیب کرتا ہے کہ میاں کیوں جھوٹ بولتے ہو بالکل یہی مثال ہے اس کی کہ دنیا دار دین دار کی تکذیب کرتا ہے چونکہ دین کا لطف جو عمل اور صحبت سے میسر ہوتا دیکھا نہیں اگر اس کو صحیح نظر سے دیکھ لیتے تو دنیا کو اس وقت کے دیکھنے سے بھی زیادہ دیکھنا مضر نہ ہوتا بلکہ مفید ہوتا اسی لیے میں نے ایک وعظ میں کہا تھا کہ تم نے آج تک یہ ہی سنا ہوگا کہ دنیا کی طرف توجہ نہ کرو یہ نہایت گندی اور ناپاک ہے مگر میں تعلیم دیتا ہوں کہ دنیا کی طرف خوب توجہ کرو تاکہ اس کم بخت گندگی سڑیل کی حقیقت تو معلوم ہو جائے گی۔ یہ خوب توجہ تب ہی مفید ہوسکتی ہے جبکہ دین کو بھی دیکھ لو تاکہ موازنہ کرسکو۔ اب چونکہ موازنہ کرنے سے پوری حقیقت دنیا کی بھی معلوم نہیں (اس لیے دنیا کی طرف میلان ہے) پس اس کی اس طرف جھکنے اور دین سے اعراض کا سبب اس کی حقیقت سے بے خبری ہے اور اس کے ساتھ ایک اور سبب بھی ہے کہ دنیا نقد ہے اور دین ادھار مگر اس نقد میں وہ مزہ نہیں جو اس اُدھار میں ہے ایسے ایسے لاکھوں نقد قربان ہیں اس ادھار پر کیونکہ وہ نقد ہے مگر مکدر اس قدر ہے کہ کوئی عاقل اس کو قبول نہیں کرسکتا۔ اسی تکدر کے متعلق امام غزالی نے ایک عجیب بات فرمائی ہے

کہ اگر دنیا میں کوئی عیب نہ ہو تو یہ کیا تھوڑا عیب ہے کہ ہاتھ سے بہت جلد نکل جانے والی ہے پھر اگر اس سے گہری محبت ہوگئی تو اس محبت کا خمیازہ مرنے کے وقت معلوم ہوگا جو وقت اس کے ہاتھ سے نکلنے کا ہے وہ خمیازہ یہ ہے کہ جو چیز محبوب ہوتی ہے اس چیز سے جدا کرنے والے پر طبعاً غصہ ہوتا ہے اور موت کے وقت مفارقت ہوتی ہے مال سے جاہ سے اولاد سے اور وہ مفارقت ہوتی ہے امر حق سے پس ایسے وقت اس کا دم نکلتا ہے کہ اس کو وقت خدا تعالیٰ سے بغض ہوتا ہے (نعوذ باللہ) اور سب خطرات اس وقت ہیں جب دنیا دل میں ہو ورنہ کچھ بھی مضر نہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کا ہاتھ میں ہونا مضر نہیں' دل میں ہونا مضر ہے۔ بطور مثال کے یہ پڑھا کرتے تھے:

آب در کشتی ہلاک کشتی است   آب اندر زیر کشتی پشتی است

حضرت رائے پوری کے پیر کی حضرت تھانوی کو عجیب دعاء

(ملفوظ ۴۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے پہلے پیر کا نام شاہ عبدالرحیم تھا' میں ان سے ملا ہوں انہوں نے مجھ کو دعا دی تھی کہ جسم ہمیشہ امیر رہے اور دل فقیر' میں بحمد اللہ اس کو کھلی آنکھ دیکھ رہا ہوں۔

حضرت کی تعریف اور اس پر حضرت کا جواب

(ملفوظ ۴۹۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب حضرت سے ایک مرتبہ ملے ہیں وہ دوبارہ بھی یہاں حاضر ہونے کو کہتے تھے' دہلی ملے تھے' حضرت کی نسبت کہتے تھے کہ یہ اس زمانہ کے بزرگوں میں سے نہیں ہیں' پرانے بزرگوں میں سے ہیں' ہر بات پر پرانے بزرگوں کی جھلک معلوم ہوتی ہے' فرمایا کہ یہ ان کا حسن ظن ہے اور یہ تو بہت بڑی نعمت ہے جس کو انہوں نے میری طرف نسبت کیا' مجھ کو اس کی اہلیت کہاں لیکن اگر واقع میں نہیں بھی ہے تب بھی فال نیک تو ہے دعاء کرتا ہوں کہ خدا پیدا کر دے۔ مولانا ظفر حسین صاحب نے ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی یہی فرمایا تھا کہ حاجی صاحب اس وقت کے بزرگوں میں سے نہیں یہ تو جنید اور بایزید رحمہ اللہ کے زمانہ کے ہیں۔ واقعی حضرت کی عجیب شان تھی۔

ہر تواضع اچھی نہیں اور تواضع کی حقیقت

(ملفوظ ۴۹۳) آج کل کی بعض بے محل یا تکلف کی تواضع پر ایک حکایت فرمائی۔ محمدی شاہ صاحب الہ آباد میں ایک ولایتی درویش تھے ان کے پاس ایک حافظ صاحب ایک ایسے شخص کے ساتھ آئے جو شاہ صاحب کے شناسا تھے۔ شاہ صاحب نے ان ہمراہی سے ان کا تعارف پوچھا' انہوں نے کہا کہ یہ ایک حافظ حاجی شخص ہیں آپ سے ملنے آئے ہیں۔ حافظ جی نے تواضعا کہا میں کیا حافظ حاجی ہوتا میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ محمدی شاہ صاحب بگڑ گئے' کہنے لگے اچھا تم یہ چاہتا ہے کہ تم حاجی نہ رہے' تمہارا حج خبط ہو جائے اور تم کو قرآن یاد نہ رہے تم خدا کی ناشکری کرتے ہو بہت ہی خفا ہوئے' پھر جب کبھی یہ حافظ صاحب ان سے ملنے جاتے تو کہتے کہ آؤ ناشکرا حافظ' ناشکرا لقب ہی ڈال دیا ان باتوں کو لوگ تواضع سمجھتے ہیں اگر تواضع ایسی ہی ارزاں ہے تو پھر اس قصہ میں بھی تواضع سمجھی جائے گی وہ قصہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ الہ آباد سے کانپور کو سوار ہوا' ریل میں چند نوجوان جنٹلمین اسی ڈبہ میں سوار تھے اور ایک منصف صاحب بھی سوار تھے' یہ منصف صاحب پرانے اور سادی وضع کے آدمی تھے۔ ان جنٹلمینوں نے ان منصف صاحب کو بنانا شروع کیا کہ ابتداء بے تکلفی کی منصف صاحب کی طرف سے ہوئی۔ غرض ان جنٹلمینوں نے کھانے کا دستر خوان کھولا اور ایک نے منصف صاحب سے کہا کہ آیئے آپ بھی کچھ گوموت کھا لیجئے' دوسرے ساتھی صاحب بولے کہ کیا واہیات ہے توبہ کرو توبہ کرو کھانے کو گوموت کہتے ہو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اپنے کھانے کو کھانا کہنا یہ بھی تکبر ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ اپنا کھانا ہے تو موت ہی کہنا تواضع ہے۔ فرمایا کہ اس قاعدہ سے تو اپنے کو نمازی کہنا اور مسلمان کہنا بھی تکبر ہوگا۔ تواضع یہ ہوگی کہ میں نمازی کیا ہوتا میں مسلمان کیا ہوتا جس کا مطلب یہ ہے کہ میں بے نمازی ہوں میں کافر ہوں' یہ بھی کوئی تواضع ہے البتہ اپنی نماز اپنے ایمان پر گھمنڈ نہ کرے کیونکہ ہم کو یہ نعمتیں باوجود عدم اہلیت کے عطا ہو گئیں تو نعمت کا تو اثبات کرے اور اہلیت کی نفی کرے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک بادشاہ ہفت اقلیم کا کسی چمار کو بیش قیمت موتی دے دے جو اس کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہو تو اس کو لے کر وہ ناز کرے گا یا کہ

خوف کرے گا اس وقت اس کی دو حیثیتیں ہوں گی ایک تو شاہی عطیہ ہونے کی اور ایک اس کو عطا ہونے کی تو کیا وہ اپنے کو موتی والا نہ کہے گا' موتی والا ضرور کہے گا اگر نہ کہے گا تو عطیہ شاہی کی بے قدری اور ان کا الزام آئے گا مگر ساتھ ہی میں یہ بھی کہے گا کہ بادشاہ کی بڑی عنایت ہے کہ مجھ جیسے نااہل کو اتنی بڑی قیمتی چیز عطاء فرمادی۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور ہم متکبر نہیں اس کو اپنا کمال سمجھنا تکبر ہے اور خدا کا عطیہ سمجھنا تواضع۔ بس یہ خیال کرلے کہ یہ ہماری چیزیں نہیں خدا کی چیزیں ہیں جیسے شجاعت ہے حسن ہے ان کو اپنا کمال سمجھنا اور فخر کرنا تکبر ہے ان چیزوں کو خدا کی سمجھنا اور ان پر ناز نہ کرنا یہ تواضع ہے۔

حضرت حاجی صاحب اور صوفیاء کی عظمت

(ملفوظ ۴۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ کو تقریر کے وقت جوش ہوتا تھا' آواز بلند ہوجاتی تھی اور تقریر سے فراغت کے بعد بے حد ضعف ہوجاتا تھا مگر تقریر کے وقت یہ حالت ہوتی تھی:

ہر چند پیر و خستہ و بس ناتواں شدم ہرگہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

اور کیوں نہ ہو فرماتے ہیں:

خود قوی تر می شود خمر کہن خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

(وہ جوش اور قوت اور ہی کسی چیز کی بدولت ہے یہ وہ دولت ہے کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں)۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہوں کو اس دولت کی خبر ہوجائے تو "لجادلونا بالسیوف" یعنی تلوار لے کر ہم پر چڑھ آئیں کہ لاؤ ہم کو بھی دو کیا لیے بیٹھے ہو مگر خبر نہ ہونا مضر نہیں البتہ انکار نہ کرنا یہ سخت خطرناک چیز ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس طریق کا انکار نہ کرے چاہے معتقد بھی نہ ہو بلکہ یہ طریق اس قدر باوقعت اور باعظمت ہے کہ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کوئی اس طریق کو مکر و ریاء کی وجہ سے بھی اختیار کرے اس کی بھی قدر کرے اس لیے کہ اس کے دل میں اس طریق کی عظمت ہے تب ہی تو اس کو لیا گو مکر ہی سے سہی سو اس کو بھی حقیر مت سمجھو کیونکہ جس چیز کی قلب میں وقعت و عظمت نہیں ہوتی آدمی اس کو کسی طرح بھی اختیار نہیں کرتا۔ دیکھئے ان حضرات میں حقائق کی کس قدر دقیق رعایت ہے

حکماء بھی ان حضرات کے سامنے جاہل ہیں اور جیسے اختیار کرنا دلیل عظمت کی ہے اسی طرح احکام کے مصالح اور حکمتوں کا تلاش کرنا اس کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں احکام کی وقعت اور عظمت نہیں اگر کوئی شخص کسی کے نوکر سے اس کے آقا کے کاموں کے مصالح پوچھے تو وہ کہے گا کہ مجھ کو مصالح سے کیا' غرض میں تو نوکر ہوں یا غلام ہوں حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض منصبی ہے پھر مجھ کو معلوم بھی کہاں کہ کیا مصالح ہیں کیا مجھ سے آقا مشورہ لے کر کام کرتے ہیں جس کی وجہ سے مجھ کو مصالح معلوم ہوں اور علاوہ اس کے مصالح کے بیان کرنے میں جیسا اس وقت اہل تقریر کی عادت ہوگئی ہے ایک بڑی خرابی بھی ہے مثلاً نماز کے مصالح بیان کیے جاتے ہیں کہ اس سے اتحاد بین الجماعت مقصود ہے سو اس میں خرابی یہ ہے کہ اگر یہ مصالح کسی وقت دوسری صورت سے حاصل ہونے لگیں گے تو وہ اصل نماز کو خیر باد کہہ کر الگ ہو جائے گا۔ مثلاً قلب میں جمع ہونے سے یہ مصالح حاصل ہو جائیں تو وہ قلب گھر کو اللہ کے گھر پر ترجیح دے گا۔

ایک بڑے عالم اور طریق کی حقیقت سے بے خبری

(ملفوظ ۴۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت سے بے خبری کی یہ حالت ہے کہ ایک بڑے عالم تھے اور درویش بھی سمجھے جاتے تھے' میں بھی ان سے ملا ہوں' شروع میں تو ہمارے بزرگوں کے معتقد تھے' آخر میں آ کر کسی قدر بدعت کا رنگ غالب ہو گیا تھا مگر تھے سادہ اور نیک' انہوں نے ایک ذاکر سے پوچھا کہ کچھ ذکر و شغل کرتے ہو اس نے کہا کہ جی ہاں دریافت کیا کہ کچھ نظر بھی آتا ہے انہوں نے کہا کہ نظر تو کچھ نہیں آتا کہنے لگے کہ خیر ثواب لیے جاؤ باقی نفع مقصود تو کچھ ہے نہیں مجھ کو تو یہ سن کر حیرت ہوگئی کہ عالم درویش ہو کر ایسی بات کہی اصل چیز تو ثواب ہی ہے جو تمام اعمال سے مقصود ہے اور ثواب کی حقیقت ہے۔ حق تعالیٰ سے قرب اور اس کی رضاء انہوں نے اس کی کیسے تحقیر کی اصل میں یہ فن بھی بڑا ہی نازک ہے اس میں بہت سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ آدمی ٹھوکریں ہی کھاتا رہتا ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی کا دفاع

(ملفوظ ۴۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ

علیہ کی عبارت میں تنگی ضرور ہے مگر کوئی مدلول شریعت کے خلاف نہیں لوگوں نے نہ سمجھنے کی وجہ سے شیخ کو بہت بدنام کیا ہے۔ میں نے اپنے رسالہ التنبیہ الطربی میں ان کے خاص خاص اقوال کی توجیہ کی ہے مگر مجھ کو توجیہ میں دشواری پیش آئی ان ہی باتوں کو دیکھ کر ایک غیر مقلد نے مجھ کو لکھا کہ تم شر القرون کے صوفیوں کی بہت حمایت کرتے ہو مجھ کو یہ بدتمیزی بے حد ناگوار ہوئی یہ کیا ضرورت ہے کہ شر القرون میں سب شر ہی ہوں۔

صفات الٰہی کے عقیدہ میں اجمال بہت اچھا ہے

(ملفوظ ۴۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عوام کا عقیدہ صفات کے متعلق بہت اچھا ہے کہ وہ اجمال کی صورت میں سمجھتے ہیں کہ خدا حاضر ناظر ہے بس اتنا کافی ہے ورنہ آگے تفصیل گڑبڑی ہے۔

آج کل کے بدعتی اور شیخ ردولوی کا استغراق

(ملفوظ ۴۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے جو بدعتی ہوتے تھے اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اللہ کے نام کی برکت سے ان کو علماء سے نفرت نہ تھی اور آج کل کے بدعتی تو بکثرت فاسق و فاجر تک ہونے لگے ہیں۔ بعض تو ایسے بددین ہیں کہ ذکر و شغل تو کیا نماز تک بھی نہیں پڑھتے حالانکہ حضرات مشائخ رحمہم اللہ کی یہ حالت نہ تھی چنانچہ حضرت شیخ ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس برس تک جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ نہ معلوم ہوا۔ مطلب یہ کہ یاد نہ رہتا تھا کہ ایک خادم آگے آگے حق حق کہتا چلتا تھا تب آپ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتے تھے یہ تھے اللہ والے کہ استغراق کی یہ حالت مگر نماز باجماعت مسجد ہی میں پڑھتے رہے۔

تکبر جہالت یعنی حماقت سے ہوتا ہے

(ملفوظ ۴۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تکبر ہمیشہ جہل سے ہوتا ہے میں نے جہل کی جگہ حمق کر دیا ہے کہ تکبر ہمیشہ حماقت سے ہوتا ہے یہ ذرا واضح لفظ ہے مراد جہل سے بھی حضرت کی یہی تھی اگر کوئی برسوں تجربہ کرتا تب بھی ایسی بات نہ کہہ سکتا جو ان حضرات کو فی البدیہہ معلوم ہو جاتی ہے۔

مرغیوں کے کھول دینے سے شرح صدر ہو جانا

(ملفوظ ۵۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کی مثال طبیب کی سی ہے کہ وہ فن میں اختراع نہیں کرتا مگر فن کے اصول سے دقائق کو سمجھ لیتا ہے ان دقائق پر ایک واقعہ نقل کیا کہ ایک مرتبہ گھر میں سے اپنے میکہ گئیں' جاتے وقت مجھ سے یہ کہا کہ مرغیاں ہیں ان کو خیال کر کے صبح ہی جب نماز کو جانے لگو' کھول دیا جایا کرے' ایک روز کھولنا یاد نہیں رہا اس روز صبح کو بکس میں ایک طالب علم کا پرچہ ملا جس میں اپنی حالت کا اظہار کر کے جواب مانگا تھا میں نے اس پرچہ کو پڑھ کر ہر چند کوشش کی کہ جواب لکھوں مگر کوئی جواب شافی قلب میں نہ تھا' جب قطعاً شرح صدر نہ ہوا تو اب فکر ہوئی کہ اس کا کیا سبب ہے' یاد آیا کہ مرغیاں بند اور محبوس ہیں اس وجہ سے قلب کو محبوس کر دیا گیا گھر پہنچا مرغیاں کھولیں پھر جو واپس آ کر وہ مضمون پڑھا تو جواب میں شرح صدر ہو گیا۔ اب یہ دقیق بات کتابوں میں کہاں لکھی ہے۔

دوسرے کے اُٹھ جانے کے بعد اس کی جگہ کا خیال

(ملفوظ ۵۰۱) ایک صاحب حضرت والا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے وہ اُٹھ کر چلے گئے کچھ دیر کے بعد ایک صاحب کو فرمایا کہ اب آپ اس جگہ پر آ جایئے ان کے اُٹھنے کے ساتھ ہی اس جگہ کو پُر کرنا نہ چاہیے تھا اس لیے کہ ممکن ہے کہ وہ پھر جلدی آ جائیں اتنی تو رعایتیں کرتا ہوں پھر بھی لوگ سخت سخت کہتے ہیں' معلوم نہیں نرمی کسے کہتے ہیں۔

مسئلہ تقدیر اور خیر و شر کی نسبت

(ملفوظ ۵۰۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ صاحب یہ مسئلہ بہت ہی نازک ہے پھر فرمایا کہ ہے تو سب خدا ہی کا پیدا کیا ہوا' شر بھی اور خیر بھی مگر ادب یہ ہے کہ خیر کی نسبت خدا کی طرف کرنا چاہیے اور شر کی نسبت اپنی طرف جس کی حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں نسبتیں ہیں ایک خلق کی اور ایک کسب کی تو خیر میں تو مراقبہ ان کی طرف کی نسبت کا کرے کسب کا استحضار نہ کرے اور شر میں مراقبہ اپنی طرف کی نسبت کا کرے خلق کا نہ کرے غرض خیر میں تو نسبت خلق کو مستحضر کرو اور شر میں نسبت کسب کو مستحضر کرو۔

۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

طبیعت پر کام کے جلد ختم ہو جانے کا تقاضا

(ملفوظ ۵۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قوت حافظہ کم ہونے کی وجہ سے میری طبیعت کسی کام کے ادھار کی متحمل نہیں اسی لئے ہاتھ کے ہاتھ کام ختم کرنے کو جی چاہتا ہے جب تک ختم نہ کر دوں میرے اوپر ایک بوجھ سا رہتا ہے۔

انگریزی تعلیم کے بعد سادگی ختم ہو جاتی ہے

(ملفوظ ۵۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزی تعلیم پا کر ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ سادہ وضع میں رہ نہیں سکتے کوٹ ہو پتلون ہو بوٹ ہو ہیٹ ہو اس کی وجہ سے اخراجات میں بھی توسیع ہو جاتی ہے اب ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے بڑی ملازمت کی ضرورت ہے اور ملازمت آج کل عنقاء تو سوائے پریشانی کے نتیجہ کچھ نہیں دوسرے چھوٹی ملازمت کو اپنی شان کے خلاف بھی خیال کرتے ہیں اس وجہ سے بھی اس کو اختیار کرنے سے عار آتی ہے تو انگریزی پڑھ کر اچھی خاصی مصیبت مول لینا ہے بخلاف ملانوں کے جیسی پڑتی ہے نباہ لیتے ہیں۔

حتی الامکان سب کام اپنے ہاتھ سے کرنا

(ملفوظ ۵۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حتی الامکان سب کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں۔ بعضے کام خود کر لینے آسان ہوتے ہیں مگر بتلا کر دوسرے سے کام لینا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

کتاب پر تقریظ لکھنے میں احتیاط

(ملفوظ ۵۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو یہ چاہا کرتا ہوں کہ جس وقت کوئی آئے اسی وقت اس کا کام کر کے اس کو فارغ کر دوں ایک صاحب دہلی سے آئے ہوئے ہیں عشاء کے وقت وہ مجھ سے ملے میں نے ان سے کہا کہ اگر کوئی لمبی چوڑی بات ہے تو صبح پر رکھئے اور اگر مختصر ہے تو ابھی ختم کر لیجئے انہوں نے کہا کہ مختصر ہے میں نے اس وقت سن کر جواب دے دیا یہ صاحب بیان القرآن کی تسہیل پر تقریظ لکھنا چاہتے تھے (دہلی میں مطبع

مجتبائی والوں نے ایک مولوی صاحب سے تفسیر بیان القرآن کی تسہیل کرائی ہے سمجھ میں نہیں آیا کہ الفاظ کی تو تسہیل ہو سکتی ہے مگر جو مضمون علمی ہیں ان کو سہل کرنے کی کیا صورت ہے دیکھئے اگر اقلیدس کو کوئی اردو میں لکھے تو کیا اس کی شکلوں کو بھی جو کہ اثبات ہے خاص دعوؤں کا اس معنی کو سہل کر سکتا ہے کہ ہر شخص سمجھ لیا کرے) میں نے ان صاحب سے کہا کہ اس کا جو مقدمہ لکھا گیا ہے جس میں آپ کہتے ہیں کہ سب التزامات و رعایات ظاہر کر دی گئی ہیں اس مقدمہ کو میرے پاس بھیج دو اور اس کے ہر نمبر کے ساتھ دو دو تین تین مثالیں بھی کہ مثلاً فلاں مقام کی تسہیل میں یہ رعایتیں کی گئیں ہیں ان کو دیکھ کر خاص ان مقامات پر تقریظ لکھ دوں گا اور آپ کی رعایت سے اتنا اور لکھ دوں گا کہ امید ہے کہ اور مقامات کی تسہیل بھی ایسی ہوگی وجہ اس تقیید کی یہ ہے کہ تقریظ کی حقیقت ہے شہادت اور بلا مشاہدہ کے شرعا شہادت جائز نہیں یہ بڑا ظلم ہے کہ کسی خاص مقام کو دیکھ کر کل کتاب کی تقریظ لکھ دیتے ہیں میں تو یہ کرتا ہوں کہ ان مقامات کی تعیین لکھ دیتا ہوں کہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک دیکھا ایسا پایا پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کر سکتا نہ اعتراض کر سکتا ہے کہ آپ نے اس پر تقریظ لکھی ہے اور اس میں فلاں مضمون مخدوش ہے کیونکہ ہم نے اپنے دیکھے ہوئے پر تقریظ لکھی ہے اس کے بعد اگر کوئی اعتراض کرے تو جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ بقیہ مقامات کسی کی نسبت امید کا لفظ تھا مگر امید غلط نکلی مزاحاً فرمایا کہ امید تھی مگر بچہ نہیں ہوا ان احتیاطوں کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہاں کا نام رکھا ہے نرالا چنانچہ کہتے ہیں کہ بھائی وہاں کا تو دربار ہی نرالا ہے۔

بزرگوں کے پاس رہ کر فنائیت حاصل کرنی چاہیے

(ملفوظ ۵۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی بزرگ کو تعظیم سے اذیت ہوتی ہو تو اس کی ایسی تعظیم نہیں کرنا چاہیے بڑا مقصود تو بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ ان کو اذیت نہ پہنچے ہمارے بزرگ ہمیشہ ایسی باتوں سے نفرت کرتے تھے عرفی ادب اور تعظیم کے سخت خلاف تھے اصل ادب اور تعظیم تو محبت اور اتباع ہے چاپلوسی سے کیا کام چلتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں بزرگ کی صحبت میں ایک شخص رہے ہیں مگر ان کی ذہن کی حالت بہت خراب ہے فرمایا کہ

محض پاس رہنے سے کیا ہوتا ہے یہ پاس رہنا تو ایسا ہے جیسے کسی کے پاس زمین رہن ہو رہنے اور رہن میں تجنیس کا ایک درجہ ہے کام جو چلتا ہے بیع سے چلتا ہے رہن سے کام نہیں چلتا بیعت بیع سے مشتق ہے جس کا حاصل ہے بک جانا فنا ہو جانا دوسرے کا ہو جانا مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگزار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

موت کا ایک طرح سے رحمت ہونا

(ملفوظ ۵۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر موت نہ ہوتی تو دنیا کی کدورت سے پریشان ہو کر انسان پوچھتا پھرتا کہ مرنے کی بھی کوئی تدبیر ہے اس لئے موت بھی رحمت ہے بعض لوگ تو اب بھی باوجود اس یقین کے کہ موت اپنے وقت پر یقینی ہے پھر بھی اس کی تمنا کرتے ہیں کہ ہم مر جائیں اس لئے کہ علاوہ کدورت کے انسان کی یہ بھی خاصیت ہے کہ ایک چیز سے گھبرا جاتا ہے۔

بے فکری کیسے ہو سکتی ہے

(ملفوظ ۵۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عالم ناسوت کو کہتے ہیں ابدی اور روحوں کو کہتے ہیں محدود تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ دور کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتا کبھی بے فکری ہو ہی نہیں سکتی کتنے ہی مجاہدے کرے ریاضتیں کرے اعمال صالحہ کرے کبھی اطمینان اور چین میسر نہیں ہو سکتا ہمیشہ چکر ہی میں رہے گا۔

غیر ملکی کپڑے

(ملفوظ ۵۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک میں ایک استدلال یہ کیا گیا تھا بدیشی کپڑا پہننا اس لئے حرام ہے کہ اس میں سور کی چربی استعمال کی جاتی ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو زائد سے زائد یہ لازم ہوگا کہ بدون دھوئے ہوئے مت پہنو یہ کیسے کہہ دیا کہ بالکل حرام ہے۔

عورتوں میں چکی پیسنا موسل کوٹنا

(ملفوظ ۵۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے عورتیں چکی پیستی تھیں موسل سے کوٹتی

تھیں چرخہ چلاتی تھیں اس سے ان کی صحت اچھی رہتی تھی اب قطعا یہ چیزیں چھوڑ دی گئیں تو عورتوں کی بھی صحت خراب رہنے لگی۔ میں نے ایک موقع پر عورتوں سے کہا کہ تم تو بے کار ہوئیں تھیں اپنی نسلوں کو کیوں بے کار کرتی ہو ان سے چکی پسوایا کرو جواب ملا کہ نوج میں نے کہا موج کرو یہ نعوذ کی گت بنائی گئی ہے جس کو نوج کہتی ہیں۔

حضرت کی تقریر اور وکلاء کی خواہش

(ملفوظ ۵۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس وقت شروع شروع کانپور گیا تو اس وقت عمر تقریباً بیس برس کی تھی سبزہ آغاز تھا علم نیا نیا تھا تقریر رواں تھی آواز بلند تھی بڑے بڑے بیرسٹر وعظ میں شریک ہوتے تھے ایک وعظ سن کر ایک وکیل صاحب نے کہا کہ کس ظالم نے آپ کو عربی پڑھائی آپ تو انگریزی پڑھتے بڑے زبردست بیرسٹر ہوتے ان کے نزدیک یہی بڑا کمال تھا۔

۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

آسیب کے نقش پندرہ میں ترمیم

(ملفوظ ۵۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق کی ہر ضروری چیز پر نظر ہوتی ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک پندرہ کا نقش تھا اس کے ہر چہار گوشوں پر اجب یا جبرائیل اجب یا میکائیل وغیرہ لکھا تھا جس کو باقی رکھا جائے تو موہم شرک اور حذف کیا جائے تو عمل ناتمام حضرت نے اس میں اس طرح اصلاح فرمائی اجب یارب جبرائیل اجب یارب میکائیل جس میں سب ضروری رعایتیں ہوگئیں ایک نقش پندرہ کا میرے پاس بھی ہے اکثر آسیب زدہ کو لکھ دیتا ہوں اس کے آخر میں شیاطین کے نام کے ساتھ لکھا ہے کہ سوختہ شوند اور شریعت میں کسی کے جلانے کی اجازت نہیں میں نے اس میں اتنا اور بڑھا دیا کہ اگر نہ گریزند سوختہ اب اگر وہ جلے گا اپنی مرضی سے ورنہ ہم نے تو اس کو مہلت دے دی دیکھئے جہاد میں گو کفار کے مکانات باغات جلا دینے کا جواز ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم ہے کہ تین طرف آگ لگائی جائے ایک طرف راستہ چھوڑ دینے کا حکم ہے تا کہ کفار اس راستہ سے اگر نکلنا چاہیں نکل جائیں [illegible] کے ایسے

حقوق تو بتلادے اسی رعایت حقوق کی فرع ہے کہ جہاد میں بیٹے کو اجازت نہیں کہ وہ باپ کو قتل کرے اسلام نے اس کے حق کی کیسی رعایت رکھی حالانکہ عین قتال کے وقت غصہ ہوتا ہے مگر اس موقعہ پر حکم ہے کہ غصہ کو ضبط کرو۔ اور باپ کو قتل نہ کرو اس لئے کہ وہ محسن ہے اس نے پرورش کیا ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو تمہارے وجود کا سبب بنا ہے یہ رعایات اسلام کی خوبی ہے دوسرا کوئی شخص اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ چوری ہوگئی ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی کے پاس زرہ دیکھی آپ نے اس کو شناخت کرلیا کہ یہ زرہ میری ہے اگر چاہتے تو آپ امیر المومنین تھے اس سے زرہ جبراً لیتے اس بے چارہ کا وجود ہی کیا تھا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا باقاعدہ قاضی شریح کے یہاں دعوے کیا یہ قاضی بھی ظاہر ہے کہ آپ ہی کے محکوم تھے قاضی نے شہادت طلب کی کہ آپ شہادت قائم کریں کہ یہ زرہ آپ کی ہے آپ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو اور ایک آزاد شدہ غلام قنبر کو شہادت کے لئے پیش کیا قاضی نے عرض کیا کہ غلام کی شہادت تو معتبر ہے مگر بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں قبول نہیں اس میں حضرتؓ اور قاضی شریح میں اختلاف تھا حضرت علیؓ بیٹے کی شہادت کو جائز سمجھتے تھے قاضی اس کے خلاف تھا جب آپ اور کوئی شہادت پیش نہ فرما سکے قاضی نے آپ کے خلاف مقدمہ کردیا اور وہ زرہ یہودی کو دلوا دی آپ وہاں سے نہایت خوش خوش چل دیئے اس یہودی نے دیکھا کہ باوجود امیر المومنین ہونے کے اور ہر قسم کی قوت کے ان پر کوئی اثر مقدمہ کے ہارنے کا نہیں ہوا یہی دلیل ہے اس مذہب کے حق ہونے کی جس کا اثر قلوب میں ایسا خالص ہے وہ آگے بڑھا اور حضرتؓ سے عرض کیا کہ یہ زرہ آپ کی ہے اور مجھے مسلمان کرلیجئے اسی وقت اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا پھر وہ زرہ آپ نے اس کو ہبہ کردی۔ دوسرا واقعہ ایک یہودی نے خلیفہ وقت ہارون رشید پر قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ قاضی اس وقت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تھے مسئلہ یہ ہے کہ اگر امیر المومنین خود عدالت میں آئیں تو قاضی کو اپنی مسند چھوڑ کر امیر المومنین کو اس جگہ بٹھلانا چاہیے اور امیر المومنین کے خصم کو بھی اسی مسند پر بٹھلائے تاکہ دونوں میں مساوات رہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مسند تو چھوڑ دی اور

امیر المومنین کو مسند پر بٹھلایا بھی اور بیان لیا مگر اس یہودی کو مسند پر نہیں بٹھلایا اپنے برابر بٹھلایا اور امیر المومنین پر ڈگری کردی اس یہودی کو مقدمہ جتادیا جس وقت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ اس وقت رو رہے تھے کہ اے اللہ اس یہودی کو میں نے مسند پر نہیں بٹھلایا تھا ساری عمر میں انصاف کے خلاف مجھ سے یہی کام ہوا ہے۔

معاف فرمادیجئے گا اگر ایسے لوگ حکومت کریں تو کیا کوئی ظالم کسی پر ظلم کرسکتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حکومت ہی جب ظلم کرائے تو حکام کیا کریں فرمایا کہ یہ سب تاویلیں ہیں لوگوں نے جان دینا گوارا کیا مگر انصاف کے خلاف گوارا نہیں کیا۔ پہلے ایسے لوگ بکثرت گزرے ہیں انہوں نے کر کے دکھلا دیا مگر ایسا کرنے میں ضرورت ہے قوت ایمانیہ کی، حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ دجلہ کے کنارے پر گزر رہے تھے ایک کشتی کنارے آکر لگی جس میں دس مٹکے بھی تھے آپ نے دریافت کیا کہ ان مٹکوں میں کیا ہے معلوم ہوا کہ ان میں شراب ہے خلیفہ کے لئے آئے ہیں آپ نے لکڑی لے کر مٹکے توڑنے شروع کردیئے دس مٹکے تھے آپ نے نو توڑ ڈالے ایک چھوڑ دیا اس کی اطلاع خلیفہ کو دی گئی خلیفہ نے آپ کو طلب کیا آپ تشریف لے گئے اس کے ظلم کی یہ حالت تھی کہ لوہے کی کرسی لوہے کی میز اور لوہے کا قلمدان لوہے کی قلم لوہے کی پوشاک غرض یہ کہ ہر چیز آہنی اور دل بھی آہنی تھا ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ نے مٹکے توڑے ہیں فرمایا ہاں میں نے توڑے ہیں کہا کیوں فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وأمر بالمعروف و انه عن المنكر

کہا کہ یہ تو محتسب کے واسطے ہے فرمایا کہ محتسب ہوں کہا سند احتساب کی کیا ہے فرمایا وہی آیت۔

وأمر بالمعروف و انه عن المنكر

کہا کہ اب کیا ہوگا فرمایا اسی آیت میں

واصبر علىٰ ما اصابك

بھی ہے میں اس لئے تیار ہوں جو کچھ بھی گزرے کہا کہ اچھا یہ بتلایئے کہ دس مٹکے تھے تو توڑے ایک کیوں چھوڑ دیا فرمایا نو مٹکوں تک تو محض اللہ کے واسطے ہاتھ چل رہا تھا دسویں پر نفس

میں خیال آیا کہ ہم بھی ایسے ہیں اس لئے دسواں نہیں توڑا اس میں نفس کی آمیزش ہوگئی تھی اور نفس کے واسطے ہم کوئی کام نہیں کرتے اس پر خلیفہ نے کہا فی الحقیقت آپ محتسب ہیں آپ احتساب ہی کا کام ہاتھ میں لیجئے اور آپ کو محتسب بنا دیا پس یہ لوگ حکومت کرنے کے قابل تھے۔

کسی کے دل کی کسی کو خبر نہیں

(ملفوظ ۵۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قلوب اللہ ہی کے قبضے میں ہیں کچھ کسی کو خبر نہیں کہ کس کا قلب کیسا ہے قصبہ مارہرہ میں ایک شخص تھا جو نہایت ہی فسق و فجور میں مبتلا تھا لوگ اس کو نصیحت کرتے کہ میاں ان کاموں سے باز آ جواب میں کہتا کہ میاں ہم جانیں ہمارا خدا جانے تم کون ہوتے ہو ایک روز بدون کسی وعظ کے اور بدون کسی ترغیب و ترہیب کے اس پر ایک حالت طاری ہوئی زبان پر یہ جاری ہوا کہ میرا کیا حال ہوگا اور رونا شروع کیا کھانا پینا سب بند دو تین روز یہی حالت رہی اور اسی حالت میں مر گیا اسی خوف میں کلیجہ پھٹ گیا جو کافر کی تلوار سے مرے وہ تو سب جانتے ہیں کہ شہید ہوتا ہے مگر جو خدا کی محبت یا خشیت کی تلوار سے مرے وہ کیوں نہ شہید ہوگا یا اس سے بڑا شہید ہے ایک خان صاحب کی حکایت ہے کہ جتنی بازیاں دنیا میں ہوسکتی ہیں سب ان میں تھیں، عمر رسیدہ ہوگئے تھے، ان سے لوگ کہتے کہ بڑے میاں فسق و فجور کو چھوڑ دو قبر میں پیر لٹکائے ہوئے ہو پوچھتے پھر کیا کروں لوگ کہتے کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو پوچھتے نماز پڑھ کر روزہ رکھ کر کیا ہوگا، کہتے جنت ملے گی، اس پر جواب دیتے کہ جنت کا لینا کون سا مشکل ہے، جنت کے لئے اتنی مشقت کی کیوں ضرورت ہے، جنت تو بہت آسانی سے مل سکتی ہے وہ یہ کہ ایک ہاتھ ادھر مارا اور ایک ادھر مارا بس کائی سے پھٹتی چلی گئی راستہ صاف ہوگیا سامنے جنت ہے لو جنت میں پہنچ گئے اس کو کوئی نہ سمجھتا کہ یہ مجذوبوں والی بڑ ہے کیا جس وقت مولوی امیر صاحب نے ہنومان گڑھی کے موقع پر جہاد کا فتویٰ دیا تو یہ خان صاحب مولوی صاحب کے پاس پہنچے کہ مولوی صاحب ہم جیسے گنہگار بھی اس کام کے لئے قبول کئے جاسکتے ہیں مولوی صاحب نے فرمایا مانع کون چیز ہے غرض تلوار لے کر میدان میں پہنچ گئے اور دس بیس کو مارا اور خود بھی شہید

ہو گئے پھر فرمایا کہ بحمد اللہ جان دینے والے اب بھی موجود ہیں اس وقت کوئی بہت ہی بڑی چیز ہوتی ہے آنکھوں میں یا دل میں کہ جان دینا آسان ہو جاتا ہے اور یہ حالت ہو جاتی ہے غرض برکات اب بھی ہیں اسی کی نسبت فرماتے ہیں۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشانست خم و خمخانہ بامہر ونشانست

گرفتاری کو عزت سمجھنا

(ملفوظ ۵۱۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج جو لوگ شورش میں کام کر رہے ہیں وہ گرفتاری کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں فرمایا جی ہاں یہ سمجھنا ایسے ہے جیسے ایک سرحدی ہندوستان آیا کسی شہر میں کسی حلوائی کی دکان سے حلوہ اٹھا کر لے بھاگا اور کھا گیا اس کو پکڑ کر پولیس میں پہنچا دیا داروغہ نے دیکھا کہ نووارد شخص ہے اور ایک معمولی سی حرکت پر کیا چالان کیا جائے حکم دیا کہ اس کو ایک گدھے پر سوار کر کے لڑکوں کو کوئی چیز بجانے والی ہاتھ میں دے کر سارے شہر کا گشت کراؤ یہی سزا کافی ہے جب یہ سرحدی وطن واپس گیا لوگوں نے دریافت کیا کہ آغا ہندوستان رفتہ بودی آں چگونہ ملک است تو یہ سرحدی کہتے ہیں کہ ہندوستان خوب ملک است حلوہ خوردن مفت است سواری خر مفت است فوج طفلاں مفت است ڈم ڈم مفت است ہندوستان خوب ملک است تو جس قدر اسباب ذلت کے اس کے واسطے جمع کئے گئے تھے اس نے اپنے لئے ان کو باعث فخر اور عزت کا سمجھا یہی حالت آج کل کے لوگوں کی ہے کہ اسباب ذلت کو عزت اور فخر کا سبب سمجھتے ہیں خدا معلوم ان کی عقلوں کو ہوا کیا ہندو بڑے ہوشیار ہیں جس وقت سے گورنمنٹ نے سختی کا اعلان کیا ہے اس وقت سے ہندوں نے اپنی رفتار کو بدل دیا ہے بخلاف مسلمانوں کے یہ آگے بڑھے چلے جاتے ہیں کچھ خبر نہیں کہ انجام کیا ہے فرمایا کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ بجائے ہوس ملک کے اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر کرنا چاہیے۔

دادا دادہ بن گئے

(ملفوظ ۵۱۶) ایک استفتاء آیا تھا جواب تحریر فرما کر فرمایا کہ اس واقعہ میں ماں اور دادا کو حصہ ملا اور سب محروم رہے مزاحاً فرمایا کہ پہلے یہ دادا تھے اب ترکہ ملنے کے بعد دادہ ہو گئے۔

فکر چھوڑیئے ذکر جوڑیئے

(ملفوظ ۵۱۷) ایک خط کے جواب میں فرمایا کہ فکر چھوڑیئے ذکر جوڑیئے سب اللہ فضل کرے گا۔

جھوٹ بولنا قبیح شرعاً ہے

(ملفوظ ۵۱۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت ہے اگر جھوٹ نہ بولا جائے تو شرمندگی ہوتی ہے جواب لکھا گیا گوہ کھانے والوں میں بیٹھ کر کوئی گوہ کھانے لگے اور کہے کہ اگر نہ کھاؤں تو شرمندگی ہوتی ہے ایسے شخص کا کیا علاج۔ پھر فرمایا کہ گوہ کھانا قبیح حساً ہے اور جھوٹ بولنا قبیح شرعاً ہے دونوں میں فرق کیا ہے اس فرق پر یاد آیا ایک شخص تھا عبدالرحیم یہ دہری تھا اس نے مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو میں کہا کہ داڑھی رکھنا اس لئے ضروری نہیں کہ پیدائش کے وقت یہ نہ تھی تو یہ فطرت کے خلاف ہے۔ مولانا شہید نے جواب میں فرمایا کہ اس وقت تو دانت بھی نہ تھے ان کو بھی نکلوادو اپنا سا منہ لے کر رہ گیا، مولوی عبدالحی صاحب حضرت شہید صاحب کے رفیق تھے انہوں نے کہا کہ واہ مولانا کیا دندان شکن جواب دیا اس دندان شکن میں عجیب لطیفہ ہے۔

زائد سفید کاغذ کو احتیاط سے رکھنا

(ملفوظ ۵۱۹) فرمایا کہ ایک خط میں جو واپسی کا نہیں تھوڑا سا سادہ کاغذ ہے جی نہیں چاہتا کہ اس کو ردی میں ڈال دیا جائے دو تین تعویذوں ہی کے کام آ جائے گا اور جو خط واپسی کا ہوتا ہے اس کا زائد کاغذ واپس کر دیا جاتا ہے۔

انتظام پر اعتراض کرنے والے لوگ

(ملفوظ ۵۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں کے انتظام پر اعتراض کرنے والے اپنے نزدیک متمدن ہیں اور ہم ان کے نزدیک متبدن ہیں اشارہ ہے کہ فربہی اکثر علامت ہے عبادت کی چنانچہ ہم اگر کوئی انتظام کریں اس سے لوگ ناخوش ہوتے ہیں اس کو سختی پر محمول کرتے ہیں عدالتوں میں ان لوگوں کو رات دن سابقہ پڑتا ہے مگر اسی قسم کے قیود

سے ان پر اعتراض نہیں کرتے آخر فرق کیا ہے کچھ بھی نہیں، بجز اس کے وہ گورے چمڑے والوں کی مقرر کردہ قیود اور یہ کالے چمڑے والوں کی بس گورے چمڑے والوں کی وقعت ہے ہندوستان کا نام رکھا ہے کالا آدمی۔

مال سے محبت ہونا طبع امر ہے

(ملفوظ ۵۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مال سے محبت ہونا طبعی بات ہے شیخ احمد دحلان نے فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے بعد فتح فارس جب خزائن لائے گئے تو انہوں نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ ہم کو اس کی تو دعا نہیں کرتے کہ اس کی محبت ہمارے دل سے نکل جائے کیونکہ یہ تو آپ کی پیدا کی ہوئی ہے۔

کما قال تعالیٰ زین للناس حب الشهوات الخ

ہاں اس کی دعا ہے کہ اس مال کی محبت آپ کی محبت میں معین ہو اور اس کا معیار یہ ہے کہ اگر ایسا کوئی موقع ہو کہ مال خرچ کرنے میں اللہ و رسول کی مرضی حاصل ہوتی ہو اور صرف نہ کیا جائے تو یہ محبت خود ذات مال سے ہے اور ناپسندیدہ ہے اور اگر صرف کیا جائے تو اس کو ذات مال کی محبت نہ کہیں گے۔

نور فہم تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے

(ملفوظ ۵۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نور فہم تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے گو زیادہ لکھا پڑھا نہ ہو ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پاؤں دبوا رہے تھے۔ ایک گاؤں کا شخص آیا اس نے کہا کہ مولوی جی بڑا جی خوش ہوتا ہوگا کہ ہم پیر دبوا رہے ہیں فرمایا کہ راحت کی وجہ سے تو خوشی ہے مگر بڑے ہونے کی وجہ سے خوشی نہیں ہوتی تو وہ گاؤں والا کیا کہتا ہے کہ مولوی جی پاؤں دبوانا تمہیں جائز ہے کیا ٹھکانا ہے اس گاؤں والے کی کہا نظر پہنچی ہے یہ دین کی برکت ہے۔ یہ تقویٰ اور دینداری بھی عجیب برکت کی چیز ہے اس سے نور فہم پیدا ہوتا ہے لکھے پڑھے ہونے کی اس میں قید نہیں کہ کرامات الاولیاء ایک کتاب ہے مصر کی چھپی ہوئی اس میں ایک بزرگ شیخ قرشی کی حکایت لکھی ہے کہ وہ بزرگ مجذوم تھے ان کی شادی نہ ہوئی

تھی مرید ہی خدمت کیا کرتے تھے سچے مریدوں کو عجیب تعلق ہوتا ہے ایک دن ان بزرگ نے نکاح کی خواہش ظاہر کی ایک مرید فوراً اٹھے ان کی لڑکی جوان تھی گھر پہنچے اور جا کر ظاہر کیا کہ ایسی بات ہے حضرت شیخ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے لڑکی نے کہا کہ میں موجود ہوں باپ نے کہا کہ وہ مرض جذام میں مبتلا ہیں لڑکی نے کہا کہ کوئی حرج نہیں میں تو خدمت کروں گی مرید نے جا کر قصہ بیان کیا کہ میری لڑکی ہے وہ آپ سے نکاح کرنے پر آمادہ ہے بزرگ نے فرمایا کہ اس سے میری حالت بھی ظاہر کر دی عرض کیا کہ اس نے اسی حالت میں آمادگی کا اظہار کیا ہے فرمایا بہت اچھا غرض نکاح ہو گیا شب کو وہ لڑکی کیا دیکھتی ہے کہ ایک شخص آرہے ہیں کشیدہ قامت بڑی بڑی آنکھیں پتلے پتلے ہونٹ نہایت تندرست جوان حسین و جمیل اس کے پاس چلے آرہے ہیں فوراً گھونگھٹ کر لیا اور رخ پھیر کر کہا اے شخص تم کون ہو غیر محرم جو اس بیباکی سے میرے پاس چلے آئے انہوں نے کہا کہ میں تیرا خاوند ہوں جس سے نکاح ہوا ہے لڑکی نے کہا کہ وہ تو بیمار اور ضعیف ہیں بزرگ نے فرمایا کہ میں نے تیرے خلوص اور دین و صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اس کی برکت سے حق تعالیٰ نے مجھ کو اس تصرف کی قوت عطا فرما دی میں اب تیرے پاس جب آؤں گا اسی حلیہ سے آؤں گا لڑکی نے کہا کہ میں نے جو آپ کی خدمت قبول کی تھی وہ حظ نفس کے واسطے نہیں کی تھی محض اللہ کے واسطے کی تھی اس صورت میرا حظ نفس شامل ہو جائے گا اگر تم اسی حالت میں آؤ جو تمہاری اصلی حالت ہے تو میں خدمت کے لئے حاضر ہوں اور اگر اس ہیئت سے آپ آئیں تو مجھ کو آزاد فرما دیجئے میں اپنا اور انتظام کر لوں گی یہ ہے خلوص آج کل بڑے بڑے مقتداؤں میں بھی یہ باتیں نہیں یہ سب تقویٰ کی برکت ہے۔

اختیاری مصائب میں سے اکثر غفلت کی پیداوار ہوتے ہیں

(ملفوظ ۵۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سماوی مصائب جو انسان پر آتی ہیں یہ تو غیر اختیاری ہیں اور ارضی جس قدر مضرتیں ہوتی ہیں یہ اکثر اپنی غفلت کے سبب سے حتیٰ کہ زوال سلطنت بھی غفلت ہی سے مسبب ہے۔

بیدار مغز، خود تکلیف میں رہتا ہے

(ملفوظ ۵۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تجربہ کی بات ہے کہ جو آدمی بیدار مغز ہوتا ہے وہ خود تکلیف میں رہتا ہے مگر دوسروں کو اس سے راحت پہنچتی ہے اور غفلت میں رہنے والا آدمی خود آرام میں رہتا ہے اور اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

ترک بہادر ہیں مگر غافل

(ملفوظ ۵۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قیصر کہا کرتا تھا کہ افسر تو جرمنی ہوں اور لڑنے والے ترک ہوں تو ساری دنیا فتح کر سکتے ہیں وجہ یہ بیان کیا کرتا تھا کہ ترک بہادر ہیں مگر غافل ہیں اور جرمنی اتنے بہادر نہیں مگر بیدار ہیں۔

آرام کرسی کا استعمال

(ملفوظ ۵۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں جو مدرسہ میں ایک آرام کرسی کے متعلق تھا فرمایا کہ جی ہاں یہ آرام کرسی رکھی تھی اس لئے کہ کبھی اس پر لیٹ جایا کروں گا تو نیند آ جایا کرے گی مگر کتابیں جو یہاں قریب ہی رکھی ہیں ہمت نہیں ہوتی آرام کرسی پر لیٹنے کی بے ادبی معلوم ہوتی ہے اب یہ ویسے ہی رکھی ہوئی ہے۔

۴ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

مؤاخذہ کے درمیان ہدیہ دینا

(ملفوظ ۵۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب سے کچھ غلطی ہوگئی تھی، ابھی ان سے اس کے متعلق خط و کتابت ہی ہو رہی تھی معاملہ صاف نہ ہوا تھا کہ ایک رقم آپ نے بطور ہدیہ بھیجی میں نے روپیہ واپس کر کے لکھ دیا کہ میں کوئی رشوت کھاتا ہوں پھر لکھا ہوا آیا کہ میں نے محبت کی وجہ سے بطور ہدیہ بھیجا تھا، رشوت کی نیت سے نہ بھیجا تھا، میں نے لکھا کہ بطور ہدیہ ہی سہی مگر بے موقع بھیجا اس لئے مشابہ رشوت کے ہوگیا وہ روپیہ وصول نہ کیا اس لئے کہ اصول کے

گئے مصلح کو ضرورت ہے ہر چہار طرف نظر رکھنے کی یہ باتیں تجربات سے تعلق رکھتی ہیں۔

دوسروں کو تکنا یعنی لگاتار دیکھنا مناسب نہیں

(ملفوظ ۵۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کسی کو تکنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اس لئے طبعًا ناگواری ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ پھر وہ ناگ وار (سانپ کے مشابہ) ہو جاتا ہے دوسرے اس میں تجسس کی سی صورت معلوم ہوتی ہے دوسرے کے راز پر مطلع ہونا اس میں لوگ بداحتیاطی سے کام لیتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے برا ہے۔

خط کے ذریعہ قربانی کی وکالت

(ملفوظ ۵۲۹) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں قربانی کرنا چاہتا ہوں اس کی تفصیل لکھی ہے کہ ایک تو حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اور ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک آپ کی طرف سے فرمایا کہ تشخیص کا عنوان اچھا نہیں ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ پارسال جو ہم نے قربانی کے لئے بکرے خریدے تھے یہاں پر تو چار روپیہ میں آئے تھے اس حساب سے تین بکروں کی قیمت بارہ روپیہ ہوئی ایک روپیہ احتیاط کا تیرہ روپیہ بھیجتا ہوں اگر اجازت ہو (جواب) بکرے بکری کی قیمت بدلتی رہتی ہے کیا خبر کتنے میں آئیں اس پر فرمایا کہ میں اپنی قربانی خود کروں گا کیا معلوم ہے اس وقت لکھ رہے ہیں نیت بدل جائے یا خط ہی نہ پہنچے یا اور کوئی گڑبڑ ہو جائے ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا خط کے ذریعے سے بھی وکالت ہو سکتی ہے فرمایا ہو سکتی ہے۔

مسلمان جمع غائب کرتے ہیں اور ہندو جمع حاضر رکھتے ہیں

(ملفوظ ۵۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کو تو جمع غائب کا صیغہ یاد ہے یعنی جو جمع آئی غائب کر دی اور ہندوؤں کے یہاں جمع حاضر کا یہ جو کچھ جمع کر لیتے ہیں اس میں سے پھر صرف نہیں کرتے ایک صاحب نے ایک مہاجن کی حکایت بیان کی جس کو میں مہاجن بکسر الجیم کہا کرتا ہوں یعنی بڑا جن کو وہ بیمار ہوا علاج نہ کرتا تھا بے حد مالدار تھا لوگوں نے بمشکل علاج پر آمادہ کیا کہ اچھا تخمینہ کراؤ علاج میں کس قدر صرف ہوگا طبیب کو بلایا گیا نبض

دکھلائی نسخہ لکھا طبیب نے انداز سے بتلایا کہ ایسا مرض ہے اس میں اس قسم کی دوائیں استعمال ہوں گی اور اتنے زمانہ تک غرض یہ کہ ایک مجموعی مقدار تخمینہ بتلادی کہ یہ صرف ہوگا تو وہ کہتا ہے کہ اب یہ دیکھو کہ مرنے میں کیا صرف ہوگا حساب لگایا تو مرنے میں علاج سے کچھ کم صرف بیٹھا اس نے کہا کہ جس میں کم صرف ہو وہی کام ٹھیک ہے لہٰذا مرنا ہی بہتر ہے کیا ٹھکانا ہے۔ انتہائی حکایت ہے اور چاہے حکایت صحیح ہو یا غلط اصول تو ان کے قریب قریب ایسے ہی ہیں۔

موت کا مراقبہ بقدر ضرورت ہے

(ملفوظ ۵۳۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کبھی کبھی موت کا مراقبہ کیا جائے تو کیسا ہے فرمایا کہ ضرورت کے وقت ورنہ اصل چیز تو اللہ ہی کی یاد ہے اس ہی کے لئے موت کا مراقبہ بھی تجویز کیا جاتا ہے حاصل یہ ہے کہ موانع ذکر مرتفع کرنے کے واسطے موت کا مراقبہ کرایا جاتا ہے اگر وہ موانع ہوں تو اب ضرورت ہے کہ موت کا مراقبہ کرے اور اگر موانع نہیں تو اللہ کی یاد میں مشغول رہے اور موت کا مراقبہ بھی غلو کے ساتھ نہیں بقدر ضرورت کافی ہے جیسے طاعون کے زمانہ میں سب کام کرتے ہیں مگر دل دنیا سے اکھڑ جاتا ہے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں بس اتنا استحضار کافی ہے۔

پانچ مخفی فن

(ملفوظ ۵۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ منجملہ اسرار کے پانچ فن ہیں کیمیا، لیمیا، ہیمیا، سیمیا، ریمیا اس وقت یاد نہیں کہ ان میں سے وہ کون سا فن ہے کہ جس سے روح کے منتقل کرنے کا تصرف حاصل ہو جاتا ہے پہلے مجھ کو ان کا نام یاد نہیں رہتا تھا تب میں نے ہر ایک کا اول کا حرف لے کر ایک مجموعہ بنایا کہ کلہ سر اور مجموعہ بھی موضوع ہے کیونکہ یہ سب علوم مخفی ہیں اس میں یہ بھی لطیفہ ہے۔

حدیث کا ترجمہ یاد کر لینا کافی نہیں

(ملفوظ ۵۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شریعت مقدسہ کی اس قدر پاکیزہ تعلیم ہے اور اس قدر حاوی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات میں بھی ہمیں کسی کا محتاج

نہیں چھوڑا کس کا قانون ہے مگر فہم کی ضرورت ہے ورنہ محض الفاظ کا یاد کرنا کافی نہیں ایک حکایت فرمائی کہ ایک شخص میرے پاس آیا تھا اور شہوت نفس کے غلبہ کی شکایت کی کہ بدکاری کی طرف میلان کرتا ہے اور نکاح کی وسعت نہیں ایک غیر مقلد صاحب یہاں پر ٹھہرے ہوئے تھے اتفاق سے اس وقت وہ میرے پاس بیٹھے تھے میں ابھی کچھ نہ بولا تھا کہ وہ غیر مقلد صاحب بول پڑے کہ روزے رکھا کرو اس نے کہا کہ میں روزے بھی رکھ چکا ہوں کچھ اثر نہیں ہوا ان لوگوں کو حدیث دانی میں بڑا دعویٰ ہے مگر اس کہنے پر میاں کا ذخیرہ سب ختم ہوا آگے کوئی جواب نہ تھا ان کو صرف اتنا یاد تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نکاح کی وسعت نہ ہو اور شہوت کا غلبہ ہو تو روزہ رکھا کرو آگے فہم کی ضرورت تھی میں نے اس سے کہا کہ بھائی کثرت سے روزے رکھو تم نے کم رکھے ہوں گے اس نے اقرار کیا کہ جی ہاں کم رکھے ہیں میں نے کہا کہ اس پر حدیث ہی میں دلالت ہے ارشاد ہے۔

فعلیه بالصوم اور علیہ ہے لزوم کے واسطے اور عادۃً لزوم ہوتا ہے تکرار سے اس طرح کثرت کی قید حدیث میں مذکور ہے تو محض الفاظ حدیث پڑھ لینے سے کیا ہوتا ہے جب تک فہم نہ ہو۔

محبت کا مادہ ہے تعظیم کا نہیں

(ملفوظ ۵۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت کا مادہ تو ہے میرے اندر مگر تعظیم کا مادہ نہیں زیادہ چاپلوسی کرتے ہوئے ذلت معلوم ہوتی ہے۔

۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

طبعاً جھوٹے کھانے کی رغبت نہیں

(ملفوظ ۵۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ میری طبعی غیر اختیاری بات ہے کہ میں کسی کے سامنے کا کھانا بچا ہوا نہیں کھا سکتا ہاں ساتھ کھالیتا ہوں حتیٰ کہ اپنے بزرگوں کو جھوٹا بھی کبھی نہیں کھایا اور کچھ فرض وواجب بھی نہیں۔

حضرت حاجی صاحب کی سادگی کا حال ایک اہل علم کی زبانی

(ملفوظ ۵۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی سے کسی نے

پوچھا تھا کہ آپ نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں کیا دیکھا جس کی وجہ سے ایسا خادمانہ تعلق کرلیا فرمایا اسی سے تو تعلق کیا کہ وہاں کچھ نہیں دیکھا مطلب یہ تھا کہ کوئی تقنع کی بات نہیں دیکھی تھی خوب ہی جواب دیا واقعی بات تو یہ ہے کہ اپنے بزرگوں میں ایسی باتوں کا نام ونشان نہ تھا بہت ہی سادہ وضع اور متبع سنت تھے دوسروں کی طرح کسی قسم کا ڈھونگ نہ تھا پس یہی طرز ہے قابل پسند۔

آخرت میں وزن اعمال کی نظیر

(ملفوظ ۵۳۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بجلی کے وزن کا اندازہ ایک خاص قسم کی گھڑی سے ہو جاتا ہے کہ اس قدر مہینہ بھر میں جلی فرمایا کہ آخرت میں اعمال کے وزن پر لوگ شبہ کرتے ہیں یہاں بجلی کا وزن ہوتا ہے تھرمامیٹر سے وزن حرارت کا ہوتا ہے اس پر شبہ نہیں کرتے اور یہ جواب تو ان کی خاطر سے دے دیا ہے ورنہ وہاں تو اعمال کا وزن ہونا منصوص ہے ترازو ہوگی ڈنڈی ہوگی پلڑے ہوں گے وہ جھکیں گے اعمال کا وزن ہوگا ان لوگوں کے سمجھانے کے واسطے میں نے یہ جواب دیا ہے ورنہ نصوص کے ہوتے ہوئے اس جواب کی ضرورت نہ تھی افسوس ہم کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جو محض جاہل ہیں اس لئے ایسے جوابات کی نوبت آئی البتہ اعمال کے وزن ہونے میں تو شبہ اس وقت ہوسکتا تھا جبکہ وہ جواہر نہ ہوں ہم تو کہتے ہیں کہ وہاں وہ جواہر ہوں گے اور جب جواہر ہوں گے تو ان کا وزن ہو جائے گا حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے جاہلوں کا جواب اصل وہی ہے جو میں نے ایک صاحب کو علی گڑھ میں دیا تھا انہوں نے مجھ سے سوال کیا تھا یہ جو آیا ہے کہ زنا سے طاعون ہوتا ہے فعل اور جزا میں ربط کیا ہے میں نے کہا کہ اگر ربط معلوم نہ ہو تو ضرر کیا ہے بس یہ جواب کافی ہے۔ جاہلوں کے لئے اگر جہل نہ ہو تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا، ضبیع ایک شخص تھا شام میں وہ متشابہات قرآنیہ میں گفتگو کیا کرتا تھا اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی آپ نے حکم فرمایا کہ گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دو گرفتار کر کے بھیج دیا گیا، آپ نے ستون سے بندھوا کر حکم دیا کہ اس کے دماغ پر درے لگاؤ، لگنا تھا کہ چیخ اٹھا کہ حضرت میں توبہ کرتا ہوں کبھی قرآن کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کروں گا تمام شیاطین دماغ سے نکل گئے۔ یہ ساری برکت نعل دار جوتے کی ہے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نعل دار جوتہ کا نام روشن

دماغ رکھا تھا واقعی روشن دماغ ہی ہے اسی واسطے حکومت کی ضرورت ہے بریلی کے ایک شخص یہاں پر رہتے تھے ذکر و شغل کرتے تھے اور کبھی کبھی وساوس کی شکایت بھی کرتے تھے میں ان کی تسلی کردیتا تھا بس ایک روز جوش میں بھرے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اب تو جی میں آتا ہے کہ میں عیسائی ہوجاؤں میں نے ایک دھول رسید کیا اور کہا کہ نالائق اسی وقت عیسائی ہو جا۔ اسلام کو ایسے ننگ اسلام کی ضرورت نہیں اسلام بے نیاز ہے، ایسے نالائقوں اور بدفہموں سے اس کے بعد ان کو کبھی کسی قسم کا وسوسہ پیدا نہیں ہوا یہ دھول کی برکت تھی کہ سب دھول جھڑ گئی یہاں ایک اور ذاکر تھے ان کو ذکر کرتے وقت جوش اٹھتا اس میں اٹھ کر بھاگتے بہت ہی قوی آدمی تھے لوگوں کو خوف ہوتا کہ کہیں کسی پر حملہ نہ کریں، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آج رات کو میں یہیں رہوں گا غرض اس روز میں خانقاہ میں رہا اور ان سے کہا کہ میرے ساتھ کھڑے ہوکر تہجد پڑھو اور ذکر شروع کرو، تہجد پڑھ کر ذکر شروع کیا تو جوش اٹھا اور ایک طرف کو بھاگے میں نے زور سے ایک دھول رسید کی کہ کہاں جاتا ہے فوراً بیٹھ گئے، پھر کبھی ذکر میں ان کو جوش نہیں اٹھا، بہت عرصہ کے بعد کلکتہ میں ملے تھے کہتے تھے کہ پھر کبھی مجھ کو ذکر میں جوش نہیں اٹھا، پھر اٹھ کر بھاگنے کے متعلق فرمایا وجد و جوش حقیقت میں مذموم نہیں مگر کمال بھی نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اور مشائخ کے یہاں تو ذکر کرکے جوش کو اچھا سمجھتے ہیں، فرمایا کہ آپ بھی عجیب عقلمند ہیں کیا میری تقریر آپ نے سنی نہیں میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مذموم نہیں پھر اس کہنے کی کون سی ضرورت باقی رہی کہ اور مشائخ اچھا سمجھتے ہیں، میں نے ہی برا کب بتلایا ہے، یہ کہا ہے کہ کمال بھی نہیں اگر آدمی کو بولنا نہ آئے تو کیوں بولے خاموش رہے خواہ مخواہ پریشان کیا، اچھے برے ہونے پر گفتگو نہیں ہے گفتگو اس میں ہے کہ کمال بھی ہے یا نہیں سو کمال نہیں بلکہ یہ ضعف قلب کی دلیل ہے کہ آدمی بے اختیار ہوجائے سو اس قدر مغلوب ہوجانا یہ ضعف قلب سے ہوتا ہے اگر یہ کمال ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ مغلوب ہوجانا چاہیے تھا مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ از جارفتہ ہوگئے ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت کمال کے خلاف ہے ہاں گریہ جاری ہوجانا یہ نقص نہیں۔ گریہ کے مضمون پر ایک صاحب نے شیعوں کی مجالس کا ذکر کیا کہ وہ رونے ہی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اور اس

کے لئے سامان مہیا کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ رنج ہی کیا ہوا جو اتنے سامان کے بعد رونا آئے۔

قلب اور دماغ کی حفاظت

(ملفوظ ۵۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دو چیزوں کی حفاظت کی بڑی ضرورت ہے ایک قلب اور ایک دماغ کی۔

میرا مرض انتظام ہے

(ملفوظ ۵۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا بڑا مرض جس پر لوگ معترض بھی ہیں وہ انتظام کا ضبط ہے چاہتا ہوں کہ تمام امور کا انتظام ہو وہ امور خواہ اقوال ہوں، خواہ افعال ہوں، خواہ احوال ہوں حتیٰ کہ اگر سختی بھی ہو تو اس میں بھی انتظام ہو، غرض یہ کہ کوئی بات انتظام کے خلاف نہ ہو۔

بزرگ آئینہ ہوتے ہیں

(ملفوظ ۵۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کانپور میں ایک شخص تھے حقہ پینے کی بہت عادت تھی میں نے ان کو منع کیا اور شاید انہوں نے چھوڑ بھی دیا۔ ایک روز میرے پاس آئے اور اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے روضہ مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ حقہ پیتے دیکھا تم مجھ کو منع کرتے تھے میں نے کہا کہ توبہ کرو استغفر اللہ نعوذ باللہ حضور حقہ پیتے ہیں تو حضور تو آئینہ ہیں تم نے اپنی حقیقت دیکھی۔ اس آئینہ ہونے پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک شخص ایک بزرگ کی ملاقات کو حاضر ہوئے مگر بوقت ملاقات اس شخص کو ان بزرگ کی صورت کتے کی نظر آئی اس لئے یہ شخص مل کر کچھ شگفتہ نہ ہوا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کے پاس عقیدہ کے ساتھ جاتا ہے تو ملکر اس کو ایک قسم کی خوشی اور مسرت ہوتی ہے۔ سو یہ نہ ہوا اور کیونکر ہوتا ان بزرگ نے دریافت کیا کیا بات ہے تم پر پژمردگی کیوں ہے، عرض کیا کہ حضرت کہنے کی بات نہیں اس کا اظہار بہت بڑی گستاخی ہے فرمایا کوئی گستاخی نہیں میں خود پوچھ رہا ہوں تم صاف کہو جو بات ہے عرض کیا کہ حضرت کی صورت مجھ کو کتے کی نظر آرہی ہے معلوم نہیں کیا معاملہ ہے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے کوئی ڈر کی بات نہیں اور ان بزرگ

نے اس شخص کو کچھ پڑھنے کے لئے بتایا کہ ایک ہفتہ یہ پڑھو اس کے بعد ہم سے ملاقات کرو ایک ہفتہ بعد یہ شخص ملا تو دیکھا کہ ان بزرگ کی صورت بلی کی سی ہے، اس کے بعد ایک ہفتہ اور پڑھنے کو فرمایا، اس کے بعد پھر ملاقات کی تو اس سے بھی کم اس کے بعد پھر ایک ہفتہ پڑھنے کو فرمایا جب اس کے بعد ملاقات کی تو وہ بزرگ اپنی اصلی صورت پر نظر آئے تب اس نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ تھا فرمایا کہ یہ تم اپنی صورت اعمال کی دیکھ رہے تھے اس تعلیم اور ذکر کی برکت سے اب تمہارے اعمال کی صورت بدل گئی ہے میں تمہارا محض آئینہ تھا یہ ہے حقیقت ان واقعات کی کبھی اس کے خلاف خیال نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقہ پیتے دیکھا اور یہ خیال کر لیا کہ حضور بھی حقہ پیتے ہیں۔

استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت کی اپنے نفس پر نظر اور مؤاخذہ کا خوف

(ملفوظ ۵۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں جب کسی کو کوئی خدمت کرنے سے منع کرتا ہوں تو میں اس وقت اس الٹ پلٹ میں رہتا ہوں اور اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ میری اس ممانعت کا منشا کیا ہے آیا میں نے اس کو اس قدر حقیر سمجھا کہ خدمت کے قابل بھی نہ سمجھا یا اپنے کو مخدومیت کے قابل نہیں سمجھا یا محض طبعی گرانی کے سبب ایسا کیا گیا حالانکہ بظاہر اس ممانعت کا منشا تواضع ہے مگر ساتھ ہی دوسرے احتمالات بھی ہیں غرض کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ اپنے نفس سے بے فکر ہو جائے بعض مرتبہ وجدانا اطمینان کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہئے اور اکثر اس طرح کرنا آخیر میں مفید اور مصلحت بھی ثابت ہوتا ہے مگر پھر بھی نفس پر پورا اطمینان نہیں ہوتا اس لئے احتمال خلاف پر استغفار کرتا ہوں اور یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھے تو علماً وعملاً کمزور اور نکما ہی سمجھ کر معاف فرما دیجئے اور میں تو بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ میں جو دوسروں سے بہت کھود کرید کرتا ہوں اور لمبے چوڑے مواخذہ کرتا ہوں کہیں مجھ سے بھی لمبا چوڑا احساب نہ ہو بہت ہی ڈرتا ہوں پھر یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اور مشائخ کے یہاں لوگوں کی قدر و منزلت ہوتی ہے اور یہاں آکر یہ غذا ملتی ہے مجھے اس کا بھی رنج ہوتا ہے مگر یہ رنج طبعاً ہوتا ہے عقلاً نہیں ہوتا اس

لئے کہ ان کی اصلاح اور تربیت اسی کی مقتضی ہوتی ہے کہ جو مناسب ہو وہی برتاؤ کیا جائے اور کبھی یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ تو ہی انوکھا بن کر کیوں دنیا میں رہتا ہے تو بھی وہی کر جو سب کر رہے ہیں مگر دیکھتا ہوں کہ ایسا کرنے میں خاص اصلاح اور تربیت کا باب جو صدیوں سے بند ہو چکا تھا پھر اسی طرح بند پڑا رہے گا اسی خیال سے اپنی بدنامی وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ اپنی مصلحت کو آنے والوں کی مصلحت پر مقدم رکھتا ہوں۔

۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

تجارت اور گھریلو معاملات میں مشورہ پر حضرت کا جواب

(ملفوظ ۵۴۲) فرمایا کہ آج خط آیا جس میں اپنے خاص امور تجارت وخانگی معاملات میں مشورہ چاہا ہے میں نے جواب لکھ دیا ہے کہ مشورہ دینا اس شخص کا کام ہے جو آپ کے واقعات حالیہ سے اور ان کی بناء پر آپ کے مصالح مآلیہ سے واقف ہو اور میں واقف نہیں۔

اصلاح کے بجائے لوگ اوراد کو مقصود سمجھتے ہیں

(ملفوظ ۵۴۳) ایک صاحب کا خط آیا تھا جس میں حضرت والا سے بیعت اور اوراد کی درخواست تھی اس پر حسب ذیل جواب تحریر فرمایا گیا۔ (جواب) ان دونوں کی غایت کیا ہے اور کیا وہ غایت ان دونوں پر مرتب ہو سکتی ہے پھر اس پر فرمایا کہ بجائے اصلاح اعمال کے لوگ اوراد کو مقصود طریق سمجھتے ہیں کس قدر جہل عام ہو گیا ہے۔

اطمینان معاش کی قدر کرنی چاہیے

(ملفوظ ۵۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ عموماً فکر معاش میں مبتلا ہیں ایسے میں اگر حق تعالیٰ کسی کو اطمینان معاش نصیب فرما دیں بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنا چاہیے مگر اکثر قدر زوال پر معلوم ہوتی ہے عارف نظامی فرماتے ہیں۔

خوشا روزگارے کہ دارد کسے — کہ بازار حرصش نباشد بسے
بقدر ضرورت یسارے بود — کند کارے از مرد کارے بود

ڈاک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

(ملفوظ ۵۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ڈاک بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ دور بیٹھے اپنے مافی الضمیر کو کیسا ظاہر کرسکتا ہے اور جواب کیسی آسانی سے مل سکتا ہے۔

لوگوں کو دوزخ جنت کی حقیقت معلوم نہیں

(ملفوظ ۵۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کو دوزخ جنت کی حقیقت معلوم نہیں اس لئے بے فکر ہیں ورنہ یہی فکر غالب ہو جائے ضلع بارہ بن کی میں ایک گونگا تھا اس نے دوزخ جنت میدان حشر میزان پل صراط یہ سب خواب میں دیکھ لئے پہلے قطعاً نماز نہ پڑھتا تھا یہ خواب دیکھ کر نماز شروع کر دی اور اشاروں سے دوزخ جنت وغیرہ کے واقعات بیان کرتا تھا میں نے خود اس گونگے کو دیکھا ہے اور اشاروں سے جو واقعات بتلاتا تھا اس کا بھی مشاہدہ کیا ہے ان اشاروں کے وقت رونگٹا کھڑا ہو جاتا تھا وہ بڑا ذہین تھا، ایسے کافی اشارہ کرتا تھا کہ بالکل نقشہ کھینچ دیتا تھا پھر فرمایا کہ ذہانت پر ایک قصہ یاد آیا ایک مصور نے ایک وکیل کا فوٹو لیا اور معمول عام ہے کہ تصویر لینے کے وقت بڑے بنے ٹھنے رہتے ہیں اسی سلسلہ میں وکیل صاحب کے ہاتھ کوٹ کی جیب میں دکھلا گئے تھے ایک گنوار کا مقدمہ تھا وہ بھی اتفاق سے ایسے وقت آ گیا جبکہ وکیل صاحب کی تصویر دیکھی جارہی تھی اس گنوار نے پوچھا کہ جی کیا دیکھ رہے ہو اس سے لوگوں نے کہا کہ تیرے دیکھنے کی بات نہیں تو کیا سمجھے گا اس پر اس گنوار نے اصرار کیا تو اس کو بھی دکھلا دیا گیا وکیل صاحب کی تصویر کھینچی گئی ہے اس کو دیکھ رہے ہیں اس نے دیکھ کر گردن ہلائی پوچھا کہ تو کیا سمجھا کہا جی تصویر تو غلط ہے پوچھا کیوں کہا کہ ان کی تصویر میں تو ان کے ہاتھ اپنی جیب میں ہیں بس یہی غلطی ہے اس لئے کہ ان کے ہاتھ تو دوسروں کی جیب میں ہوتے ہیں تمام مجمع یہ سن کر دنگ رہ گیا واقعی کیا ٹھکانا ہے اس ذہانت کا۔

یہ گاؤں کے لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں گو الفاظ ان کے پاس نہیں ہوتے مگر اظہار حقیقت ان ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایسا کر دیتے ہیں کہ لکھا پڑھا نہیں کرسکتا یہ تو اگر چہ مگر چہ ہی میں رہ جاتے ہیں ذہانت پر ایک اور حکایت یاد آئی رنجیت سنگھ لاہور میں جس

وقت برسر اقتدار تھا اس وقت اس نے حکم دیا کہ ہماری تصویر لی جائے بڑے بڑے مصور چکر میں آ گئے اس لئے کہ یہ یک چشم تھا اب اگر صحیح تصویر لیتے ہیں تو عیب ظاہر کیا جاتا ہے اور اگر صحیح نہ لیں تو تصویر ہی غلط ہوتی ہے ایک مصور آیا اس نے کمال کیا کہ سامنے ایک شکار گاہ قائم کیا اور اس میں ایک ہرن چھوڑا اور رنجیت سنگھ کے ہاتھ میں ایک بندوق دی گویا نشانہ لگا رہا ہے نشانہ میں ایک آنکھ بند ہوتی ہی ہے اس طرح تصویر لی یہ ذہانت کی بات ہے۔

۷ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

مالداروں اور متکبروں کو منہ نہ لگانا

(ملفوظ ۵۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان دنیاداروں کو خصوص مالداروں کو منہ نہیں لگانا چاہیے ان میں اکثر خرد ماغ ہوتے ہیں جی چاہتا ہے کہ کوئی ان کو اسپ دماغ ملے تب ان کا دماغ ڈھیلا ہو آج کل مدارس والے ان باتوں کا قطعاً خیال نہیں کرتے انہوں نے ان کے دماغ زیادہ خراب کر دیئے، نااہلوں کی چاپلوسی اور ان کی تعظیم وتکریم کرنا بے حد مضر ہوتا ہے میں ایک مرتبہ مدرسہ میں گیا اتفاق سے ایک مولوی صاحب ایک مالدار کو پھانس کر لائے تھے ان مالدار کی درخواست پر مدرسہ کی جانب سے مجھ سے بیان کے لئے کہا گیا میں نے منظور کر لیا ہم لوگوں کا ایک ہی بیان ہوتا ہے اسی کے مختلف عنوان ہوتے ہیں اور وہ یہی ہے کہ اللہ سے تعلق بڑھاؤ غیر اللہ سے تعلق گھٹاؤ چنانچہ میں نے جب دنیا کے متعلق بیان کیا اس شخص نے سن کر کہا کہ میں ایسے مدرسہ کی امداد نہیں کر سکتا جس میں ترک دنیا کی ترغیب دی جاتی ہو اور یہ بھی کہا کہ دیکھو مال کی مذمت کی جاتی ہے مگر مال ایسی چیز ہے کہ میں داڑھی منڈا ہوں بد افعال ہوں نہ شریعت کے موافق لباس ہے نہ اعمال ہیں، محض مال میرے پاس ہے اس کی وجہ سے بڑے بڑے علماء میری تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں دیکھئے ان کی تعظیم وتکریم ایسی مضر ہوتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ متکبروں کی کبھی وقعت نہیں کرنا چاہیے چاہے ثقہ صورت ہوں ان متکبروں کو تو ہمیشہ نیچا ہی دکھانا چاہیے اور خصوص ان میں جو نیچری ہیں وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ دین کو بھی ہم ہی سمجھے ہیں علماء نہیں سمجھے بڑے بدفہم

ہیں اور اس سب کا منشا تکبر ہی ہے یہ تکبر ایسی چیز ہے جس شخص میں یہ نہ ہو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں سب کچھ ہے اور جس میں تکبر ہو اس میں اگر اور سب کچھ بھی خوبیاں ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کچھ بھی نہیں اور اس میں امیر غریب کی قید نہیں کوئی بھی ہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ رائی برابر ہی جس میں کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا کبر مطلقاً مذموم ہے فرمایا کہ مطلقاً تو کوئی خلق بھی مذموم نہیں باعتبار فعل کے اس کے انواع اور اقسام ہیں دیکھئے غصہ ہی ہے یہی غصہ سبب ہے جہاد کا اگر غصہ نہ ہو جہاد ہی نہیں کر سکتا تو یہ درجہ غصہ کا محمود ہے اسی طرح کبر کو سمجھ لیجئے چنانچہ جہاد میں خیلاء کو حدیث میں محبوب فرمایا گیا ہے اور درحقیقت وہ کبر نہیں ہوتا صورت کبر کی ہوتی ہے۔

رذائل نفس کے ازالہ سے غفلت عام

(ملفوظ ۵۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اکثر جگہ رذائل نفس کے ازالہ کا سلسلہ ہی نہیں صرف فقہی مسائل کی تحقیق ہے اور اور باتیں بھی ہیں مگر اس کا نام ونشان بھی نہیں اسی وجہ سے لوگوں کو اس طریق سے اجنبیت ہوگئی ہے سمجھتے ہیں کہ اگر یہ کوئی ضروری چیز ہوتی تو اور جگہ بھی تو ہوتی اور واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ چیز اور جگہ ہوتی تو پھر میں اس کا اہتمام نہ کرتا اس لئے کہ مقصود تو حاصل ہو رہا ہے چنانچہ جو کام اور جگہ ہو رہا ہے یعنی فقہی مسائل ان کے متعلق یہاں پر رجوع کرنے والوں کو کہہ دیتا ہوں کہ یہ فقہی مسئلہ ہے دیوبند سہارنپور وغیرہ سے معلوم کرلو وہاں یہ کام ہو رہا ہے اسی طرح اگر اصلاح اعمال کا بھی اہتمام دوسری جگہوں میں ہوتا تو میں اس کو بھی ان ہی کے حوالہ کر دیتا مگر اس کا تو کہیں نام بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو وحشت ہوتی ہے کہ ساری دنیا میں جو باتیں نہیں وہ یہاں پر آ کر دیکھتے ہیں۔

طبائع نرمی سے اصلاح قبول نہیں کرتیں

(ملفوظ ۵۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ میری کتابیں دیکھ کر معتقد ہو جاتے ہیں سخت غلطی ہے یہاں آ کر کہتے ہوں گے کہ تصنیف میں تو چہرہ ایسا دلفریب اور یہاں دیکھو تو اورنگزیب اس لئے کہ میں اصلاح اور تربیت کی بناء پر روک ٹوک اور تعلیم کرتا ہوں اگر کوئی بیہودگی

کرتا ہے تو مؤاخذہ کرتا ہوں اس وجہ سے مجھ کو سخت سمجھتے ہیں لیکن اگر یہ طرز اختیار نہ کروں تو اصلاح کیسے ہو آج کل اکثر طبائع شریف نہیں رہیں کہ نرمی سے اصلاح قبول کرلیں۔

سمجھدار لوگ محبت کرتے ہیں

(ملفوظ ۵۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھے اس سے مسرت ہے کہ سمجھ دار لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں چاہے وہ دس ہی ہیں بخلاف اس کے کہ بدفہم لوگ محبت کرتے اور ہزار ہوتے اس کی کچھ مسرت نہیں بس یہ زیادہ لذیذ ہے کہ فہیم اور سمجھدار لوگ محبت رکھتے ہیں۔

شیخ کے پاس دوسرے کو ساتھ نہیں لے جانا چاہیے

(ملفوظ ۵۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ بھی آنے والوں کے قریب قریب ایک عام سی عادت ہوگئی ہے کہ دوسروں کو اپنے ساتھ لگا کر لاتے ہیں۔ یہ طرز بہت برا ہے اور اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ گنج مراد آبادی نے مولوی محمد علی صاحب سے فرمایا تھا کہ کسی کو ساتھ مت لایا کرو اس سے تکلیف ہوتی ہے، حاصل یہ تھا کہ تمہارے ساتھ اور معاملہ ہے اور آنے والوں کے ساتھ نہ معلوم کیا برتاؤ مناسب ہے، تمہارے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنی پڑتی ہے، کیسی اصولی بات فرمائی ہے، حالانکہ مجذوب تھے مگر نہ معلوم کس طرح یہ اصول قلب میں آتے تھے اب تجربہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ایسا ہی کرنا چاہیے اس لئے کہ اس میں دو صورتیں ہیں اگر ایسے شخص کے ساتھ آئے کہ جس سے پہلے سے بے تکلفی یا مناسبت نہیں اور اس شخص نے کچھ بے عنوانی کی اور اس پر سیاست جاری کی گئی تو اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی بہت سی باتوں سے محروم جاتے ہیں، جیسا کہ آج ہی کا واقعہ ہے کہ دو شخص ایک صاحب کے ہمراہ آئے تھے ان صاحب کی بعض کوتاہیوں پر جو ان سے برتاؤ کیا گیا وہ دونوں بھی کچھ نہ کہہ سکے اور اگر ایسے شخص کے ساتھ آئے کہ اس سے بے تکلفی اور مناسبت ہے اور اس وجہ سے ان کے ساتھ بھی معاملہ خوش خلقی کا برتا گیا تو اس میں دو خرابی ہیں ایک تو یہ کہ جس کے پاس آئے بعض اوقات باوجود خلاف مذاق ہونے کے ان سے وہ برتاؤ کیا گیا تو اس کو کلفت اور گرانی ہوئی اور ایک یہ کہ ان

کو اس برتاؤ سے اس لئے کوئی نفع نہ ہوا کہ ان کی حالت کے مناسب یہ برتاؤ نہ تھا اس لئے کہ ہر شخص کے ساتھ جدا برتاؤ ہوتا ہے جس سے اس کی حالت کی رعایت ہوتی ہے۔

حکمتوں کے پیچھے پڑنا خطرناک ہے

(ملفوظ ۵۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ علل اور حکم کے بہت پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یہ نہایت خطرناک چیز ہے مثلاً کہتے ہیں کہ جماعت کی نماز سے مقصود باہمی اتحاد ہے سو اگر کسی اور ذریعہ سے یہ مقصود حاصل ہو جائے تو لوگ نماز ہی کو خیر باد کہہ دیں گے کیونکہ جو مقصود تھا نماز کا وہ تو حاصل ہو گیا پھر نماز کی کیا ضرورت رہی دین کو لوگوں نے کھیل بنا رکھا ہے جو جی میں آتا ہے ہانک دیتے ہیں اس کے انجام پر نظر نہیں کرتے یہ آج کل کے عقلاء ہیں۔

نیک کام میں لگے رہنا اللہ کا فضل ہے

(ملفوظ ۵۵۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غریب انسان کا اختیار ہی کیا ہے وہ اپنے کو کسی طرف لگائے رکھے یہ سب فضل پر موقوف ہے مگر ہاں طلب شرط ہے یہ اپنا کام کرے آگے ان کا کام ہے کہ وہ اس کو قبول فرمالیں ورنہ اس بے چارے کی حقیقت ہے کیا اسی لئے کبھی ناز نہ کرنا چاہیے۔

کہ میں یہ کہہ رہا ہوں بلکہ فضل اور رحمت پر نظر رکھنا چاہیے کہ انہوں نے توفیق عطا فرما دی اور اپنے کام میں لگا لیا بس اسی میں اس کی خیر ہے اور یہ بندہ بندہ ہے ورنہ گندہ ہے کہ اعمال کے صدور کو اپنا کمال سمجھے اس ہی لئے کامل کی صحبت کی ضرورت ہے تا کہ وہ رہبری کر کے اس نازک راہ سے گزار دے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دلائل صحیحہ سے تو مطلق اختیار ثابت ہے مگر وقوع کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ وہ اختیار مستقل نہیں ہے۔

دنیائے ناپائیدار کی حقیقت

(ملفوظ ۵۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خاصان حق کی نظر میں اس دنیا ناپائیدار کی کچھ بھی حقیقت نہیں حضرت ادہم کا واقعہ ہے کہ آپ کے مکان میں گیارہ کوٹھریاں تھیں ایک گر گئی دوسری میں چلے گئے، دوسری گر گئی تیسری میں چلے گئے، غرض یہ کہ اسی طرح

گیارہویں میں پہنچ کر انتقال ہوگیا۔ مرمت ایک کی بھی نہیں کرائی وجہ یہ تھی کہ اس کی واقعی حقیقت ان کی نظر میں نہ تھی آج کل کے جو عقلاء ہیں وہ ان ناپائیدار چیزوں کو مایہ فخر سمجھتے ہیں اور اپنے بڑے قیمتی وقت کو اس کے حاصل کرنے کے لئے صرف کرتے ہیں۔

۸ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ایک غیر مقلد کا گستاخانہ خط

(ملفوظ ۵۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ادب محض تعظیم وتکریم کا نام نہیں اصل ادب یہ ہے کہ دوسرے کو دل آزاری سے بچانا اور راحت کا اہتمام کرنا (کمافی القاموس حسن التناول فی الصراح نگاہ داشت حد ہر چیز اہ وداخل ماذکر فیہ) ایک غیر مقلد صاحب کا خط آیا تھا نہایت گستاخانہ میں نے ان کو نہایت نرم جواب دیا اور اس میں ضروری اصول کی رعایت رکھی۔ میں نے لکھا کہ اگر آپ کو مجھ سے استفادہ مقصود ہے تو یہ لہجہ استفادہ کا نہیں ہے اور اگر افادہ مقصود ہے میں نہایت خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ آپ مجھ کو میری غلطیوں پر اطلاع دیں لکھا ہے کہ مجھ کو استفادہ مقصود ہے افادہ وہ کر سکتا ہے جس کو مساوات کا درجہ حاصل ہو میں تو خادم ہوں جوتیوں کے برابر بھی درجہ نہیں رکھتا مگر پھر بھی تحریر کا رنگ مناظرانہ ہے عجیب حالت ہے لوگوں کی ایک ہی وقت میں ایک ہی تحریر میں دو متضاد باتیں جمع پھر اس پر دعوے علم کا۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ تو مشاہدہ ہوگیا کہ یہ لہجہ افادہ کا ہے پس اب آپ مجھ کو میری غلطیوں پر اطلاع دیں میں نہایت ٹھنڈے دل سے انشاء اللہ غور کروں گا لیکن اسی کے ساتھ آپ کو جواب نہ دوں گا اگر غلطی سمجھ میں آ جائے گی تو ترجیح الراجح میں شائع کر دوں گا اس کے بعد فرمایا کہ میرے عنایت فرماؤں نے درحقیقت مجھ پر بڑا احسان کیا ہے کہ میرے لئے سہولت پیدا کر دی وہ یہ کہ میں نے تصانیف کیں جن کی تصحیح کے لئے اگر میں اہتمام کرتا تو کتنا روپیہ خرچ ہوتا اب انہوں نے غور کر کے غلطیاں نکالیں اور میں نے ترجیح الراجح میں شائع کر دیں اور کرتا رہتا ہوں تو مفت میں اتنا بڑا کام ہوگیا اور خدا نہ کرے مجھ کو ضد تھوڑا ہی ہے یہ تو دین ہے اس میں سب ہی مسلمانوں کی شرکت ہے سب مل کر خدمت کریں ان معترض

صاحب کا ایک اخبار بھی شائع ہوتا ہے یہ صاحب اس میں کفار کی مدح بھی لکھتے ہیں اسی بناء پر میں نے ان کو لکھ دیا کہ اپنا اخبار میرے پاس نہ بھیجا کریں اس میں کفار کی مدح ہوتی ہے غضب یہ کیا ہے اس شخص نے کہ اولی الامر منکم میں کافر حکام کو داخل کیا ہے کچھ تاویل سوچ لی ہوگی اور تاویل کون سی بڑی مشکل چیز ہے۔ ایک مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تاویل کا اتنا بڑا پھاٹک ہے کہ اگر دو ہاتھی اوپر نیچے کھڑے کر کے نکال دیئے جائیں تو بے تکلف نکل سکتے ہیں۔ یہ حالت ہے سمجھ اور فہم کی کہ محض دنیوی اغراض کے لئے آیات واحادیث میں بھی تحریف کرتے ہیں کتنی بڑی جہالت ہے اگر ایسے جاہل سے خطاب کیا جائے، کیا امید ہے سمجھنے کی جبکہ مخاطب میں فہم بھی نہ ہو تدین بھی نہ ہو اگر ایسی فضولیات کے روکنے کی طرف متوجہ ہوا جائے تو ضروری کام سب چوپٹ ہو جائیں اس لئے:

واذا خاطبهم الجاهلون قالو اسلاما پر عمل کیا جاتا ہے۔

تصویر کی حرمت کے منکر ایک صاحب

(ملفوظ ۵۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دہلی گیا تھا احمد مرزا فوٹو گرافر کی دکان پر قیام تھا ایک صاحب تصوف کے حامی مگر شریعت میں بدنظامی دکان پر آ کر کہنے لگے کہ ذرا مرزا جی کو سمجھایئے انہوں نے اسلام کو بڑا صدمہ پہنچایا کہ فوٹو سے توبہ کر لی میں نے کہا کہ معصیت کے ترک سے اسلام کو کیا صدمہ پہنچا بلکہ قوت ہوئی کہنے لگے کہ اس میں معصیت کی کیا بات ہے میں نے کہا کہ آپ تو ایسے پوچھ رہے ہیں کہ جیسے کبھی آپ کی دکان میں بھی یہ بات نہ پڑی ہو کیا اس کے لئے اتنا سمجھ لینا کافی نہیں کہ نھیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم غلام ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے بعد کس تحقیق کی ضرورت ہے اور اگر ہم ان پر بھی اپنی تحقیق پر احکام کا مدار رکھیں اور تمام احکام کے علل معلوم کیا کریں تو وہ تو اپنی تحقیقات کا اتباع ہوگا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اتباع نہ ہوا اور اگر ایسے ہی علل پر مدار ہے احکام کا تو بتلاؤ زنا کی حرمت کی کیا علت ہے کہنے لگے کہ یہ تو معلوم نہیں میں نے کہا میں بتلاتا ہوں اس میں دو علتیں ہیں ایک خلط نسب دوسرے مردوں میں باہم تقاتل وتجادل۔ بڑے خوش ہوئے کہنے لگے بہت ٹھیک۔ میں نے کہا کہ

عورت کوایسی دوا کھلادی جائے جس سے علوق کا احتمال نہ رہے نیز زانی مردوں میں باہم ایسا تعلق وتعشق ہو جس میں تجادل وتقاتل کا بھی احتمال نہ رہے تو کیا پھر زنا حلال ہو جائے گا بس دم بخود رہ گئے یہاں پر ایک ڈپٹی کلکٹر آئے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں یہ ان کا اجازت لینا برائے نام ہوتا ہے یہ بھی ایک رسم ہے کہ یہ الفاظ ضرور کہے جائیں اس لئے کہ اگر اجازت نہ ہو تو اس پر ناگواری ہوتی ہے شکایتیں کرتے ہیں میں اتنے ہی کہنے سے سمجھ گیا کہ کوئی ایسا ہی سوال کریں گے جس خیال کے ہیں یہ بھی ان جدید تعلیم یافتوں میں مرض ہے کہ نصوص میں عقلی شبہات نکالا کرتے ہیں شبہ کرنا ہی دلیل ہے جہل کی اس لئے کہ شبہ ناشی ہوتا ہے جہل سے اس لئے وہ جلدی ان کے ذہن میں آتا ہے کیونکہ جاہل کو جہل سے زیادہ مناسبت ہے اور جواب ناشی ہوتا ہے علم سے اس لئے وہ ان کی سمجھ میں جلدی نہیں آتا کیونکہ جاہل کو علم سے زیادہ مناسبت نہیں غرض میں نے ان کو اجازت دے دی اس پر انہوں نے سوال کیا کہ سود کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے میں نے کہا کہ میرا خیال ہونا آپ کو معلوم ہے کہ میں مذہبی شخص ہوں قرآن وحدیث کا حکم ظاہر کر دینا میرا کام ہے۔ فلسفی شخص نہیں ہوں نہ فلسفیات کا ذمہ دار قرآن وحدیث سے جواب دوں گا اس میرے جواب پر اور ان اصول موضوعہ کی بناء پر ان کے سوالات کا بہت بڑا ذخیرہ تو ختم ہو گیا میں نے کہا کہ جواب سنئے وہ یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

واحل اللّٰہ البیع و حرم الربوا

کہنے لگے حسن نظامی دہلوی تو ربوا کی یہ تفسیر کرتے ہیں میں نے کہا کہ آپ قانون کی جن دفعات کی بناء پر فیصلے دیتے ہیں آپ وہ قانون اور وہ دفعات مجھے دیجئے میں اس کی شرح کروں گا آپ اس میری شرح کے ماتحت فیصلہ لکھا کریں پھر دیکھئے کہ گورنمنٹ کی طرف سے آپ پر کیسی لتاڑ پڑتی ہے اور جواب طلب ہوتا ہے اس جواب طلب ہونے پر اگر آپ گورنمنٹ سے کہیں کہ فلاں شخص نے قانون کی یہی شرح لکھی ہے اور وہ شخص عربی فارسی اردو سب جانتا ہے اس سے میں نے یہ فیصلہ لکھا ہے تو یہی جواب ملے گا کہ زبان دانی اور چیز ہے قانون دانی اور چیز ہے طالب علم ہونا اور چیز ہے قانون دان ہونا اور چیز ہے بس

یہی جواب اس تفسیر کے متعلق ہمارا اس شخص کی تفسیر ایسی ہی ہے کہ جیسے میں قانون کی شرح لکھوں تو حسن نظامی ہونا اردو داں ہونا اخبار نویس ہونا اور بات ہے مفسر ہونا اور چیز ہے کہنے لگے مگر ترقی بدون سود کے نہیں ہوتی میں نے کہا کہ اگر ترقی ایسی ہی مقصود بالذات ہے چاہے وہ مقصود چوری سے حاصل ہو جائے ڈکیتی سے حاصل ہو تو اختیار ہے ان ذرائع سے ترقی کرو مگر احکام میں کیوں کتر بیونت کرتے ہو اور شریعت مقدسہ میں کیوں تحریف کرتے ہو اس کی صورت یہ ہے کہ سود کو حرام سمجھ کر لیا کرو ترقی ہوگی کیونکہ ترقی کو اس سے کیا غرض کہ کیا حلال ہے کیا حرام۔ ہے اور اس کو اس نیت کی کیا خبر کہ کس نیت سے لیتا ہے تو ترقی تو حرام سمجھتے ہوئے بھی ہو رہے گی سو ترقی کی یہ صورت ہے یہ سن کر بڑے خوش ہوئے اور ساتھیوں سے کہنے لگے کہ یہ ہے بڑا فلسفہ میں نے یہ بھی کہا کہ حرام سمجھ کر لینے میں محض جرم ہوگا مگر بغاوت نہیں ہوگی اور بہ نسبت بغاوت کے کہ اس کو حلال سمجھ کر لیتے حرام سمجھ کر لینے میں کم پٹو گے باقی میرا یہ کہنا کہ حرام سمجھ کر لو یہ خود بتلا رہا ہے کہ میں نے لینے سے منع کیا ہے نہ یہ کہ اجازت دی ہے مگر اس سمجھنے کے لئے بھی عقل اور فہم کی ضرورت ہے اور یہ لوگ پہلے ہی سے اس سے کورے ہوتے ہیں اگر یہ کم فہمی نہ ہو تو یہ شبہات ہی کیوں پیدا ہوں یہ میں نے اس لئے کہہ دیا کہ کبھی میرے کلام سے اجازت سمجھ لیتے حقیقت یہ ہے کہ ان اختراعی مصالح نے لوگوں کے دین کا ناس کیا ہے حالانکہ سالن جب ہی مزیدار ہوتا ہے کہ جب مصالح کو خوب پیس دیا جائے غرض مصالح شریعت مقدسہ پر مقدم نہیں ہیں بلکہ شریعت مصالح پر مقدم ہے حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ شرائع میں حکمت اور مصلحت ڈھونڈنا مرادف ہے انکار نبوت کا کیونکہ اگر نبوت کے قائل ہیں تو نبی کا حکم سن کر پھر ماننے اور عمل کرنے میں آخر انتظار کس چیز کا ہے اور کیوں ہے۔

امراء سے انقباض ہوتا ہے نفرت نہیں

(ملفوظ ۵۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض حرکات سے نفرت تو نہیں ہوتی ہاں انقباض ہوتا ہے ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ انقباض اور چیز ہے نفرت اور چیز ہے

ایسے ہی امراء سے انقباض ہوتا ہے نفرت نہیں ہوتی میں جب کسی امیر کے پاس بیٹھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی کو پنجرے میں بند کر دیا اور آج کل کے امراء تو اکثر متکبر ہوتے ہیں اور اہل دین کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں میں تو ہمیشہ علماء کو خصوص اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ ان سے چندہ نہ مانگو مگر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مدرسہ کا کام بدون چندہ چل نہیں سکتا میں کہتا ہوں کہ کوئی خاص حد مدرسہ کی واجب یا فرض ہے اس مقدار تک تو مدرسہ ہے ورنہ نہیں جب یہ نہیں تو قلیل آمدنی میں مدرسہ مختصر رکھو دوسرے جیسے مدرسہ آپ کے نزدیک ضروری چیز ہے ایسے ہی دین کی وقعت اور عظمت کی حفاظت بھی تو اس سے زیادہ ضروری ہونا چاہیے پھر مدرسہ کا کام تو غرباء سے بھی چل سکتا ہے چندہ غریبوں سے کرلو امیروں سے ہرگز نہ کرو مگر مصیبت تو یہ ہے کہ امیرانہ پیمانہ غریبوں کے چندہ سے کیسے کام چلے مگر اس کی بھی ایک صورت ہے وہ یہ کہ غرباء کی زیادہ تعداد سے وصول کرے مثلاً ایک امیر سو روپیہ تنہا دیتا ہے وہ سو روپیہ سو غرباء سے لے لو نہ ہو سکے دو سو سے وصول کرلو باقی یہ خیال کہ کام نہ چلے گا محض خیال ہی خیال ہے خلوص کا کام نہیں رکا کرتا مگر ہر حال میں متکبر امراء کو تو منہ ہی نہ لگانا چاہیے مجھ کو تو علماء کے اس متعارف طرز سے دلی نفرت ہے مگر آج کل مدارس میں منجملہ اور کمالات کے ایک یہ بات بھی کمال میں داخل ہے کہ کسی مالدار دنیادار کو مسخر کر کے لایا جائے اس کا بھی نتیجہ سن لیجئے آنولہ کے ایک تاجر رئیس کو ایک مولوی صاحب مدرسہ دیوبند میں پھانس کر لائے اتفاق سے ان کے زمانہ قیام میں میں بھی دیوبند گیا ہوا تھا انہوں نے مہتمم صاحب کے واسطہ سے میرا بیان سننے کی خواہش کی مہتمم صاحب کے اصرار پر میں نے وعظ کہنا منظور کر لیا ہم لوگوں کا بیان ایک ہی ہوتا ہے ایک ہی سبق یاد ہے کہ اللہ سے تعلق پیدا کرو دنیا سے تعلق گھٹاؤ یہ وعظ ان رئیس صاحب نے سن کر کہا کہ میں ایسے مدرسہ کی خدمت نہیں کرنا چاہتا جس میں دنیا کے چھوڑ دینے کی تعلیم دی جاتی ہو باوجود اس کے کہ میں نے یہ بھی بیان کر دیا تھا کہ کسب دنیا مذموم نہیں ہے، حُب دنیا مذموم ہے کیونکہ کسب دنیا اور چیز ہے حُب دنیا اور چیز ہے مگر اس تفصیل پر بھی خوش نہ ہوئے اور یہ کہا کہ مال دنیا کی مذمت کی جاتی ہے حالانکہ مال وہ چیز ہے کہ ہم داڑھی منڈے ہیں فاسق فاجر ہیں مگر اس کی بدولت بڑے بڑے علماء ہمارا احترام کرتے ہیں تعظیم

کو کھڑے ہو جاتے ہیں اس قدر خر دماغ آدمی تھے میں تو اسی وجہ سے متکبرین کو منہ نہیں لگاتا کہ یہ دین اور اہل دین کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں ان کو یہ دکھلاتا ہوں کہ تم اگر خر دماغ ہو تو ملانوں میں بھی اسپ دماغ ہیں اور اکثر یہ مالدار ہوتے بھی ہیں بے عقل اور ان کا بے عقل ہونا خود ان کا اقراری ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے اگر کسی کے پاس ہزار روپیہ ہے تو اس کو دس بوتلوں کا نشہ ہوا اتنے نشہ میں پھر عقل کا کیا کام اس اقراری لقب پر ایک اور قصہ یاد آیا ایک طالب علم کو کسی دنیادار نے مسجد کا مینڈھا کہا تھا اس نے کہا کہ دنیا کے کتوں سے تو پھر اچھے ہیں اس جواب میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مسجد کا مینڈھا تو ان کا دعویٰ ہے جس میں دلیل کی ضرورت ہے اور دنیا کا کتا ہونا اقرار ہے جو خود دلیل ہے اب تو ان دنیا پرستوں کی بدتمیزی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایک شخص نے مجھ سے ایک ایسے امام کی نسبت جن کے اعضا قدرتی طور پر ناقص اور ضعیف تھے پوچھا تھا کہ کیا صحت امامت کے لئے امام کے ہاتھ پاؤں کا صحیح اور قوی ہونا بھی شرط ہے میں نے کہا کہ یہ شبہ کاہے سے ہوا کہنے لگے میں یہ سمجھا کہ جیسے قربانی میں شرط ہے شاید اس میں بھی شرط ہو یہ سوال محض تمسخر سے تھا میں نے تو ایک دنیادار سے اس کا گھمنڈ توڑنے کے لئے کہا تھا کہ تم جو ہم مسکین طالب علموں کو اپنا محتاج سمجھتے ہو یہ محض ناحقیقت شناسی ہے حقیقت سنو کہ ایک چیز ہمارے احتیاج کی تمہارے پاس ہے یعنی مال اور ایک چیز تمہارے احتیاج کی ہمارے پاس ہے یعنی دین مگر اتنا فرق ہے کہ جو چیز تمہارے پاس ہے وہ تو بقدر ضرورت بحمد اللہ ہمارے پاس بھی ہے اور جو چیز ہمارے پاس ہے وہ تمہارے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں تو ہم تو عمر بھر بھی تم سے مستغنی رہ سکتے ہیں اور تم ایک منٹ بھی ہم سے مستغنی نہیں رہ سکتے سو آپ کے پاس تو آپ کے اس دعویٰ کی کہ اپنے کو محتاج الیہ کہتے ہو کوئی دلیل نہیں اور ہمارے پاس ہمارے اس دعویٰ کی کہ تم کو اپنا محتاج کہیں دلیل ہے حاصل یہ کہ ہر مسلمان کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے بقدر ضرورت دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی تو اس احتیاج باہمد گر دنیا میں تو ہم اور آپ دونوں شریک ہیں مگر اوپر کے تفاوت سے ہم تو تمہارے دروازہ سے ہمیشہ مستغنی رہ سکتے ہیں اور آپ ہمارے دروازہ سے ایک منٹ کے لئے بھی مستغنی نہیں ہو سکتے غرض مالداروں سے اس طرح رہنا چاہیے اور میں تو

ایک اور بات کہا کرتا ہوں کہ خواہ کسی کے دل میں چاہے طمع ہی ہو مگر دین کی عزت سنبھالنے کے لئے علماء کو یہی طرز استغناء کا اختیار کرنا چاہیے گو ریاء ہی سے ہو ایک شخص بمبئی کے علاقہ کے یہاں پر آئے تھے چمڑے کی تجارت کرتے تھے انہوں نے مجھ کو کچھ ہدیہ دیا اس کے بعد مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا میں نے بتلا دیا کہنے لگے کہ القاسم میں اس طرح لکھا ہے میں نے کہا کہ کیا میں دنیا بھر کا ذمہ دار ہوں اور میں نے کہا کہ اگر اس پر عقیدہ ہے تو پھر مجھ سے کیوں پوچھا اور اگر عقیدہ نہیں تو میرے بتلانے پر اسے کیوں پیش کیا اور میں نے ان کا وہ ہدیہ واپس کر دیا پس ہوش بجا ہو گئے ان کے دماغ اس طرح درست ہوتے ہیں مجذوبین کو دیکھ لیجئے کہ وہ امراء کو گولیاں دیتے ہیں پتھر مارتے ہیں اور یہ ہیں کہ ہاتھ جوڑے سامنے کھڑے ہیں اور مزید برآں کوئی روپیہ پیش کر رہا ہے کوئی مٹھائی پیش کر رہا ہے وہاں یہ گت بنتی ہے اور پھر معتقد اور جو تہذیب کے سبب ان کی رعایت کرتا ہے یہ لوگ اس کے سر پر سوار ہو جاتے ہیں بس فرق یہی ہے کہ مجذوبین کو مستغنی سمجھتے ہیں اور رعایت کرنے والوں کو اپنا محتاج۔

عالم ہو کر بھی کسی کے سامنے جا کر پامال ہونا ضروری ہے

(ملفوظ ۵۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ عالم ہو کر کتابیں پڑھ کر بھی کسی کے سامنے جا کر پامال ہو جائے کسی کی جوتیاں سیدھی کرے تب انسانیت اور آدمیت پیدا ہوتی ہے۔

امراء تعلق کی وجہ سے نہیں تملق کی وجہ سے حقیر سمجھتے ہیں

(ملفوظ ۵۵۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خوش اخلاقی اور حسن معاشرت اور تعلق اور چیز ہے تملق اور چیز ہے تملق کا رنگ جدا ہوتا ہے اعتدال وحدود کے ساتھ تعلق اتنی نفرت کی چیز نہیں تملق نہایت بری چیز ہے امراء جو حقیر سمجھتے ہیں وہ صرف تملق کی وجہ سے سمجھتے ہیں اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ وہ امراء کے دروازوں پر جائیں اس میں دین کی تحقیر ہوتی ہے یہ تو وہ طبقہ ہے کہ پہلے زمانہ میں نقل کرنے والے بھی اس سے پرہیز کرتے تھے۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جب تخت نشین ہوئے اور لوگوں کو انعام تقسیم

ہوا ایک بہروپیا بھی آیا عالمگیر نے پہچان لیا اور یہ فرمایا کہ جب دھوکہ دوگے تب انعام ملے گا وہ چلا گیا مختلف وقتوں میں مختلف روپ بدل کر آیا مگر عالمگیر دھوکے میں نہ آئے اس کو معلوم ہوا کہ فلاں مہم پر بادشاہ جانے والے ہیں کچھ مدت قبل سے رستہ کی منزل پر پہنچ گیا اور درویشانہ لباس اور صورت بنا کر بیٹھ گیا شہر میں شہرت ہوگئی کہ بہت بڑے درویش آئے ہوئے ہیں لوگوں کا اژدہام رہتا تھا عالمگیر جب اس منزل پر پہنچے حسب معمول وزیر سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی درویش یا عالم ایسے ہیں جن سے ملاقات کی جائے وزیر نے عرض کیا کہ حضور ایک بہت بڑے درویش یہاں مقیم ہیں فرمایا کہ ہم ضرور ان سے ملاقات کریں گے یہ فرما کر اور وزیر کو ساتھ لے کر اور بغرض ہدیہ کچھ اشرفیاں لے کر وہاں پہنچے ملاقات ہوئی بعض تصوف کے مسائل عالمگیر نے دریافت کئے جن کا جواب نہایت تسلی بخش دیا یہ لوگ اپنے فن کی تکمیل کے لئے سب چیزیں سیکھا کرتے تھے اس کے بعد عالمگیر نے وزیر کی طرف اشارہ کیا وزیر نے ہدیہ پیش کیا اس نے لینے سے انکار کیا، اس پر عالمگیر کو زیادہ عقیدت ہوگئی اور یہ سمجھا کہ درویش کامل ہے غرض عالمگیر واپس ہوئے تو پیچھے پیچھے یہ بھی ذرا فاصلہ سے ہولیا جب عالمگیر دربار میں بیٹھے تو اس نے بھی پیش ہوکر جھک کر سلام کیا عالمگیر نے دیکھ کر غور کیا تو پہچانا اور اس کے کمال فن کا اقرار کیا اور انعام دیا مگر معمولی جیسا ان لوگوں کو ملا کرتا ہے اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور سلام کیا پھر اس سے پوچھا کہ ہم اس وقت جو دے رہے تھے اب اتنا تھوڑا ہی دے سکتے ہیں مگر اس وقت کیوں نہیں لیا عرض کیا کہ حضور اب جو بھی عطا فرمایا وہی میرے لئے سب کچھ ہے باقی اس وقت لینے سے میرے کمال میں یعنی فن نقالی میں کھنڈت پڑتی وہ نقل صحیح نہ ہوتی کیونکہ نقل صحیح وہ ہوتی ہے جو اصل کے مطابق ہو اور یہ بات درویشی کے خلاف ہے کہ وہ دنیا کو حاصل کریں اور میں نے ان کی صورت بنائی تھی اگر لیتا تو نقل صحیح نہ ہوتی عالمگیر کو اس کی اس بات کی بڑی قدر ہوئی اور مکرر انعام دیا غرض اہل دین کا وہ طبقہ ہے کہ ان کی نقل کرنے والے بھی دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور اب تو اصل ہی میں گڑبڑ ہو رہی ہے شب و روز مال اینٹھنے کی فکر میں رہتے ہیں اسی لئے منکرات پر روک ٹوک نہیں کرتے۔ محض اس خیال سے کہ کہیں یہ لوگ غیر معتقد نہ ہو جائیں

جس کا نتیجہ یہ ہو کہ پھر آمدنی کا سلسلہ بند ہو جائے میاں صحیح صورت ہی بنالے آدمی اس میں بھی برکت ہوتی ہے نقل ہی اگر صحیح ہو جائے تو خدا اصل تک پہنچا دیتا ہے جیسا حدیث میں ہے کہ اگر رونا نہ آئے تو صورت ہی رونے کی بنالو اور یہ تو اختیاری ہے۔

۸ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

اکثر عقل کی کمی سے محبت عشقیہ ہوتی ہے

(ملفوظ ۵۶۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت عشقیہ اکثر عقل کی کمی سے ہوتی ہے جیسے ماں کو ایسی ہی محبت عقل ہی کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے بخلاف باپ کے کہ محبت اس کو بھی ہوتی ہے مگر وہ عقل کی وجہ سے اس سے مغلوب نہیں ہوتا۔

بہت تحمل فرمانا

(ملفوظ ۵۶۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں بہت تحمل کرتا ہوں مگر جب ایذا کی برداشت نہیں ہو سکتی تب ضابطہ کی شرطیں لگاتا ہوں جس پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے۔

امراء کے پاس فلوس غرباء کے پاس خلوص

(ملفوظ ۵۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متکبر امراء کو تو منہ ہی نہ لگانا چاہئے ان کے دماغوں میں فرعونیت بھری ہوتی ہے الا ماشاء اللہ غرباء بے چارے محبت سے پیش آتے ہیں میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ امراء کے پاس فلوس ہوتا ہے اور غرباء کے پاس خلوص ہوتا ہے جو امراء کے پاس کم ہوتا ہے اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ جلال آباد کے ایک رئیس خاں صاحب ملاقات کے لئے آئے اور پچیس روپیہ مجھ کو دینا چاہے تو میں نے دس روپیہ لے لئے اور پندرہ روپیہ واپس کر دیئے اس لئے کہ اس روز مجھ کو دس ہی روپیہ کی ضرورت تھی لکڑیاں ادھار لے لی تھیں ان خاں صاحب نے اصرار بھی کیا مگر میں نے نہیں لئے بعد میں خاں صاحب نے لوگوں سے بیان کیا کہ میں نے اول دس ہی روپیہ کی نیت کی تھی مگر خیال ہوا کہ دس روپیہ میری شان کے بھی خلاف ہے اور اس کی بھی اس لئے پندرہ روپیہ اور ملا لئے غرض دس روپیہ خلوص

کے تھے اور پندرہ ریا کے پھر فرمایا کہ ایسے پیسہ میں برکت بھی نہیں ہوتی غریبوں کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے ہر کام میں ہر بات میں سادگی اور خلوص ہوتا ہے گو فلوس نہیں ہوتا مگر باوجود قلیل ہونے کے اس میں برکت ہوتی ہے اس پر ایک غریب سقہ کی حکایت بیان فرمائی کہ لکھنؤ میں مولوی عبدالرزاق صاحب ایک بزرگ تھے درویش بھی تھے عالم بھی تھے ان کی ایک سقہ نے دعوت کی جس وقت مولوی صاحب کھانا کھانے چلے راستہ میں ایک بددماغ رئیس مل گئے اور یہ معلوم کر کے کہ کہاں جا رہے ہیں کہا کہ ایسی جگہ جانے سے ذلت ہوتی ہے مولوی صاحب نے لطیفہ کیا کہ اس سقہ سے کہا بھائی ذلت کو کون گوارا کرتا ہے اس لئے میں اب دعوت میں نہیں جاتا وہ رونے لگا اور ہاتھ جوڑنے لگا مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر ان کو بھی لے چلے تو میں چلوں وہ ان کی خوشامد کرنے لگا انہوں نے بہانے کئے مگر وہ برابر خوشامد سے اصرار کرتا رہا ان رئیس صاحب کے بعض معاصرین وہاں آ گئے انہوں نے مجبور کیا کہ ایک غریب مسلمان خوشامد کر رہا ہے کیوں نہیں جاتے آخر گئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک ایک فرلانگ تک چھڑکاؤ ہو رہا ہے اور دوسو ڈھائی سو سقہ قطار باندھے ادب سے کھڑے ہیں اور فرش اور روشنی کا بھی معقول انتظام ہے غرض کہ ہر بات سے محبت اور خلوص معلوم ہوتا تھا پھر کھانے میں بھی بے حد خاطر داری اور نیازمندی کا برتاؤ ہو رہا تھا آخر اسی مجلس میں رئیس صاحب کی رائے بدل گئی کہ عزت واقعی غریبوں ہی سے ملنے میں ہے خدمت کرتے ہیں اور احسان مانتے ہیں بخلاف متکبرین امراء کے اگر کچھ کرتے بھی ہیں تو وہ بھی اس طریق سے جیسے دوسرے پر کوئی بڑا احسان کیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب غرباء سے بہت محبت کرتے تھے جب کوئی غریب مہمان ہوتا اچھے اچھے کھانے کھلاتے اور امراء کو ساگ دال ایسی چیزیں اور پوچھنے پر بطور لطیفہ کے فرماتے کہ مہمان کو لذیذ کھانا کھلانا چاہئے اور کل جدید کے قاعدہ سے جدید کھانا لذیذ ہوتا ہے اور غرباء کے لئے وہ جدید ہے اور امراء کے لئے یہ۔

جانور تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار تھے

(ملفوظ ۵۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو بڑی چیز ہیں وہ اگر رسولؐ پر

فدا ہوں تو کیا عجیب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ ذات ہے کہ جانور تک آپ پر نثار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح کیے اور بقیہ حضرت علیؓ سے کرا کر سو پورے فرما دیئے اور تریسٹھ کے عدد میں ایک لطیفہ ہے کہ شاید کہ یہ اشارہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنین عمر کے عدد کی طرف تو ذبح کرنے کے وقت ہر ایک اونٹ آپ کی طرف سبقت کرتا تھا کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو ذبح کریں حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

کلھن یز دلفن الیہ اور اس سے جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح شان سلطنت معلوم ہوتی ہے کیونکہ سو اونٹ تو عادۃً کوئی بادشاہ بھی ذبح نہیں کرتا اور اگر کسی بادشاہ نے اس قدر اونٹ قربانی کر بھی دیئے تو یہ محبوبیت تو نصیب نہیں ہو سکتی میں آپ کی اس شان محبوبیت پر ایک شعر پڑھا کرتا ہوں۔

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف   بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

درویش کے دربان کو بادشاہ کی پرواہ نہیں ہوتی

(ملفوظ ۵۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگ نے بادشاہوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے اپنے والد ماجد مرحوم سے سنا ہے کہ کوئی بادشاہ ایک درویش سے ملاقات کے لئے پہنچے خادم نے بادشاہ کو دروازہ پر روک دیا یہ خدام بھی غضب کے ہوتے ہیں ان کی نظر میں سوائے اپنے شیخ کے اور کسی کی کچھ بھی وقعت نہیں ہوتی اور یہ کہا کہ بدون اجازت کے اندر جانے کی ممانعت ہے بادشاہ رک گیا مگر غصہ میں بھر گیا غرض خادم نے اطلاع کی وہاں سے داخلہ کی اجازت ہوگئی بادشاہ درویش کے پاس پہنچے بیٹھتے ہی کہا مصرع نہ در درویش را درباں نباید۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں بباید تا سگ دنیا نیاید۔ کیسی جرأت اور ہمت کی بات ہے پھر بادشاہ کچھ نہیں بولا دم بخود رہ گیا۔

شبہات کا علاج صرف محبت وعظمت ہے

(ملفوظ ۵۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ احکام میں جو شبہات پیدا ہوتے ہیں بجائے جزئی جوابوں کے اس کا جو اصلی سبب ہے اس کا علاج کرنا چاہئے اور وہ سبب خدا کی

محبت اور عظمت کا نہ ہونا ہے پس اس کا علاج یہ ہے کہ کسی کی جوتیوں میں جا کر پڑ جائے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے وہ عظمت و محبت پیدا ہوگی اور اس سے تمام شبہات کا ازالہ خود بخود ہو جائے گا مولانا رومی اسی کو فرماتے ہیں:

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

پھر تو یہ حالت ہوگی۔

ما اگر قلاش و گردیوانہ ایم مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

اوست دیوانہ کو دیوانہ نشد مرعس رادید و درخانہ نشد

غرض طریقہ یہ ہے نہ کہ قیل وقال اور خود تو قال و قیل بہت بعید ہے ان حضرات کی تو یہ حالت ہے کہ دوسرے کی قیل وقال کا بھی جواب نہیں دیتے۔

بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیر ودر رنج خود پرستی

اور اپنے لئے وہ طریق عمل اختیار کرتے ہیں جیسی ایک حکایت ہے کہ ایک شخص بانسری بجا رہا تھا اس کا گوز نکل گیا تو اس نے منہ پر سے بانسری ہٹا کر اسفل کی طرف لگادی کہ لے بی تو ہی بجالے اگر تو ہی اچھا بجانا جانتی ہے اس میں ایک لطیفہ بھی ہے کہ مدعی کو ایک گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سرسید کا اپنے بارے میں ایک قول

(ملفوظ ۵۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص کہتے تھے کہ میں نے سرسید سے سنا کہ میری تصنیفات دیکھ کر کوئی مسلمان عیسائی تو نہیں ہوسکتا ہاں دہری ہوسکتا ہے اپنی تصنیفات کی برکات کا خود ہی اقرار ہے۔

رنگون میں قدآدم شیشہ میں مجمع کا عکس

(ملفوظ ۵۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کی حقیقت ہی کیا ہے اور کیا اپنی کسی چیز پر یا اپنے کمال پر ناز کرسکتا ہے جبکہ حسیات تک میں غلطیاں کرتا ہے ایک مرتبہ رنگون میں تماشہ ہوا جس کمرے میں ہم لوگ ٹھہرے ہوئے تھے اس میں ایک شیشہ قدآدم

سے بھی اونچا لگا ہوا تھا عشاء کی نماز پڑھ کر جو میں آیا اور ساتھی بھی ہمراہ تھے تو یہ معلوم ہوا کہ ادھر سے ایک مجمع چلا آ رہا ہے میں نے کہا کہ دیکھئے آرام کے وقت بھی لوگ پیچھا نہیں چھوڑتے چلے آ رہے ہیں ایک ساتھی نے کہا کہ صاحب سامنے شیشہ ہے اس میں ہم ہی لوگوں کا عکس پڑ رہا ہے اس وقت میرا اعتراض اس کا مصداق ہو گیا۔

حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد۔

۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

خرچ گھٹانے کی فکر کرنی چاہیے

(ملفوظ ۵۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرٹھ میں ایک صاحب تھے رئیس انہوں نے ایک عجیب اور مفید بات کہی کہ اکثر لوگ آمدنی بڑھانے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں یہ غلطی ہے اس لئے کہ آمدنی بڑھانا غیر اختیاری ہے خرچ کم کرنے کی فکر چاہئے اور یہ اختیاری ہے یہ بات مجھ کو تو بہت ہی پسند آئی کہ رئیسوں کا ایسی مفید باتوں کی طرف ذہن بھی نہیں جاتا وہ تو شب و روز اور ہی دھن میں رہتے ہیں اور چونکہ اصول صحیحہ کا نہ علم نہ عمل تو بتلایئے کہ مسلمانوں کی تجارت چلے کیسے ایک عزیز تھے انہوں نے چاولوں کی تجارت کی جب جی چاہا گھر والوں نے چاول نکال لئے اور پلاؤ پکا لیا چند روز میں سب ختم۔ ایک اور عزیز تھے گنگوہ میں انہوں نے کپڑے کی تجارت کی جب گھڑی آتی گھر والوں کو اجازت دی جاتی کہ اپنی پسند کے کپڑے نکال لو آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سب ختم ایک آفت غیر محدود ادھار دینے کی ہے ایک شخص مجھ سے کہنے لگے کہ بدون ادھار کے دکان نہیں چلتی میں نے کہا کہ جی ہاں ایسی چلتی ہے کہ بالکل ہی چل دیتی ہے میرٹھ میں ایک بزاز تھا وہ ادھار نہیں دیا کرتا تھا اور ایک عجیب بات کہا کرتا جو عنوان میں تو ایک نکتہ ہے شاعرانہ مگر مضمون معنی خیز ہے کوئی گاہک آیا اور اس نے کپڑا پھڑوایا اور داموں کا کہا کہ پھر بھیج دوں گا وہ کپڑا اٹھا کر رکھ لیا کہا کرتا تھا کہ ہم اور ہمارا سودا یہ دو ہوئے اور وہ اس کے دام یہ دو ہوئے برابر کا مقابلہ ہے اب اگر ہم نے سودا دے دیا تو وہ اور دام اور سودا تین ہو گئے اور میں بے چارہ اکیلا رہ گیا تو ایک تین کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اہل اللہ کی شان فنا اور چند واقعات

(ملفوظ ۵۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات اہل اللہ کی شان فنا ہی جدا ہوتی ہے اور اپنی جماعت کے بزرگ تو ایسے گم ہو کر رہتے تھے کہ کوئی نیا شخص جانتا بھی نہ تھا کہ یہاں پر کوئی رہتا بھی ہے بس اپنے کو مٹائے رکھتے تھے کیا انتہا ہے کہ حضرت مولانا دیو بندی کے یہاں ایک معمولی ہندوایک مہمان کے ساتھ ٹھہر گیا دوسری جگہ مہمان تھا دو پہر کو پڑا سو رہا تھا مولانا نے سوتے ہوئے پیر دبانا شروع کر دیئے مولوی محمود صاحب رامپوری مجھ سے اس حکایت کو بیان کرتے تھے کہ وہ پڑا ہوا خرخر کر رہا تھا اور حضرت مولانا پیر دبا رہے تھے یہ دیکھ کر دوڑے کہ حضرت میں دبا دوں گا سختی کے ساتھ ان کی درخواست کو مسترد کر دیا ایک مرتبہ حضرت مولانا دیو بندی اور میں ایک اسٹیشن پر جمع ہو گئے یہ اسٹیشن مراد آباد کا واقعہ ہے سیو ہارہ والے بھی جا رہے تھے، انہوں نے حضرت سے سیوہارہ اترنے کی درخواست کی جو منظور ہو گئی مجھ سے بھی درخواست کی میں نے کسل طبع کا عذر کر دیا ان لوگوں نے کہا کہ ہم وعظ نہ کہلائیں گے میں نے سادگی سے کہا کہ بدون وعظ ہوئے تو روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے تو حضرت کیا فرماتے ہیں ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ بے کام کے روٹیاں کھاتے ہیں مجھ کو اس قدر شرمندگی ہوئی کہ معذرت بھی پیش نہ کر سکا یہ تو حضرت کی حالت خادموں کے ساتھ تھی متکبرین کی نسبت فرمادیا کرتے کہ ان کو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے وہاں ان کا دماغ درست ہوگا اور یہ سب حضرت کی حالت تھی دوسرا کیا سمجھ سکتا ہے اور حال کی یہی شان ہے کہ جس پر گزرتا ہے وہی جانتا ہے دوسرا بیان نہیں کر سکتا خوب کہا گیا ہے۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

میں ایک بزرگ کی حکایت بیان کر رہا تھا کہ یہ معلوم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹے کو چھنواتے نہ تھے بے چھنے آٹے کی روٹی کھانے لگے جو کے چھلکے سخت ہوتے ہیں ان سے پیٹ میں درد ہو گیا اب ان کا ادب دیکھئے کہتے ہیں کہ یہ درد اس گستاخی کی سزا ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مساوات کا دعویٰ کیا جس وقت میں یہ حکایت بیان کر رہا تھا میرے پاس ایک غیر مقلد صاحب بیٹھے تھے کہنے لگے کہ یہ تو خلاف سنت ہے میں نے کہا

کہ آپ خاموش رہیں آپ اس واقعہ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے جس کو خدا تعالیٰ ذوق عطا فرماویں وہی سمجھ سکتا ہے بہت سی باتیں ذوقی ہوتی ہیں اس ذوق پر ایک اور بزرگ کا مقولہ یاد آ گیا وہ کہتے تھے کہ مجھ کو اس پر خوف ہے کہ کہیں یہ سوال نہ ہو کہ تو اتنا متقی کیوں تھا وجہ یہ کہ بعض اوقات یہ تقویٰ اس حد تک پہنچ جاتا ہے جو زہد بارد کہلاتا ہے مثلاً ایک گیہوں کا دانہ راستہ میں پڑا ہوا مل جائے اس کو لے کر پوچھتا پھرے کہ یہ کس کا ہے اس کی نسبت فقہا نے فرمایا کہ یعزر یعنی اس کو قاضی کے یہاں حاضر کر کے سزا دلائی جائے گی معلوم ہوا کہ تقویٰ کی بھی حد ہے یہ معنی ہیں اس بزرگ کے مقولہ کے۔

غیر ضروری سوال پر علماء اور صوفیاء کا فرق

(ملفوظ ۵۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء سے تو کوئی غیر ضروری سوال کرے اس کا بھی جواب دے دیتے ہیں مگر صوفیاء کہتے ہیں کہ ایسے وقت چپ بیٹھے رہو اس کی وجہ سے وہ بڑی راحت میں ہیں۔

تاج الاولیاء شیخ سعدی کا کلام

(ملفوظ ۵۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شیخ سعدی کے متعلق بچپن میں میں نے ایک بزرگ سے سنا تھا کہ اس زمانہ میں ان کا لقب تاج الاولیاء تھا بہت لوگوں نے حکمت میں کلام لکھا ہے مگر ان کو نہیں پہنچ سکا وہ بات اخلاص کی قبول کی کوئی کہاں سے لائے گا۔

بزرگوں کے تعویذ لکھنے کا طریقہ

(ملفوظ ۵۷۲) ایک دیہاتی شخص نے آ کر تعویذ مانگا فرمایا کہ صبح کے وقت تعویذ دینے کا معمول نہیں ہے بعد نماز ظہر تعویذ دیتا ہوں اس وقت آ جانا میں ان شاء اللہ تعویذ لکھ دوں گا اس سلسلہ میں فرمایا کہ میں جو تعویذ دیتا ہوں اس کی حقیقت یہ ہے کہ وقت پر مناسب اس حالت کے جو آیت یا حدیث یاد آ جاتی ہے وہ لکھ دیتا ہوں باقی مجھے تعویذ گنڈوں سے قطعاً مناسبت نہیں مگر حضرت حاجی صاحب نے فرما دیا تھا کہ اگر کوئی آیا کرے تو اللہ کا نام لکھ کر دے دیا کرنا اور میری ناواقفی کے عذر پر یہ بھی فرمایا کہ جو سمجھ میں آ جائے لکھ دیا کرو بس لئے

میں لکھ دیتا ہوں اور بڑا تعویذ تو بزرگوں کا دعاء ہوتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے حکایت فرمائی تھی حضرت سید صاحب ہر تعویذ میں مرض کے لئے صرف یہ لکھا کرتے تھے خداوند تعالیٰ اگر منظور داری حاجتش را برآری ایک مرتبہ حضرت گنگوہی کے پاس ایک شخص نے آ کر غالباً یہ کہا کہ حضرت میرا نکاح نہیں ہوتا آپ نے تعویذ لکھ کر دیا اس میں یہ لکھا کہ اے اللہ میں کچھ نہیں جانتا اور یہ مانتا نہیں یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام بس نکاح ہو گیا۔

۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ۔ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

مسلمانوں کی ابتری کی ایک بڑی وجہ

(ملفوظ ۵۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کی حالت روز بروز ابتر ہوتی چلی جاتی ہے ہر وقت دل کڑھتا ہے بڑی خرابی جو پیدا ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست خیال کر بیٹھے ہیں اگر حق کا اتباع کریں تو انشاء اللہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے مگر سنتا کون ہے معاملہ بالکل اس کا مصداق ہو رہا ہے۔

کون سنتا ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری

کوٹ پتلون والوں کی سنتے ہیں ڈھیلے کرتے خلخلہ پاجامہ والوں کی کیا سنیں اور مجھ میں ذرا کہہ دینے کا مرض ہے تو میری شکایت ہوتی ہے میں اکثر یہ پڑھ دیتا ہوں۔

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں۔

اور کبھی یہ پڑھ دیتا ہوں۔

خود گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات ہیں یہی کہنے کہ وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں۔

اور کبھی یہ پڑھ دیتا ہوں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں۔

امراء کی طرف طبعی میلان

(ملفوظ ۵۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امراء کی طرف طبعاً میلان تو ہوتا ہی ہے اور یہ میلان مذموم نہیں جیسے کسی حسین کو دیکھ کر میلان ہوتا ہے ہاں اس کے مقتضاء پر عمل نہ

کرنا چاہئے اگر ایسا کرے گا یہ مذموم ہوگا۔

ایک کم سن بچہ کی صاف بات

(ملفوظ ۵۷۵) ایک کم سن لڑکے نے آ کر کہا کہ بخار کا تعویذ دے دو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ لکھتا ہوں یہ فرما کر فرمایا کہ دیکھئے فطری چیز یہ ہے کہ اپنی حاجت صاف کہہ دی مگر اب لوگ فطرت کے خلاف اس کی تعلیم دیتے ہیں کہ یہ نہ کہنا چاہئے یہ نہ کرنا چاہئے تکلف سکھلاتے ہیں اصل فطرت بچوں کی ہے کہ وہ آ کر کہہ دیتے کہ فلاں چیز کا تعویذ دے دو۔

اسراف بخل سے زیادہ برا ہے

(ملفوظ ۵۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پیوند زدہ کرتہ یا پیوند زدہ پاجامہ پہننا ذلت نہیں ذلت یہ ہے کہ کسی کے سامنے اپنی احتیاج پیش کی جائے خصوص دنیاداروں کے سامنے کیمیا گر کو دیکھ لیجئے لنگوٹا بندھا ہوتا ہے مگر بڑے بڑے دنیادار پیچھے پیچھے پھرتے ہیں تو وہ کس چیز کی قدر اور عزت ہے صرف کمال کی عزت ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس زمانہ میں بقدر ضرورت پیسہ پاس رکھنا چاہئے آج کل اس کی بڑی ضرورت ہے، یہ زہد اور تقویٰ کے منافی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا صرفہ اپنی بیویوں کو عطا فرما دیتے تھے افلاس بری چیز ہے اس سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اس لئے میں اسراف کو بخل سے زیادہ برا سمجھتا ہوں گو لوگ اس کو زیادہ برا سمجھتے ہیں مگر وہ خود تو خوش ہے کہ ہمارے پاس ہے اور ہم نے کسی بخیل کو مرتد ہوتے نہیں دیکھا اور اسراف کرنے والے ہزاروں مرتد ہو گئے۔

مقتدا صرف مسلمانوں کے مقدس ہیں

(ملفوظ ۵۷۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مقتدا تو کسی مذہب کے بھی مقدس نہیں بجز مسلمانوں کے۔

بدفہمی اور کم عقلی بری چیز ہے

(ملفوظ ۵۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدفہمی اور کم عقلی بھی کم بخت بری ہی چیزیں ہیں۔

حضرت نانوتوی اور مثنوی شریف کا درس

(ملفوظ ۵۷۹) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب میرٹھ میں مثنوی شریف پڑھاتے تھے ایک درویش بھی شریک ہوتے تھے کئی روز مثنوی شریف سن کر کہتے ہیں کہ مولانا اگر درویش بھی ہوتے تو کیا اچھا ہوتا انہوں نے ایک روز محبت سے کہا کہ میں آپ کو توجہ دینا چاہتا ہوں ذرا بیٹھ جایئے ان کی نیت یہ تھی کہ کسی کیفیت محمودہ کا مولانا پر القا کریں حضرت مولانا براہ تواضع بیٹھ گئے وہ متوجہ ہوئے تھوڑی ہی دیر میں گھبرا کر کہنے لگے کہ حضرت بڑی گستاخی ہوئی معاف فرمایئے مجھ کو کیا خبر تھی آپ کتنی دور پہنچے ہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب سے جنہوں نے مولانا موصوف اور حضرت حاجی صاحب کا درس مثنوی سنا تھا کسی نے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حاجی صاحب کے مثنوی پڑھانے میں کیا فرق ہے کہا کہ حضرت حاجی صاحب تو مثنوی پڑھاتے تھے اور مولانا نہ معلوم کیا پڑھاتے تھے عجیب جواب ہے دونوں پہلو نکل سکتے ہیں ایک اور درویش نے کہا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کا مثنوی پڑھانا ایسا ہے کہ مکان کے اندر لے جا کر کھڑا کر دیا کہ خود دیکھ لو۔

زمیندار، آسمان دار

(ملفوظ ۵۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا میں آسمان دار ہو کر رہنا چاہیے زمیندار ہو کر نہیں رہنا چاہیے میں تو سماع کے متعلق بھی اکثر کہا کرتا ہوں کہ پہلے اہل سماع اہل سماء تھے اور آج کل کے اہل سماع اہل ارض ہیں اس کے متعلق فرمایا:

ولکنه اخلد الی الارض واتبع هواه

سو اہل ارض ہونا کوئی کمال کی بات نہیں اہل سماء ہونا کمال کی بات ہے اس پر یہ شعر یاد آ گیا۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں   کہ ناز برفلک و حکم برستارہ کنم

سلامتی فطرت کا نتیجہ اعتدال ہے

(ملفوظ ۵۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب طبیعت میں سلامتی ہوتی ہے ہر چیز اس کی معتدل ہوتی ہے۔

ہمارے حضرات رازی وغزالی سے کم نہ تھے

(ملفوظ۵۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رازی اور غزالی پیدا ہونا بند ہو گئے مگر بالکل غلط ہے ہمارے حضرات رازی اور غزالی سے کم نہ تھے علوم میں بھی کمال میں بھی بات یہ ہے کہ حیات میں قدر نہیں ہوتی مرجانے کے بعد رحمۃ اللہ علیہ اور پچاس برس گزر جانے کے بعد قدس سرہ ہو جاتے ہیں اور اس تماثل کے معلوم ہونے کا بڑا اچھا معیار ہے ان کی تحقیقات کو بھی دیکھ لیا جائے اور ان حضرات کو بھی اس سے معلوم ہو جائے گا۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص
بوقت صبح بعد نماز عید الاضحیٰ ۷ بجے یوم یکشنبہ

ایک جگہ نماز ہو جانا قربانی کیلئے کافی ہے

(ملفوظ۵۸۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ یہاں مسجد خانقاہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے وہ عیدگاہ میں پڑھیں گے وہاں بعد میں ہوتی ہے کیا وہ لوگ نماز عیدگاہ کے قبل قربانی کر سکتے ہیں فرمایا ہاں کر سکتے ہیں نماز ہو جانا چاہئے جہاں تعدد ہو ایک جگہ نماز ہو جانا کافی ہے قربانی کر سکتے ہیں۔

کیر بنیاد کدام مذہب است

(ملفوظ۵۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک گستاخ ہندو نے فارسی میں ایک کتاب منظوم لکھی ہے اس میں ختنہ پر اعتراض کیا ہے کہ یہ مسلمانوں کے شعار سے ہے تو گویا ان کے مذہب کی اس پر بنیاد ہے اور بدتہذیبی سے یہ مصرع لکھا ہے "یقینم شد کہ بر کیر است بنیاد مسلمانی" ایک صاحب نے نظم ہی میں اس کی کتاب کا جواب لکھا ہے چنانچہ اس تمسخر کا یہ جواب دیا ہے کہ کوئی اپنی بنیاد کو قطع نہیں کیا کرتا بنیاد تو اس پر تمہارے مذہب کی ہوئی کہ اس کو باقی رکھتے ہو نہایت لطیف جواب ہے وہ شعر مجھ کو یاد نہیں رہا مضمون یاد رہ گیا۔

عیدالاضحیٰ کی نماز میں تعجیل سنت ہے

(ملفوظ ۵۸۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عیدالفطر کی نماز ذرا دیر سے اور عیدالاضحیٰ کی نماز اس سے سویرے ہونے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں صدقہ الفطر کے تقسیم کی رعایت رکھی ہے اس لئے اس میں گنجائش وقت کی رکھی اور اس میں قربانی کی رعایت کی ہے کہ تعجیل مستحب ہے۔

مشتبہ کھانوں سے بزرگوں کی احتیاط

(ملفوظ ۵۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں نے مشتبہ مال سے بچنے کا بھی بڑا اہتمام کیا ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی ایک شخص نے دعوت کی کھانا مشتبہ تھا آپ نے اس کی دلجوئی کے لئے کھا تو لیا مگر گھر پر آ کر قے کر کے نکال دیا۔ اس میں ایک طالب علمانہ شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ تناول کا ارتکاب تو ہو ہی چکا تھا جو مذموم ہے پھر ایسا کرنے سے کیا نفع ہوا جواب یہ ہے کہ ایک تو فعل ہے یعنی کھانا وہ تو بے شک واقع ہو چکا مگر دوسری چیز ہے جزو بدن بننا جزو بدن بننے سے جو ظلمت ہوتی اس سے بچاؤ کیا جیسا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے خبری میں اجرت کہانت کا دودھ پی لیا تھا جس پر کوئی مواخذہ نہ تھا مگر پھر بھی خبر ہونے کے بعد قے کر دی اس کا بھی یہی نفع تھا حدیث:

کل لحم نبت من السحت فالنار اولی به

میں اس طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے باقی رہا شبہ مشتبہ کھانے کا تو وہ فتویٰ سے حرام نہ تھا دل جوئی کی مصلحت اور اس میں بھی کراہت پر راجح تھی یہاں جزو بدن بننے کے ایک ضروری تنبیہ ہے کہ اگر حرام کا تناول بقصد نہ ہو تو محض جزو بدن بن جانا موجب نار نہیں پھر اشارہ کی حقیقت یہ ہوگی کہ گو یہ خود معصیت نہ ہوگی مگر اس سے اب مادہ پیدا ہوگا کہ وہ معصیت کی طرف داعی ہوگا سو اگر کوئی مقاوم قوی نہ ہوا تو بواسطہ صدور اختیاری کے نار کے لئے موجب ہو جائے گا۔

بازار میں کھانے والے کی شہادت کیوں مقبول نہیں

(ملفوظ ۵۸۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بازار میں کھانے

والے کی شہادت اس وجہ سے معتبر نہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں وقار نہیں سو احتمال ہوگیا کہ جھوٹ بولنے سے جو وقار کم ہو جاتا ہے شاید یہ اس کی بھی پرواہ نہ کرے۔

اموال کے متعلق بے احتیاطی

(ملفوظ ۵۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اموال کے متعلق احتیاط لوگوں میں بہت ہی کم رہ گئی ہے خصوص اہل مدارس میں ان کو مختلف مالیات سے سابقہ بھی زیادہ پڑتا ہے اس لئے یہ بہت کم احتیاط کرتے ہیں حضرت عمر فاروقؓ کی بی بی کے لئے ہرقل کی بی بی نے ایک موتی نہایت قیمتی بھیجا حضرت عمرؓ نے یہ سمجھ کر کہ اگر یہ امیر المؤمنین کی بی بی نہ ہوتیں تب کہاں ملتا بیت المال میں داخل کر دیا۔

اہل یورپ کا دماغ مادیات میں چلتا ہے

(ملفوظ ۵۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل یورپ کو لوگ بڑا عاقل سمجھتے ہیں بالکل غلط ہے مادیات میں تو بے شک دماغ کام کرتا بھی ہے باقی علوم سے بالکل بھی مناسبت نہیں۔

حاکم دفتر اور دورہ میں فیصلہ کرنا برابر نہیں

(ملفوظ ۵۹۰) میں نے ایک حاکم سے پوچھا تھا کہ آپ لوگوں کے دورے کے فیصلوں میں اور خاص مرکز کے فیصلوں میں کچھ فرق ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ بہت بڑا فرق ہے حالانکہ دونوں مجلس حکم ہیں اور جہاں ایک مجلس ہوا ایک نہ ہو وہاں تو بہت ہی بڑا تفاوت ہے حتیٰ کہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی مجلس قضا میں حکم کرے وہ نافذ ہے اور غیر مجلس قضا میں حکم دے وہ نافذ نہیں۔

انگریز اور ہندو دونوں نجس ہیں

(ملفوظ ۵۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ کفار کی ایک جماعت کو برا کہتے ہیں اور بعض دوسری جماعت کو میں کہتا ہوں کہ دونوں برے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ایک نجاست مرئیہ ہے ایک نجاست غیر مرئیہ اور ہیں دونوں نجاست۔

حیا اور جھجک شرافت کی علامت ہیں

(ملفوظ ۵۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بے پردگی کی عام زہریلی ہوا چل

گئی ہے قطعاً جھجک نہیں رہی حیا شرم نہیں رہی اور جھینپ بڑی صفت ہے میری طالب علمی کے زمانہ میں ایک طالب علم نے دیوبند میں مجھ سے حکایت بیان کی تھی کہ مدارس میں ایک قاضی کا انتقال ہوا ان کے لڑکے نے عید کی نماز پڑھائی بلا جھجک اس پر ایک دانشمند شخص نے کہا کہ یہ صحیح النسب معلوم نہیں ہوتا تحقیق سے معلوم ہوا کہ بالکل صحیح ہے جھینپ تو شرافت کے لوازم سے ہے مگر آج کل یہ جھجک لڑکوں میں تو کیا لڑکیوں اور عورتوں میں بھی نہیں رہی۔

آج کل تواضع اور اخلاق کے معنی

(ملفوظ ۵۹۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جھک مارتے ہیں جو اظہار حق کو بد اخلاقی کہتے ہیں امر حق کا ظاہر کرنا بد اخلاقی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی ہے البتہ اس کا عکس بد اخلاقی کہلائے گی ارشاد ہے۔

لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم

تو کیا بد اخلاقی پر مدح کی گئی ہے لوگوں نے آج کل جس طرح تواضع کے معنی گھڑ رکھے ہیں اسی طرح اخلاق کے معنی بھی گھڑ رکھے ہیں تواضع کے معنی تو پان حقہ پیش کرنے کے سمجھتے ہیں اور اخلاق کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کو کچھ نہ کہے ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاتا رہے۔

آریہ اور سناتن دھرمیوں میں فرق

(ملفوظ ۵۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آریہ بہ نسبت سناتن دھرمیوں کے زیادہ مشرک ہیں تین قدیم الذات کے قائل ہیں خدا تعالیٰ اور مادہ اور روح میں تو ان کو ناریہ کہا کرتا ہوں بخلاف سناتن دھرمیوں کے کہ وہ قدیم بالذات ایک ہی کو سمجھتے ہیں اور دوسرے بعض مخلوقات کے ساتھ اس کے حلول یا اتحاد کے قائل ہیں گو یہ بھی کفر و شرک ہے۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ

(ملفوظ ۵۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن

صاحب کے یہاں مجھ پر ڈانٹ پڑی تھی میں رات کو پہنچا تو بہت خفا ہوئے کہ یہ وقت آنے کا ہے تم کو خدا کا خوف نہ آیا تم کو زمین نہ نگل گئی میں نے دل میں کہا کہ جو چاہو کہہ لو ہم تو سننے ہی کے واسطے آئے ہیں اس وقت تو اس کا استحضار تھا۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق　　　تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

اللہ کا شکر ہے کہ مجھ کو برا نہیں معلوم ہوا مولانا کی باتیں عجیب ہوتی تھیں ایک شخص نے مولد کے متعلق سوال کیا فرمایا کہ میاں ہم تو ہر وقت مولد ہی میں رہتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پڑھتے ہیں اگر آپ کی ولادت نہ ہوتی تو یہ کلمہ کہاں نصیب ہوتا ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت اور معاملات میں تو دو شاہد کافی ہیں زنا میں چار شاہدوں کی شرط کیوں ہے فرمایا کہ وہ فعل بھی تو دو کا ہے اور مگر نکتہ کے درجہ میں ہے۔

بزرگوں میں حدت ہوتی ہے شدت نہیں

(ملفوظ ۵۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات میں تادیب کے وقت بھی کبر نہیں ہوتا حدت ہوتی ہے شدت نہیں ہوتی درستی ہوتی ہے درشتی نہیں ہوتی۔

مفقود الخبر میں حرج

(ملفوظ ۵۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ایک شخص نے سوال کیا کہ مفقود الخبر میں تو بڑا حرج ہے فرمایا جی ہاں جہاد میں اس سے بھی بڑا حرج ہے گرمی کے روزوں میں بھی بڑا حرج ہے سب کو قرآن سے نکال دو حرج حرج لئے پھرتا ہے۔

غیر مقلد اور سوء ظن

(ملفوظ ۵۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت اعتقاد کا بڑا مدار حسن ظن ہے نہ ہو اس کی اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوء ظن کا خاص مرض ہے کسی کے ساتھ بھی حسن ظن نہیں بڑے ہی جری ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال

کرنے لگتے ہیں اور اس کو مردہ سنت کا احیاء کہتے ہیں اس کے متعلق مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے جہر بالتا مین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آمین بالجہر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لئے اس کے زندہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا واقعی عجیب جواب ہے حضرت مولانا دیوبندی ایک بار خورجہ تشریف لے گئے وہاں پر بھی ایک غیر مقلد نے یہ کہا تھا کہ یہ سنت مردہ ہوگئی ہے اس لئے میں جہر سے کہتا ہوں آپ نے فرمایا لیکن غیر مقلدوں میں آمین بالسر مردہ ہوگئی وہاں آمین بالسر کہا کرو تو وہ غیر مقلد گھبرا کر کہتا ہے واہ صاحب خوب فرمایا کہ یہاں بھی پٹوں اور وہاں بھی۔

حضرت شیخ الہند کا ملاقات میں سبقت فرمانا

(ملفوظ ۵۹۹) حضرت مولانا دیوبندی کی تواضع کا ذکر تھا اس سلسلہ میں فرمایا کہ میں جب کبھی دیوبند گیا بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ میں حاضری میں سبقت کر سکا ہوں ورنہ خود حضرت تشریف لے آتے تھے پھر فرمایا کہ اگر طریقت میں داخل ہو کر تواضع بھی نہ ہوئی تو کچھ بھی نہ ہوا۔

درس نظامی سے عقل میں خاص ترقی

(ملفوظ ۶۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کو جو دینی دولت ملی یہ سب قرآن وحدیث کی بدولت ملی سلامت طبع سلامت فہم سلامت عقل وذہانت فقہا ہی کو دیکھ لیجئے کہ ان حضرات کا کیا رنگ ہے بڑے بڑے فلاسفر ان کے سامنے گرد ہیں فقہ سے خاص طور پر سلامت فہم پیدا ہوتی ہے مولوی ناظر حسین وکیل تھے رامپور میں بڑے بڑے بیرسٹروں کے کان کترتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے فقہ سمجھ کر پڑھا ہے واقعی اگر کوئی درسی کتابیں سمجھ کر پڑھ لے تو اس کا مقابلہ بڑے بڑے ڈگری یافتہ نہیں کر سکتے اس سے عقل میں خاص ترقی ہوتی ہے۔

حضرت حاجی صاحب اور علم کی رعایت

(ملفوظ ۶۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فن طریقت کے امام تھے حضرت کی بصیرت کا کیا ٹھکانا تھا مجھ کو بیعت کرنے کے وقت یہ شرط لگائی تھی کہ پڑھنے پڑھانے کے شغل کو ترک نہ کرنا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دینی ضرورت کا کس درجہ ادراک تھا اسی لئے علماء کا بے حد احترام فرماتے تھے ایک مرتبہ مولوی رحمت اللہ صاحب نے حضرت پر کچھ اعتراضات کئے حضرت کو بھی طبعاً ناگواری ہوئی اور جواب دے کر یہ بھی فرمایا کہ اگر میں اپنے بچوں کو بلا لوں گا تو ناطقہ بند کر دیں گے اتفاق سے اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی صبح کو تشریف لے گئے اور یہ واقعہ سن کر ان حضرات کو بھی ناگوار ہوا اور باہم یہ مشورہ کیا کہ ہم مولوی صاحب سے جا کر پوچھیں گے حضرت حاجی صاحب کو خبر ہوئی تو فرمایا نہ بھائی تم کچھ نہ بولنا میں ان کا احترام کرتا ہوں ہاں جا کر مل آؤ یہ حضرات گئے اور مل کر چلے آئے۔

حضرت نانوتوی کو حضرت حاجی صاحب سے عشق

(ملفوظ ۶۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ بھائی پڑھنا پڑھانا تو اور چیز ہے مگر بیعت تو ہوں گے حضرت امداد ہی سے حضرت مولانا کو حضرت کے ساتھ عشق کا درجہ تھا۔

''جو ہم نے دینا تھا دے چکے''
حضرت حاجی صاحب کا حضرت گنگوہی کو فرمان

(ملفوظ ۶۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا شیخ محمد صاحب حضرت مولانا گنگوہی کی نسبت چاہتے تھے کہ مجھ سے بیعت ہوں مگر حضرت مولانا نے حاجی صاحب کو ترجیح دی اور حاضر ہو کر چالیس روز رہے اور چالیس روز تک ایک ہی جوڑا بدن پر رہا جب رخصت ہو کر چلے تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ جو کچھ دینا تھا میں دے چکا مولانا نے دل میں کہا کہ کیا دیا

میں تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہوں مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ جو ہم کو دینا تھا دے چکے حضرت گنگوہی فرماتے تھے کہ پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت نے کیا دیا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے یہ تو بلا محنت ہی مل جاتا ہے میں نے کہا جی ہاں اس محنت ہی کی بدولت تو پندرہ برس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا۔

حضرت گنگوہی کو حضرت حاجی صاحب کی طرف سے اجازت بیعت

(ملفوظ ۶۰۴) اوپر ہی کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے مولانا گنگوہی کو اجازت دی تھی یوں بھی فرمادیا تھا کہ اگر کوئی بیعت ہونا چاہے تو انکار مت کرنا مولانا نے عرض کیا کہ میں بیعت کے قابل نہیں حضرت نے فرمایا کہ تم کیا جانو ہم جو کہتے ہیں وہ کرنا جب مولانا گنگوہ پہنچے گنگوہ میں ایک بی بی تھی انہوں نے حضرت گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے بیعت فرمانے سے انکار کر دیا اتفاق سے حضرت صاحب بھی گنگوہ تشریف لے گئے ان بی بی نے حضرت سے بیعت نہ کرنے کی شکایت کی، حضرت نے مولانا سے فرمایا کہ ان کو بیعت کیوں نہیں کر لیتے مولانا نے عرض کیا کہ اب تو حضرت خود تشریف رکھتے ہیں حضرت ہی بیعت فرمالیں فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے ایک شخص کو تم سے عقیدت ہے مجھ سے نہیں تم ہی کرو غرض یہ کہ حضرت نے ان بی بی کو اپنے سامنے مولانا سے بیعت کرایا یہاں ایک مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے سو اگر پیر سے مناسبت ہو اور پیر کے پیر سے مناسب نہ ہو تو پیر ہی کی طرف توجہ کرے اس کے پیر کی طرف نہ کرے گو ادب اور تعظیم اس کی بھی ضروری ہے حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجلس میں حضرت جنید اور حضرت حاجی صاحب دونوں ہوں تو ہم جنید کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں وہ حضرت حاجی صاحب کے پیر ہوں گے ہمارا تعلق تو حضرت حاجی صاحب سے ہے افسوس پھر بھی ان حضرات کو وہابی اور خشک کہتے ہیں بڑا ظلم کرتے ہیں۔

مشائخ کے ذکر سے دل میں آگ پیدا ہو

(ملفوظ ۶۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کا ذکر کرنے سے میری حالت

دگرگوں ہوجاتی ہے قلب کے اندر ایک آگ سی لگ جاتی ہے علماء کا ذکر کرنے میں ایسی حیات نہیں پیدا ہوتی جو مشائخ کے ذکر میں حیات پیدا ہوتی ہے گو عظمت علماء کی زیادہ ہے مگر وہ خاص کیفیت کہاں پھر ہم کو وہابی اور خشک اور بزرگوں کا مخالف بتاتے ہیں بڑے ہی ظالم ہیں۔

حضرت حاجی صاحب کا اصلی کمال اور کرامات

(ملفوظ ۶۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی حضرت حاجی صاحب کی تمام کرامتوں کی نفی کرے ہم اس کے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں اس لئے کہ حاجی صاحب کے اصلی کمال کے سامنے یہ کرامتیں ایسی ہیں جیسے بچپن کے زمانے میں بچے مٹی کا گھر بنا کر اس کا نام محل رکھ لیتے ہیں اگر کسی بچہ کے پاس عالی شان محل بھی ہو تو اس مٹی کے محل کے بگڑ جانے سے اس بچہ کو اگر وہ سمجھدار ہے کچھ بھی رنج نہ ہوگا جبکہ اصل محل موجود ہے۔

معاصی سے نفرت کریں عاصی سے نہیں

(ملفوظ ۶۰۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر معاصی سے نفرت ہو اور عاصی سے نہ ہو یہ ہوسکتا ہے کیونکہ فعل سے نفرت واجب ہے اور فاعل کی ذات سے ممنوع اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ ایک حسین نے اپنے منہ کو توے کی سیاہی مل لی، یہاں حسن وقبح دونوں جمع ہیں تو اس وقت سیاہی سے تو نفرت ہوگی مگر حسین چہرہ سے نفرت نہ ہوگی ان باتوں کے حاصل ہونے کے لئے بڑی شرط صحبت ہے قیل وقال اور نری تحقیق مسائل سے کچھ نہیں ہوتا۔

''وہابی'' کے لفظ سے برا ماننا

(ملفوظ ۶۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں بریلی کے دو شخصوں کا مکالمہ بیان فرمایا کہ ایک بدعتی مولوی نے دوسرے خوش عقیدہ عالم سے کہا کہ وہابی کے نام سے کیوں برا مانتے ہو وہاب تو اللہ کا نام ہے انہوں نے جواب دیا کہ: ''من یکفر بالطاغوت''
میں بت کے منکر کو کافر کہا ہے تو میں آپ کو کافر کہا کروں آپ بھی برا نہ مانیں اس لئے کہ قرآن میں اس کی مدح ہے۔

اہل مدرسہ کو توکل چاہئے

(ملفوظ ۶۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل مدارس امراء کے دروازوں پر جاتے ہیں یہ طرز نہایت ہی ناپسندیدہ ہے علماء کو اس سے اجتناب سخت ضروری ہے اس میں دین اور اہل دین سب کی تحقیر ہے خدا کی ذات پر بھروسہ ہونا چاہئے بقول ایک بزرگ کے جن سے میں نے اپنے مدرسہ کی بے سروسامانی کا ذکر کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ جس قدرت نے تمام عالم دنیا کو سنبھال رکھا ہے وہ آپ کی ذراسی مدرسی کو نہ سنبھال سکے گی کیا کم ہمتی کا خیال ہے۔

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

فہم کی ضرورت ہے صرف تعلیم کافی نہیں

(ملفوظ ۶۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر معاملہ میں فہم کی ضرورت ہے محض تعلیم کافی نہیں اگر یہ نہ ہو تو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک شخص کا واقعہ ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ تجھ میں بے فکری کا مرض زیادہ ہے اس لئے اکثر غلطیاں ہوتی ہیں اس کی تدبیر یہ ہے کہ جو کام کیا کرو سوچ کر کیا کرو اب سنئے ایک اسٹیشن پر پہنچے بیوی کو اور اسباب کو ریل میں سوار کرا دیا اور بھنے ہوئے چنے ایک پیسہ کے خریدنے کا ارادہ کیا ادھر تو ریل سیٹی دے رہی ہے چلنے کو تیار ہے اور آپ مراقبہ میں ہیں کہ یہ چنے ضرورت میں خرید رہا ہوں یا بلا ضرورت محض حظ نفس کے لئے ریل چھوٹ گئی اور پھر جو مصیبتیں پیش آئیں ان بزرگ کو بھی اور بیوی کو بھی ان کی داستان طویل ہے مجھ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا میں نے کہا اس کو بھی تو سوچنا چاہئے تھا کہ کہاں سوچنا چاہئے اور کہاں نہیں اور اگر سوچنا ہی ضرور تھا تو ریل میں بیٹھ کر مراقبہ کر لیا ہوتا اگر یہ معلوم ہوتا کہ ضرورت میں خریدنے ہیں تب تو کھا لیتے اور اگر یہ معلوم ہوتا کہ بلا ضرورت خریدے ہیں تو بیوی کو یا کسی غریب کو دے دیتے خود نہ کھاتے تو نفس کا علاج اس صورت میں بھی تو ہو جاتا بدفہمی سے بھی اللہ بچائے جیسے ایک نوکر نے آقا کے سامنے گھوڑے کی لید پیش کر دی تھی آقا کی کوئی چیز راستہ میں گر گئی تھی نوکر نے نہیں اٹھائی تھی آقا نے تعلیم کیا تھا کہ جو چیز راستہ میں گرے اٹھا لو اور اس پر یہ عمل ہوا کیونکہ لید بھی تو راستہ میں گری تھی تعلیم بھی جب ہی کارآمد ہوتی ہے

جب خداداد فہم ہو اس وقت تعلیم معین ہو جاتی ہے۔

رسمیں اخلاق نہیں

(ملفوظ ۶۱۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اخلاق اور چیز ہے رسم اور چیز ہے بعض افعال رسمیہ کو سمجھتے ہیں کہ یہ اخلاق ہیں۔

رذائل پر عمل کرنے سے مؤاخذہ ہوتا ہے

(ملفوظ ۶۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس پر مؤاخذہ نہ ہوگا کہ تمہارے اندر رذائل مثلاً بخل کیوں تھا اس کے اقتضاء پر عمل کرنے پر مواخذہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ محققین کے نزدیک ان رذائل کے ازالہ کی ضرورت نہیں امالہ کی ضرورت ہے یعنی صرف بدل دیا جائے محقق بزرگ نے اسی امالہ کے لئے یہ کوشش کی ہے کہ ان رذائل کو مضمحل کر دیا جائے کہ امالہ کے وقت مقاومت سہل ہو اور یہ بھی اکثر ہی ہے ورنہ اگر بالکل بھی سہولت نہ ہو تب بھی ضرر نہیں کیونکہ اصل مامور بہ تحصیل ہے اعمال کی اور تسہیل تبرع ہے اس باب میں میرا ایک وعظ ہے التحصیل والتسہیل یہ وعظ قابل دید ہے اس میں الحمدللہ اس مبحث کے متعلق قریب قریب سب ضرور ضروری باتیں بیان میں آ گئی ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ اس میں کوئی نقص نہیں وہ ایک پکی ہوئی روٹی ہے ممکن ہے کہ کہیں سے جل بھی گئی ہو مگر انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ حصہ کارآمد ہے۔

ایک صاحب کی مکتوبات اشرفیہ جمع کرنے کی خواہش

(ملفوظ ۶۱۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے تمام مکتوبات ایک جگہ جمع ہو جائیں تو بہتر ہے اگر مصلحت کے خلاف نہ ہو فرمایا کہ مصلحت کے خلاف تو نہیں مگر ان کاموں کے لئے ضرورت ہے پیسہ کی اور روپیہ اتنا ہے نہیں اور مانگنے سے غیرت آتی ہے اور میں تو حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ جس قدر کام یہاں پر بدون مانگے ہو رہا ہے دوسری جگہ مانگنے پر بھی نہیں ہوتا یہ ان کا فضل ہے۔

بوتلیں ٹوٹنے پر تادیب

(ملفوظ ۶۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک زمانہ میں سہارنپور سے ہاضم بوتلیں

منگایا کرتا تھا ایک شخص بوتلیں لے کر آئے بکس بے احتیاطی سے اٹھایا سب بوتلیں ٹوٹ گئیں میں نے کہا کہ ضمان دو مگر چونکہ تادیب مقصود تھی تعذیب مقصود نہ تھی اس لئے بعد ادائے ضمان اتنی رقم ان کو تبرعاً دے دی۔

کالج میں دین پر فالج گرتا ہے

(ملفوظ ۶۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کالج نہیں فالج ہے جہاں دین سلب ہو جاتا ہے۔

خوف حد اعتدال کے اندر مبارک ہے

(ملفوظ ۶۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بڑی مبارک حالت ہے کہ ہر حالت میں خوف رہے اندیشہ رہے یہ بڑی دولت ہے مگر قصداً خوف کا اس قدر مراقبہ نہیں کرنا چاہئے جو حد اعتدال سے بڑھ جائے اس میں اندیشہ ہے کہ کہیں مایوسی کی نوبت نہ آ جائے پھر اس سے تعطل تک نوبت آ جاتی ہے ہر چیز کے خواص جدا جدا ہیں اور ہر چیز کی ایک حد ہے اور حدود پر رہنے کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ کسی جاننے والے کے اپنے کو سپرد کر دے جو وہ کہے اس کا اتباع کرے بس اسی ہی میں خیر ہے ورنہ قدم قدم پر خطرہ ہے۔

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

تحریکات میں شور مچانے کی وجہ سے زیادہ معلوم ہونا

(ملفوظ ۶۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں لوگ سمجھتے تھے کہ شرکاء زیادہ ہیں حالانکہ یہ خیال غلط تھا شریک بہت کم تھے مگر وہ زیادہ اس وجہ سے معلوم ہوتے تھے کہ وہ شور وغل بہت کرتے پھرتے تھے ان سے ان کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی تھی ورنہ واقع میں تعداد زیادہ ان ہی کی تھی جو شریک نہ تھے۔

اجنبی شخص کے ہدیہ کی واپسی

(ملفوظ ۶۱۸) ایک صاحب نے ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں کچھ پیش کیا حضرت والا نے لینے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ انہوں نے کبھی نہ کوئی مسئلہ پوچھا نہ اللہ کا راستہ

معلوم کیا اس لئے ان سے لیتے ہوئے جی شرماتا ہے اور یہ تو مالی خدمت ہے جس میں کچھ خرچ بھی ہے میں تو ایسے شخص سے کہ جس نے مجھ سے کوئی خدمت نہ لی ہو جسمانی خدمت بھی نہیں لیتا جس میں کچھ خرچ بھی نہیں اور یہ میرے فطری امور ہیں ان کے خلاف پر میں قادر نہیں ان باتوں کو لوگ سختی سے تعبیر کرتے ہیں۔

شیخ کو ذرا برابر بھی مکدر نہ کرنا چاہئے

(ملفوظ ۶۱۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص سے اصلاح باطن کا تعلق ہو اس کو رائی برابر بھی مکدر کرنا ایسا ہے جیسے بڑا بھاری پہاڑ بیچ میں آ گیا اور حجاب ہو جاتا ہے اور فیض بند ہو جاتا ہے اور یہ بات وجدانی ہے اس طریق میں کدورت اور نفع دونوں جمع نہیں ہو سکتے مگر کدورت اور نفع دونوں جمع نہیں ہو سکتے مگر کدورت اسی سے ہوتی ہے جس سے توقع ہوتی ہے۔

ایک رد ہیل کھنڈ کے مولوی صاحب نے مجھ کو ہمیشہ گالیاں دیں مگر ذرہ برابر بھی کبھی اثر نہیں ہوا نہ کوئی شکایت ہوئی شکایت بھی دوستوں ہی سے ہوا کرتی ہے دشمن کی کیا شکایت جو دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں ان سے اذیت کی برداشت نہیں اور اس اذیت کا سبب کم فہمی نہیں ہوتی بلکہ بے فکری ہوتی ہے فکر سے کام لے تو کبھی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے حتیٰ کہ اگر ایسے شخص سے کبھی کوئی نامناسب حرکت بھی ہو جائے وہ بھی بہت خفیف اور کبھی اتفاقاً ہوگی اور چونکہ صاحب معاملہ کو معلوم ہوگا کہ یہ شخص فکر سے کام لیتا ہے مگر باوجود قصد اور فکر کے ایسا ہو گیا تو اس پر بھی کوئی اثر نہ ہوگا۔

مستورات کے ساتھ سفر میں محرم ہونا

(ملفوظ ۶۲۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سفر میں مستورات کے ساتھ ان کے محرم کا دوسروں پر بھی قدرتی طور ہیبت پڑتی ہے محرم کی جو مانع فتن ہے۔

بدعتی اور وہابی کی مختصر لفظوں میں تعریف

(ملفوظ ۶۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری بڑے ظریف تھے کسی نے ان سے بدعتی اور وہابی کے معنی پوچھے تو عجیب تفسیر کی فرمایا کہ بدعتی کے

معنی ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب باایمان آج کل کے بدعتی اکثر شریر ہوتے ہیں پہلے لوگوں میں یہ بات نہ تھی وجہ یہ کہ وہ اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اس کی برکت سے ان میں تدین تھا اور اب تو بکثرت فاسق فاجر ہوتے ہیں جن کو دین سے کوئی لگاؤ ہی نہیں ہوتا اور اس وقت یہی حالت غیر مقلدوں کی بھی ہے اور مزید برآں یہ کہ تہذیب سے بھی کورے ہوتے ہیں ایک صاحب کا یہاں پر اخبار آتا تھا اس میں کافر حکام و رؤساء کی مدح ہوتی تھی اور ماشاء اللہ اہل حدیث کہلاتے ہیں کفار کو اولی الامر منکم میں داخل لکھتے تھے کہاں تو یہ سوء ظن کہ بزرگان سلف کو بھی برا بھلا کہا جاتا ہے اور کہاں یہ حسن ظن کہ کفار کی مدح کی جاتی ہے یہ ان کا دین ہے بس اغراض نفسانی کو دین سمجھ رکھا ہے کہ ایسے لوگوں سے کچھ ملنے کی امید ہوگی ان کی ہی تعریف شروع کر دی میں نے لکھ دیا کہ تمہارے اخبار میں کفار کی مدح ہوتی ہے لہٰذا یہاں اخبار نہ بھیجا کرو ان ہی صاحب نے تفسیر بیان القرآن کے ایک مقام پر اعتراض کیا ہے نہایت ہی بدتہذیبی سے میں اس کی شکایت نہیں کرتا کہ اعتراض کیوں کیا کسی کی غلطیوں پر مطلع کرنا طاعت ہے مگر آدمیت تو ہو مگر ایسے لوگوں کو دین تھوڑا ہی مقصود ہے اور ایسے لوگ ان ہی سے باز آتے ہیں جو گنبد کی آواز ہیں کہ جیسی کہے ویسی سنے، ہم کو غریب سمجھ کر ڈانٹ لیتے ہیں اس وقت طبائع کا یہی رنگ ہے کہ نرمی والوں کو ستاتے ہیں اور سختی والوں سے دبتے ہیں اس کی تائید میں ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک مولوی صاحب تھے دہلی کے وہ بیان کرتے تھے کہ میں ایک رئیس کے یہاں مہمان تھا شب کو بڑے استنجے کی ضرورت ہوئی اٹھ کر بیت الخلاء گیا وہاں سے نکلتے ہوئے سنتری نے ٹوکا کون اگر میں حضرات دیوبندیوں کا طرز اختیار کرتا کہ میں ہوں حقیر فقیر پر تقصیر تو اس وقت پٹتا تھا بعد میں خواہ کچھ ہی ہوتا اس لئے ہم نے کہا کہ ہم ہیں مولانا صاحب دہلی والے تو کیا بکتا ہے نالائق اس سنتری نے عرض کیا کہ حضور پہچانا نہیں تھا ہم نے کہا ہاں اندھا ہے سارے دن تو ہم کو دیکھا پھر بھی نہیں پہچانا صبح ہونے دے تب خبر لی جائے گی بس قدموں پر گر پڑا اور ٹھیک ہو گیا یہ تو بہادروں کا قصہ ہے مگر ہم سے تو ایسی بہادری ہو نہیں سکتی ہم تو حقیر فقیر پر تقصیر ہی ہیں جو

جس کے جی میں آتا ہے کہہ لیتا ہے ہمارے بزرگوں کا تو یہی طرز رہا ہے کہ اپنے کو مٹائے رہتے تھے۔ہم کو بھی وہی پسند ہے مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کا ایک واقعہ یاد آیا کسی سفر میں تشریف لے جارہے تھے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ سر پر بہت سا بوجھ لادے جارہا ہے فرمایا لاؤ بھائی میں لے لوں تو بوڑھا ہے تھک گیا ہوگا اس نے کہا کہ بھائی تو بھی تو بوڑھا ہے مولانا نے فرمایا اول تو میں ایسا بوڑھا نہیں دوسرے ذرا تازہ دم ہوں وہ غریب پہچانتا نہ تھا آخر بوجھ دے دیا آپ نے اس کے گاؤں تک پہنچا دیا راستہ میں مختلف باتیں ہوئی باتوں باتوں میں اس شخص نے یہ بھی کہا کہ میں نے سنا ہے کہ مولوی مظفر حسین صاحب اس طرف آئے ہوئے ہیں بھائی اگر تجھ کو خبر ہو مجھ کو بھی خبر کر دیجیو فرمایا کہ کردوں گا جب رخصت ہونے لگے تب فرمایا بھائی مظفر حسین میں ہی ہوں وہ بے چارہ قدموں میں گر پڑا اور بے حد نادم ہوا آپ نے اس کی تسلی کی اور بات کو ختم کیا حضرت یہ سب عشق کے کرشمے ہیں کہ اس طرح مٹا دیتا ہے اور یہی حالت ہو جاتی ہے۔

ایں چنیں شیخے گدائے کوبکو عشق آمد لاابالی فاتقوا

اور اس کی یہ کیفیت ہے فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

یہ ان کی دیوانگی وہ دیوانگی ہے جس کو مولانا فرماتے ہیں

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد مرعسس راہ دید و درخانہ نہ شد

ما اگر قلاش وما دیوانہ ایم مست آں ساقی و آں پیانہ ایم

اس مذاق کو دیوانگی کہا جاتا ہے مگر معلوم بھی ہے کہ ہزاروں ہوشیاریاں اس پر قربان ہیں نیز علاوہ عشق کے ایک بات یہ بھی ہے کہ اہل کمال کبھی ایسی چیزوں کی طرف نظر نہیں کرتے کہ اس میں ہماری سبکی ہوگی یا کیا ہوگا ان میں ایک استغنا کی شان ہوتی ہے کمال میں یہی خاصیت ہے یہ بادشاہ کو بھی منہ نہیں لگاتے آپ دیکھ لیجئے کیمیا گر کس حالت سے رہتا ہے نہ لباس درست نہ جسم صاف مگر بڑے بڑے والیان ملک کو موقع پر گدھا تک کہہ دیتا ہے یہ استغناء کس چیز کی بدولت ہے صرف کمال کی بدولت خوب کہا ہے۔

موحد چو بر پائے ریزی زرش	چه فولاد هندی نهی برسرش
امید وهر اسش نباشد زکس	همیں است بنیاد توحید و بس

اختیاری وغیر اختیاری کا فرق نصف سلوک ہے

(ملفوظ ۶۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امور اختیاریہ کا اہتمام کرو اور غیر اختیاریہ کا پیچھا چھوڑو بس یہ نصف سلوک ہے بلکہ اگر تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو کل ہی سلوک ہے آج کل غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے کی وجہ سے لوگ بہت ہی زیادہ پریشان ہیں سو اس کے لئے ضرورت ہے کہ کسی کی صحبت میں رہے اس کی صحبت میں رہ کر راہ معلوم ہوگی اور منزل پر پہنچ جائے گا مثلاً نماز میں ناواقفی سے جس حضور کو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہوا اب پریشانی ہوگی دیکھنا یہ ہے کہ جس حضور کو تم چاہتے ہو وہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری اختیار تو صرف اتنا ہے کہ نماز کی طرف قصد اور توجہ سے لگا رہنا اب اس پر قطع خواطر کا ثمرہ یہ دوسری چیز ہے سو قصد اور توجہ تو اختیاری ہے اور ثمرہ مذکورہ غیر اختیاری پس اگر یہ ثمرہ نہ بھی مرتب ہو تب بھی حضور میسر ہے پریشان نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ غیر اختیاری چیز کبھی مقصود کے منافی نہیں ہوتی مثلاً ایک شخص عملاً سخی ہے مگر طبعاً بخیل تو طبعاً جو بخل ہے جب تک اس کے اقتضاء پر عمل نہ کرے گا یہ منافی مقصود کے نہیں کمال مقصود اس کو حاصل ہے اور چند روز کی مقاومت سے وہ داعیہ الی الشر بھی مضمحل ہو جائے گا اور میں تو کہتا ہوں کہ اگر ساری عمر بھی یوں ہی گزر جائے اور وہ داعیہ مضمحل نہ ہو تب بھی نقصان کیا ہوا بلکہ اس کشمکش کی وجہ سے نفع ہوا کہ اجر بڑھ گیا۔

فقہاء اور صوفیہ حکماء ہیں

(ملفوظ ۶۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیہ اور فقہاء یہ دونوں فرقے واقعی حکماء ہیں احکام ظاہری و باطنی کے حقائق اور معارف ان ہی حضرات کی بدولت نصیب ہوئے مگر افسوس آج کل ان حضرات کی مخالفت پر لوگ سرگرم ہیں نہایت حماقت ہے۔

دینی عزت نماز سے اور دنیاوی عزت پردہ سے ہے

(ملفوظ ۶۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل یورپ کو علوم سے ذرہ برابر بھی

مناسبت نہیں ایک یورپین سے ایک مسلمان کی پردے کے متعلق گفتگو ہوئی انگریز نے کہا کہ جس کو تم پردہ کہتا ہے یہ قید خانہ ہے انہوں نے کہا یہ قید خانہ ہی کی برکت ہے کہ عفت محفوظ ہے اور آزادی کا جو نتیجہ ہے ظاہر ہے بس یہ ان کے علوم ہیں اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ دینی عزت تو نماز سے ہے اور دنیاوی عزت پردے سے ہے۔

اعمال صالحہ کا ملکہ پیدا ہونے سے اجر کم نہیں ہوتا

(ملفوظ ۶۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امور اختیاریہ جن کا صدور ارادہ سے ہوتا ہے اس ارادہ کا تعلق شروع میں کافی ہے اور جب تک ان کی ضد کا صدور نہ ہو وہ آخر فعل تک حکماً ممتد رہتا ہے ہر وقت تجدید ارادہ کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً چلنے کے لئے ایک مرتبہ کا ارادہ کافی ہے فرض کیجئے کوئی شخص بازار جانے کے لئے چلا تو کیا ہر قدم پر چلنے کا ارادہ کرے گا ہرگز نہیں بس ایک مرتبہ کا ارادہ کافی ہوتا ہے اسی کے اثر سے برابر قدم اٹھتا رہے گا بلکہ اگر کوئی ہر قدم پر جدید ارادہ کرے تو مسافت طے ہونا ہی مشکل ہو جائے دیکھ لیجئے چل بھی رہے ہیں اور کسی سے بات بھی کر رہے ہیں یا کتاب یا اخبار بھی دیکھ رہے ہیں اس وقت چلنے کی طرف مطلق بھی التفات نہیں ہوتا اس سے اس سوال کا جواب نکل آیا کہ ان مجاہدات و ریاضات سے جب ملکہ پیدا ہو جاتا ہے تو طبعی طور پر افعال صادر ہونے لگتے ہیں زیادہ اہتمام و مشقت کی بھی ضرورت نہیں رہتی اور اجر کامل موقوف ہے اہتمام اور مشقت پر تو ان لوگوں کو اجر کامل بھی نہ ملنا چاہئے بلفظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ منتہی کو مبتدی سے کم اجر ملتا ہے کیونکہ مبتدی کو مشقت ہوتی ہے منتہی کو نہیں ہوتی تقریر جواب کی ظاہر ہے کہ جب مجاہدہ اسی ارادہ سے کیا کہ بے تکلف افعال کا صدور ہونے لگے تو مشقت حکماً ہر فعل کے ساتھ ممتد سمجھی جائے گی اور اجر کامل ملے گا اور اپنے کمال میں مبتدی کے اجر سے زیادہ ہوگا کیونکہ مشقت تو امر مشترک ہے ایک جگہ حسا ایک جگہ حکماً مگر منتہی میں رسوخ خلق و تثبیت و مہارت و تشبہ بالملئکہ کی جان کی شان میں وارد ہے۔

یسبحون اللیل والنہار لایفترون

فضیلت زائد ہے۔

آج کل کے مہمان اور میزبان

(ملفوظ ۶۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل معاشرت تو اس درجہ خراب ہوگئی ہے کہ قطعاً اس کی پرواہ نہیں کی جاتی کہ ہماری اس بات یا کام سے دوسرے کو تکلیف ہوگی یا اس کی پریشانی کا سبب ہوگا اب مہمان داری ہی کو دیکھ لیجئے گاڑیاں چھکڑے بھر بھر کر میزبان کے گھر پہنچ جاتے ہیں نہ یہ خبر کہ اس غریب کے یہاں کھانے کو ہے یا نہیں خصوص کسی کی بیماری یا موت کے موقع پر تو ایسا کرنا نہایت ہی ظلم اور بے رحمی کی بات ہے گھر والے اس کی تیمارداری کو چھوڑ کر ان کی تیمارداری میں لگ جاتے ہیں مردہ کے رونے کو چھوڑ کر ان کا رونا شروع کر دیتے ہیں مشہور ہے کہ مہمانوں کا کھایا ہوا گھر اور چڑیوں کا چگا ہوا کھیت اور چلموں کا مارا ہوا چولہا کبھی پنپ ہی نہیں سکتا مگر مہمانوں کا کھایا ہوا گھر وہ مراد ہے کہ جس کھانے میں تکلف وغلو ہو باقی جس میں تکلف نہ ہو وہ مراد نہیں سمرقند میں حضرت شیخ سعدی کسی کے یہاں پہنچے میزبان نے بہت تکلفات کئے جب کھانا سامنے آیا تو فرمایا کہ آہ دعوت شیراز میزبان نے اور زیادہ تکلف کیا پھر بھی یہی فرمایا اس نے اپنے دل میں کہا کہ کیا شیراز میں سونا چاندی کھاتے ہیں ایک مرتبہ یہ شخص حضرت سعدی کے یہاں مہمان ہوا پہنچتے ہی ہاتھ دھلوا کر اور جو کچھ دال روٹی تھی لا کر سامنے رکھ دی وہ سمجھا کہ اس وقت نہیں ملا شام کو تکلف ہوگا مگر شام کو بھی وہی پھر دوسرے دن بھی یہی آخر اس شخص نے پوچھا حضرت وہ دعوت شیراز کہاں ہے فرمایا یہی ہے وہ دعوت شیراز اس نے کہا اس میں کیا بات ترجیح کی ہے فرمایا ترجیح یہ ہے کہ اگر تم میرے پاس چار مہینہ بھی ٹھہرے رہو تو مجھ پر گرانی نہ ہوگی اور تم چار ہی روز میں دل میں کہنے لگتے کہ خدا کرے جلدی دفع ہو کہاں سے بلا سر پڑی۔

سچی دوستی کون سی ہے؟

(ملفوظ ۶۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل دوستی کا نام ہی نام رہ گیا ہے ورنہ حقیقت تو قریب قریب مفقود کے ہے حضرت مولانا گنگوہی کی مجلس میں حافظ محمد احمد صاحب اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب حاضر تھے جن کی دوستی مشہور و معروف

تھی حضرت نے ان سے دریافت فرمایا کہ کبھی تم میں اور ان میں بے لطفی یا لڑائی بھی ہوتی ہے یا نہیں عرض کیا کہ حضرت کبھی کبھی ہو جاتی ہے فرمایا کہ یہ دوستی پائیدار ہے درخت وہ مستحکم ہوتا ہے کہ جس پر آندھی آ چکی ہو پھر اپنی جڑوں کو نہ چھوڑا ہو۔ بس دوستی بھی وہی ہے کہ باہم لڑائی بھی ہو جائے اور تعلقات باقی رہیں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر ایک دوست دوسرے سے کہے کہ قرض دے دو اور وہ دریافت کرے کہ کتنا وہ بزرگ کہتے ہیں کہ وہ دوستی کے لائق نہیں اس سے قطع تعلق کر دو دوست وہ ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے سب لا کر سامنے رکھ دے یہ ہیں اس کے حقوق پھر ایک دوسری حکایت فرمائی کہ ایک دوست نے دوست کو رات کے وقت مکان پر جا کر آواز دی وہ ذرا تاخیر سے آیا اور اس حیثیت سے کہ ہتھیاروں سے مزین ایک حسین و جمیل لونڈی شمع لئے ہوئے اور ایک غلام ایک توڑا روپوں کا کندھے پر لادے ہوئے اس نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے کہا کہ جب تم نے آواز دی تو مجھ کو خیال ہوا کہ بے وقت دوست نے آواز دی ہے نہ معلوم کیا قصہ ہے اور مجھ کو کئی احتمال ہوئے ایک یہ کہ ممکن ہے کہ کسی دشمن سے مقابلہ ہو تو ہتھیاروں سے ٹھیک ہو کر آیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی انیس کی ضرورت ہے تو یہ لونڈی لایا اس کو رکھو نکاح کرا دوں گا اور ممکن ہے کہ کسی خادم کی ضرورت ہو یہ غلام موجود ہے اور ممکن ہے کہ روپیہ کی ضرورت ہو روپیہ بھی حاضر ہے اس نے کہا کہ مجھ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں محض تمہارے دیکھنے کو دل چاہتا ہے تو حضرت دوستی تو یہ ہوتی ہے محض آپس میں باتیں کر لینے کا نام دوستی نہیں۔

غیر مقلد صاحب کے ایک اخبار کو آنے سے روکنا

(ملفوظ ۶۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں ایک اخبار کے متعلق فرمایا کہ اب تو نہ وہ اخبار آتا ہے اور نہ ان کا کوئی خط میں نے بھیجنے سے منع کر دیا ہے اس میں صوفیہ کی مذمت ہوتی تھی اور کفار کی مدح۔

ذکر اللہ اور عشق حقیقی کا غلبہ

(ملفوظ ۶۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے محبوب کی طرف اس قدر مشغول رہنا

چاہئے کہ کسی کا دلچسپی سے تصور بھی نہ آئے نہ دوست کا نہ دشمن کا چہ جائے جنگ وجدل

گر ایں مدعی دوست بشناختے   بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

دیکھئے اگر کسی کا بیٹا مرجائے تو جب تک غم رہے گا قدم اٹھاتا ہے مگر اٹھتا نہیں با دل نخواستہ بات کرتا ہے مگر بات نہیں ہوتی اسی طرح وہ شخص دنیا کے کام کا نہیں رہتا جسے آخرت کی فکر ہو جاتی ہے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ حجامت بنوا رہے تھے ہونٹ ہل رہے تھے نائی نے کہا کہ حضرت لبوں پر استرا ہے تھوڑی دیر کو لب روک لیجئے ورنہ کٹ جائیں گے فرمایا میاں کٹ بھی جانے دو اس کا نام لینا کیسے چھوڑا جا سکتا ہے ایک اور بزرگ کی حکایت ہے کہ رات بیٹھ کر گزار دیتے بیوی کہتی کہ سو جاؤ بیمار ہو جاؤ گے کہتے کہ جب سے یہ آیت پڑھی ہے:

یایها الذین آمنوا قوا انفسکم واهلیکم نارًا وقودها الناس والحجارة

نیند نہیں آتی کیا کروں۔

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

مسلمانوں کو رزق کی پریشانی

(ملفوظ ۶۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رزق کا معاملہ بھی بڑا ہی نازک ہے آج کل مسلمان بہت پریشان ہیں خصوص بڑے لوگ زیادہ پریشان ہیں کثرت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جس میں معاش کی شکایت ہوتی ہے دیکھ کر دل پگھل جاتا ہے اور بڑے آدمیوں کی اور زیادہ مشکل ہے کیونکہ یہ کچھ اور کام بھی نہیں کر سکتے چنانچہ ایک صاحب تھے بغدادی وہ یہاں پر رہے بھی ہیں سید تھے کچھ پڑھتے بھی تھے میں ان کی اتنی رعایت کرتا تھا کہ ان کے حجرہ میں جا کر سبق پڑھا دیتا تھا اپنے پاس نہیں بلاتا تھا سیاح بھی تھے اور بوڑھے آدمی تھے یہاں سے حیدرآباد چلے گئے وہاں معاش سے بہت تنگ ہو گئے موسی ندی کے طغیانی کے زمانہ میں مزدوری کرنے پر آمادہ ہو گئے مگر ان کو کوئی مزدوری تک میں بھی نہ لگاتا تھا رنگ سرخ وسفید نورانی چہرہ کوئی مزدور بھی نہ سمجھتا تھا آخر کسی دن مزدوری لگ گئی تو صبح سے شام تک کام کیا مشقت کا تحمل نہ ہو سکا بے ہوش ہو کر گر پڑے، مجھ کو سن کر بے حد افسوس ہوا کہ بندۂ خدا

جیسے یہاں آئے تھے یہاں ہی عمر ختم کردیتے یہاں تک اس کی نوبت نہ آتی۔

انتظام کی برکت

(ملفوظ ۶۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام بڑی برکت کی چیز ہے ہر کام میں انتظام کی ضرورت ہے اگر میں یہ خاص قواعد اور اصول منضبط نہ کرتا تو اس قدر کام نہ ہوسکتا بہت وقت فضول ہی بے کار جاتا یہ سب انتظام کی برکت ہے اور یہ سب اسلام ہی کی تعلیم ہے مسلمانوں نے اس کو چھوڑ دیا غیر قوموں نے اختیار کرلیا اس لئے راحت میں ہیں۔

ذہانت بھی عجیب چیز ہے

(ملفوظ ۶۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے بڑی دولت ہے مگر اس میں برکت جب ہی ہوتی ہے کہ یہ سمجھے کہ میں ذہین نہیں ہوں ورنہ برکت نہ ہوگی پھر ذہانت کا یہ قصہ نقل کیا گیا کہ ایک تبرائی شیعی کو جس وقت وہ علانیہ تبرا کررہا تھا ایک سنی نے قتل کردیا مقدمہ دائر ہوا تو حاکم کے سامنے شیعی وکیل نے کہا کہ ہمارے یہاں یہ مذہبی عبادت ہے مذہب میں سب کے لئے آزادی ہونا چاہئے اس لئے قاتل معذور نہیں، سنی وکیل نے حاکم سے کہا کہ ان کے یہاں یہ عبادت ہے اور ہمارے یہاں ایسے کا قتل کردینا عبادت ہے یہ اپنی عبادت کریں اور ہم اپنی عبادت کریں دونوں آزاد ہیں آپ مقدمہ خارج کردیں ہم میں خود فیصلہ ہورہے گا۔

وساوس سے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کی عجیب تعلیم

(ملفوظ ۶۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو چیزیں غیر اختیاری ہیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں اس لئے کہ انسان غیر اختیاری کا مکلف نہیں مثلاً نماز میں موضع سجود کے سوا دوسری چیزوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے مگر ماحول میں جو چیزیں ہیں وہ بلا اختیار نظر آتی ہیں وہ محل خشوع نہیں گو ان کا انکشاف ضرور ہوتا ہے مگر بلا قصد ہوتا ہے اس لئے مضر نہیں یہی حکم ہے وساوس غیر اختیاری کا اگر دفع نہ ہو تعلق نہ کرے پھر دفع کی تدبیروں کے متعلق تقریر کی اس میں حضرت حاجی صاحب کا ارشاد نقل کیا فرماتے تھے کہ اگر وساوس کا ہجوم ہو اور کسی طرح بند ہی نہ ہوں اس وقت یہ مراقبہ کرے کہ حق تعالیٰ کی کیا قدرت ہے کہ دل میں کیسی

کیسی چیزیں پیدا فرمادی ہیں کہ دریا کی طرح امنڈ رہی ہیں روکے نہیں رکتیں بس اس مراقبہ سے وہ سب وساوس مرأۃ جمال الٰہی ہو جائیں گے واقعی عجیب بات فرمائی اللہ بعد کو الہ قرب بنا دیا واقعی حضرت اس فن کے امام تھے اور عجیب یہ کہ درسیات کی بھی تحصیل نہ فرمائی تھی چنانچہ حضرت حاجی صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ میں ناخواندہ ہوں اور جو کچھ میں بیان کرتا ہوں یہ واردات ہیں اگر یہ کتاب وسنت کے خلاف ہوں عمل نہ کرنا اور مجھ کو بھی اطلاع کر دینا میں بھی توبہ کرلوں گا اگر اطلاع نہ کرو گے تو تمام بوجھ تم پر ہوگا میں بری رہوں گا۔

صوفیہ کی صحبت سے کچھ اور رنگ چڑھتا ہے

(ملفوظ ۶۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کی صحبت سے کچھ اور ہی رنگ ہو جاتا ہے مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی خاتم مثنوی نے ایک موقع پر حضرت سید صاحب کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ ہم تو صندوق ہیں جواہرات کے اور یہ جوہری ہیں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ہم نے جو قرآن شریف پہلے پڑھا تھا وہ اور طرح کا معلوم ہوتا تھا اور اب سید صاحب کی صحبت کی برکت سے اور طرح کا معلوم ہوتا ہے۔

کشف وکرامات، حقیقی کمالات کے سامنے کچھ نہیں

(ملفوظ ۶۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کشف وکرامت کو بڑی چیز سمجھتے ہیں مگر حقیقی کمالات کے سامنے یہ بیچارے کیا چیز ہیں مگر عوام الناس ان کمالات کا ادراک نہیں کر سکتے چنانچہ اسی بناء پر مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی سے کسی نے سوال کیا تھا کہ تم نے حضرت حاجی صاحب میں ایسی کونسی چیز دیکھی جس کی وجہ سے تعلق کیا بناء سوال ان ہی رسمی کمالات کی عدم شہرت تھی مولانا نے جواب دیا کہ یہی تو دیکھا کہ کچھ نہیں دیکھا مراد رسوم کی نفی ہے اہل کمال بھی ان رسمی چیزوں کی طرف نظر بھی نہیں کرتے بلکہ جو چیز دوسروں کے یہاں منتہائے کمال ہے وہ ان حضرات کے یہاں نقص ہے۔

حضرت حاجی صاحب سے تعلق ایک شخص کا حضرت تھانوی سے سوال

(ملفوظ ۶۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے دیوبند میں مجھ سے سوال کیا کہ

تم لوگ لکھے پڑھے اور حضرت حاجی صاحب ظاہراً اتنا لکھے پڑھے بھی نہیں پھر ان کے پاس کیا چیز ہے جو تمہارے پاس نہیں، میں نے کہا کہ حضرت ہیں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ جیسے ایک شخص تو وہ ہے کہ جس کو مٹھائیوں کی فہرست یاد ہے مگر اس نے کبھی کھائی نہیں اور ایک وہ شخص ہے کہ اس کو نام تو ایک مٹھائی کا بھی یاد نہیں مگر کھائی ہیں سب، یہی فرق ہے ہم میں اور حاجی صاحب میں، ہم اہل الفاظ ہیں اور وہ اہل معنی اور ظاہر ہے کہ اہل الفاظ محتاج ہوگا اہل معنی کا نہ کہ برعکس۔

مولانا شیخ محمد اور نواب صدیق حسن خان

(ملفوظ ۶۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا شیخ محمد صاحب نواب صدیق حسن خان صاحب کو مولوی نہیں کہتے تھے مگر فرماتے تھے کہ منشی اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

خشک لوگ، اہل معنی کو کیا جانیں؟

(ملفوظ ۶۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ خشک لوگ بے چارے اہل معنی کی کیا قدر جانیں اس راہ ہی سے نہیں گزرے کسی نے حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ بشر حافی ایک امی شخص ہیں آپ عالم ہو کر ان کے کیوں معتقد ہیں انہوں نے فرمایا ہم کتاب کے عالم ہیں وہ صاحب کتاب کے عالم ہیں اس سائل نے کہا میں ان سے کچھ مسئلے پوچھتا ہوں امام نے منع فرمایا مگر اس شخص نے نہ مانا اور دو مسئلے پوچھے ایک یہ کہ اگر نماز میں خطرات آنے سے سہو ہو جائے کیا حکم ہے فرمایا کہ ایسے قلب کو سزا دینی چاہئے کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر خطرات کو جگہ دیتا ہے جس سے سہو ہوتا ہے پھر دوسرا مسئلہ پوچھا کہ زکوٰۃ کا کیا حکم ہے کتنے مال میں کتنی زکوٰۃ ہماری یا تمہاری عرض کیا کہ حضرت دونوں فرما دیجئے فرمایا کہ تمہاری زکوٰۃ تو یہ ہے کہ جب نصاب کے مالک ہو جاؤ تو سال گزرنے پر چالیسواں حصہ دے دو اور ہماری زکوٰۃ یہ ہے کہ اتنا مال ہی نہ ہونے پائے جس کی زکوٰۃ دی جائے اور اگر اتفاقاً ہو جائے تو وہ سب مال دے اور اسی قدر اور کما کر جرمانہ میں دے سائل اس قدر متاثر ہوا کہ سوال ہی پر نادم ہوا۔

تصوف کی کتابیں منتہی کے لئے ہوتی ہیں

(ملفوظ ۶۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصوف کی کتابیں منتہی کے واسطے ہیں مبتدی کے

لئے نہیں جیسے کتابیں طب کی طبیب کے لئے ہیں مریض کے لئے نہیں بس اسی طرح تصوف کی کتابیں شیوخ کے لئے ہیں عوام الناس کے لئے نہیں آخر قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون

سو دونوں ہر معاملہ میں مساوی کیسے ہوسکتے ہیں ایک جاہل غیر مقلد ایک حدیث کی کتاب دیکھ رہے تھے وہ کتاب اردو میں تھی آج کل اردو میں ترجمے ہوگئے ہیں اس میں وہ حدیث تھی من ام منكم فليخفف اور اس کا ترجمہ تھا کہ امام کو چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھے آپ نے ہلکی کو ہل کے پڑھا جس کے معنی جنبش کے ہیں پس آپ نے یہ شروع کیا کہ جب امامت کرتا تو خوب ہلا کرتا اسی طرح ایک شخص نے مسائل کی کتاب میں دیکھا کہ دو رکعت بھری اور دو خالی پڑھے تو آپ نے سنتوں میں بھی دو خالی اور دو بھری پڑھنا شروع کر دیا اور سالہا سال تک اسی طرح پڑھی۔

بڑی چیز دین ہے

(ملفوظ ۶۴۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین میں دنیوی مصالح سے متاثر ہونا سب کمزوری کی باتیں ہیں بڑی چیز دین ہے یہ محفوظ رہے خواہ تمام مصالح بلکہ سارا عالم فنا ہو جائے کچھ پرواہ نہیں۔

مجاہدات وریاضات کا فائدہ

(ملفوظ ۶۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجاہدات ریاضات سے رذائل دب جاتے ہیں مضمحل ہوجاتے ہیں زائل نہیں ہوتے واقع میں موجود رہتے ہیں مگر مجاہدات سے مقاومت سہل ہو جاتی ہے اور ان پر عمر بھر کے لئے قابو ہو جاتا ہے باقی یہ شبہ کہ جب مقاومت کی سہولت سے افعال کا صدور بے تکلف ہونے لگے اور اجر کامل موقوف ہے مشقت پر تو چاہئے کہ مجاہدہ کے بعد اجر کامل نہ ملے اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے جہاں یہ مثال ہے کہ مشی فعل اختیاری اور مسبوق بالقصد ہے۔ پھر بھی ہر قدم پر ارادہ کرنا نہیں پڑتا بس شروع میں ایک ہی مرتبہ کا ارادہ کافی ہو جاتا ہے اور اگر اس ارادہ کا امتداد حکمی کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ دوسرا جواب سمجھ لے کہ کبھی بلا قصد بھی تو اجر مل جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کھیتی کرے یا باغ لگائے اور کوئی آدمی یا جانور اس میں سے کھا

جائے تو اجر ملتا ہے حالانکہ اس کا قصد نہ تھا اور اگر قصد بھی کر لیا تو کیا ہی بات ہے تو نور علی نور ہے جیسے ایک بزرگ ایک شخص کے مکان پر تشریف لے گئے مکان کا روشن دان دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کس لئے ہے عرض کیا کہ روشنی اور ہوا کی نیت سے رکھا ہے فرمایا اگر یہ نیت کر لیتے کہ اذان کی آواز آیا کرے گی تو روشنی اور ہوا بھی آتی اور جب تک یہ مکان قائم رہتا تمہارے نامہ اعمال میں ثواب لکھا جاتا بے قصد کے اجر ملنا کا ایک اور مادہ یاد آیا دیکھئے بیمار ہونے کا کسی کسی کا بھی قصد نہیں ہوتا مگر بیمار کو بیماری کا برابر اجر ملتا ہے اور بیماری کے سبب جو اوراد معمولہ ناغہ ہو جاتے ہیں ان کا بھی اجر اس لئے ملتا ہے کہ حالت تندرستی میں یہ قصد اور نیت تھی کہ یہ ہمیشہ کرتا رہوں گا بہر حال قصد سابق کا امتداد اور عدم قصد دونوں مقارن اجر ہو سکتے ہیں۔

ذکر و شغل خود نفع ہے

(ملفوظ ۶۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ ذکر و شغل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ نفع نہیں ہوا حضرت حاجی صاحب اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ کیا یہ نفع نہیں کہ ذکر و شغل کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے میاں اسی طرح کام میں لگے رہو اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

یا بم اور ا یا نیابم جستجوئے می کنم   حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

ایک ذاکر نے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ میں نے طائف میں چلہ کیا اور سوا لاکھ اسم ذات روزانہ پڑھا مگر نفع نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ناراض ہیں فرمایا کہ اگر میں ناراض ہوتا تو تم کو سوا لاکھ اسم ذات روزانہ کی توفیق ہی نہ ہوتی اور یہ بات جو حضرت نے فرمائی اس میں نقشبندیت کی ایک شان ہے کیونکہ نقشبندیہ میں ناز کی شان غالب ہے اور چشتیہ میں نیاز کی اور ہمارے حضرات مرکب ہیں چشتیت اور نقشبندیت دونوں سے ان میں دونوں شانیں جمع ہیں مگر غلبہ اسی نیاز اور عشق ہی کو ہے جس کی حقیقت فنا ہے۔